

منہ ما غصتہ شرم تفتیر آن دلیل



وزنیت ہے درویش نما

تفسیر القرآن

پہ وقال الذین ۱۹ تا فمن اظلم ۲۳

تفسیر
حضرت ادریس الحاج مولانا سید فرحان صاحب مدظلہ العالی

مصنف دو صد سیزده کتب
بانی جامعہ امامیہ

جلد چہارم

شمیم بک ڈپو، نظام آباد، کراچی ۱۸

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

تفسير القرآن

جلد چہارم

مؤلف

حضرت ادریس اعظم الحاج ابو ناسر طبرستان صاحب قبلہ دہلوی



مجموعہ کتب اسلامیہ (مکتبہ دارالعلوم)

۷۸۶

تصدیق نامہ

میرے تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے پارہ ۱۹ تا پارہ ۲۳
کے تصحیح کے۔ اب اس کے ماتے میں کوئی کمی
بیشی یا کتابتے میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ

فقط طاہر الروف

حافظ عبدالرحمن پروفیسر

۲۲ شوری ۱۹۸۲ء

فہرست

صفحہ	نام سورہ	صفحہ	نام پارہ
۵	(۲۵) اَلْفُرْقَان	۵	(۱۹) وَقَالَ الَّذِينَ
۲۰	(۲۶) الشُّعْرَاء	۸۱	(۲۰) اَمَّنْ خَلَقَ
۶۰	(۲۲) اَلْعَمَل	۱۳۳	(۲۱) اَتْلُو مَا اَوْحَىٰ
۹۲	(۲۸) اَلْقَصَص	۲۱۶	(۲۲) وَمَنْ يَفْتَنُكَ
۱۲۸	(۲۹) اَلْعَنْكَبُوت	۲۸۹	(۲۳) وَمَا لِي
۱۵۳	(۳۰) اَلزُّمَر	۳۶۱	(۲۶) فَمَنْ اَظْلَمُ
۱۶۶	(۳۱) اَلْمُنَافِقُونَ		
۱۹۰	(۳۲) اَلْحَجَّةُ		
۲۰۰	(۳۳) اَلْاَحْزَاب		
۲۲۵	(۳۴) سَبَا		
۲۶۵	(۳۵) اَلْاٰنْجٰل		
۲۸۲	(۳۶) اَلْمَدِيْنَةُ		
۳۰۰	(۳۷) اَلْحٰكَمَةُ		
۳۲۲	(۳۸) اَلْمَيْمُونَةُ		
۳۳۶	(۳۹) اَلْمُنٰفِقُوْنَ		
۳۶۲	(۴۰) اَلْمُنٰفِقُوْنَ		
۳۰۱	(۴۱) اَلْحٰكَمَةُ		

جملاً حقوق محفوظ ہیں۔

ناشر: شمیم بک ڈپو، ہنس آباد، کراچی ۱۵

مطبع: ایٹلے پبلشرز لیمیٹڈ، کراچی

کتابت: محمود ابن الناس رشتہ



۱۹۸۲

مدیہ: ۸۵،۰۰۰

بار اول

يَقُولُونَ كَيْفَ وَلَّىٰ أَعْرَابًا لِّئَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ
 حرام ہے۔ کفار و مشرکین آنحضرت کی رسالت کو ناکام بنانے کے لیے نئے سے نئے اعتراض سوچتے تھے کبھی کہتے تھے اس شخص (محمد) پر ہی ملائکہ کیوں آتے ہیں ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ یہ بھی آدمی ہم بھی آدمی، اس میں اور ہم میں فرق کیا ہے۔ بالفرض اگر فرشتے ان کے پاس آتے تو ہر گروہ کہتا ہمارے پاس ہی آئیں تو کس کس کے پاس جاتے اور کس سے تصدیق کرتے کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آتے تو بہر حال بشری صورت میں ہی۔ تو لاعمال انہیں تصدیق کرنے والے بھی اپنے ساتھ ہی لانے ہوتے اور اگر وہ فرشتوں کی صورت میں آتے تو ان گراہوں کے پیچھے پھٹ کر رہ جاتے۔ تو اس آیت سے فائدہ کیا ہونا۔ کبھی کہتے تھے خدا ہمارے پاس کیوں نہیں آتا۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ وہ گھر گھر جانا اور کہتا پھرنا ہاں میرے بندو، اب تو مجھے ان لوگوں میں خود ہی آ گیا ہوں۔
 خدا نے ان اعتراضوں کا جواب ان آیات میں اس طرح دیا ہے کہ جب یہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو فریغ پکا مچا دیں گے اور فرشتے ان سے کہیں گے دُور ہو جاؤ مَرُودُو، حیرت میں تمہارے لیے کوئی مقام نہیں۔ اور جب خدا کا سامنا ہوگا تو وہ ان کی ساری کارستانیوں کو کاٹ کر پھینک دے گا کوئی عمل بھی ان کا قابل جزا نہ ہوگا۔ قیامت کا دن کافروں کے لیے بڑا سخت دن ہوگا۔ ایک بادل گر جاتا ہوا آسمان کو چیرتا ہوا نمودار ہوگا لوگوں کا خوف کے مارے بڑا حال ہوگا۔ فرشتے جوق در جوق نازل ہو رہے ہوں گے۔ گنہگاروں کی گردنیں پکڑی جا رہی ہوں گی۔ اس روز خدا کے سما کسی کی سلطنت نہ ہوگی۔ ایمان والے تو حیرت میں بیٹھے مزے اڑاتے ہوں گے اور کفار و مشرکین کے لیے کوئی جگہ آرام کی نہ ہوگی۔

وَيَوْمَ يَعْصِيُ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ
 الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿۲۵﴾ يَا لَيْتَنِي لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فَلَانًا خَلِيلًا ﴿۲۶﴾ لَقَدْ
 أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي، وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ
 خَذُولًا ﴿۲۷﴾ وَقَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ إِنَّا قَوْمٌ اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ
 مَهْجُورًا ﴿۲۸﴾

اُس روز ایک ظالم (افسوس کے مارے) اپنا ہاتھ کاٹنے لگے گا اور کہے گا کاش کہ رسول کے ساتھ

میں بھی (دین کا سیدھا) راستہ اختیار کر لیتا۔ ہائے افسوس کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنا تا جس نے نصیحت کرنے کے بعد مجھے بہر کا یا اور شیطان تو انسان کا رسوا کرنے والا ہے اور رسول اس وقت (بارگاہ باری میں) عرض کریں گے اے میرے پروردگار میری قوم نے تو اس قرآن کو بیکار (یا بکواس) بنا دیا تھا۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ عتبہ بن نعیط جب سفر سے آتا تو اشراف قوم کی دعوت کرتا اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتا۔ ایک مرتبہ حسب کتور اس نے دعوت کی اور حضرتؐ کو بھی مدعو کیا۔ آپ نے فرمایا جب تک تو ایمان نہ لائے گا میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ اُس نے کلمہ شہادت کہا تو آپ نے کھانا توڑ لیا۔ یہ خبر آئی بن خلف کو معلوم ہوئی جو عتبہ کا گہرا دوست تھا تو اُس نے عتبہ کو بہت بڑا جھلا کہا کہ تو نے بہت بُرا کیا اپنے آبائی مذہب کو توڑ کیا۔ عتبہ نے کہا میں نے محض یہاں کی خاطر سے کہہ دیا تھا ورنہ میں تو اپنے مذہب پر باقی ہوں۔ اُبی نے کہا، اگر تو سچا ہے تو اُس کے مُر پر ٹھوک دے تو جانوں۔ عرض عتبہ بد بخت نے نماز کی حالت میں ٹھوکا۔ خدا کی شان اُس کا ٹھوک داپس اسی کے مُر پر آکر پڑا اور شعلہ بن کر اُس کے چہرہ کو جلا گیا اور مُر بھرا اس کی سیاہی نہ گئی۔ عتبہ اور اُبی دونوں جنگ بھریں واصل بہتیم ہوئے۔
 عتبہ اور اُبی ہی پر موقوف نہیں ہو لوگ بھی صنوبر کے ساتھ کہ کسی شیطان صفت انسان کے بہکانے میں آجائیں گے وہ ضرور ایسی ہی سزا بھگتیں گے۔ رسولؐ قیامت میں اپنی قوم کی یعنی مسلمانوں کی یشکایت کریں گے کہ ان لوگوں نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا یا بکواس سمجھتے تھے یعنی اس پر عمل نہ کرتے تھے۔ قرآن ان کے ہاتھوں میں ضرور تھا مگر ان کا عمل اس کے خلاف تھا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هٰدِيًا
 وَنَصِيْرًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نَزَّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً
 وَّاحِدَةً ۗ كَذٰلِكَ ۙ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهٗ تَرْتِيْلًا ﴿۳۰﴾ وَلَا
 يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۱﴾

اور ہم نے (گو یا خود) گنہگاروں میں سے ہر نبی کے دشمن بنا دیئے ہیں اور تمہارا پروردگار تمہاری

ہدایت اور مدد کے لیے کافی ہے۔ اور کفار کہنے لگے ان کے اوپر قرآن نازل کیا گیا ایک دفعہ ہی کیوں نہیں نازل کیا گیا (ہم نے اس لیے اس طرح نازل کیا) ناکہ تمہارے ذہن نہیں کرتے رہیں اور ہم نے اسے عظیم شہر کے نازل کیا اور (یہ کفار) چاہے کیسی ہی انوکھی مثل بیان کریں ہم تمہارے لیے اس کا ٹھیک اور عمدہ جواب بیان کر دیں گے۔

خدا نے کسی مجرم کو نبی کا خود دشمن نہیں بنایا بلکہ ایسے لوگوں کو اپنی فطرت پر جو خدا کی بنائی ہوئی ہے تاؤ نہیں رہتا اور وہ خود قوانین فطرت کی خلاف ورزی پر اتر آتے ہیں۔ فطرت انسانی یہ ہے کہ وہ ہر اس بات کو قبول کرے جو اس کے لیے مفید ہو مگر کچھ لوگ نہایت اے کے دشمن بن کر اپنی فطرت پر ظلم کرتے ہیں۔ لیکن اسے رسول، تم ان کی دشمنی سے پریشان نہ ہو کیونکہ خدا تمہارا ہادی و مددگار ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ قرآن ایک بار ہی بصورت کتاب کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تمام احکام ایک بار ہی نازل کیے جاتے تو لوگ گھبرا جاتے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ کو آتے تھے تو نبی اسرائیل نے کہا تمنا بھلا آئی موفیٰ کتاب پر ہم کیسے عمل کر سکتے ہیں جس کا بوجھ اٹھانا بھی ہم پر بار ہے۔ چنانچہ انہوں نے قرابت کے بعض حصوں پر عمل کیا اور بعض کو ناناہل عمل سمجھ کر چھوڑ دیا۔

دوسرے حضرت رسول خدا کی خدمت میں کفار و مشرکین مختلف اوقات میں مختلف قسم کے سوالات کرتے تھے۔ اگر پورا قرآن بیک وقت نازل ہو جاتا تو ان کے سوالات کا جواب قبل از وقت کیسے دیا جاتا۔

تیسرے عمل کفار سے آنحضرتؐ اکثر اوقات شک و دل ہوجانے تھے تو ضرورت تھی کہ وقتاً فوقتاً آپ کے قلب کو تسکین دی جائے اور دشمنوں کی چالوں کا توڑ آپ کو بتایا جائے۔

چوتھے باختلاف اوقات کچھ مسائل مسلمانوں کو سمجھانے کی ضرورت پیش آتی تھی، جیسے جہاد وغیرہ۔ وہ قبل از وقت کیسے سمجھاتے جاتے اور جنگ کے جو مواقع درپیش ہوتے ہیں ان کے لیے ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ بروقت سمجھائے جائیں۔

پانچویں کفار و مشرکین آنحضرتؐ کی رسالت کو باطل کرنے کے لیے نئی سے نئی مثالیں پیش کرتے تھے لہذا ان کے جوابات رسول کو بتانے کے لیے سب وقت آیات کا نزول ضروری تھا۔

چھٹے تنقیدی تنقیدی تنقیدی آیات کے نزول میں ایمان والوں کو یہ فائدہ تھا کہ وہ ان کو آسانی سے حفظ کر لیتے تھے۔

الَّذِينَ يُحْشِرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ سُورَتْ
مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝۳۳

جو لوگ قیامت کے دن اپنے موہنوں کے بل جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے تو ایسے ہی لوگ تیرے جگہ میں ہوں گے اور سب سے زیادہ راہ راست سے بھٹکنے والے ہوں گے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ إِخَاهُ هَارُونَ وَزِيْرًا ۝۳۵
فَقُلْنَا اذْهَبْ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝۳۶
وَقَوْمٍ نُّوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوْا الرَّسْلَ اَعْرَفْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۝۳۷
وَاعْتَدْنَا لِلظَّالِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۸ وَعَادًا وَثُمُوْدًا وَاَصْحَابَ
الرَّسِّ وَقُرُوْبًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝۳۹ وَكَلَّا ضَرَبْنٰهُ الْاَمْثَالَ وَكَلَّا
تَبَوَّأْتِمْ بِرَا ۝۴۰

ہم نے موسیٰ کو کتاب تو ریت دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنا کر بھیجا۔ پس ہم نے دونوں سے کہا تم دونوں ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو چھوڑ دیا، پس ہم نے انہیں اچھی طرح برباد کر دیا اور قوم نوح نے رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو ڈوب دیا اور لوگوں کے لیے ان کو نشانی قرار دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب مہیا کر رکھا، اور قوم عاد و ثمود اور کس و لے اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو (ہم نے ہلاک کر ڈالا) اور ہم نے پہلے (تباہ کرنے والوں کی) مثالیں دے کر بھیجا (جب نہ سمجھے) تو آخر کار ہر ایک کے ہلاک کر ڈالا۔

اصحاب رس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اندھے کتوں میں اپنے نبی کو پھینکا یا اتھا۔ رس کے معنی کتوں کے ہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ صنوبر کے درخت کی پرستش کرتے تھے اور ان کے بارگاہ شہر ایک نہر کے کنارے تھے جس کا نام رتس تھا اور ان شہروں کے وہی نام تھے جو فارسی زمینوں کے ہیں۔ اس درخت تک اس نہر کی ایک شاخ دوڑاتی تھی۔ اس درخت پر رتس رانی کر کے چرھتاتے اور سجدہ کرتے تھے۔ سال میں

ایک بار در السلطنت میں جہاں اہل صنوبر کا درخت تھا جسے بافت بن لوح نے لگا یا تھاجع ہو کر پرستش کرتے تھے۔ قوموں کی تباہی کا باعث خود ان کی سرکشی اور بد اعمالیاں تھیں۔ انہوں نے شنبیاء کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ ان کی ایذا رسانی پر بکر بائدھی۔ اللہ نے پہلے تو ان کو مہلت دی جب کسی طرح باز نہ آئے تو آخر کار ان پر مختلف صورتوں سے عذاب نازل کیے۔

وَلَقَدْ اَنْوَا عَلَ الْقَرْيَةِ الَّتِي اَمْطَرْنَا سَوِيًّا فَلَمْ يَكُونُوا
يَرَوْنَهَا بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نَشُورًا ۝۱۰ وَاِذَا رَاوْكَ اَنْ يَّتَّخِذُ وَاكَّ
الْاَهْرَؤَاءِ اَهْدَا الَّذِي بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝۱۱ اِنْ كَادَ لِيُضِلَّنَا عَنْ
الْهَيْتِنَا لَوْلَا اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهِمْ اَوْ سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرُوْنَ
العَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۱۲ اَرَعَيْتَ مَنْ اَتَّخَذَ الهِمَةَ هُوَ اِلَهُهُ
اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝۱۳ اَمْ تَحْسَبُ اَنْ اَكْثَرُهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ
يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۱۴

یہ کفار سچے اس قسمی کی طرف سے گمراہے ہیں جن پر پتھروں کی بڑی سخت بارش ہوتی تھی تو کیا ان لوگوں نے اس کو دیکھا نہ ہوگا مگر یہ لوگ مرنے کے بعد بھی اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے (پھر کیوں ایمان لائیں)۔ لے رسول جب یہ لوگ تہیں دیکھتے ہیں تو تم سے مخبر ان کی باتیں کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ حضرت ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اگر ہم بتوں کی پرستش پر ثابت قدم نہ رہتے تو اس شخص نے ہم کو ہمارے معبودوں کی پرستش سے بہکا رہی دیا تھا۔ (قیامت میں) جب یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ راہ راست سے کون زیادہ جھٹکا ہوا تھا۔ تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تو کیا تم اس کے

ذمہ دار ہو سکتے ہو (کہ وہ گمراہ نہ ہوں) کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ان کفار میں اکثر باتیں سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو بالکل جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ جھٹکے ہوئے۔

یہاں جس تباہی و مہلکی کا ذکر ہے اس سے مراد قوم لوط کی قسمی ہے جو حجاز و شام کے درمیان کھڑی ہوئی کی صورت میں اب بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ جو اوسر سے نگرے تھے وہ وہاں کے فتنے تو لوگوں سے سمجھتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے قائل نہ تھے۔

جب آنحضرت کفار مکہ کی طرف سے گزرتے تھے تو وہ ظالم مسخر کے طور پر کہتے تھے یہ ہیں وہ حضرت جو اپنے کو خدا کا رسول کہتے ہیں۔ خیریت ہو گئی کہ ہم اپنے پرانے عقیدہ پر جمے رہے اور نہ یہ حضرت تو ہم سب گمراہ ہو چکے تھے۔ مشرکوں میں جن لوگوں نے اپنے نفس کو عقل کا تاج بنایا ہے اور بات کو سوچتے سمجھتے ہیں ان سے راہ و راست پرانے کی امید ہو سکتی ہے لیکن جو لوگ اپنی عقل کو اپنی خواہشات کا غلام بنا لیتے ہیں اور خواہش نفس کے مقابلہ میں عقل کی بات نہیں سمجھتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کی خواہش ہوتی ہے تو وہی سبکے بڑے مشرک ہیں اس کے سنی یہ ہیں کہ وہ خدا کی توہین و تحقیر کرتے ہیں۔ وہ جہانے خدا کے اپنے نفس کو خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ اما دین کی رت سے وہ بڑے مشرک ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کسی ہادی کی ہدایت کو نہیں سمجھتے اور جو بات کان میں پڑتی ہے تو اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو یہ چوپاؤں سے بھی بڑے لوگ ہیں۔ جو پائے اپنے مالک کی آواز کو نہیں سمجھتے تو اس پر عمل کرتے ہیں اس کے اشارہ کو سمجھتے ہیں اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں مگر یہ بد بخت تو نہ سمجھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بس جو دل میں آگیا لے کر بیٹھتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا بِشَمْرِ
جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝۱۵ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيْرًا ۝۱۶
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ
النَّهَارَ نَشُوْرًا ۝۱۷

کیا تم نے اپنے رب کی قدرت کی طرف نظر نہیں کی کہ اُس نے سایہ کو کس طرح پھیلا یا ہے اگر وہ چاہتا تو اُسے ساکن کر دیتا۔ پھر سوچ کو اس پر دلیل بنایا پھر ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اُسے

اپنی طرف کھینچ لیا اور وہی نوح خدا ہے جس نے تمہارے لیے رات کو پردہ بنایا اور نیند کو راحت اور دن کو (کاروبار کے لیے) اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔

سایہ اور دھوپ دو چیزوں کو نظام حیات انسانی کے باقی رکھنے میں بڑا دخل ہے اگر صرف سایہ ہی سایہ ہوتا دھوپ کا نام نہ ہوتا تو انسانی زندگی کا ڈھانچہ بالکل بگڑ جاتا بلکہ ہر شے کھلا کر رہ جاتی۔ دشتوں کی نشوونما میں خلل پڑ جاتا حیوانات کی صحت خراب ہو جاتی اور اگر سایہ نہ ہوتا اور تمام دن دھوپ ہی دھوپ رہتی تو انسان لبلبا اٹھتا۔ ہر ذی حیات تڑپ اٹھتا اور رخت مر جاتا ہے۔ پس خدا نے اپنی مخلوق کی آسائش کے لیے یہ صورت رکھی کہ کبھی سایہ کو بڑھاتا ہے کبھی اس کو گھٹاتا ہے۔ جس طرح دھوپ ہلکے ہلکے پھیلتی ہے اسی طرح سایہ ہلکے ہلکے گھٹتا بڑھتا ہے۔

بعض مفسرین نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ سایہ سے مراد زنا و فحش ہے جس میں کوئی نبی حضرت عیسیٰ سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں آیا۔ چھ سو برس بعد جب سرکارِ دو عالم دُنیا میں آئے تو گویا علم دین کا آفتاب طلوع ہوا اور جوں جوں حضور کی تعلیم و تبلیغ بڑھتی گئی تاریکی دور ہوتی چلی گئی۔

سایہ کے لیے سورج اس لیے دلیل بنایا گیا کہ سورج کے طلوع و غروب و نصف النہار پر پہنچنے سے سایہ کی کمی بیشی کا پتہ چلتا ہے۔

رات کو خدا نے پردہ پوش بنایا ہے اور نیند کو اس لیے غالب کیا کہ دن کی نکان دور ہٹائے اور دن کو اس لیے بنایا کہ آدمی خواب سے بیدار ہو کر اپنے کام کاج میں لگ جائے۔

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿۲۸﴾ لِنَجِّيَ بِهِ بَلْدَةَ مِثْيَا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْ آسَى كَثِيرًا ﴿۲۹﴾

اور وہ وہی تو ہے جس نے اپنی رحمت سے بارش کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک اور تھرا ہوا پانی برسایا تاکہ اس کے فریب سے مُردہ (ویلان) شہر کو زندہ (آباد) کر دیں اور اپنی مخلوقات میں سے جو پاؤں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کر دیں۔

خدا نے اپنی توحید کے جہاں اور بہت سے دلائل بیان کیے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ پانی برسانے سے پہلے ٹھنڈی ہوا میں چلاتا ہے۔ پھر پاک صاف پانی برساتا ہے جو ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوتا ہے اور نہریلے جلالیم ہوزمین کے اوپر ولے پانی میں پیدا ہو جاتے ہیں بارش کے پانی کو ان سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ گویا قدرت کی ناقابل رویت چمکنی میں وہ پانی چھن چھن کر آتا ہے۔ بارش کا پانی اسی لیے اکثر بیماریوں میں مفید ثابت ہوتا ہے اس پانی سے تالاب جو بڑا اور گڑھے بھر جاتے ہیں جس سے چوہاٹے سیراب ہوتے ہیں اور آدمی بھی اُسے پیتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيهِم بَيْنَ كَرِيهِمْ وَبَيْنَ أَعْيُنِهِمْ فَلْيَرَأُوا أَيُّ الْآيَاتِ كُنُوزًا ﴿۵۰﴾
 شِئْنَا لَبَعْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تَطِعِ الْكٰفِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ
 بِمَا جِهَادًا كَبِيرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فَوَاتٌ
 وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿۵۳﴾
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ
 رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ
 وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿۵۵﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ
 نَذِيرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ
 إِلَيْ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۵۷﴾

اور ہم نے پانی کو ان کے درمیان تقسیم کیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہ مانا۔ اگر ہم چاہتے تو ہر سستی میں ایک (غلاب سے) ڈرانے والا بیغیر بھیجتے تو اے رسول تم کافروں کی اطاعت نہ کرنا اور ان سے قرآنی دلائل کے ساتھ خوب لڑو اور وہی تو وہ خدا ہے

اپنی طرف کھینچ لیا اور وہی تو خدا ہے جس نے تمہارے لیے رات کو پردہ بنایا اور نیند کو راحت اور نیا
کو (کاروبار کے لیے) اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔

سایہ اور دھوپ دو چیزوں کو نظام حیات انسانی کے اتنی رکھنے میں بڑا دخل ہے اگر صرف سایہ ہی
ہوتا دھوپ کا نام نہ ہوتا تو انسانی زندگی کا اوصاف بالکل بگڑ جاتا بلکہ ہر شے کھلا کر رہ جاتی۔ درختوں کی نشوونما
میں خلل پڑ جاتا۔ حیوانات کی صحت خراب ہو جاتی اور اگر کسی چیز ہوتا اور نظام میں دھوپ ہی دھوپ رہتی تو
انسان لیلیا اٹھتا ہر ذی حیات تڑپ اٹھتا اور رخت مچھا جاتا۔ پس ہر جانے والی مخلوق کی آسائش کے لیے
یہ صورت رکھی کہ کبھی سایہ کو ٹھکانا ہے کبھی اس کو گھٹانا ہے۔ جس طرح دھوپ کے لیے کھلی جگہ ہے اسی طرح
سایہ کے لیے گھٹنا چھتتا ہے۔

بعض مشرکین نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ سایہ سے مراد ناز و نفرت ہے جس میں کوئی نبی حضرت عیسیٰ سے
لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں آیا۔ چھ سو برس بعد جب سرکارِ دو عالم کو دنیا میں آئے تو دنیا
علم دین کا آفتاب طلوع ہوا اور جوں جوں حضور کی تعلیم و تعلیم کی روشنی کی تابکاری دور ہوتی چلی گئی
سایہ کے لیے سورج اس لیے دلیل بنایا گیا کہ سورج کے طلوع و غروب و نصف النهار پر پہنچنے
سے سایہ کی کمی بیشی کا پتہ چلتا ہے۔

رات کو خدا نے پردہ پوش بنایا ہے اور نیند کو اس لیے غالب کیا کہ دن کی ناز و نفرت دور ہونے اور دن کو
اس لیے بنایا کہ آدمی خواب سے بیدار ہو کر اپنے کام کاج میں لگ جائے۔

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿۳۸﴾ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا
أَنْعَامًا وَأَنَا سَيِّئٌ كَثِيرًا ﴿۳۹﴾

اور وہی تو ہے جس نے اپنی رحمت سے ہارش کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لیے
بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک اور پتھر ہوا پانی برسایا تاکہ اس کے فریضہ سے مراد (دیوان) شہر کو زندہ
(آباد کر دیں اور اپنی مخلوقات میں سے چوپائوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کر دیں۔

خدا نے اپنی توحید کے جہاں اور بہت سے دلائل بیان کیے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ پانی
برسانے سے پہلے ٹھنڈی ہوا میں چلاتا ہے۔ پھر پاک صاف پانی برساتا ہے جو ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوتا ہے اور نہریلے
جراثیم جو زمین کے اوپر ولے پانی میں پیدا ہو جاتے ہیں ہارش کے پانی کو ان سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ گویا قدرت
کی ناقابل رویت چمکنی میں وہ پانی چھن چھن کر آتا ہے۔ ہارش کا پانی اسی لیے اکثر بیماریوں میں مفید ثابت ہوتا ہے
اس پانی سے تلاب جو ہڑ اور گڑھے مہر جاتے ہیں جس سے چو پائے سیراب ہوتے ہیں اور آدمی بھی اُسے پیتے ہیں

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيهِمْ لِيَذَكَّرُوا فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كَثُورًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ
شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ تَذِيبًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تَطِيعُ الْكٰفِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ
بِهٖ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُؤَاتٍ
وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿۵۳﴾
وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ
رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ
وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَى رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿۵۵﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ
نَذِيرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ
إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۵۷﴾

اور ہم نے پانی کو ان کے درمیان تقسیم کیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ مگر اکثر لوگوں نے ناشکری
کے سوا کچھ نہ مانا۔ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک (عذاب سے) ڈرانے والا پیغمبر بھیجتے تو ان کے رسول
تم کافروں کی اطاعت نہ کرتا اور ان کے قرآنی دلائل کے ساتھ خوب لڑو اور وہی تو وہ خدا ہے

جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا ایک خالص مزہ دار میٹھا ہے اور دوسرا کھاری کڑوا اور گدو نوں کو ملا دیا اور ان کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی (کہ مل نہ سکیں) اور خدا وہی ہے جس نے آدمی کو پانی (مٹی) سے پیدا کیا اور پھر اس کو خاندان اور نسل والی بنا دیا اور لے سول تمہارا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ لوگ اس کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نفع پہنچاتے ہیں نقصان اور کافرا (بوجہل) تو ہر وقت اپنے رب کی مخالفت پر زور دے لگاتے ہوئے ہے اور تم نے تم کو بشارت دینے والا اور ڈرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (لے رسول) کہہ دو میں تم سے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا (مگر میری خواہش یہ ہے) جو چاہے اپنے رب ناک پہنچنے کی راہ پکڑ لے۔

خدا کی قدرت کی بیشمار نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایسے دو دریاؤں کو ملاتا ہے جن میں سے ایک کا پانی میٹھا ہوتا ہے دوسرے کا کھاری۔ جہاں پہلے ہیں وہاں صرف ایک گلیہ ایسی نظر آتی ہے جو ان دونوں کو الگ کرتی ہے۔ بصر کے قریب جہاں سمندر کا پانی دریا سے دھلتا ہے وہاں خدا کی قدرت کا یہ کسب جہاز والوں کے دیکھنے میں آتا ہے۔ نران دونوں کے درمیان کوئی دیوار ہے نہ کوئی رکاوٹ، دونوں کے پانی ملتے ملتے بہتے چلتے ہیں لیکن اس خدا قدرت کے ایک طرف سے پانی تو نکلا اور دوسرا میٹھا ہے دوسری طرف سے ٹھنڈا اور کڑوا اور پھر لودار کیا یہ سنت خدا کے سوا کوئی دکھا سکتا ہے کہ بیک وقت ایک ہی سمندر میں سرد گرم پانی کی علیحدہ علیحدہ ندیں جاری کرے۔

اس نے اپنی قدرت کا ایک کمال اور بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ پانی (مٹی) کے ایک قطرے سے انسان کو پیدا کیا ہے اور ان کے درمیان کشتہ دریاں بنتی صورت میں بنائیں اور ان میں رشتہ دار باہاں رسالتی صورت میں دکھائیں۔ یوں انسان کا حسب نسب درست کیا۔ ایک ہی چیز ہے جس سے دو خاندانوں کے درمیان تعلقات کو وابستہ کیا ہے۔ بعض سے مباشرت حلال قرار دی ہے بعض سے حرام۔ یہ سب اس کی قدرت کے کمال ہیں۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَى بِهِ بُدْءُ تَوْبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ ۗ الرَّحْمَنُ فَسَلِّ بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ

مع خبیرا خبیرا

لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُظُورًا ﴿٦٠﴾

اے رسول اس زندہ حد پر بھروسہ کرو جو کبھی مٹے والا نہیں اور اسی کی حمد کی تسبیح کرو اور جو اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر داری میں کافی ہے۔ وہ وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان زمیں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو پیدا کیا۔ پھر عرش بنانے پر آمادہ ہوا۔ وہ بڑا مہربان ہے تو تم اس کا حال کسی باخبری سے پوچھنا۔ جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمن کیا چیز ہے کیا تم جس کے لیے کہتے ہو ہم اسی کو سجدہ کرنے لگیں اور اس سے ان کی نفرت اور بڑھ جاتی ہے۔

سوائے خدا کے اس تمام کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ایسی زندہ ہو کہ کبھی مرنے والی نہ ہو۔ بندوں کے تمام گناہوں سے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، پوشیدہ ہوں یا ظاہر خدا خوب واقف ہے۔ خدا نے ماجا قرآن میں واضح طور سے یہ بیان کر دیا ہے کہ آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب خدا کے پیدا کردہ ہیں عرش کے پیدا کرنے پر آمادہ ہوا ایسا کہ بعض نے ترجمہ کیا ہے سلطنت عرش پر قابض ہوا۔ اس کا صحیح مطلب رسول و آئمہ کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا۔ سورہ اعراف میں تھوڑی سی وضاحت کی جا چکی ہے۔ عالم نور کی سب سے بڑی مخلوق عرش ہے جس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے کیونکہ وہ عالم مادی سے پار کوئی علیحدہ ایک جدا گانہ چیز ہے نہ کوئی اس کی وسعت کو سمجھ سکتا ہے نہ اس کی خصوصیات کو۔ خدا فرمان ہے اس کے متعلق اگر کچھ پوچھنا چاہو تو باخبر لوگوں سے یعنی اس کے رسول سے پوچھو ورنہ کسی غیر سے پوچھنے میں گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اہلبیت کے مسائل بہت عمیق و مستقیم ہیں۔ چونکہ انسانی سمجھ میں ان کا آنا مشکل ہے لہذا اس سچ و تقار میں امیر المؤمنین نے فرمایا غوطہ نہ لگاؤ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس کی کئی ذات کے متعلق تو غور ہی نہ کرو صرف اس کو صفات سے انسانی سمجھو جتنا تمہارا علم و عقل تحمل کر سکے۔

جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو وہ تعجب سے پوچھتے ہیں رحمان کہاں ہے۔ گویا یہ لفظ انہوں نے سنا ہی نہیں بعض فسطویں نے لکھا ہے کہ یہ لفظ اقوام عرب میں خدا کے لیے استعمال ہوتا تھا اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ کلام ان کا گستاخانہ تھا۔ جیسے فرعون نے موسیٰ سے کہا تھا کہ رب العالمین کیا ہے۔ پہلے معنی ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جب ان سے سجدہ کو کہا گیا تو انہوں نے غیر مانوس لفظ کچھ سجدہ سے انکار کر دیا اور کہنے لگے یہ کیسے ممکن ہے کہ جسے بھی تم سجدہ کرانا چاہو تو تم تمہارے کہنے سے اُسے سجدہ کرنے لگیں۔

ع ١٥٠

تَبْرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا
 مُنِيرًا ۝۱۱ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ
 يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝۱۲ وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى
 الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝۱۳ وَالَّذِينَ
 يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝۱۴ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ
 عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝۱۵ إِنَّهَا سَاءَتْ
 مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝۱۶ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا
 وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۝۱۷

پاک ہے وہ اللہ جس نے آسمان میں بُرجوں کو بنایا اور اس میں چراغ رکھا اور روشن چاند
 بنایا۔ وہ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا ہالشیہ بنایا۔ یہ اس کے لیے ہے
 جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے اور رحمن خدا کے ایسے بندے بھی
 ہیں جو زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جہالت کی) بات کرتے ہیں
 تو کہتے ہیں سلام (سلامت رہو) اور وہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے رب کے سجدے اور قیام
 میں راتیں گزارتے ہیں اور وہ خدا سے ڈمکرتے ہیں لے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے
 عذاب کو دور رکھ لے شک اس کا عذاب بہت سخت اور پائدار ہوگا۔ وہ ٹھہرنے کا بُرا
 ٹھکانہ اور بُرا مقام ہے اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ تنگی
 کرتے ہیں۔ ان کا خرچ اس کے درمیان اوسط درجہ کا ہوتا ہے۔

شروع اور چاند کا گھومنے لگانا اور غروب ہونا اور رات دن کا آنا جانا خلکی — قدرت کی بہت
 بڑی نشانیاں ہیں جس سے لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ بے شمار فوائد
 ان سے انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ یوں تو ہر آدمی خدا کا بندہ ہے اسی کا پیدا کیا ہوا ہے لیکن اس کے خاص
 بندوں میں چھ صفات پائی جاتی ہیں جو یہ ہیں:

- ۱- وہ زمین پر انحصاری اور فروتنی سے چلتے ہیں نہ اتنا کر اکثر کر۔ موسم دھم کرتے ہوئے نہیں چلتے بلکہ کچے
 کچے قدم رکھتے ہیں۔
- ۲- جب بے ادب اور گستاخ لوگ ان سے کلام کرتے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں سلامت رہو۔ یعنی
 ان کو گستاخ انداز میں جواب نہیں دیتے۔ مروی ہے کہ ایک بقریز بد زبان آدمی نے امام زین العابدین
 کے سامنے آپ کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا، اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا
 تو کہتا ہے تو خدا مجھے بخشے اور اگر تو مجھ کو ہے تو خدا تجھے بخشے۔ یہ جواب سن کر وہ بہت نام نہوا اور
 آپ کے دوستوں میں داخل ہو گیا۔
- ۳- وہ لوگ عام لوگوں کی طرح رات کو لیجے پاؤں کر کے نہیں سوتے۔ سجدے کرنے اور جہالت قیام عبادت
 کرنے میں اپنی راتیں گزارتے ہیں اور خدا سے یہ ڈمکرتے رہتے ہیں لے ہمارے رب ہمیں عذاب جہنم
 سے بچائے رکھنا کیونکہ وہاں کا عذاب بہت سخت ہوگا اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہوگا۔
- ۴- وہ اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ نہ تو اللہ کی تعریف کا ہی ہوتا ہے کہ جو پانچوں آباؤ اجداد کے لیے سچے دل سے
 محسوس و یاد نگاہی پوری نرہوں بکر درمیانی چال چلتے ہیں اور خیر الہ مؤدرا وسطہا —
 (بہتر طریقہ ہر کام میں اعتدال کا ہے) پر نظر رکھتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو گناہ میں خرچ کیا جائے
 وہ اسراف ہے جو حقوق ادا نہ کرے بخل ہے اور جو حکم خدا کے مطابق کرے تو یہ اعتدال ہے۔
 یہ تمام صفات اہلبیت رسول میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ہی نوح انسان کے لیے سچا نمونہ
 ہے اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے والے خدا کے خاص بندے کہلاتے ہیں۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي
 حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝۱۸
 يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۝۱۹ إِلَّا مَنْ
 تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ

سَيَاتِيمَ حَسَنَةً ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۸﴾

اور وہ لوگ خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کے مار دینے کو خدا نے حرام کر دیا ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور مستوجب قتل کو قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا۔ روز قیامت اس کے لیے عذاب دونا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار ہو کر رہے گا مگر ہاں جس نے توبہ کر لی ایمان لایا نیک کام کیے تو خدا اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

خدا کے نیک بندوں کی صفوں کے بیان کرنے کا سلسلہ جاری ہے :

- ۵۔ وہ کسی کو خدا کا شریک بنا کر اس کی عبادت نہیں کرتے۔
- ۶۔ کسی شخص کو بے جرم و گناہ قتل نہیں کرتے ہاں جو مستوجب قتل ہو اسے قتل کرتے ہیں۔
- ۷۔ زنا نہیں کرتے۔

دونا عذاب کرنے کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس کے عذاب کا سلسلہ نہ ٹوٹے گا اپنے درپے اس پر عذاب ہوتا رہے گا۔ بعض نے کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک تو خدا سے بناوٹ کی سزا میں عذاب لے گا دوسرے ہر عمل بد کی سزا میں۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿۱۹﴾ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴿۲۰﴾ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ﴿۲۱﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْ لَنَا لِمُنْتَقِينَ إِمَامًا ﴿۲۲﴾ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْعُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿۲۳﴾ خَالِدِينَ فِيهَا حَسَنَتٌ

مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿۱۹﴾ قُلْ مَا يَعْبُؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَادِعَاؤُكُمْ فَعَدَّ كَذِبًا فَسُوفَ يَكُونُ لَكُمْ لِمَامًا ﴿۲۰﴾

جس نے توبہ کر لی اور اعمال نیک سجلا لیا تو اُس نے سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کی اور وہ لوگ جو فریب کے پاس کھڑے نہیں ہوتے اور جب یہ ہودہ کام کی طرف سے گزرتے ہیں تو زور نہ لگاتے اور نہ زنا کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے توبہ کرنے کی آیتیں یاد دلانی جاتی ہیں تو ہرے اور اندھے ہو کر گھر نہیں پڑتے (بلکہ کان لگا کر ٹھنکتے ہیں) اور وہ خدا سے ڈمکتے ہیں اے ہمارے رب! ہماری بی بیوں اور اولاد کی طرف سے ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالافاضل عطا کیے جائیں گے اور وہاں انہیں تعظیم و سلام کا ہدیہ پیش کیا جائے گا وہاں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے اور وہ رہنے اور ٹھہرنے کی کیا اچھی جگہ ہے (اے رسول) تم کہو کہ اگر تم دعا نہیں کرتے تو میرا پروردگار بھی کچھ پڑا نہیں کرتا۔ تم نے اس کے رسول کو ٹھٹھلایا تو عنقریب اس کا وبال تمہارے سر پڑے گا۔

خدا کے نیک بندوں کی صفات کا سلسلہ ابھی جاری ہے :

- ۸۔ وہ لوگ کہ فریب کی باتوں کے پاس بھی کھڑے نہیں ہوتے۔ امیر المؤمنین علیؑ فرمایا کرتے تھے ہمسایہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں مگر میرے لیے ایسی باتیں نہیں کہیں۔ یعنی میں کہ فریب سے کسی کو اپنے میں تسخیر میں چھانسنے نہیں چاہتا۔ اگر کہیں ایسی باتیں ہوتی ہوں تو وہاں کھڑے بھی نہیں ہوتے۔
- ۹۔ جب آیات الہی کا بیان ان کے سامنے ہوتا ہے تو اندھے ہرے نہیں بنے رہتے بلکہ ان کو پورے وقت شوق سے سنتے ہیں اور ان پر پوری توجہ دیتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔
- ۱۰۔ وہ ڈمکتے ہیں کہ ہماری بی بیوں اور اولاد سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان آقا و اسلام میں سکتے ہیں ان میں سے اکثر اس پریشانی میں مبتلا تھے کہ کسی کا باپ کافر تھا تو کسی کا بیٹا، کسی کا چچا کسی کا ماموں۔ اس سے ان کے دل کو سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ پس وہ خدا سے دعا کرتے تھے کہ خداوند! ہم سے یہ مصیبت ہٹائے رکھنا کہ ہماری بی بیوں یا اولاد میں سے کوئی کافر بنے بلکہ ان کو ہماری طرح اسلام کی توفیق دے کہ ان کی طرف سے ہمارا دل خوش رہے۔

یہ دس صفیں بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے جن لوگوں نے ایسی مشکلات میں صبر سے کام لیا روز قیامت

تَعْلَمُ

اُن کو بڑا اچھا بدلہ ملے گا۔ وہ جنت کے بلند مقامات پر رہائش پذیر ہوں گے۔ فرشتے ان کی تعظیم کریں گے اور سلام کا تحفہ انہیں پہنچائیں گے۔ یہ آرام کی مگر ان کے لیے دوامی ہوگی۔
جو لوگ ہم سے اپنی اس برتری کی دعائیں نہیں مانگتے تو نہ مانگیں ہمیں ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ رسول کو جھٹلانے والے بے خبر نہ رہیں انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی بڑی سخت سزا ان کو ملے گی۔

سُوْرَةُ الشُّعْرَاءِ مَكِّيَّةٌ ۲۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طَسَّرَ ① تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسًا
أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ③ إِنْ نَشَأْ نُزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةٌ
فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خُضُعِينَ ④ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنَ
الرَّحْمَنِ مُحَدَّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوا
فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ⑥ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى
الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑦ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ
وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ⑧ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ
الرَّحِيمُ ⑨

طسّم۔ یہ واضح روشن کتاب کی آیتیں ہیں (اے رسول) شاید تم (اس فکر میں) اپنی جان ہلاک

الفرقان: ۱۵

۱۵

کو ڈالو گے کہ یہ کفارِ مومن کیوں نہیں ہو جاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان لوگوں پر آسمان سے کوئی ایسا
سجود نازل کریں کہ ان لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں اور (لوگوں کا قاعدہ ہے کہ)
جب ان کے پاس کوئی نصیحت کی بات خدا کی طرف سے آئی تو یہ لوگ اس سے منہ پھیرے بغیر
نہیں رہتے اب کہ یہ جھٹلا چکے تو عنقریب ہی انہیں اس عذاب کی حقیقت معلوم ہو جائے گی،
جس کی یہ لوگ ہنسی اڑاتے تھے کیا ان لوگوں نے زمین کی طرف (غور سے) نہیں دیکھا کہ ہم نے
ہر رنگ کی عمدہ عمدہ چیزیں اس میں کس کثرت سے اگائی ہیں یقیناً اس میں قدرت کی بڑی نشانی
ہے۔ مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے ہی نہیں۔ بے شک تمہارا رب (ہر شے پر) غالب
اور مہربان ہے۔

کتاب سب میں سے بر ملا ہے کہ قرآن کی آیات میں ہر بات صاف صاف بیان کر دی گئی ہے نہ کوئی
متر ہے نہ چھپان کر بس کے سمجھنے میں دقت پیش آتی ہو۔ کوئی سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے تو یہ دوسری بات ہے
کفار و مشرکین کی سخت گیری اور اٹا سخت لہام میں رخنہ اندازی سے آنحضرتؐ سخت پریشان رہتے تھے۔ گویا
آپؐ کی جان پر برہمی ہوتی تھی۔ آپؐ چاہتے تھے کہ یہ سب ایمان لے آئیں۔ خدا صمد کی تسلی کے لیے فرماتا ہے کہ تم اپنی
جان بقیق میں نہ ڈالو۔ ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ کوئی بلا ان پر ایسی نازل کر دیں کہ ان سب کی گردنیں اسی کے سامنے
جھک جائیں مگر ہم جبراً کسی کو مومن بنانا نہیں چاہتے۔ ہم نے انسان کو مختار بنایا ہے جو خود نہیں بنایا جاتے ہیں
کو وہ اپنے ارادہ و اختیار سے ایمان قبول کرے۔

ان کافروں کا حال یہ ہے کہ جب خدا کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو یہ اس سے رنہ موڑ لیتے
ہیں اور رسولؐ کو جھٹلانے لگتے ہیں لیکن اس سے ہونا چاہیے۔ رسولؐ کی تبلیغ تو رک نہیں سکتی۔ یہ مذاق اڑاتے
ہیں تو عنقریب اس کی سزا جھٹلتیں گے۔

یہ کیسے بے عقل جہالت کے ماسے لوگ ہیں کہ خدا اس پر غور نہیں کرنے کہ ہم نے ان کے فائدہ کے لیے
زمین پر کیسی رنگ رنگ کی نباتات پیدا کر دی ہے۔ اس میں ہادی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں مگر انہیں بھلے
جو کچھ ہمیں بوجھیں۔ ان میں سے اکثر تو ایمان لانے والے ہی نہیں۔ لیکن ایسی باتوں سے کیا وہ خدا پر غالب جابگیر
وہ تو سب پر غالب ہے اور گنہگاروں پر رحم کرنے والا بھی ہے ورنہ کبھی کا ان کو تمس کر کے رکھ دیتا۔

وَإِذْ نَادَى رَبُّكَ مُؤْمِنِينَ ۚ إِنْ أَنْتَ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمِينَ ۚ قَوْمٌ فَرِعُونَ ۚ أَلَا

يَتَّقُونَ ۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُكَذِّبُوْنِ ۱۲ وَيُضِيقَ صَدْرِيْ
وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلَيْهِ رُوْحًا ۱۳ وَلَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ
فَاَخَافُ اَنْ يَّتَقَتُوْنِ ۱۴

(اے رسول وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے رب نے مولیٰ کو پکار کر کہا تم ظالم قوم فرعون کی طرف جاؤ (ہدایت کرو) کیا یہ لوگ (میرے غضب سے) نہیں ڈرتے۔ مولیٰ نے کہا میرے رب مجھے یہ خوف ہے کہ مجھے جھٹلا دیں گے اور (ان کے جھٹلانے سے) میرا دم رک جائے گا۔ میری زبان اچھی طرح نہ چلے گی لہذا تو ہاروں کے پاس پرینام بھیج دے اور ان لوگوں کا میرے اوپر ایک جرم بھی ہے مجھے یہ خوف ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔

قوم فرعون کو خدائے ظالمین نے کہا ہے۔ ان سے زیادہ کون ظالم ہو گا جنہوں نے حضرت موسیٰ کے شب میں بنی اسرائیل کے دس ہزار بچے ذبح کیے۔

۱۔ جب حضرت موسیٰ کو قوم فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے تین ٹکڑے کیے:

۱۔ وہ مجھے جھٹلا لیں گے۔ فرعون جیسے ظالم بادشاہ کے سامنے جا کر ہدایت کرنا معمولی بات نہ تھی۔ اول تو وہ بہت بڑی سلطنت کا مالک تھا، پھر بڑا شقی اور جبار تھا، پھر اپنی خدائی کا دعویٰ تھا۔ ایسے شخص کے سامنے ایک تنہا کا جانا معمولی بات نہ تھی پھر اس کے جھٹلانے کا خوف اور اس کے ساتھ اس کی سزا کا ڈر بھی تھا۔

۲۔ مولیٰ کے دل میں تنگی پیدا ہو رہی تھی اس خیال سے کہ مجھے کیسے کامیابی ہوگی۔ معلوم وہاں مقابلہ میں کیا صورت پیش آئے کوئی تودہ کار ساتھ ہو۔

۳۔ زبان میں گھٹن، صاف لفاظیوں سے ادا نہ ہونا کا رتبہ میں کتنا نقصان رساں تھا۔

۴۔ چونکہ حضرت موسیٰ نے دو سال پہلے ایک قبیلے کو قتل کیا تھا لہذا یہ بھی خوف تھا کہ کہیں اس کا انتقام میں لوگ مجھے قتل نہ کر دیں۔ سچ پوچھئے تو حضرت موسیٰ کی پوزیشن تمام انبیاء سے نازک تھی۔ اس لیے ان کا کھیرانا بجا تھا۔

ایک لطیف بات سمجھنے کے قابل یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کو نبوت ملی تھی تو حضرت ہارون کو اپنا وزیر بنانے کی درخواست کی تھی۔ خدانے وعدہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد ان کو حضرت ہارون کو مطلق کر دینا چاہیے تھا کہ خدانے تمہیں

میرا وزیر مقرر کیا ہے لیکن انہوں نے ہدایت نمود یہ پرینام پہنچا دینا مناسب نہیں سمجھا اور خدا سے درخواست کی کہ تو ہی براہ راست ان کو اپنا پرینام بھیج تاکہ ان کی وزارت پر منحصر عملی ہو جائے۔ پس معلوم ہوا کہ نبی کے لیے یہی براہ راست خدا کا حکم پہنچنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اگر کو کوئی یہ ذبح کرے تو جی نے یہ کام اپنی طرف سے کیا تھا۔ یہی صورت وزارت حضرت علیؑ کے متعلق تھی کہ حکم خدا حضرت رسولؐ خدا عزت المروذات کا کام لیتے تھے لیکن چاہتے تھے کہ مجمع عام میں نہیں جلی اسکا اعلان ہو جائے چنانچہ غدیر خم میں اس امر کی تکمیل کے لیے جب رسولؐ خاص طور سے حضرت علیؑ کو وزیر بنانے کے لیے حکم لائے اور ان کی خلافت پر یوں نص قائم ہوئی۔

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے، اے علیؑ تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہانڈن کی منزلت مولیٰ کے نزدیک تھی سو اے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس جو خصوصیات حضرت ہارون کو حاصل تھیں وہی حضرت علیؑ کو حاصل ہوئیں۔

حضرت موسیٰ کا یہ عقیدہ اس لیے چھینا گیا ہے کہ کفار کو جو جتا دیا جائے کہ تمہاری توہستی ہی کیا ہے ہم نے اپنے رسولؐ کے مقابل فرعون جیسے جاہر صاحب حکومت کو زیر کر دیا تھا ادا اس کی سماجی خاک میں ملا دی تھی۔ جس طرح ہم وہاں مولیٰ کے ساتھ تھے اسی طرح اب یہاں اپنے رسولؐ کے ساتھ ہیں۔

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰتِنَا اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَعِيْنُونَ ۱۵ فَاْتِيَ فِرْعَوْنَ

فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۱۶ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْ اِسْرٰءِيْلَ ۱۷

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فَيٰنَا وَاٰلِدَا وَاٰلِهٰتِ فَيٰنَا مِنْ عُمْرِكَ سَيِّئًا ۱۸

وَفَعَلْتَ فَعَلْتَ الْاَلٰتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۱۹ قَالَ فَعَلْتُمَا

اِذَا وَاَنَا مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۲۰ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُمْكُمْ فَرَوٰهُبَ

لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَجَعَلْتَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۲۱ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا

عَلٰى اَنْ عَبَدْتَ بَنِيْ اِسْرٰءِيْلَ ۲۲ قَالَ فِرْعَوْنُ وَرَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۲۳

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ

مُوقِنِينَ ﴿۲۲﴾

خدا نے کہا وہ کچھ نہیں کر سکتا تم دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری باتوں کو سنتے رہیں گے پس دونوں فرعون کے پاس آئے اور دونوں نے کہا ہم رب العالمین خدا کے رسول ہیں۔ (اس لیے آئے ہیں) کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ کیا تم نے تمہیں یہاں رکھ کر بچھنے میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی اور تم اپنی عمر کے برسوں ہمارے پاس رہ چکے ہو اور تم اپنا وہ کام (قطعی کا قتل) جو کرنا تھا وہ کر گئے اور تم احسان فراموش ہو۔ موسیٰ نے کہا یہ کام اُس وقت میں نے نادرستی میں کیا تھا پھر میں تمہارے خوف سے بھاگ نکلا۔ پس میرے رب نے مجھے نبوت عطا کیا اور مجھے بھی ایک پیغمبر بنایا یہ بھی کوئی احسان ہے جسے تو مجھ پر جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ فرعون نے کہا (بتاؤ) رب العالمین کون ہے۔ موسیٰ نے کہا وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے۔ اگر تم جیستین کرنے والے بنو۔

یعنی تم دونوں فرعون کے سامنے ہمارے سے ذرہ نہیں ہماری دو نشانیاں عطا اور دیکھنا تمہارے پاس موجود ہیں ان سے کام لو۔ جو تمہاری بات چیت فرعون سے ہوگی ہم اس کو سنتے رہیں گے اور جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی کریں گے۔

موسیٰ سے کہا گیا تم جیسے اس کے سامنے جاؤ تو یہ کہنا میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ رب العالمین خاص طور سے اس لیے کہنے کا حکم تھا کہ فرعون کے دعویٰ پر یہ بڑی سخت چوڑھی کیونکہ وہ اپنی رعایا سے منکرانہ انداز میں کہا کرتا تھا اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَسَىٰ لِي لَشَيْءٍ عَلِيمٌ (میں تمہارا رب ہے جڑا رب ہوں)۔ وہ اپنے سوا کسی کو رب سمجھتا ہی نہ تھا۔ دوسری بات اس سے یہ کہنا کہ میں خدا کا رسول ہوں کہ اس لیے تیرے پاس آیا ہوں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور سالہا سال سے جو تو ان کو غلام بنائے ہوئے ہے اور قید میں ڈال رکھا ہے اس ظلم سے باز آ۔ معلوم ہوا موسیٰ کی نبوت کے دو مقدمے اول فرعون کو مدد دینا اور دوسرے بنی اسرائیل کو ظلم فرعون سے نجات دلانا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیسا سخت معاملہ تھا۔ ایک جبار بادشاہ کے سامنے دو بظاہر کم حیثیت والے آدمیوں کا بے باکی سے یہ کہنا اس کی فرعونیت کے سسر پر کیسی کاری ضرب تھی۔

فرعون کے عمل میں جو کہ موسیٰ نے پرورش پائی تھی اور سن مشابہت اس کی نظر کے سامنے ہے غصے لہذا فوراً پہچان گیا۔ کہنے لگا کیا تم وہی نہیں ہو جو اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ میرے عمل میں گزار چکے ہو۔ اور

مُوقِنِينَ ﴿۲۲﴾

تم نے ایک قبیلے کو بے وجہ قتل کر کے جو گناہ کیا ہے اس سے میں خوب واقف ہوں (سورہ قصص میں یہ قصہ تفصیلاً دیکھئے)۔ تم بڑے احسان فراموش ہو۔ یہ تمام کارواںیاں کر کے اب پھر میرے سامنے آکھڑے ہوئے اور تمہاری بے باکی سے وہ مطالبہ میرے سامنے پیش کر رہے ہو جس کے خلاف میں ایک لفظ سننا نہیں چاہتا۔ موسیٰ نے کہا میں نے اُس قبیلے کو راستہ قتل نہیں کیا تھا۔ صرف ایک گھونٹہ بیزارادہ قتل اُس کو مارا تھا وہ مر گیا تو اس میں میرا کیا قصور ایک گھونٹہ کی زد سے آدمی مرا نہیں کرتا۔

الغالبین کے گنہگار میں بہت سے سنی ہیں، ناواقفیت۔ نادانی۔ نسیان۔ نادانگی؛ اس جگہ سب سے موزوں سنی نادرستی ہی کے ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ نے عمداً اُس کو قتل نہیں کیا تھا۔ حضرت موسیٰ اپنی صفائیاں ان الفاظ میں پیش کر رہے تھے کہ اول تو میں نے راستہ قتل نہیں کیا تھا دوسرے مجھے خوف تھا کہ تُو بے سوچے سمجھے میرے قتل کا حکم دے دیگا۔ لہذا میں اپنی جان بچانے کے لیے یہاں سے چل آیا تھا خدا کا میرے اوپر خاص فضل ہوا کہ اُس نے مجھے اپنا رسول بنا لیا۔ چنانچہ اب میں تیرے سامنے آیا ہوں تو بحیثیت خدا کے رسول کے آیا ہوں۔

یہ جو میرے اوپر میری پرورش کرنے کا احسان جتا رہا ہے تو ظالم تیرے ظلم کے مقابل جو میری تمام قوم پر کر رکھا ہے تیرا یہ احسان پر جس کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ ایک شخص پر احسان اور ہزار ہا بندگان خدا کے بچوں کا قتل اور پوری قوم کو غلام بنالینا کیونکر برابر ہو سکتا ہے۔

یہ کہ موسیٰ نے یہ کہا تھا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں لہذا فرعون نے جو اپنے آپ کو رب العالمین سمجھے تھا تمہارے خلاف میں آ کر یہ سوال کیا کہ رب العالمین کون ہے۔ یعنی میرے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ موسیٰ نے کہا، تیرے ہی ہی کیا ہے۔ رب العالمین وہ ہے جو آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا مالک ہے اگر تم یقین کرتے ہو تو کرو (اور نہ اس کی سزا بھگتو گے)۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ اَلَا تَسْتَعِينُونَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمْ

الْاُولٰٓئِنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمْ الَّذِي اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۵﴾

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۶﴾

قَالَ لَئِنْ اَتَّخَذَتِ الْهٰغَبِيُّرِي لَاجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۷﴾

قَالَ أَوْلَوْجُنَّتْكَ بِشَىءٍ مُّبِينٍ ۝۳۱ قَالَ فَأَتَيْتَ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ
الصَّادِقِينَ ۝۳۲ فَأَلَقَ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝۳۳ وَنَزَعَ يَدَهُ
فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظِيرِينَ ۝۳۴ قَالَ لِلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا السِّحْرُ
عَلَيْكُمْ ۝۳۵ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۝
فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝۳۶

فرعون نے (اپنے درباریوں سے جو) — اُس کے اڑو گرد بیٹھے تھے خطاب کر کے کہا، کیا تم نہیں
سُن سکتے (یہ شخص کیا کہہ رہا ہے)۔ موسیٰ نے کہا (وہ صرف آسمان وزمین وغیرہ کا پیدا کرنے والا ہی
نہیں) بلکہ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تم سے پہلے تمہارے آباؤ اجداد کا بھی۔ فرعون نے کہا
کہا (لوگو!) یہ شخص جو رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے۔ موسیٰ نے کہا اتنا ہی نہیں اگر تم
سمجھو تو وہ خدا مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ فرعون نے (مختصہ میں
بھر کر) کہا (یا درکھو) اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو میں تمہیں قید میں ڈال دوں گا۔
موسیٰ نے کہا کیا تم مجھ بھی (ایسا ہی کرے گا) کہ (اپنی رسالت کی) کوئی روشن دلیل تجھے دکھا دوں۔
فرعون نے کہا (پھر دیکھ لیا ہے) اگر تم سچے ہو تو پھر اُسے ظاہر کرو۔ (یہ سن کر) موسیٰ نے اپنا عصا (ہاتھ
سے) چھوڑ دیا جو فوراً ایک ٹکڑم ٹکڑا اڑو دھا بن گیا اور اپنا ہاتھ بھی (گر بیان سے) نکالا جو دیکھنے والوں کو
بڑا سفید چمکدار نظر آیا۔ فرعون نے اپنے گرد کے سرداروں سے کہا یہ تو بڑا نکلاڑی جاؤ وگرنے یہ تو چاہتا ہے
کہ اپنے جاؤ کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کرے پس تم لوگ اس کے بارے میں
کیا رائے دیتے ہو؟

حضرت موسیٰ نے فرعون کو سمجھانے کے لیے پہلے یہ تو کہا کہ رب العالمین دنیا و مافیہا کا مالک ہے۔ پھر اس
دائرہ کو اس خیال سے تنگ کیا کہ ان لوگوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ سب کا رب ہے مگر ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا تو

نہیں ہے لہذا اس شرط کو بھی دُور کرنے کے لیے کہا کہ تمہارا رب بھی ہے اور تمہارے باپ دادا کا بھی نہیں اگر تم میں
کئی اپنے کو رب اعلیٰ کہے تو مجھوں ہے، غبطہ الحواس ہے۔ اس کے بعد خدا کی ربوبیت کے دائرہ کو اور وسیع
کر کے بتایا کہ دُور مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں
رہی جس کے متعلق فرعون یہ کہہ سکے کہ میں اس کا رب ہوں۔

فرعون نے یہ سن کر چوکیا اور غضب ناک ہو کر کہنے لگا اگر میرے سوا کوئی کسی اور کو معبود مانا تو قید کر دوں گا
یہ پہلی دھکی تھی جو فرعون کی طرف سے موسیٰ کو دی گئی۔ موسیٰ نے کہا خواہ مخواہ ہی مجھے دھکیاں دے رہا ہے۔
اگر میں اس کا ثبوت دے دوں کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں تب بھی کیا تو میری بات نہ مانے گا۔ فرعون نے یہ سمجھ کر کہ
یہ جھوٹا ہے حضرت موسیٰ سے کہا اگر تمہارے تولا دکھا تیرے پاس کیا ثبوت ہے۔ حضرت موسیٰ نے پہلے تو عصا کو
زمین پر ڈالا۔ جب وہ اڑو دھا بن کر فرعون کی طرف منہ سے شعلے نکالنا بڑھا تو وہ خوف سے بھاگا۔ درشت اندہ
ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ کہنے لگا، موسیٰ اسے روکو اور مجھے سوچنے کا موقع دو۔ درباریوں کو اپنا ہاتھ دکھایا تو
تو وہ سب شش کھا گئے۔

حضرت موسیٰ فرعون کی مُدَلَّائی پر پہلا وار کر کے چلے آئے اور اُسے سوچنے کی ہدایت دی۔ جب فرعون
اور اس کے درباریوں کے ہوش درست ہوئے تو فرعون نے کہا، یہ تو بڑا جاؤ وگرمعلوم ہوتا ہے اس سے کیسے یہ سمجھا
چھوٹے گا۔ یہ تو اس کا خواہشمند معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب کو یہاں سے نکال کر خود بادشاہ بن گئے۔ مقابلہ بہت
سخت ہے بناؤ اس کے متعلق کیا کیا جائے۔

اُن لوگوں کی نظر میں مجزے کی کوئی حقیقت نہ تھی بلکہ جاؤ و اُن کی نظریں سب کچھ تھا۔ اس زمانہ میں ملک سے
میں بڑے بڑے باکمال جاؤ وگرتے تھے۔ فرعون نے اُن کے خوف سے اُن سب کو اپنا وظیفہ خوار بنا رکھا تھا۔
سال میں ایک بار اُن سب کو جمع کر کے اُن سب کے کمالات دیکھنا اور بڑے بڑے انعامات اُن کو دینا تھا۔

قَالُوا أَرْجَاهُ وَأَخَاهُ وَأَبْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ خَشْرِينَ ۝۳۷ يَا تُوَكُّ
بِكُلِّ سِحْرٍ عَلِيمٍ ۝۳۸ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝۳۹
وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُّجْتَمِعُونَ ۝۴۰ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ
إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۝۴۱ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا الْفِرْعَوْنَ

إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۲۶﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا
لَمِنَ الْمُقْرَبِينَ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَى الْقَوْمَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿۲۸﴾
فَالْقَوَاعِبُ لَهُمْ وَعَصِيَّهُمْ وَقَالُوا بَعْدَ فِرْعَوْنَ إِنَّا
لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿۲۹﴾

درباروں نے کہا ابھی اس کو اور اس کے بھائی کو کچھ دن مہلت دیجئے اور تمام شہروں میں
جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے ہر کاسے بھیجئے تاکہ وہ بڑے بڑے کھلاڑی جادوگروں کو آپ
کے سامنے حاضر کریں۔ (غرض وقت مقرر ہوا) سب جادوگر اس مقررہ وقت پر جمع کیے گئے
اور لوگوں کو منادی کر دی گئی کہ تم لوگ اب بھی جمع ہو گے (یا نہیں) تاکہ اگر جادوگر غالب آئیں تو
ہم لوگ ان کی پیروی کریں۔ جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آ
گئے تو ہم کو ضرور کچھ انعام ملنا چاہیے۔ فرعون نے کہا بے شک (انعام کیا چیز ہے) تم اس وقت
میرے مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔ موسیٰ نے جادوگروں سے کہا (جنتر منتر) جو کچھ تمہیں چاہیے
ہو چاہیے اس پر جادوگروں نے اپنی رتیاں اور چھڑیاں (میدان میں) ڈال دیں اور کہنے لگے
فرعون کے جلال کی قسم ہم ضرور غالب آئیں گے۔

درباروں کے مشورہ کے مطابق شہروں شہروں سے بڑے بڑے گھڑ و گھٹال جادوگر بلائے گئے۔ مقابلہ کے لیے ایک
دکن اور ایک وقت مقرر ہوا۔ شہر میں ڈھنڈو دیا گیا تاکہ سب لوگ غلام میدان میں جمع ہو کر جادوگروں کے کمالات
کا تماشا دیکھیں۔ جادوگروں کو چونکہ اپنے غالب آنے پر فورا یقین تھا لہذا انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب
آ گئے تو سزا سے کیا انعام ملے گا۔ اس نے کہا، انعام کیسے تم تو میرے دربار کے مقرب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے
جب انہیں اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو منگولے کس کس کر میدان میں آ ڈٹے۔ اور ہزاروں جادوگر فرغان
کر رہے تھے اور صرف دونوں بھائی ایک طرف خاموش کھڑے تھے۔ جب مقابلہ کا وقت آ گیا تو حضرت موسیٰ نے
کہا، دیکر کیا ہے جو کتب دکھانا چاہتے ہو دکھاؤ۔ جادوگروں نے کرسیوں کے ٹکڑے اور اپنی چھوٹی چھوٹی دست
چھڑیاں بھیگیں اور غور میں تھمک کر کہنے لگے، فرعون کے جاہ و جلال کی قسم، غالب ہم ہی رہیں گے۔

جب حضرت موسیٰ پہل بار دربار فرعون میں گئے تھے اور عصا اور پیر بیضا کے دونوں جہازے دکھائے تھے
اور فرعون بدعجاز ہو کر بھاگا تھا اور دہمادی بیہوش ہو کر گرے تھے اس کی خبر چھپی کہاں رہتی۔ تمام شہر میں چھل
کی آگ کی طرح پھیلی اور لوگوں میں پیر چرے ہونے لگے کہ یہ کیسا خدرا ہے کہ دو آدمیوں کا مقابلہ کر سکا اور وہ بھی ایسے
جو معمولی لباس پہنے ہوئے تھے۔ بہت سے لوگ اس کی خدائی کی طرف سے بظن ہو گئے۔ جب یہ خبریں فرعون تک
پہنچیں تو اس نے مناسب سمجھا کہ تمام شہر والوں کو میدان میں بلا کر موسیٰ اور ہارون کی شکست کا تماشا اور
اپنی سر بلندی کا نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کرے اور شیخی مار کر کہے کہ جو شعبہ انہوں نے دکھایا تھا وہ کوئی خوفزدہ
کرنے والی چیز نہ تھی۔ جو خبریں لوگوں نے اُترائی ہیں وہ سبے بنیاد اور غلط افواہیں تھیں۔

جودن مقابلہ کے لیے رکھا گیا تھا وہ بطیوں کی عید کا دن تھا۔ جس میں ہر شخص نئے لباس پہنے ہوئے میدان
میں آیا تھا۔ عورتیں بچے جوان اور بوڑھے سب جمع ہوئے تھے اور آپس میں چرچے کر رہے تھے ان دو آدمیوں کو
کیا ہو گیا ہے کہ ان تمام جادوگروں سے مقابلہ کو اکھڑے ہوئے ہیں اور ان کو اپنی جان کا ذرا خوف نہیں۔ لیکن
کچھ ایسے سمجھدار لوگ بھی تھے جو اس پر غور کر رہے تھے کہ یہ عجیب ماجرا ہے کہ ان دو آدمیوں (موسیٰ و ہارون)
کے چہرے پر ذرا ہراس نہیں۔ کس قدر استقلال کے ساتھ ان کے پیڑھے ہوئے ہیں۔ ضرور جادو کے علاوہ
کوئی طاقت ان کے ساتھ ہے۔ ورنہ ایسے موقعوں پر تو آدمی کا کلیہ چھٹ جانا ہے۔

فرعون اس میدان میں ایک عایشان تخت پر بیٹھ اپنے درباریوں کے بیٹھا تھا اور اس کا منظر تھا کہ
کب اس کے جادوگروں کو مستح نصیب ہوا اور وہ خوشی کی تالیاں بجاتے اور ایک نئی عید مناتے۔ عرض
جادوگروں نے اپنے کرتب دکھانے شروع کیے۔

فَالْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۳۰﴾ فَأَلْقَى السَّحْرَةَ

سَجِدِينَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا أَمَّا بَرَبِ الْعَالَمِينَ ﴿۳۲﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۳۳﴾

قَالَ امْتثلْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أذِّنَ لَكُمْ بِرَأْسِهِ لِكَيْ يُدْرِكُمُ السَّادِي

عَلَمُكُمُ السَّحْرَةَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ هَ لَا قُطْعَنَ أَبْدِيكُمْ

وَأَرْجَلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَا وَصَلْبَتَكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۴﴾ قَالُوا لَأَضْمِرَ

إِنَّا لِلَّهِ رَبِّنَا مُتَقَلِّبُونَ ﴿۵۰﴾ إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَاتِنَا
 أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۱﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بس موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا۔ اُس نے جادوگروں کی تمام شعبہ بازی کو ننگل کیا۔ (یہ دیکھ کر) جادوگر (موسیٰ کے سامنے) سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے اُس رب العالمین پر ایمان لے آئے جو کہ موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ فرعون نے کہا، میری اجازت سے پہلے ہی تم (کیوں) ایمان لے آئے۔ یہ تم سب کا گروہ ہے، اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ خیر منقریہ تم اس کا نتیجہ دیکھ لو گے۔ میں تمہارا ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ ڈالوں گا اور یقیناً تمہیں شولی پر چڑھا دوں گا اُنہوں نے کہا ہمیں پرواہ نہیں تو بہر حال اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ ہمارا رب ہماری خطا میں بخش دے اور ہم اُس پر ایمان لانے والوں میں داخل ہیں۔

جادوگروں کا خیال تھا کہ جو کہ تم سب ہم دکھا ہے ہیں یعنی ساٹھ بنا کر لہا ہے ہیں ان سے موسیٰ و ہارون خوفزدہ ہو جائیں گے۔ لیکن جب عصا اُڑا دی گئی تو ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ جادو کمال فن سے علیحدہ کوئی چیز ہے۔ ہمارے جادو پر غالب آنے والا ضرور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ یہ پتہ مشہور ہو چکی تھی کہ موسیٰ و ہارون اُس دعویٰ کے ساتھ میدان میں آئے ہیں کہ وہ خدا کے رسول ہیں جادوگر نہیں۔ لہذا جادوگروں نے سمجھ لیا کہ اگر موسیٰ جادوگر ہوتے تو ہمارے جادو پر ان کا غلبہ اس لیے نہیں ہو سکتا تھا کہ ہم نے فن جادوگری کا وہ کمال دکھایا تھا جس سے بالاتر کمال نہیں سکتا۔ بس وہ سب بے تامل سجدہ میں گر پڑے اور سچے دل سے ایمان لے آئے۔ اُنہوں نے فرعون کے انعام و اکرام پر لات ماری اور قطعاً اس کا خیال ترک کیا کہ اس بار مان لینے میں ہماری کیسی ملامت ہوگی۔

فرعون کو کڑوا غرض تھا وہ اب بھی بات کی تہہ کو نہ پہنچا۔ اور ان سے کہنے لگا تم نے میری اجازت کے بغیر ان کی فوقیت کیوں تسلیم کی معلوم ہوتا ہے یہ تمہاری ہی بیگت تھی یہ شخص تمہارا گرو گھنٹال ہے اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے اور تمہارے اور اس کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ جب سلطنت پر قبضہ ہو جائے گا تو تم سب کو بقدر علم و فن اس میں شامل کیا جائے گا۔

اگر جادوگروں کے ایمان میں کمزوری ہوتی تو جب فرعون نے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور شولی دینے کی دھمکی دی تھی فوراً اُس کے قدموں میں گر جاتے اور سمانی مانگنے لگتے۔ مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ یہ کہا

کہہ کر ایک دن خدا کے سامنے تو جانا ہی ہے وہ تیرے عالم ہاتھوں سے آج ہی ہے۔

وَإِذْ نَادَىٰ إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِلَيْكُمْ مُتَّبِعُونَ ﴿۵۲﴾ فَارْسَلْ
 فِرْعَوْنَ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۵۳﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشُرُومَةٌ فَلْيُلَؤُنَّ ﴿۵۴﴾
 وَإِنَّهُمْ لِنَالٍ مُّغْرِبُونَ ﴿۵۵﴾ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَازِرُونَ ﴿۵۶﴾ فَأَخْرَجْنَاهُمْ
 مِنْ جَدَّتِ وَعُيُونٍ ﴿۵۷﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿۵۸﴾ كَذَلِكَ وَ
 أَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۵۹﴾ فَاتَّبَعُوهُمْ مُّشْرِقِينَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَاءَ
 الْجَمْعُ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمَدْرِكُونَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا إِنَّ
 مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيُنِي ﴿۶۲﴾

اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو ساتھ لے کر راتوں رات چل دو کیونکہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ فرعون نے شہروں میں ہر کاسے روانہ کیے اور کہلا بھیجا کہ یہ لوگ (موسیٰ اور ان کے ساتھی بنی اسرائیل) مختصر سی جماعت ہیں اور ان لوگوں نے ہمیں سخت غصہ دلایا ہے اور ہم سب کے سب باساز و سامان ہیں (تم بھی آ جاؤ) تو سب مل کر تعاقب کریں۔ غرض ہم نے ان کو مصر کے باغوں، چشموں، خزانوں اور عزت کی جگہ سے یوں نکال باہر کیا (اور نافرمانی کرنے والوں کی) یہی سزا ہوگی اور آخر ہم نے ان چیزوں کا مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا (پس موسیٰ قورات ہی کو چلے گئے) ان لوگوں نے سوچ لیکھتے لیکھتے اُن کا پیچھا کیا۔ جب دونوں جماعتیں (اپنے قریب ہوئیں کہ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ مجھے ضرور (رہائی کا) راستہ بتائے گا۔

بعض مفسرین کا یہ خیال غلط ہے کہ جاودگروں کے ایمان لانے اور فرعون کے شکست کھانے کے بعد بنی اسرائیل وہاں سے موسیٰ کے ساتھ چلے گئے تھے۔ ایسا نہیں تھا بلکہ برسوں بعد وہاں سے ہجرت کی صورت پیش آئی تھی۔ اگرچہ جاودگروں کا مقابلہ فرعون کے خلاف ہوا مگر وہ صاحبِ مملکت تھا اس لیے فوراً اس پر قابو پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اُس نے حضرت موسیٰ سے اپنے معاملہ میں غور و فکر کرنے کے لیے مہلت مانگی تھی۔ خدا بھی چاہتا تھا کہ غرور و فسق کرنے کے بعد ہی ایمان لائے۔

موسیٰ علیہ السلام مذکورہ واقعہ کے بعد تمام بنی اسرائیل کو لے کر ہجرت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ بنی اسرائیل صرف مصری میں سکونت پذیر رہتے بلکہ اطرافِ مصر میں بھی پھیلے ہوئے تھے۔ ان کو مصر میں جمیع کر کے ہجرت کرنا چاہتے تھے۔ یہ کام ایک دو دن کا نہ تھا۔ کئی سال لگ گئے۔ جب وہ سب کے سب مصر میں آگئے اور فرعون کو تڑپا کر لے لوگ مصر سے ہالے والے ہیں تو اُس نے بھی ان تمام علاقوں میں جو اس کی زیرِ حکومت تھے اپنے سپاہی بھیجے اور اعلان کر لیا کہ بنی اسرائیل جو اب تک ہماری غلامی میں رہے تھے اب ہم سے فرشتہ ہو کر یہاں سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ ان کی بناوٹ نے ہمیں سخت غصہ دلایا ہے لہذا تم سب یہاں جمع رہ جاؤ۔ ان کی تعداد ہمارے مقابلہ میں بہت تھوڑی سی ہوگی۔ گھیرے میں لے کر ایک ایک کوچین کوچین قتل کر دیں گے۔ غرض اس طرح ہر طرف سے فرعون کے پرستار جمع ہونے لگے اور ان سب کی کڑھی نکالیں بنی اسرائیل پر پڑنے لگیں۔ ہلکی جگی جگتی ہیں بھی ہوتی رہیں۔

آخر حضرت موسیٰ کو وحی ہوئی کہ اب تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر اتوں رات نکل جاؤ لوگ وہاں سے چلے اور قریب صبح دریا سے نیل کے کنارے جو کئی میل دور تھا جا پہنچے۔ جب فرعون کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل صبح سلامت نکل جائیں گے تو اُس نے اپنی ساری فوج کو حکم دیا کہ فوراً میرے ساتھ چل کر ان کو راستہ میں گھیر لو۔ غرض فرعونی فوج کا ایک ٹہڑی دل روانہ ہوا اور نہایت تیزی سے چل کر دریا سے نیل کے قریب جا پہنچا۔ جب بنی اسرائیل نے فرعونی لشکر کو دُور سے آنا دیکھا تو ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ گھبرا کر حضرت موسیٰ سے کہنے لگے، جیسے تم تو پتھر سے گئے اب معلوم ہوا کہ شکر کیا ہوگا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں اللہ کی مدد پر نظر رکھو وہ ہمارے ساتھ ہے معتزب وہ ہمیں نجات کا کوئی راستہ دکھائے گا۔

یہاں اتنی بات اور سمجھ لیں کہ فرعون کے ساتھی جلدی میں اپنا تمام ساز و سامان لیں ہی کھلا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان کی عورتوں کے پاس کافی سونے چاندی کے زیورات تھے۔ مجبولے سے بھی ان کے دل میں خیال نہ آیا تھا کہ اب ہمیں واپس آنا نصیب نہ ہوگا۔

فَاَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۚ وَأَزَلْنَا ذَمُّرَ الْأَخْرَبِينَ ۚ وَأَوْحَيْنَا
مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ۖ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْأَخْرَبِينَ ۚ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَةً ۚ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۗ

اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ دریا پر اپنا عصا مارو (عصا مارنا تھا کہ) دریا بچھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو گو یہاں ہر ٹکڑا ایک بڑا اونچا پہاڑ تھا اور اس جگہ دوسرے فریق (فرعون) کو قریب کر دیا اور موسیٰ اور ان کے تمام ساتھیوں کو ڈوبنے سے بچا لیا اور پھر ہم نے دوسرے فریق کو ڈبو (کر ہلاک کر) دیا۔ اس میں یقیناً ایک بڑی عبرت تھی (لیکن) ان میں سے اکثر ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔ بے شک تمہارا رب سب پر غالب اور بڑا مہربان ہے۔

مؤمنین نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کی تعداد تین لاکھ تھی جسے فرعون نے مٹھی بھر جماعت ظاہر کیا تھا۔ اور فرعون اور اُس کے ساتھیوں کی تعداد دس لاکھ تھی۔

جب بنی اسرائیل دریا سے نیل کے کنارے پہنچے تو خدا نے وحی کی کہ اے موسیٰ، اپنا عصا اس دریا کے پانی پر مارو۔ چنانچہ جب عصا مارا تو پانی چھٹ گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے۔ ہر راستہ کے درمیان پانی کی اتنی اونچی دیوار کھڑی ہو گئی گویا ایک پہاڑ ہے۔ چونکہ بنی اسرائیل بارہ فرقوں میں تقسیم تھے اور ہر قبیلہ کی رہائش الگ الگ تھی لہذا وہ نہیں چاہتے تھے کہ سب قبیلے مل جمل کر چلیں۔ خدا نے ان میں سے ہر ایک کا راستہ الگ الگ بنا دیا اور پانی کی دیوار کو اتنا شفاف بنا دیا کہ ایک قبیلہ دوسرے کو پانی میں سے گزرتا دیکھ رہا تھا۔ یہ راستے بالکل سوکھے تھے بیرون کے نیچے نام کو پانی نہ تھا۔

سر سید احمد خاں صاحب آرمہانی نے اس کو معجزہ تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کی تاویل یہ کہ ہے کہ جب موسیٰ سے بنی اسرائیل دریا میں داخل ہوئے تو پانی اُتر پڑا۔ اور جب فرعون اور اُس کے ساتھی داخل ہوئے تو پانی چھٹاؤ پڑھا لہذا وہ ڈوب گیا۔ دریاؤں کے تدوین میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس مقام پر دریا میں یہ سب کچھ ہوا تھا وہ مقام جزر و مد کے وقت کا تھا۔ لیکن

مفسرین

رسید صاحب کی یہ تاویل کان کو نہیں گنتی کہ یہ کوئی آن پچرل بات نہ تھی تو اس کو اس شان سے قرآن میں بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ موٹی کو حکم دیا جانا کہ عماما رو۔ اور اس کے ماتھے ہی دریا کا پانی شگافتہ ہو گیا اور بارہ راستے بن گئے۔ کہا جزر و مد کے وقت ایسا بھی ہو کر تا ہے کہ پانی میں بارہ بارہ راستے بن جاتے ہیں اور خشک ریت نکل آتی ہے۔ ایک بار کے بعد پھر کبھی ایسا کیوں نہ ہوا۔
فرعون کی جب ساری فوج بیچ دریا پہنچ گئی اُس وقت دریا میں تلاطم آیا اور وہ سب ڈوب گئے اور ہلاک ہو گئے۔ اگر یہ خلاف معمول بات نہ ہوتی تو بارہ بار قرآن مجید میں اس کا تذکرہ نہ کیا جاتا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ۖ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۖ
قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنفِضُ لَهَا عَافِينَ ۖ قَالَ هَلْ لِيَسْمَعُونَكُمْ
إِذْ تَدْعُونَ ۗ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يُضِرُّونَ ۗ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا
آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۗ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۗ
أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ ۗ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ
الْعَالَمِينَ ۗ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۗ

اے رسول، ابراہیم کا قصہ بھی ان سے بیان کرو۔ ابراہیم نے اپنے (مذہبوں) باپ اور اس کی قوم سے کہا۔ یہ تم کس کی عبادت کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انہی کو گھیرے بیٹھے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کیا جب تم پکارتے ہو تو یہ تمہاری باتیں سن لیتے ہیں یا تمہیں کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا ضرر رسانی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نے کہا جن بتوں کی تم یا تمہارے باپ دادا پوجنا پات کرتے تھے کبھی ان کے متعلق تم نے غور بھی کیا کہ یہ ہیں کیا بلا۔ یہ تو میرے (کھلے دشمن

ہیں سوائے رب العالمین خدا کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے (میرا کوئی دوست نہیں) وہی مجھے ہدایت کرتا ہے۔

یہاں سے حضرت ابراہیم کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے آذر کو حضرت ابراہیم کا باپ کھسا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام تاریخ تھا۔ جو آپ کی ولادت سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ اور آپ کے چچا آذر نے آپ کو پرورش کیا تھا۔ عرف عام میں چونکہ چچا کو بھی باپ کہہ دیا کرتے ہیں اس بنا پر قرآن میں آپ کا لفظ آیا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ خدا اپنا رسول ایک کافر زادہ کو بنائے جبکہ آذر صرف بت پرست ہی نہ تھا بلکہ بت تراش بھی تھا۔ اور لوگ اس بنا پر اُس کو سردار قوم بنائے ہوتے تھے۔ لوگ صبح و شام اُس کے گھر میں جمع ہوتے اور چھوٹے بڑے بت جو وہ تیار کرتا ان کو بیچ میں رکھ کر چاروں طرف ہوشیختے۔ جناب ابراہیم نے جمالت کہ سنی یہ سوال کیا کہ یہ کون ہیں جن کی آپ اتنی تعظیم بجالاتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ سنی کی وجہ سے ایسا سوال کر رہا ہے بہت اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ یہ بت ہیں ان کی تم عبادت کرتے ہیں۔ اب حضرت ابراہیم نے دوسرا سوال کیا۔ جب تک تو یہ سمجھتے ہے کہ بچہ ہے لہذا بتخانہ سے مٹ کر چھپا ہے یہ کون ہیں لیکن جب یہ سوال آیا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا تمہاری مشرک یا دشمن لیتے ہیں یا ان میں اتنی قوت ہے کہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچاسکیں تو ان کے سب سے بچ کر گئے۔ مذکورہ باتوں میں سے کسی بات کا اقرار کرتے نہ بنی۔ اس کے سوا اور کیا جواب دیتے کہ یہ ہماری پرانی رسم ہے۔ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرنے دیکھا ہے۔ اب ایک اور سوال ہوا، تم نے اور تم سے پہلے لوگوں نے جو تمہارے باپ دادا تھے کبھی اس پر بھی غور کیا کہ جن کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے یہ ہیں کیا بلا؟ جب یہ بت نہ تھی صرف ہی کے نہیں تو پھر تم نے اپنی امیدیں ان سے کیوں وابستہ کر رکھی ہیں۔ تمہاری عقل پر کیسے پتھر پڑے ہیں کہ اتنی موٹی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ انہوں نے کہا تو کیا تم ان سے محبت نہیں کرتے۔ منہ مایا، محبت کیسی، میں تو ان کو اپنا دشمن جانتا ہوں کیونکہ یہ میری تبلیغ حق میں رکاوٹ بننے ہوتے ہیں۔ میرا دوست تو وہ خدا ہے جو رب العالمین ہے اسی نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے راہ راست پر فہم رکھتا ہے۔

(ابھی یہ سلسلہ جاری ہے جو اگلی آیات میں آ رہا ہے۔)

وَالَّذِي هُوَ يُطْعَمُنِي وَيَسْقِينِي ۗ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِي ۗ
وَالَّذِي يُمَيِّنُنِي ثُمَّ يُجْبِينِي ۗ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي

حَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿۸۶﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّابِحِينَ ﴿۸۷﴾
 وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿۸۸﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ
 جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿۸۹﴾ وَأَعْفِرْ لِي إِنِّي كَانُ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۹۰﴾ وَلَا
 تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿۹۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿۹۲﴾ إِلَّا مَنْ
 آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۹۳﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۹۴﴾ وَوُزِنَتْ
 الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿۹۵﴾

اور وہ رب العالمین ایسا ہے کہ مجھے کھانا دیتا ہے اور سیراب کرتا ہے اور جب میں بیمار ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے مائے گا اور وہی مجھے زندہ کرے گا اور اُس سے میں یہ تائب رکھتا ہوں کہ روز قیامت میری خطاؤں کو بخشے گا۔ (پھر یہ دعا کی) اے میرے رب مجھے علم و فہم عطا فرما اور مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر اور آخر زمانہ میں میرے لیے سچی زبان قرار دے اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں سے قرار دے اور میرے باپ (آذر) کے گناہ بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ اور جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔ اُس دن کہ لوگوں کو نہ مال فائدہ پہنچائے گا نہ اولاد مگر (اُس کو فائدہ پہنچے گا) جو اللہ کے سامنے پاک دل لے کر حاضر ہوگا اور جس دن جنت پر سیر گارشل سے قریب کر دی جائے گی۔ اور گمراہوں پر دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

انہی آیات میں بہت سی باتیں قابلِ غور ہیں:

ابراہیم علیہ السلام نے جو صفیں خدا کی بیان کی ہیں وہ اصولی حیثیت سے اسلام کی جان اور پرستی کی موت ہیں:

(۱) اُس نے مجھے پیدا کیا۔ یعنی یہ بت جن کی یہ بت پرست عبادت کرتے ہیں ان میں کسی چیز کو پیدا کرنے

کی قوت نہیں بلکہ یہ خود خدا کی مخلوق ہیں اور تمہارے اہتوں کے گھڑے ہوئے۔

(۲) خدا مجھے کھانا پانی دیتا ہے یعنی آسمان سے وہی پانی برساتا ہے جس سے کھانے پینے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ تم جن کی عبادت کرتے ہو کیا ان میں یہ قوت ہے کہ وہ کسی کی زندگی کا سامان مہیا کر دیں۔ تم تو ان کے سامنے کھانا پانی خود رکھتے ہو۔ انہیں اپنا پرشا دکھانا چاہتے ہو مگر ان میں کھانے پینے کی قوت ہی نہیں دوسروں کو کیا کھلائیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ عاجز و قاصر ہیں اور ان میں ہرگز کسے کی صلاحیت نہیں۔

(۳) وہ ہمیں اربوں کو شغفنا بخشتا ہے۔ تمہارے بتوں میں یہ قوت مفقود ہے۔
 (۴) وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ تمہارے بتوں میں یہ طاقت نہیں۔ اس بیان سے قیامت میں جلاتے کا ثبوت ہی ملتا ہے۔ خود کھینچے کیسا مکمل دکن توجید ہے جن میں سے کسی ایک کا انکار کوئی بت پرست نہیں کر سکتا۔ چونکہ نظام حیات انسانی کی بقا انہیں چیزوں پر قائم ہے۔ تو جس کے قابو میں یہ سب چیزیں ہیں وہی مہبودانہ زندگی سے عقل اس قابل ہے کہ اُس کی پیشکش کی جائے نہ کہ ناکارہ بتوں کی۔

۲۔ حضرت ابراہیم نے اپنے استدلال سے ثابت کر دیا کہ جب تمہارے نزدیک بھی مذکورہ صفات کا ان بتوں میں فقدان ہے اور تم ان میں یہ صفات ثابت نہیں کر سکتے تو تمہارا عقیدہ کس قدر احمقانہ عقیدہ ہے اور تمہارا دین کیسا دین ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو جیسے کرتے دیکھا ویسا ہی ہم کر رہے ہیں اس کی دلیل ہے کہ تمہارا دین و مذہب عقلی نہیں بلکہ تقلیدی اور بے سوچے سمجھے کا ہے۔

عرب والے اپنے کو حضرت ابراہیم کا پیرو بنا تے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں۔ قرآن عقائد ابراہیم پر پیش کر کے ان کے دعویٰ کو باطل کر رہا ہے۔ وہ ثابت کر رہا ہے کہ جب ابراہیم بت پرست نہ تھے تو تم بت پرست بن کر ان کے پیرو کیسے کہے جاسکتے ہو۔ اگر ابراہیم بت پرست ہوتے تو وہ نازل جھگڑے کیوں مٹول لیتے اور اپنی قوم کو اپنا مخالف کیوں بناتے اور انہیں چھوڑ کر شام وغیرہ کی طرف کیوں جاتے۔ ایک چھوڑ چینی تین محاذوں پر (بت پرستی، ستارہ پرستی، شخصیت پرستی) قوم کا مقابلہ کیوں کرتے۔

۳۔ حضرت ابراہیم نے بتوں کو اپنا دشمن اور رب العالمین کو اپنا دوست بنا لیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ میرے تمہارے دشمن ہیں۔ اس صورت میں نزاعی سوال پیدا ہو جاتا۔ وہ کہتے آپ غلط کہتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ لیکن جب یہ کہا، یہ میرے دشمن ہیں تو اب دشمن کو اعتراض کا موقع نہ رہا کیونکہ منشاء ابراہیم یہ تھا کہ اگر میرے دشمن نہ ہوتے تو بھلا تمہاری طرح ان کی بوجا پائت کیوں نہ کرتا۔ میں تو رب العالمین کو دوست رکھتا ہوں اس کا ثبوت ہے کہ میں ساری قوم کے خلاف تنہا ایک ایسی ذات کو مہبود سمجھتا ہوں جو تمہارے مہبودوں سے بالکل الگ ہے اور اس کی ذات پر بھروسہ کر کے تمہارے مقابلہ کے لیے آیا ہوں۔ اگر تمہارے بتوں کی طرح اس میں بھی کوئی طاقت نہ ہوتی تو پھر میں تمہارے بتوں کو اپنا مہبود کیوں نہ مانتا۔

وَأَعْفِرْ لِي إِنِّي كَانُ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۹۰﴾ "میرے باپ کو بخش دے" کے متعلق یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ

نے ایک کافر کے لیے بخشش کی دعا کیوں کی مفسرین نے مختلف جواب دیئے ہیں :
 (۱) یہاں مغفرت سے مراد ہم کرنا ہے یعنی مشرک باپ پر رسم کرنا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔
 (۲) یہ استغفار اس لیے تھا کہ آذر نے اسلام لانے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے کہ جب ابراہیمؑ کو تیل چلی گیا کہ یہ ایمان لائے والا نہیں تو اس سے اپنی نرارت کا اظہار کر دیا۔
 (۳) چونکہ آذر نے حضرت ابراہیمؑ سے مہربانی کا سلوک کیا تھا جیسا کہ سورہ مریم میں ہے، جب قوم کے برتاؤ سے پریشان ہو کر آذر کے گھر سے چلنے لگے توبہ وعدہ کیا کہ میں تیرے لیے دُعا سے مغفرت تیرے سین سلوک کی بنا پر کروں گا۔ چنانچہ اس وعدہ کے ایفا کے لیے دُعا سے مغفرت کی منگو جب معلوم ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو ہدایت کی تھی اس کا آذر پر کوئی اثر نہیں ہوا تو بے زار ہو گئے۔ اس کے بعد دُعا سے مغفرت نہیں کی۔

۴- وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ (پہلا ۲) کے معنی میں ہیں المفسرین اختلاف

پرایا جاتا ہے :
 (۱) بعد کے آنے والوں میں مجھے سچی ناموری عطا کر یعنی بعد کی نسلیں مجھے شہر کے ساتھ یاد کریں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں آنے والی نسلیں مجھے خالوں میں شمار کریں۔
 (۲) علامہ مرویہ نے یہ روایت کی ہے کہ لسان صِدْقٍ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ جب آپ کی ولایت حضرت ابراہیمؑ پر پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا: **أَلَمْ تَهْتَرِ أَجْمَلٌ مِنْ ذُرِّيَّتِي** (غدا یا اس کو میری اولاد سے قرار دے)۔ غلام نے یہ دُعا قبول کی۔ پس اس دُعا سے مراد یہ ہوتی **أَجْمَلٌ مِثْلُ ذُرِّيَّتِي صَادِقٌ** (یا اللہ میری ذریت سے لے لے صادق بنا دے)۔
 (۳) تفسیر صافی میں جو ازلہ کافی منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کا نشانہ تھا کہ میری اولاد میں سے ایک سچے شخص کو مقرر فرما جو میرے اصل دین کی تجدید کرے اور لوگوں کو اس دین کی طرف دعوت دے جس کی طرف میں دعوت دیا کرتا تھا۔ اور وہ محمدؐ تھا اور علما نے یہ جو ذریت ابراہیمؑ سے ہیں اور ان کے بعد ہر زمانہ میں ایک لسان صدق ائمہ طاہرین میں سے موجود ہے۔ تفسیر فی میں ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؑ علیہ السلام ہیں۔

(۴) **لِسَانَ صِدْقٍ** سے مراد علیؑ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی دُعا کا نشانہ تھا کہ نبوت کے آخری زمانہ میں ایک سچی زبان والا پیدا کرنا جو قرآن کے متعلق غلط تاویلوں کی تصحیح کرتا رہے اور سچی زبان ایسی ہو کہ اس کی نسل سے ہر زمانہ میں ایک لسان صدق صِدْقٍ موجود رہے تاکہ وہ قرآن میں جو اختلافات ہوں ان کو دور کر سکے۔ رسول کے بعد یہ لسان صدق علیؑ علیہ السلام قرار پائے۔ رسول نے فرمایا ہے اے علیؑ جس طرح میں نے تنزیل القرآن پر قتال کی ہے تم تاویل قرآن پر کرو گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد تاویل قرآن میں اختلاف ہوگا پس اس اختلاف کو مٹانے کے لیے ایک لسان صِدْقٍ ہونی چاہیے جو ان کے درمیان حق فیصلہ کرے۔ غلام نے جناب ابراہیمؑ کی اس دُعا کو قبول کیا اور فرمایا **وَجَعَلْتُ لَكُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا** (پہلے علیؑ کو ان کے لیے سچی زبان قرار دیا)۔ یہاں عَلِيًّا ابراہیمؑ سے صفت نہیں ہے کیونکہ اونچی زبان ہونا زبان کے لیے تو ہیں ہے مخرج صفت نہیں۔ علاوہ بریں جب قرآن میں تمام مسلمانوں کے لیے جو قیامت تک ہونے والے ہیں یہ حکم دیا جا چکا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** (طے ایساں والو اتقوی اتقوا اللہ کو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ)۔ تو لہذا ہر زمانہ میں ایک سچا ہونا چاہیے۔ ورنہ ما بعد کے زمانہ والوں کے اختلاف دور کون کرے گا۔

آیہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** سے ثابت ہوتا ہے کہ ماد قیوم کا گروہ عام مسلمانوں سے علیحدہ ہے انہی کے ساتھ مسلمانوں کو رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر سب مسلمان صادقین قرار دیئے جائیں تو ایک کے معنی مہمل ہو جاتے ہیں کیونکہ جب سب ہی صادقین ہیں تو پھر ان کو کس کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ صادقین کا گروہ الگ ہے۔ رسولؐ نے روز مہابہ ان کی معرفت تمام کو کوادی۔ رسولؐ کے ساتھ جانے والے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ نصاریٰ پھر ان کا مہابہ سے گریز کرنا جاتا ہے کہ انہوں نے رسولؐ کے ساتھ جانے والوں کو صادق تسلیم کر لیا تھا۔

پس حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کا مطلب یہ ہی تھا کہ نبی آخر الزمان کے ما بعد جو زمانہ قیامت تک آئے گا، اس میں ہر عہد میں ایک لسان صدق یعنی امام معصوم ضرور موجود رہے گا تاکہ وہ گستاخا برابری کی حفاظت کرتا رہے ان محافظین ملت ابراہیمی کے نقطہ اول حضرت علیؑ تھے۔ اور نقطہ آخر قائم آل محمد حضرت امام مہدیؑ آخر الزماں ہوں گے۔ **وَاجْعَلْ لِي** کے معنی میں نبی سے مراد میری ملت ہے یعنی میری ملت کے بچاؤ کے لیے آخر زمانہ میں ایک سچی زبان پیدا کر۔ سچی زبان والا وہی ہو سکتا ہے جو معصوم ہو۔ ائمہ سولہ میں سولہ سے اہلبیت رسولؐ کوئی دوسرا معصوم ہونا ہی نہیں۔

ایک مفسر کا لسان صدق سے یہ مراد لینا کہ ہمیں سچی ناموری عطا کر، کان کو گونگتی بات نہیں یہ دُعا آخر زمانہ ہی سے کیوں مخصوص ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد برابر نبوت کا سلسلہ قائم رہا۔ ان ائمہ کے لیے یہ دُعا کیوں نہ مانگی۔ صرف اپنی ناموری چاہنا ایک رسول کے لیے رسول کی خود غرضی کی دلیل قرار پاتا ہے رسول کو تو اپنی ملت کی ایفا کے لیے دُعا کرنا چاہیے نہ کہ اپنی شہرت و ناموری کے لیے اور ملت کی ایفا کا پورا پورا بندہ نسبت اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس کے محافظ ہر زمانہ میں معصوم ہوں۔

وَقِيلَ لَهُمْ آيِنَمَا كُنْتُمْ تُعْبُدُونَ ﴿۱۱﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ

يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿۹۳﴾ فَكَيْبُكَؤا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿۹۴﴾
 وَجُنُودُ ابْلِيسَ اجْمَعُونَ ﴿۹۵﴾ قَالُوا وَهُوَ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿۹۶﴾
 تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ سُوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾
 وَمَا اَضَلَّنَا اِلَّا الْمَجْرُمُونَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا
 صٰدِقِيْنَ حَسْبِهِمْ ﴿۱۰۱﴾ فَلَا وَاَنْ لَّنَا كَرَّةٌ فَتَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَايَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
 لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

ان لوگوں سے (اہل جہنم سے) پوچھا جائے گا خدا کو چھوڑ کر تم جن کی پستش کرتے تھے (آج) وہ کہاں ہیں کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں یا وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں پس وہ اور گمراہ لوگ اور شیطان کا لشکر سب کے سب جہنم میں دھکیل دیئے جائیں گے اور یہ لوگ جہنم میں ہم جھکڑا کریں گے اور (گمراہ اپنے مہبود سے کہیں گے) خدا کی قسم ہم لوگ سرسرا کر رہی ہیں تھے کہ ہم لوگ تم کو سارے جہان کے پالنے والے (خدا) کے برابر سمجھتے تھے اور ہم کو تو ان گنہگاروں نے گمراہ کیا تھا تو اب نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے اور نہ کوئی سچا دوست ہے کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ جانے کا موقع ملتا تو ہم ضرور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے (حضرت ابراہیم کے) اس واقعہ میں یقیناً ایک بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔ بے شک تمہارا رب سب پر غالب اور مہربان ہے۔

کس قدر دردناک منظر ہو گا جب وہ لوگ جو دوسروں کے بہکانے سے گمراہ ہو گئے ہوں گے اور جہنم

کے طرف کشاں کشاں لے جانے جا رہے ہونگے وہ اپنے گمراہ کرنے والوں سے کہیں گے، اے ظالمو تم نے ہی ہماری کشتیاں ڈوبی۔ ہم تمہارے ہی بہکانے سے گمراہ ہوئے۔ اور ہم نے تمہیں خدا کا شریک بنایا تھا۔ یہ ایسا سخت وقت ہو گا کہ تو ان کو کوئی سہی سفارش کرنے والا نظر آئے گا نہ کوئی ڈھارس بندھانے والا نہ پیر دنیا میں واپس آنا نصیب ہو گا کہ ایمان لائیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ نُوحٌ اَلَا
 تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
 وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيْ اِلَّا عَلَى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾
 فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوا اَنْتُمْ لَكُمْ وَاَتَّبِعْكَ الْاٰزْدَلٰوُنَ ﴿۱۱۱﴾
 قَالِ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلَى رَبِّيْ لَوْ
 تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّا اِلَّا اَنْذٰرِيْ
 مُّبِيْنٍ ﴿۱۱۵﴾

قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی (قومی بھائی) نوح نے کہا کیا تم خدا سے ڈرتے نہیں میں تمہارے پاس خدا کی امانت اور رسول بن کر آیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس تبلیغ کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین (خدا) پر ہے پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ انہوں نے کہا کیا ہم تم پر ایمان لائیں وہ آسمانیکہ ذلیل لوگ تمہارے پیرو بنے ہوئے ہیں۔ نوح نے کہا میں نہیں جانتا وہ اندر تھے عمل کیسے ہیں ان کا حساب تو میرے رب سے متعلق ہے کاش تم اتنا شعور رکھتے۔ میں تو مومن بھائیوں کو اپنے پاس سے

ہائیں انہیں میں تو حکم کھلا (عذاب سے) ڈرانے والا بن کر آیا ہوں۔

ہر نماز میں لوگوں کے علوم مرتبت کو جانچنے کا معیار یہ رہا ہے کہ کتنے ائمہ اور دوسا اور منصب دار اس کے پاس بیٹے کو آتے ہیں۔ حضرت نوح پر ایمان لانے والے بہت غریب لوگ تھے ان کی قوم کو یہ بات ناگوار تھی۔ جب نوح ان سے ایمان لانے کو کہتے تو وہ جواب میں کہتے تھادی بحیثیت ہی ہمارے نزدیک کیا ہے جو تمہارے اوپر ایمان لانا ضروری سمجھیں۔ ہماری قوم کے رفیل و ذلیل لوگ تمہارے ہم صحبت ہیں۔ ہم ان کے ساتھ تمہارے پاس بیٹھ کر بات کرنے کو تیار نہیں۔ انہیں اپنی صحبت سے دھتکارو تب ہم تمہارے پاس بیٹھ کر پوچھیں گے کہ تم کہتے کیا ہو۔ حضرت نوح کہتے، تم ان کی ناہری حالت کو دیکھنے والے ہو اور خدا ان کے نیک اعمال کو دیکھتا ہے ان ایمان پزیر نظر رکھتا ہے پھر میں انہیں کیسے نکال باہر کروں۔ میرا کام عذاب خدا سے ڈرانے کا ہے ذکر ایسے وغریب کو صیاح میں چھٹکنے کا۔

قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنْتَهِ يَنْوُحْ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ۝ فَأَفْتَمَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتَحَا وَتَجَنَّبَنِي ۝ وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ ۝ ثُمَّ أَعْرَفْنَا بَعْدَ الْبَقِيَّةِ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۝ وَمَا كَانَ أَكْثَرَهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

انہوں نے کہا نوح اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ نوح نے خدا سے عرض کی اے میرے پائے والے میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے پس میرے اور ان کے درمیان ایک قطعی فیصلہ کرنے اور مجھے اور جو مؤمنین میرے ساتھ ہیں ان کو ان کے ظلم سے نجات دے۔ پس ہم نے اُس کو اور جو اُس کے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں نجات دی اور باقی کو ڈبو دیا۔ بے شک اس میں عبرت کے لیے نشانی تھی اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے

تھے ہی نہیں بے شک تمہارا رب غالب مہربان ہے۔

ایسی حالت میں جبکہ نوح ان سے کہہ رہے تھے کہ تمہیں ہے تمہارے ان کو غلط راستے سے بچانا چاہتے تھے ان کی قوم کو اس نڈ سخت مخالفت کیوں پیدا ہوئی کہ ان کے سنگسار کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ وہ صرف یہی تو کہتے تھے کہ بت پرستی چھوڑ کر خدا کے واحد پر ایمان لاؤ۔ اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکشی سے اب خدا میں گرفتار ہو گئے۔ طوفان آیا اور سب کو ڈبو دیا گیا۔ وہ اپنے تھے کی طاقت پر تو نظر رکھتے تھے لیکن خدا کے واحد و قہار کی قوت و قدرت پر ان کی نظر تھی۔ اگر وہ خدا سے معافی مانگتے تو اس کی ذات رحیم و کریم ہے فرود بخش دیتا مگر ان کا سرکشی تو دمدم برستی ہی چلی گئی۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَتَبْنُونَ بُكُلًا رِيعَ آيَةٍ تَقْبَلُونُ ۝ وَتَتَّخِذُونَ مَصَافِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلَدُونَ ۝ وَإِذْ أَبَطْشْتُمْ بِطْشْتُمْ جَبَّارِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ۝ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ۝ وَجَدْتُمْ وَعُيُونٌ ۝ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی ہود نے ان سے کہا کیا تم خدا سے ڈرتے نہیں ہیں تمہارے پاس بحیثیت خدا کے ایک امانت دار رسول کے آیا ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، میں کار رسالت کی تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر

ہے۔ تم کیسا اڑوچی جگہ پر بیکار یا گادیں بناتے پھرتے ہو اور بڑے بڑے عمل تعمیر کرتے ہو گویا تم ان میں ہمیشہ رہو گے اور جب تم کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو کسرکشی سے ہاتھ ڈالتے ہو۔ پس تم خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری مدد کی جن کو تم خوب جانتے ہو اور تمہاری مدد چاہو پاول، لڑکے بالوں، باغوں اور پشموں سے کی۔ مجھے خوف ہے تمہارے متعلق سخت عذاب کے دن کا۔

حضرت نوح کے طوفان کے بعد جس قوم نے روتے زمین پر نمایاں ترقی کی وہ قوم عاد تھی۔ یہ دو تہند بھی زیادہ تھے اور طاقتور بھی۔ اس طاقت و دولت کے فخر کے مغرور بن گئے تھے۔ انہوں نے اونچے اونچے ستونوں پر بڑی عالیشان عمارتیں بنائیں جو محض نام و نمود کے لیے تھیں۔ جب حضرت ہود نے ایک خدا کی پرستش کی طرف ان کو توجہ دلائی تو یہ بات ان کی سمجھ ہی میں نہ آتی تھی کہ چند نمودوں کو چھوڑ کر وہ ایک اکیلے خدا سے سمود ہونے کے قائل کیسے ہو جائیں۔ کچھ تو اس پر حضرت ہود سے وہ لوگ بگڑے ہوئے تھے کہ وہ ان کے آباؤ اجداد سے کیوں ہٹا ہے ہیں دوسرے حضرت ہود ان سے کہتے تھے کہ یہ اونچی اور عظیم الشان عمارتیں بنوانے میں تم اپنا وقت، پیسہ اور اپنی قوت کیوں صرف کر رہے ہو کیا انہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ تیسرے تم سخت منکبہ و مغرور اور سنگدل ہو۔ جب کسی پر غالب آتے ہو تو اس سے نہایت ظالمانہ برتاؤ کرتے ہو۔ جس خدا نے تمہیں یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس سے کیوں نہیں ڈرتے اور میری اطاعت کیوں نہیں کرتے۔ جب وہ اپنی کسرکشی پر ڈرتے رہتے تو حضرت ہود ان سے کہتے دیکھو ہوش میں آؤ مجھے تو ڈرتے کہ خدا کا عذاب تمہیں دھر پکڑے قیامت میں جو سب سے زیادہ سخت دن ہو گا تم غدا ہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَضْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ۙ إِنَّ هَذَا
الْأَخْلُقُ الْأَوَّلِينَ ۙ وَمَا خُنْ بِمُعَذِّبِينَ ۙ فَكَذَّبُوهُ
فَاهْلَكْنَاهُمْ ۙ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۙ وَمَا كَانَ أَكْثَرَهُمْ مُؤْمِنِينَ ۙ
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۙ

وہ کہنے لگے خواہ تم نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے سب برابر ہے۔ یہ ڈراؤ تو اگلے لوگوں کی عادت

ہی رہا ہے ہمارے لیے عذاب و ذاب کچھ نہیں ہو گا۔ جب انہوں نے ہود کو جھٹلایا لہذا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ بے شک اس واقعہ میں ایک بڑی عبرت ہے۔ ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔ بے شک تمہارا رب غالب و مہربان ہے۔

إِنَّ هَذَا الْأَخْلُقُ الْأَوَّلِينَ ۙ (۳۳) اس کے دو معنی ہیں، اول یہ کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ وہی ہے جو ہم سے پہلے لوگ کیا کرتے تھے۔ پس ان پر کونسا عذاب آیا تھا جو ہم پر بھی آگے گا۔ دوسرا تو ہمیشہ سے یہی پہلی آدمی ہے۔ ہر قوم اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے کام کرتی آتی ہے۔
دوسرے یہ کہ تم لوگوں کی عادت ہی یہ ہے کہ خواہ غمراہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اپنی بات منوانا چاہتے ہو تو ہم ایسے کمزور دل والے نہیں کہ تمہارے اس ڈرانے و دھمکانے میں آجائیں۔ جو ہم کہتے ہیں وہ کرتے ہی رہیں گے۔ تمہارا نصیحت کرنا یا نہ کرنا ہمارے نزدیک برابر ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۙ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَاتْتَقُونَ ۙ
إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۙ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۙ وَمَا أَسْأَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۙ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۙ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا
هُمْنَا أَمِينِينَ ۙ فِي جَنَّتِ وَعُيُونٍ ۙ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلَعُهَا
هَضِيمٌ ۙ وَتَنجَتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بِيُوتَا فَرِهَيْنِ ۙ فَاتَّقُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا ۙ وَلَا تَطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۙ الَّذِينَ يَفْسِدُونَ
فِي الْأَرْضِ وَلَا يَصِلِحُونَ ۙ

قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ میں اللہ کی طرف سے جیٹھ ایک مانتدار رسول کے تمہارے پاس آیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور اللہ کی طرف سے نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے سب برابر ہے۔ یہ ڈراؤ تو اگلے لوگوں کی عادت

میری اطاعت کرو۔ میں اپنی رسالت کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہے کیا جو چیزیں یہاں دنیا میں موجود ہیں، باغات، چشمے، کھیتیاں، غرضے کے درخت جن کی کلیاں نازک ہوتی ہیں کیات ان میں بسر کرنے کے لیے (بیشک کو) چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ اور تم پہاڑ گھوڑ گھوڑ کو فخر بہ ان میں عمارتیں بناتے ہو کیا ہمیشہ رہنے کے لیے یہ سب کچھ کہہ رہے ہو)۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور زیادتی کرنے والوں کا کہا نہ مانو جو زمین پر فساد پھیلا کر تے ہیں اور خرابوں کی اصلاح نہیں کرتے۔

قوم عاد کے بعد قوم ثمود نے بہت ترقی کی۔ فن سنگتراشی میں ان کو کمال حاصل تھا۔ پہاڑوں میں غاروں کے اندر شاندار مکانات بنائے تھے اور جس طرح وکن میں المودا اور ایجتا کے غاروں میں بودھ اور دیگر دیوی دیوتاؤں کی صورتیں دیواروں پر بنائی تھیں یہی صورت اس قوم نے بھی اختیار کی تھی۔ اچھے خاصے مالدار بھی تھے اور صاحب ثروت بھی۔ ان میں جو سردار تھے وہ بڑے منگبر و مغرور تھے۔ ان کے بہت سے باغات تھے چشمے تھے کھیتیاں اور کھجور کے درخت تھے۔ غرض وہ بڑی عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت صالح کی بات پر کان ہی نہ دہرتے تھے جب وہ کہنے لگا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو تو کہتے ہم تمہاری اطاعت کیوں کریں تم تمہاری قوم کے مصلیٰ آدمی ہو

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بَآيَاتِنَا إِن كُنْتَمِنَ الصِّدِّيقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَاصْبَحُوا نَدِيمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾

جب صالح نے زیادہ کہا تو کہنے لگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کسی نے ہادو کر دیا ہے۔ (تم

عقار

میں کی خصوصیت ہے) ہم ہی جیسے ایک آدمی ہو۔ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ (جب باعجاز پہاڑ میں سے ایک اونٹنی نکل کر آئی تو) صالح نے کہا (میرا معجزہ) یہ اونٹنی ہے (خدا کا حکم ہے) چشمہ کا پانی ایک دن اس کے لیے ہوگا اور دوسرے دن تمہارے لیے، ایسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا اور نہ ایک بڑے دن کا عذاب تم کو آئے گا۔ انہوں نے اس کی کوئی بھی کاٹ دیں اور پھر نام ہوتے ہیں عذاب نے ان کو دھڑکھڑایا۔ اے رسول اس میں تمہارے رب کی قدرت کی بڑی نشانی ہے لیکن ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ بنے اور تمہارا رب سب پر غلبہ رکھنے والا اور رحیم ہے۔

جس سہ ماہی پر یہ قوم ثمود آباد تھی وہ عہد رسالت میں وادی النضر کی کہلائی تھی۔ ان کے کندھوں کی نشان دہی اب بھی موجود ہیں۔ مدینہ اور تبوک کے درمیان بہتیاں تھیں۔ جب اس قوم نے حضرت صالح سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے خدا سے دعا کی جس پہاڑ کی ایک چٹان کو یہ قوم پوجتی تھی اس سے قوم کی نماز اس کے لیے پانی درکار تھا۔ حضرت اونٹنی سے اپنے بچے کے مکمل کر آئی۔ وہاں سب سے بڑا سوال پانی کا پیدا ہونا کیونکہ اونٹنی کے لیے پانی درکار تھا۔ حضرت صالح نے دعا کی چنانچہ ایک چشمہ بھی پھوٹ نکلا۔ اس زمین پر یہ سب سے پہلا چشمہ تھا جو جاری ہوا۔ وہاں ایک موضع بنا دیا گیا اور بڑے بڑا ایک دن کا پانی اس اونٹنی سے مخصوص ہوگا اور دوسرے دن کا تمام بہتی کے آدمیوں اور جانوروں سے۔ اونٹنی ایک دن کا پانی ہی کرنا دودھ دیتی تھی اور دوسری دن کے ڈھٹ ڈھٹ کر پانی لیتے تھے۔ اس معجزہ کے ظہور پر کچھ لوگ تو ایمان لے آئے اور اکثر بیت ایمان سے بے نصیب ہی رہی۔ اس قوم کے سرکش سرداروں نے کہا، صالح نے یہ بہت بڑی مصیبت ہم پر نازل کی۔ پانی ہر وقت کے استعمال کی چیز ہے۔ پوسے ایک دن اس سے محروم رہنا کتنا تکلیف دہ ہے لہذا بہتر یہ ہے کہ اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا جائے۔ اس قوم میں قدر نامی بڑا شقی القلب انسان تھا۔ کچھ لالچ سے کہ اسے اونٹنی کی ہلاکت پر آمادہ کیا۔ اس نے رات کو موقع پا کر اس کے مخزنوں کے پٹے کاٹ دیئے اسی کو کوئی نہیں کاٹتا کہتے ہیں۔ اونٹنی زمین پر گر گئی اور جب چشمہ تک پہنچنے کے قابل نہ رہی تو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ اس کا بچہ پہاڑ کی طرف جا گیا اور اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر خدا سے فریاد کی اور صالح نے بددعا کی نتیجہ یہ ہوا، ایسا زلزلہ آیا اور اسنا سخت دھماکا ہوا کہ ساری ہی تباہ و برباد ہو گئی۔ بدبختی رہی نہ بدبختی والے۔

خداوند عالم سلسلہ وار متوب قوموں کا حال بیان کر رہا ہے۔ پہلے قوم نوح کا ذکر کیا پھر قوم عاد اور پھر قوم ثمود کا۔ اب قوم لوط کا ذکر کرتا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ اخْوِمْ لَوْطَ الْآ

تَتَّقُونَ ﴿۱۳۱﴾ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُولٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۳۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ﴿۱۳۳﴾
 وَمَا اَسْأَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۴﴾
 اَتَاْتُوْنَ الذِّکْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِنْ
 اَزْوَاجِکُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

لوط کی قوم نے بھی لوط سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، میں تمہارے پاس بحیثیت ایک امین رسول کے آیا ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ پر ہے جو رب العالمین ہے۔ کیا تم لوگ (رفع شہوت کے لیے) دنیا کی مخلوق میں صرف مردوں کے پاس جاتے ہو اور تمہارے رب نے تمہاری بیویوں کو جو تمہارے لیے پیدا کیا ہے ان کو چھوڑتے ہو بلکہ (بات یہ ہے کہ) تم لوگ خدا سے ہی گزر گئے ہو۔

شیطان نے لوط کی قوم کے پیچھے یہ لگت لگا دی تھی کہ وہ بھائے عورتوں کے مردوں سے اپنی خواہش نفسانی غیر فطری طور پر پوری کرتے تھے۔ بلکہ عورتوں سے بھی جماع فی اللہ برہمی کے عادی ہو گئے تھے حضرت لوط ان کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔ انہوں نے کہا کیا تم ہی اس دنیا میں وہ عجیب لوگ ہو جو عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی ہوس رانی کی آگ بجھاتے ہو۔ ظالمو! ایسا تو جانور بھی نہیں کرتے معلوم ہوا تم ان سے بھی گئے گزرے ہو۔ ان کی بے حیائی مرد کو پہنچ گئی تھی کہ سب کی آنکھوں کے سامنے وہ یہ عمل بد کو گزرتے تھے اور ذرا ان کو شرم نہ آتی تھی۔

قَالُوْا لَیْن لَّمْ تَنْتَهِ یٰ لُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَخْرَجٰیْنَ ﴿۱۳۷﴾ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِنَ الْقٰلِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ رَبِّ بَعْنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ فَتَجٰوَزْنَا وَاَهْلَهُ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰیْبِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا

الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فِسًاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۴۳﴾
 اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍۭ وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

قوم لوط کے سرداروں نے کہا، اے لوط اگر تم اپنی پند نصیحت سے) باز نہ آؤ گے تو تم تمہیں شہر سے نکال باہر کریں گے۔ (حضرت لوط نے کہا، تمہاری اس ناشائستہ حرکت سے بیزار ہوں۔ اے میرے بڑے بڑے گوار، مجھے اور میرے گھر والوں کو اس عمل سے جو یہ لوگ کرتے ہیں نجات دے پس ہم نے اُس کو اور اُس کے لڑکے بالوں سب کو نجات دی مگر اُس کی بوڑھی بی بی کو پیچھے رہ گئی۔ (اور ہلاک ہو گئی) پھر اُن لوگوں (قوم لوط) کو ہلاک کر ڈالا اور ان پر (پتھروں کا) عذاب برسایا جن لوگوں کو عذاب خدا سے ڈرا یا گیا تھا اُن پر کیا بڑی بارش ہوئی۔ اس میں بے شک عبت تھی اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔

یہ واقعات تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح کے ہیں۔ جو کہ قوم لوط کو یہاں پر لایا تھا کہ اگر ان کے فعل فحش کی مخالفت حضرت لوط اسی طرح کرتے ہے تو کیا عید ہے کہ قوم اس مذموم رسم کو ترک کر دے لہذا مناسب ہو گا کہ ان کو جلد از جلد یہاں سے چلنا کر دو۔ حضرت لوط کی بی بی ان بد اعمالوں سے ملی ہوئی تھی اور چونکہ وہ کافر تھی لہذا اس کی خواہش یہ تھی کہ قوم کے مقابل لوط ذلیل ہوں اور کوئی اُن کی بات کان نہ کرے۔

قرآن میں دو بیبیوں کی کافری بیبیوں کا خاص طور سے ذکر ہے۔ ایک حضرت نوح کی بی بی جس کا نام یہ ہوا کہ کافروں کے ساتھ وہ بھی طوفان میں غرق ہو کر ہلاک ہوئی۔ دوسری لوط کی بی بی جس کو کفر پرستی کی یہ سزا ملی کہ قوم لوط کی طرح اس پر بھی پتھروں کی بارش ہوئی۔

حضرت کا اثر ضرور ہوتا ہے لیکن جو اہل ہوتے ہیں مردوں یا زن اُن کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ لوط کی بی بی اپنے شوہر کی رحمت نافرمان بی بی تھی۔ وہ حضرت لوط سے کہا کرتی تھی کہ پر اے چھٹے میں تم بیویوں پر اڑاتے ہو، یہ لوگ جو کرتے ہیں کرنے دو۔

کوئی بری رسم جب کسی قوم میں پھیل جاتی ہے تو اس کی روک تھام مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت لوط کو بڑی دقتوں کا سامنا ہوا۔ بہت سے لوگ اس فعل فحش کو لغت کی نظر سے دیکھتے تھے اور حضرت لوط کی ہدایت کو فتنہ بن کر عمل جانتے تھے۔ لیکن قوم کے سرکش سرداروں کی وجہ سے اُن کے خلاف بولنے کی رحمت نہ ہوتی تھی۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَ أَصْحَابُ لَيْكَةِ
الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمُ شُعَيْبٌ اذْهَبُوا إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ
أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَوفُوا الْكَيْلَ وَلَا
تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ السُّبْقِيمِ ۝
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَقْنَطُوا فِي الْأَرْضِ
مُفْسِدِينَ ۝

بے شک تیرا رب غالب اور رحیم ہے۔ ایک والوں نے رسولوں کو جھٹلایا، جب شعیب نے ان سے کہا، کیا تم خدا سے ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لیے رسول امین ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، میں تم سے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین پر ہے۔ تم ناپ تول پوری کیا کرو اور تم مینے والے نہ بنو۔ جب تول تو تھیک ترازو سے تولو ڈنڈی نہ مارو اور لوگوں کو جو چیزیں وہ خریدیں کم نہ دیا کرو۔ اور تم نے زمین پر فساد برپا نہ کرو۔

اصحاب ایک یعنی جنگل والے حضرت شعیب کی قوم سے نہ تھے جب ہی تو اور انبیاء کی طرح ان کو اصحاب ایک کا بھائی نہ کہا جیسے پہلے کہا ہے اَخَاهُمْ هُوَ اَخَاهُمْ صَالِحٌ اَخَاهُمْ لَوْطٌ۔ جناب ہر وہ سے کہ جناب لوط تک تھے انبیاء آئے انہوں نے اپنی اپنی قوم سے جو کہا وہ یہ تھا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا۔ (۲۶، ۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کو جانتے پہچانتے تھے لیکن خدا سے ڈرتے نہ تھے اور جو احکام انبیاء دیتے تھے ان کو بجا نہیں لاتے تھے ان کا درازراب تھا۔ قسم قسم کی ہدایاں ان میں پائی جاتی تھیں۔ انبیاء انہی سے روکنے کے لیے آئے تھے۔

اصحاب ایک میں جو تہارت پیشہ لوگ تھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص کسی سے لیتے تو پہانہ اور ترازو میں دھاندلی کر کے زیادہ لے لیتے اور جب اپنی چیزوں کو دیتے تو ڈنڈی مار کر دیتے۔ جب اس کی شکایت عام ہوئی تو حضرت شعیب نے ان کو ہدایت کی کتاب خدا سے ڈرا یا گروہ لوگ ہاں ہی نہیں اور جو چاہا زیاں کرنے سے کرتے رہے آخر ان کا بھی وہی حشر ہوا جو ان سے پہلے کرکشوں اور نافرمانوں کا ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں جن معذرت قوموں کا ذکر کیا گیا ہے سوائے قوم نوح آج تک ان کی تباہ شدہ نسبتوں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ لوگ ان کو دیکھنے کے لیے جاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ان سے بہت حاصل کرنے والے بہت ہی کم لوگ رہتے ہیں۔

وَأَتَقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأُولَى ۝ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ
مِنَ الْمُسْحَرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ نَطُتْكَ لَمِنَ
الْكَذِبِيِّينَ ۝ فَاسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ
الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ مَا تَعْمَلُونَ ۝ فَكَذَّبُوهُ
فَأَخَذَهُمُ عَذَابٌ يَوْمَ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

شعیب نے کہا، اس خدا سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور اُس مخلوق کو بھی جو تم سے پہلے ہو گزے ہیں۔ انہوں نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو (پھر تم تمہاری ہدایت پر کیوں عمل کریں) ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں اگر سچے ہو تو بجلا آسمان سے ایک ٹکڑا تو تمہارے اوپر گرادو۔ شعیب نے کہا جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس کو بہتر جانتا ہے۔

(جب وہ چاہے گا تو عذاب نازل کرے گا) غرض انہوں نے شعیب کو ٹھٹھایا اور ان کی کوئی بات نہ مانی (تجربہ ہوا کہ) ایک ہوا سا تباہ کن کی صورت میں آئی اور وہ (ان کے لیے) سخت عذاب کا دن تھا۔ اس واقعہ میں خدا کی قدرت کی نشانی تھی لیکن اس پر بھی ان میں سے اکثر ایمان نہ لائے۔ (لے رسول) بے شک تیرا رب سب پر غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

اہل یمن اور اہل ایکہ دونوں کے لیے ایک ہی پیغمبر (شعیب علیہ السلام) مبعوث ہوئے تھے۔ دونوں ایک ہی قوم کی دو شاخیں تھیں۔ شعیب اہل یمن میں سے تھے اسی لیے قرآن میں اہل یمن کا جہان کہا گیا ہے یہ تجارت پیشہ لوگ تھے ان کا صدر رنقاہ تہوک تھا۔ یہ لوگ جبل بت کی پرستش کرتے تھے۔ قرآن نے ان دونوں قوموں کے متعلق فرمایا ہے اِنَّهُمَا لَبِإِسْمَاعِیلَ مُّشْرِکِیْنِ (الحجر ۱۹) یعنی ایک مکمل شاہراہ پر یہ لوگ آباد تھے۔ زنا کاری کا ان میں عام رواج تھا، وہ اس کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ زنا و بھارت میں بھی زنا کو حرام نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ کسی معزز اور امیر کی آدمی سے زنا کرنا عورتیں فخر سمجھتی تھیں۔ انہی کی طرح اصحاب ایکہ میں بھی اس قسم کے تعلقات کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

جناب شعیب سے ان کی قوم نے جب نزول عذاب کی خواہش کی تو انہوں نے جواب میں کہا، اللہ تمہاری حالتوں کو خوب جانتا ہے وہ جب چاہے گا نازل کرے گا۔ اسی طرح اور انبیاء نے بھی کہا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب نازل کرنا انبیاء کے اختیار میں نہ تھا بلکہ خدا کی مرضی پر تھا۔ ان وہ نزول عذاب کے لیے دعا کر سکتے تھے۔

جب کسی قوم کی بد اعمالی حد سے بڑھ جاتی ہے اور تمدن میں خرابی واقع ہونے لگتی ہے انسانی نظام جیتا میں اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ خدا کے افران بند سے اپنی سرکشی سے کسی طرح باز نہیں آتے اور انبیاء کو قتل کرنے بھرتی اور انہیں پہنچانے پر آمادہ ہو جاتے تب خدا ان پر عذاب نازل کرتا۔ جہاں اس نے اپنی دو صفوں کا اظہار فرمایا ہے اِنَّ رَبَّکَ لَکَ لَکَھُو الْعَسَیْرُ فِرَ الْوَحْیِیْمُو۔ (۱۶۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب پر غالب ہے جب چاہے ان کو تیس تیس کرے لیکن اگر لوگ گناہوں سے توبہ کر لیں تو وہ رحیم بھی ہے عذاب کو ہٹا بھی سکتا ہے جیسا کہ قوم یونس پر آیا ہوا عذاب ہٹ گیا تھا۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۹۱﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿۱۹۲﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۱۹۳﴾ بِلسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿۱۹۴﴾ وَإِنَّهُ

لَفِي زُجْرٍ الْأَوْلِيَيْنِ ﴿۱۹۱﴾ أَوْ لَعَلَّيْكَ لَأَمَّ آيَةٌ أَنْ يَأْتِيَكَ بِسَبِيحٍ
إِسْرَائِيلَ ﴿۱۹۲﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿۱۹۳﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا
كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۹۴﴾ كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۹۵﴾
لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرُوا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۱۹۶﴾ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَ
هُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۹۷﴾ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿۱۹۸﴾ أَفَبِعَذَابِنَا
يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۹۹﴾

بے شک یہ قرآن ساری خدائی کے پالنے والے کا نازل کیا ہوا ہے جسے صاف عربی زبان میں شرح اللہین (جبریل) لے کر تمہارے دل پر نازل ہوئے ہیں تاکہ تم بھی اور پیغمبروں کی طرح (لوگوں کو عذاب خدا سے) ڈراؤ، بے شک اس کی خبر اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں بھی موجود ہے کیا ان کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ اس کو علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی دوسری زبان والے پر نازل کرتے اور وہ ان عربوں کے سامنے اس کو پڑھتا بھی تو یہ لوگ اس پر ایمان لائے والے نہ تھے اسی طرح ہم نے (گوربا خود) اس انکار کو گنہگاروں کے دلوں میں راہ دی کہ یہ لوگ جب تک دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں گے اس پر ایمان نہ لائیں گے وہ یکایک اس حالت میں ان پر آپڑے گا کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی تب وہ لوگ کہیں گے کیا ہمیں ٹھٹھت بل سستی ہے تو کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں۔

انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات ذکر کرنے کے بعد اب یہ بنایا جا رہا ہے کہ لے اہل مکہ یہ قرآن جس سے تم انکار کر رہے ہو معمولی کلام نہیں ہے بلکہ رب العالمین کا کلام ہے جس کا رسول تک پہنچانے والا کوئی معمولی شخص نہیں بلکہ وہ فرشتہ ہے جس کی صفت امین ہے وہ کسی طرح کا تصرف اس کلام میں نہیں کر سکتا۔ نہ یہ کوئی عورت ہے نہ بیستیاں بلکہ صاف عربی زبان میں ہے اور اس کا ذکر پہلی کتابوں میں آچکا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تم

انکار کرتے ہو۔ یہودی علماء سے پوچھو کہ انہوں نے صحف انبیاء اور تورات میں قرآن اور اس رسول کا جو ذکر ہے وہ انہوں نے پڑھا ہے یا نہیں۔ اگر پڑھا ہے اور کچھ پڑھا ہے تو پھر انکار کیا جو ہے۔ جو احکام رسول کے ذریعہ سے پہنچائے جا چکے ہیں کیا اس سے پہلے آسانی کتابوں میں یہ باتیں انبیاء پر نازل نہیں ہوتی تھیں۔ پھر اگر انہیں باتوں کو عربی زبان میں بیان کر دیا گیا تو تم چراغ پا کیوں ہو رہے ہو، صرف اس وجہ سے کہ ایک شخص جو تم ہی میں سے ہے عربی زبان میں بیان کر رہا ہے۔ اگر بالفرض ایک بغیر عرب اس کلام الہی کو تمہیں اپنے لب لہجہ میں پڑھ کر سنانا تو تم ایمان لانے کے لیے کوئی حیلہ تراش لیتے لیکن کسی عجیب بات ہے کہ تم میں کا ایک مدعوئی یہ کلام پیش کر رہا ہے تو تم اس لیے نہیں مانتے کہ ایک عرب کا ایسا کلام کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں اس کو مجھو کیسے کہا جاسکتا ہے۔ فصاحت عرب آئے دن ایسا کلام کیا ہی کرتے ہیں۔ غرض تم بڑے مدعی اور ہٹی ہو، تمہاری اس سمجھ میں تو سب کچھ آتا ہے مگر تم ایمان لانے سے بھاگے بھاگے ہی پھرتے ہو۔ بہر حال تم عذاب الہی سے بچ کر جاؤ گے کہاں؟ وہ تو اچانک آکر تمہیں دبا ہی لے گا۔

اَفَرَأَيْتَ اِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِيْنَ ۙ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوْا يُوعَدُوْنَ ۙ
مَا اغْنٰى عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يُمْتَعُوْنَ ۙ وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا
لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۙ ذِكْرًا يَّتَذَّرُوْنَ ۙ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۙ وَمَا تَنْزَلَتْ
بِهٖ الشَّيْطٰنُ ۙ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۙ اِنَّهُمْ
عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزُوْلُوْنَ ۙ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ
مِنَ الْمَعْذِبِيْنَ ۙ

کیا تم نے غور کیا کہ اگر ہم ان کو سا لہا سال چین کرنے دیں اس کے بعد جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے آجپتے تو جن چیزوں سے یہ لوگ چین کیا کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آئیں گی۔ ہم نے کسی بستی کو اس کے بغیر ہلاک نہیں کیا کہ اس کے سمجھانے کو (پہلے سے) ڈرانے والے پیغمبر بھیج دیئے

اور ہم ظالم نہیں ہیں اور اس قرآن کو شیاطین نے کرنازل نہیں ہوئے اور یہ کام نہ تو ان کے لیے مناسب تھا اور نہ وہ کر سکتے تھے بلکہ وہ تو (وحی کے) سننے سے محروم ہیں تو لے رسول خدا کے رسوا کسی کی عبادت نہ کرو ورنہ تم بھی مبتلائے عذاب کیے جاؤ گے۔

کفار و مشرکین کو جو چین کی زندگی نصیب ہے اُس نے ان کو بدست بنا کر انجام سے بے خبر کر دیا ہے لیکن انہیں اس کی خبر نہیں کہ عذاب کا وعدہ جو ان سے کیا گیا ہے وہ ان عیش و آرام کی چیزوں اور قیمتی سامانوں سے ملنے والا نہیں۔ ہم ظالم نہیں کہ بے وجہ کسی پر عذاب نازل کر دی بلکہ اپنی حجت تمام کرنے کے لیے پہلے کسی بستی والوں کے پاس اپنے عذاب سے ڈرانے والے رسول بھیجتے ہیں تاکہ اچھی طرح ان کو سمجھائیں بھائیوں۔ لیکن جب وہ کسی طرح مانتے ہی نہیں تب ہم ان کو ہلاک کرتے ہیں۔ کفار و مشرکین کا یہ خیال غلط ہے کہ قرآن شیاطین کا پڑھایا ہوا ہتھیار ہے۔ شیاطین کی پہنچ وہاں تک پہنچ نہیں سکتی اور نہ ایسے کاموں سے ان کو کوئی نسبت ہے۔ یہ تو کلام خدا ہے جو وحی کے ذریعہ رسول پر نازل ہوا ہے۔ شیاطین وحی کی آواز سن ہی نہیں سکتے۔ کانہوں تک جو چیز شیاطین پہنچاتے ہیں اس کو وحی سے کوئی نسبت نہیں۔ ہمارا کلام تو فرشتوں کے ذریعہ رسول تک پہنچایا جاتا ہے۔

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۙ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ فَاِنْ عَصَوَكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۙ وَ
تَوَكَّلْ عَلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ الَّذِيْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ وَ تَقْلُبُكَ
فِي السَّجِدِيْنَ ۙ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ هَلْ اُنْبِئُكُمْ عَلٰ
مَنْ تَنْزَلُ الشَّيْطٰنُ ۙ تَنْزَلُ عَلٰ كُلِّ اَفَّاكٍ اٰثِيْمٍ ۙ يُلْقُوْنَ
السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۙ

اور لے رسول تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ اور جو مومنین تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے سامنے اپنا بازو جھکاؤ (تواضع سے پیش آؤ) اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو

تم کہدو کہ میں تمہارے کفر و توفیق سے بری الذمہ ہوں اور سب سے غالب اور مہربان خدا پر بھروسہ رکھو جب تم (نماز و تہجد میں) کھڑے ہوتے ہو تو سجدہ کرنے والوں میں تمہارا پہنچنا (اٹھنا بیٹھنا) رکوع و سجود کو خدا دیکھتا ہے، وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے کیا میں تمہیں بتا دوں کہ شیطانیں کن لوگوں پر نازل ہوا کرتے ہیں (سنو) یہ لوگ ہر جھوٹے بدکردار پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ فرشتوں کی باتوں پر کان لگائے بہتے ہیں کہ کچھ سُن پائیں مالا کہ ان میں اکثر بالکل جھوٹے ہوتے ہیں۔

یہ آیات دعوت ذوالعقوبہ کے متعلق ہیں۔ یعنی خدا کا حکم ہوا کہ لے رسول، اپنی رسالت کا اعلان سب سے پہلے اپنے کذب والوں میں کرو۔ چنانچہ آپ نے اپنے خاندان کے چالیس آدمیوں کو مدعو کیا اور روایت مالا التشریح حضرت علی سے فرمایا تم اس دعوت کا سامان کرو۔ ایک مہ آٹے کی روٹیاں کیاؤ۔ بکر سے کی ایک ان کا سامان اور ایک پیالہ دو دو ہو۔ چنانچہ جب چالیس آدمی جمع ہو گئے تو حضرت علی نے وہ کھانا تقسیم کیا۔ سب سے حکم سیر ہو کر کھایا اور کھانا پسند رہا۔

یہ حال دیکھ کر سب بھاگ کھڑے ہوئے کہ یہ سب جاؤ کا کھیل ہے۔ دوسرے روز پھر آپ نے سب کو بلوایا۔ جب کھانا کھا چکے تو فرمایا میں تمہارے پاس آخرت کی ایسی خبر لایا ہوں جو میرے بعد اب کوئی نہ لائے گا۔ خدا نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اگر تم نے میری ہدایت پر عمل کیا تو ایک بڑی سلطنت کے مالک بن جاؤ گے بہت بڑا اجر خدا کے یہاں سے تم کو ملے گا۔ کون ہے تم میں کہ میرا وصی و وزیر میرا خلیفہ اور جانشین ہو۔ یہ سُن کر سب ہنسنے لگے اور حضرت کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے، سبحان اللہ آپ ہیں ہی اس سلطنت کے مالک جس کے لیے وزیر و خلیفہ کی ضرورت آپ کو پیش آئی ہے۔ اب وہاب نے اندازہ دل لگی اور مطالب سے کہا، لومبارک ہو آپ کا جیتجا بادشاہ بن گیا۔ جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت علیؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا، یا رسول اللہ، میں آپ کا وصی و خلیفہ ہوں گا۔ اگرچہ میری ناگہیب بیٹی ہیں مگر میں آپ کے دشمنوں کی ناگہیب نکال لوں گا، ان کی ناگہیبیں توڑ دوں گا۔ آپ نے فرمایا، علی بیٹہ جاؤ۔ چنانچہ میں بار آپ نے اہل خاندان سے یہی فرمایا مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ ہنسنے اور مذاق اڑاتے رہے۔ ہمدرد حضرت علیؑ آئے اور کہا یا رسول اللہ میں آپ کا وصی و وزیر بنوں گا۔ تب حضرت نے فرمایا لے علیؑ تم میرے وصی و وزیر و خلیفہ و جانشین ہو۔ یہ سُن کر لوگ ہنسنے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب وہاب نے ابوطالب سے کہا، مبارک ہو صاحبزادے وزیر ہو گئے۔ اب ان کا حکم تم کو ماننا پڑے گا۔

جہاں تک اس واقعہ کا تاریخی تعلق ہے لکھا جا چکا ہے اب حسب ذیل چند امور پر غور کیجئے:

۱۔ یہ اعلان رسالت کا سب سے پہلا موقع تھا۔ یہیں سے اعلان وزارت کا آغاز ہوتا ہے۔ لامع الیہ اعلان حکم خدا سے ہوگا۔ پس یہ کہنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ حضورؐ بغیر کسی کو اپنا جانشین نہائے دُنیا سے رخصت

ہو گئے تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ کو نبوت ملتی ہے ہی ان کے وزیر کا تعین ہوا تھا اسی طرح آنحضرتؐ کو بھی آغاز رسالت ہی میں اپنے وصی کا تعین کرنا ضروری ہوا۔

۲۔ اس واقعہ کے ثبوت میں صاحب راجح المطالب نے بہت سے ثبوت کتب اہلسنت سے دیئے ہیں اور انگریز مورخین نے بھی اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ (دیکھو کتاب اعجاز التشریح مصنفہ وزیر اللہ خان بہاؤ خلیفہ سید محمد حسن صاحب مرحوم وزیر ریاست پٹیالہ)۔

۳۔ اس دعوت میں سب سے پہلے رسولؐ نے اپنی اعجازی شان دکھائی۔ جو کھانا صرف ایک آدمی کے لیے مشکل کافی ہو سکتا تھا اس سے چالیس آدمی شکم سیر ہو گئے اور وہ جوں کا توں بیچ رہا۔ غور کرو نہیں پاؤ آٹے کی روٹی، بکرے کی ایک دان اور ایک دو دو کھا کر پیالہ سوائے اعجازی شان کے کیسے کافی ہو سکتا تھا۔

۴۔ گویا حضرت علیؑ کو معلوم تھا کہ حضورؐ نے مہانوں کے لیے جو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب کے لیے کافی ہوگا۔ اگر حضرت کی نبوت میں ذرا سا بھی شک ہوتا تو ضرور عرض کرتے، یا رسول اللہ یہ اتنا ذرا سا کھانا چالیس آدمیوں کے لیے کیسے کافی ہوگا۔ سمجھ لینا چاہیے کہ شروع ہی سے حضرت علیؑ کا ایمان کیسا تھا۔

۵۔ حضرت رسولؐ نے دعوت کا اہتمام حضرت علیؑ سے صرف اس لیے مخصوص کیا تھا کہ یہ برکت صرف معصوم ہی کے ہاتھ میں ہو سکتی ہے۔

۶۔ اگر حضرت علیؑ کی نظر رسالت رسولؐ کے آئینہ کاموں پر نہ ہوتی تو جب رسولؐ نے یہ خدمت سپرد کی تھی اسی وقت یہ عرض کرتے یا رسول اللہ کونسی سلطنت آپ کے ہاتھ میں ہے جس کے لیے آپ کو وزیر کی ضرورت ہے۔

۷۔ حضرت علیؑ کو بعد اہمیت معلوم تھا کہ حضورؐ کو دشمنوں سے جنگ کرنا ہوگی جب ہی تو یہ کہہ کر میں آپ کے دشمنوں کا ہیٹ پھاڑ ڈالوں گا اور ان کی ناگہیبیں توڑ دوں گا۔

۸۔ حضرت علیؑ کی شہادت پر آنحضرتؐ کو اول روز ہی سے کتنا اعتماد تھا کہ ان کو وزیر بنا نا منظور کر لیا۔ واضح فیض جتنا حاکم۔ اگرچہ عمار بنی سنی تو اس کے ہی ہیں کہ انکساری و فرتنی سے پیش آنا۔ لیکن اصل سنی یہ ہیں کہ اپنا کتنا حصا اس کے لیے جھکا دو جو تمہارا سچا پیرو ہے۔ تمام مسلمانوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کے لیے حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقی معنی میں اپنا کتنا حصا جھکا یا ہو سوائے علی بن ابی طالب کے جن کو اپنے کن حوول پر غماز کعبہ میں جنت منجی کے لیے سوار کیا تھا۔ یہ بھی حضرت علیؑ علیہ السلام ہی کی ذات ہے کہ جس نے مہر نبوت پر اپنا قدم رکھا۔

تَقَالِبَكَ فِي السَّاجِدِينَ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ لے رسولؐ تمہارے ٹور کو ہم سجدہ کرنے والے غلامین میں گردش دیتے ہے۔ یعنی آپ کا نور اصلاط طاہرہ سے ارام طاہرہ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم کو رکوع و سجود و قیام کرنے والوں میں چلتے پھرتے دیکھا۔ آغاز رسالت میں حضورؐ اپنی چند مسلمانوں کے ساتھ جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ اس وقت کی جماعت میں

بجز حضرت علیؑ اور حضرت خدیجہؓ کوئی دوسرا شریک نہ تھا۔ پس یہی لوگ مراد ہو سکتے ہیں۔ انہی عبادت گزاروں کے درمیان خدا اپنے رسولؐ کو بھیجتا تھا۔

۹۔ کیا دوسری کو حضورؐ کو پالیس سال بعد اعلان رسالت کا حکم ہوا اور آپؐ کو نبی بتایا گیا حالانکہ حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ وغیرہ بچپن ہی میں نبی تھے۔ بات یہ ہے کہ حضورؐ کا ردو عالم قواس وقت سے نبی تھے جب آدمؑ میں کرسے۔ ہرنی یا رسولؐ اپنی قوم ہی میں سے پیدا کیا جائے تاکہ وہ ان کے اخلاقی و معاشرتی حالات اور رسم و رواج سے خوب واقف ہو اور انہی کو پیش نظر رکھ کر طریقہ ہدایت اختیار کرے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ کا فرائض ان کی طرف مہموتہ تھے صرف عرب کی طرف۔ چونکہ حضورؐ کا تعلق مختلف اقوام عالم سے تھا لہذا ضرورت تھی کہ بحیثیت ایک ہادی مصلح قوم آپؐ سب کے حالات زندگی سے پوری طرح واقف ہوں اور یہ کام ایک دو دن کے کرنے کا نہ تھا بلکہ سالہا سال اس کے لیے درکار تھے لہذا اللہ نے پالیس سال اس غرض کو پورا کرنے کے لیے حضورؐ کو بھیجا۔ آپؐ نے قومی حالات کو اٹلٹ پلٹ کر ان کی تہوں کو کھول کر اسی طرح مطالعہ کیا جب حالات سے پوری واقفیت ہو گئی اور اصلاح نفوس اور ہدایت عمل کے متعلق طریقہ کار سمجھ میں آ گیا تو خدا نے اعلان کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس زور شور سے تبلیغ ہوئی جس کی نظیر انیسائے ماضی میں نہیں ملتی۔

ایک سوال یہ ہے کہ اعلان رسالت سے پہلے آپؐ کی عبادت کا کیا طریقہ تھا جب آپؐ بت پرستی نہیں کرتے تھے تو کفار و مشرکین نے اس وقت آپؐ سے اظہارِ عداوت کیوں نہ کیا اور آپؐ کے ساتھ بے جملے نہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو کھلم کھلا بت پرستی کرتے تھے دوسرے جو اپنے کو ملتِ ابراہیمی پر ظاہر کرتے تھے اور بتوں کی عبادت نہیں کرتے تھے مگر بتوں کی عبادت کے بارہ میں افرادِ قوم سے چھٹیجا لاجی نہیں کرتے تھے بلکہ موی برین خود عیسیٰ برین خود پر عمل ہو رہا تھا۔ جماعتی نظام میں ایک دوسرے کے شریک تھے اور معاشرتی تعلقات میں ہم آہنگی تھی جب تک حضورؐ نے اعلان رسالت سے پہلے کھلم کھلا بتوں کی مذمت نہیں کی اور بت پرستوں پر لعن طعن شروع نہ ہوئی، قوم نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا بلکہ آنحضرتؐ کی صفاتِ حمیدہ کی بنا پر آپؐ کی عزت کرتے تھے۔ آپؐ کو صادق و امین کے لقب سے یاد کرتے تھے یہی کہیں جب آپؐ نے تبلیغ کا کام شروع کیا اور لوگوں کو بت پرستی سے روکنا چاہا تب سے مخالفت کا آغاز ہوا جو تبلیغ رسالت کے زور کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ پس جس طرح آنحضرتؐ پالیس سال تک ملتِ ابراہیمی پر چلے گئے یعنی خدا سے واعد پر اور قیامت پر ایمان رکھتے تھے اسی طرح اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ جیسے حضرت عبدالمطلب حضرت ابوطالب اور حضرت جہاد وغیرہ۔

نماز، روزہ وغیرہ تو بہت بعد کی چیزیں ہیں۔ ان سے پہلے کعبہ کی طرف رخ کر کے یا خدا کی جاتی تھی اس کی نعمت کا شکر ادا کیا جاتا تھا۔ اخلاقی اصلاح کی طرف توجہ رہتی تھی۔ خدا کو وحدہ لا شریک سمجھا جاتا تھا حضرت ابراہیمؑ کی سنتوں پر عمل تھا۔ یہی ملتِ ابراہیمی کہلاتی تھی۔

آیات کے آخر میں کفار و مشرکین کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ پر شکیا طین نازل

ہوتے ہیں۔ انہی کے سکھانے پڑھانے کا نام محو نے دہی رکھ لیا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ شکیا طین کے نزول کا انبیاء سے کیا تعلق فریاطین تو ہر شخص کو گنہگار کے پاس آیا کرتے ہیں۔ "کند ہم جنس باہم جنس پر واز۔"

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۳۳۷﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿۳۳۸﴾
وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۳۳۹﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ
الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿۳۴۰﴾

اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ جھگل جھگل مائے مائے پھرتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کبھی کرتے نہیں مگر ہاں جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اعمالِ صالحہ سجالائے اور کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم کیا جا چکا تب انہوں نے بدل لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جسگہ لوٹائے جائیں گے۔

یہ جن شاعروں کی مذمت کی گئی ہے وہ عرب کے گمراہ شاعر تھے جن کے کلام میں یا تو عشقِ رعبیہ یا تو عشقِ رعبیہ ہوتا تھا یا کسی فاسق و فاجر بادشاہ کی تعریف میں غلط بیانیوں اور سائلف آمیزیاں۔ یا شجاعان کی شجاعت کے چھوٹے افسانے یا ان بڑا غلام قبول کا ذکر جس سے لوگوں میں ہوسس آمیزیاں اور پیش پسند لوں کا رواج ہوا اور مہاشہ میں فتنہ و فساد کو راہ دے۔ یہاں پاکیزہ خیال نیک نفس شاعروں کے متعلق نہیں جو معاشرہ کی اصلاح کرتے ہیں خدا و رسولؐ کی تعریف کرتے ہیں اخلاقی حسن کا ذکر کرتے ہیں پاکیزگی و نعت کی تعلیم دیتے ہیں۔ مگر انہوں کو رادراست پر لانے میں اپنا زور طبع صرف کرتے ہیں۔ حضورؐ کی صحبت میں ایسے ہی شاعروں کو جگر بیتی تھی برحق گوہر تھے جیسے خندان بن ثابتؓ وغیرہ حضرت علیؑ علیہ السلام اور مہلبے وغیرہ انہوں نے بھی اشعار کہے ہیں جو ایمان افزہ اور روح پرور ہیں۔ حضورؐ کا ردو عالم نے خود کبھی شعر نہیں کہا اس لیے کہ اگر حضورؐ شعر کہتے تو مشرکین، قرآن کو آپؐ کا شاعرانہ کلام مشہور کرتے۔ اور بجائے نبی و رسولؐ کے آپؐ کو شاعروں کے زمرہ میں منسوب کرتے۔

مولانا محمد اربان صاحب قلی نے اپنی پوری نے اپنی کتاب "نوادرا لادب" فی کلام سادہ اہم و العسہ میں حضورؐ کا

۱۱
۱۵

ایک شرف نقل فرمایا ہے۔ لکھا ہے کہ جو ہمیں آپ نے بس بھی ایک شعر کہا :
أَنَا بَجْرٌ وَلَا كَذِبٌ أَنَا أَمْتُ عَبْدُ الْمُطَلِّبِ

سُورَةُ التَّمِيمِ كَيْفِيَّةٌ ۲۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طَسَّ قَدْ تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ ① هُدًى وَبُشْرًا
لِلْمُؤْمِنِينَ ② الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ
بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ③ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ④ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ
سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخِسُونَ ⑤ وَإِنَّكَ
لَتَلْقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ⑥

(نمل کے سنی چوٹی کے ہیں جو کلاسی سروریں وادی نمل کا ذکر ہے لہذا یہ نام رکھا گیا۔)

طَسَّ یہ قرآن کی آیات ہیں اور یہ روشن کتاب ہے سزا پاداریت ہے اور ان مؤمنین کے لیے خوشخبری ہے جو نماز پابندی سے پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے تو ہم نے ان کے کاموں کو ان کی نظر میں اچھا کر دکھایا ہے تو یہ لوگ جیسے پھرتے ہیں۔ ان کے لیے (قیامت میں) بہت بڑا عذاب ہے اور یہی لوگ آخرت میں

سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے (مے رسول) تم کو تو قرآن ایک بڑے اٹھ کا حکیم کی بارگاہ سے عطا کیا جاتا ہے۔

یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ آیات قرآن کی ہیں اور وہ ایک نسخ کتاب ہے۔ جو احکام کو بندوں کے لیے بھیجے گئے ہیں وہ ہم نہیں کہ سمجھ میں نہ آتیں بلکہ صاف صاف اور روشن ہیں۔ جو سمجھنے کی کوشش کرے گا ایک ایک بات اس کی سمجھ میں آجائے گی۔ اس میں ہدایت بھی جس آخرت میں نیک اعمال کے بہترین اجر لینے کی خوشخبری بھی ہے مگر ایمان تو منوں کے لیے ہے جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ جاہل آخرت پر یقین رکھنے کا اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ قبیل پر ایمان لانے اعمال صالحہ بجالانے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ توجہ کامرکز دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو کسی اجر لینے کی امید ہو یا کسی سزا کا خوف۔ پس جو قیامت پر ایمان نہیں رکھے گا وہ ان دونوں باتوں سے بے نیاز ہو کر اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہی نہ ہوگا اور اس کو اپنی غلط کاریاں ایسی اعلیٰ معلوم ہوں گی جو یا خدائے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایسے غفلت شمازش اور ناستوردہ کاروں کو قیامت میں سخت سزا ملے گی۔ بچ کر باقی نہیں سکتے۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لَأَهْلِيهِ إِنِّي آنستُ نَارًا سَأَتِيكُمْ مِنْهَا بَخْبَرٍ أَوْ
إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمُنَادِينَ ①

جب موسیٰ نے اپنے بال بچوں سے کہا میں نے اپنے (باپن طرف) آگ دیکھی ہے (ذرا ٹھہرو تم میں وہاں سے کچھ (راہ کی) خبر لاؤں یا تمہیں سلگتا ہوا انکار لادوں تاکہ تم تاپو۔

جو واقعہ یہاں بیان کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ مدین میں دس برس قیام کے بعد جب حضرت موسیٰ مع اپنی بی بی بچوں کے ساتھ وطن کو چلے تو یہ سفر با پیادہ تھا۔ چلتے چلتے جب وادی طوی میں پہنچے تو راست ہو گئی۔ سردی کو لاکے کی پڑ رہی تھی، اپنی راست تھا سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ہر جا میں کدوڑ سے ایک درخت سے خشک چلتے نظر آتے تھے ضرور یہاں کوئی بستی ہوگی جس میں روٹنی کے لیے یہ آگ بھلائی ہے۔ بی بی کو ایک درخت کے نیچے جھاکر کہا کہ تم لوگ یہیں بیٹھے رہو میں جاتا ہوں، قریب کوئی بستی ہوگی تو وہاں راستہ کا پتہ بھی چلاؤں گا اور تمہارے لیے آگ کا ایک انکار بھی لیتا آؤں گا تاکہ تم لوگ یہاں آگ روٹن کر کے تاپو۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیئے۔

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ يَوْمَئِذٍ أَنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
وَأَلْقِ عَصَاكَ، فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ
يُومَئِذٍ لَا تَخَفْ قَدِ اتَّيْنَاكَ لَدُنَّ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ
بَدَّلْ حِسَابًا مَقْدُورًا ۝ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي
جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًا مِمَّنْ غَيْرِ سَوِيٍّ فِي تَوَسُّعٍ ۝ آيَةُ الْفِرْعَوْنَ
وَقَوْمَهُ إِذْ أَنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ ۝

جب موسیٰ وہاں پہنچے تو نہ آئی کہ مبارک ہے وہ جو اس آگ میں (تجلی دکھاتا ہے) اور جو اس کے گرد ہے اور وہ خدا سے جہاں کا پالنے والا ہے۔ پاک و پاکیزہ ہے (ہر عرب کے پاک ہے) اے موسیٰ میں اللہ ہوں سب سے زبردست حکمت والا۔ اپنا عصا تو زمین پر ڈالو۔ جب موسیٰ نے اس کو دیکھا، کہ اس طرح لہرا رہا ہے گویا وہ زندہ اژدہا ہے تو پچھلے پاؤں بھاگ چلے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (ہم نے کہا) اے موسیٰ ڈرو نہیں۔ میرے پاس یونہی لوگ ڈرا نہیں کرتے مگر جو شخص گناہ کرے پھر گناہ کے بعد اسے توبہ سے بدلے نہیں پڑا بخشنے والا مہربان ہوں اور (ہاں ذرا) اپنا ہاتھ گریباں میں تو ڈالو، وہ سفید براق ہو کر بے عیب نکل گئے گا۔ یہ دو معجزے منجملہ نو معجزوں کے ہیں (جو تم کو ملیں گے) فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بدکار لوگ ہیں۔

جب موسیٰ اس درخت کے پاس گئے جس سے آگ بھڑک رہی تھی اور اس کے ارد گرد کار فرما روشن ہو رہا تھا۔ تو عجیب بات یہ دیکھی کہ وہ درخت نہ زلزل رہا تھا نہ اس سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ ابھی طرح ہر گھبراہٹا۔ اس درخت سے آواز آ رہی تھی۔ یکایک ایسے واقعہ کا پیش آنا انسان کے اندر انتہائی اضطراب پیدا کر دینے کا باعث ہونا چاہیے تھا گناہیہ کے حواس عام لوگوں سے بھلا ہوتے ہیں ان کا اندر وہ قوت ہوتی ہے جو عام لوگوں میں نہیں پائی جاتی۔ موسیٰ سمجھ گئے کہ یہ آواز کسی شیطان کی ہے کسی جن کی۔ نہ یہ ان کے حواس کے اختلال کا باعث ہے۔ بلکہ یہ

یا تو خدا کی آواز یا اس کے فرشتے کی۔ تاہم ایک قسم کا اضطراب تو لاحق ہوا ہی۔ ایک انسان کا خدا کی طرف یا فرشتے کی آواز معمولی بات نہ تھی۔ ایک نئی آواز آج کا لوں میں پڑی تھی۔ خدائے بہت جلد یہ کہہ کر ان کی پریشانی کو دور کر دیا، میں اللہ ہوں جو سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ تم اپنا عصا زمین پر ڈالو۔ عصا کا زمین پر ڈالنا تھا کہ وہ اژدہ کے صورت میں دوڑنے لگا۔ انسانی فطرت ہے کہ ایسی موذی اور خطرناک چیزوں کو دیکھ کر بھاگتا ہے چنانچہ موسیٰ بھی بھاگے اور دل پر اتنی دہشت تھی کہ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔

خدائے یہ حال دیکھ کر فرمایا موسیٰ ڈرو نہیں۔ ہمارے پاس آنے والے رسول ڈرا نہیں کرتے ہاں اگر کسی سے نرک اولیٰ ہو جائے تو توبہ کے بعد ہم بخش دیتے ہیں۔ نرک اولیٰ کتنا نہیں بلکہ ترک کیا احتیاط کا نام ہے۔ اب بات سمجھ میں آئی تو میں رسول بنا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد دہشت دور ہوئی۔ پھر آواز آئی اے موسیٰ، ذرا اپنے گریباں میں ہاتھ ڈالو۔ ڈال کر نکلا تو تو سوج کی طرح چمکدرا تھا۔ سفید براق ہو کر سفید نہ تھا جو برص کی بیماری سے پیدا ہوتا ہے اس کے بعد آواز آئی موسیٰ جو نو معجزات تم کو آگے چل کر دینے والے ہیں ان میں سے دو یہ ہیں۔ تم فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ یہ لوگ بڑے بدکار ہونگے ہیں۔

خدا کی دین کا موطن سے پوچھتے اسوال کرنا گئے کو جائیں پمبیب ہی مل جاتے خدا صاحب جسم نہیں کہ اس طرح کلام کرے جیسے ہم زبان سے کرتے ہیں بلکہ وہ اپنی کسی مخلوق میں کلام پیدا کر دیتا ہے۔ ذرا اندازہ کلام کو دیکھو اور وہاں کرو۔

نہایت سادہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ نری کا موسم ہے راستہ بھول گئے ہیں۔ انہیں آگ کی ضرورت ہے تاکہ خود بھی تاپیں اور ان کے اہل و عیال بھی۔ اس حالت میں ان کو متوجہ کرنے کے لیے اس سے بہتر طریقہ کیا ہو سکتا تھا کہ انہیں جاتی ہوئی کوئی شے دکھائی جاتے تاکہ وہ اس مقام تک بخوشی خاطر چلے آئیں جہاں ان سے بات کرنی مقصود ہے جب تک آجاتے ہیں تو وہاں بجائے نرک کے نور کو جلوہ مادہ دیکھتے ہیں۔ اگر آگ مل جاتی تو موسیٰ اسے لے کر چلتے جاتے جب آگ نہ ملی تو اب عالم غربت میں گھر سے ہوتے ہیں اور دہشت دل پر چھائی ہوئی ہے کہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ ایسی صورت میں بڑی نرم آواز سے کوئی بات کہنے کی ضرورت تھی، لہذا یوں کہا گیا میں اللہ ہوں۔ لیکن اس خیال سے کہ موسیٰ کے دل میں یہ بات نہ آئے کہ کوئی شیطان یا جن تو ایسا نہیں کہہ رہا، ان کے عصا کو سانپ بنا دیا اور جب وہ ڈر سے تو ہواصل بات تھی ان سے کہہ دی کہ تم ہمارے رسول آج سے قرار پانگے۔ اب موسیٰ کی سمجھ آئی کہ میں اللہ سے باتیں کر رہا ہوں اور میں رسول بنا گیا ہوں۔ تب خوف و ہراس دور ہوا۔ سبحان اللہ کیسا عجیب وقت تھا کہ ایک بندہ سے اس کا خالق اور مہموم کلام کر رہا تھا۔ اس کے بعد خدا نے یہ بھی واضح کر دیا کہ نہیں ہاں بیت کے لیے فرعون کے پاس جانا ہے۔ پس چسند لفظوں میں سب کچھ معلوم ہو گیا۔ معجزات بھی مل گئے رسالت بھی مل گئی اور جو کام لینا تھا اس کا اظہار بھی کر دیا گیا۔

قرآن میں کہیں اژدہا ظاہر کیا گیا ہے کہیں سانپ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ صورت ہیں تو اژدہا جیسا تھا لیکن حال میں سانپ جیسا تیز چلنا ہوا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ سمی تو سانپ کی شکل اختیار کر لیتا تھا سمی اژدہ کے کہتے ہیں

وادی طور میں وہ مقام ایک ناک موجود ہے اور سرد سبز و شاداب ہے وہاں یہودی متراش لوگوں کے لیے ایک خانقاہ بنی ہوئی ہے۔ لوگ اس مقام کو دیکھنے کے لیے زور زور سے آتے ہیں۔ والہ اعلم بالصواب۔

فَمَا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَذَا سُحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ﴿۱۶﴾

جب ہماری آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں ان کے پاس آئیں تو کہنے لگے یہ تو ٹھکانا جاؤ ہے باوجودیکہ ان کے دل کو معجزات کا یقین تھا پھر بھی سرکشی اور تکبر کی وجہ سے ان لوگوں نے نہ مانا۔ تو اے رسول دیکھو ان مفسدوں کا انجام کیا ہوا اور ہم نے داؤد و سلیمان کو علم عطا کیا۔ (غوش ہو کر) ان دونوں نے کہا شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایسا نادر بندوں پر فضیلت دی اور (علم جاننا و منقولہ غیر منقولہ سب میں) سلیمان و داؤد کے وارث ہوئے اور انہوں نے کہا لوگو ہم کو (خدا کے فضل سے) پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے اور ہمیں (دنیا کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ یہ خدا کا صریح فضل و کرم ہے۔

مورد نشانیاں (عصا کا سانپ بننا اور بریضا) حضرت موسیٰ، فرعون اور اس کی قوم کے پاس لے کر آئے تھے۔ ان کو ان کے دل نہ مان گئے تھے کہ یہ کوئی غیر معمولی قوت ہے لیکن چونکہ ان کی کمر سرکشی پر بندھی ہوئی تھی اس لیے انکار کر دیا اور کہنے لگے یہ تو ٹھکانا جاؤ ہے۔ فرعون کے زماں میں مصر میں ہادوکا بڑا زور تھا۔ لہذا باوجود سب کچھ سمجھنے اور یقین کرنے کے ان کی قوتوں نے بھی منہ جھکا کر یہ جاؤ ہے۔ آخر اس بے عقل اور فساد برپا کرنے کا نتیجہ ان کو کھٹکتا پڑا۔ یہاں سے حضرت داؤد اور سلیمان کا قصہ شروع ہوتا ہے :

ہم نے داؤد کو زبردستی بنانے کا اور سلیمان کو پرندوں کی بولی کا علم عطا کیا تو وہ غوش ہو کر کہنے لگے۔ خدا کا شکر ہے اس نے ہمیں اپنے مومن بندوں پر فضیلت دی۔ یوں تو تمام انبیاء و مرسلین کو خدا کی طرف سے علم ہوتا ہے کوئی نبی جاہل پیدا نہیں ہوا، مگر بعض نیکو بندوں کو خصوصی علم بھی دینے ہوتے ہیں جیسے حضرت داؤد کو زورہ بنانے کا علم دیا گیا تھا اور حضرت سلیمان کو پرندوں کی بولی سمجھنے کا۔ حضرت خضر کو باطنی علم اور حضرت ہرست کو علم غیبی عطا کیا۔

یوں تو ہر نبی اپنے باپ کا وارث ہوتا ہے لیکن یہاں خصوصیت سے حضرت سلیمان کے وارث پر پالنے کا ذکر ہے۔ یعنی مادی اور روحانی دونوں قسم کی وراثتیں جناب سلیمان کو حضرت داؤد سے ملیں۔ وہ ماحریرت و حکمت ہی ہوتے اور سلطنت داؤد بھی بطور وراثت ملی۔ اس سے پرستار مل جڑا کہ انبیاء میں وراثت کا سلسلہ جاری تھا۔ یہی وہ آیت ہے جس کو سیدۃ النساء العالمین جناب فاطمہ الزہراء نے اپنے دعویٰ کی تائید میں اس وقت پیش کیا تھا۔ حسب بعد رسول تکوینت وقت نے ان کو فرسوان سے محروم کر دیا تھا اور ایک تیسیم الامتاد وراثت اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی تھی تھیں مہاشا الانبیاء لا یورثون ولا یورثون یعنی ہم گروہ انبیاء میں وراثت نہیں ملتے نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔ اگر انبیاء میں وراثت کا قانون جاری نہ تھا تو حضرت داؤد کی سلطنت کے ایک حضرت سلیمان کس قانون کی رو سے ہوتے اگر کہا جائے کہ مراد یہاں وراثت علمی ہے تو اولیٰ تو علم وراثت میں پہلے نہیں۔ دوسرے اگر چاہے تو ہوا تو کہا اپنے باپ کا علم و حکمت میں وارث ہو گیا وجہ ہے کہ اس اعلیٰ قسم کی وراثت کا مالک وارث ہوتے ہوئے ادنیٰ قسم کی مادی وراثت سے محروم کر دیا جائے۔ مادی وراثت کا مالک تو ایسے ہی شخص کو ہونا چاہیے جو ازل سے علم و حکمت اس کا صحیح مصرف جانتا ہو اگر اولاد نسبتاً یاد وراثت سے محروم کر دی جائے تو اس قصور کی بنا پر ان کی فطرت پر پر علم کیا جائے اور ان کی مہاشا حیثیت پر یہ مادی ضرب لگائی جائے۔ مثلاً اس محرومی میں کوئی بوازی کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آریہ و ہرست سلیمان و داؤد میں وراثت سے مراد علمی وراثت ہے نہ کہ مادی۔ نیز کہ حضرت داؤد کے تو بہت سے بڑے تھے حضرت سلیمان ہی اکیلے کیوں وارث ہو گئے۔ لہذا مہاشا معاشرا الانبیاء سے جو شیخ حضرت ابو بکر نے کیا تھا وہ صحیح تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقتاً علم میراث میں چلنے کی چیز نہیں، ورنہ ہر عالم کا بیٹا عالم ہوتا اور ہر حکیم کا بیٹا حکیم۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر کسی عالم کا بیٹا عالم ہوتا ہے تو وہ علم کو حاصل کر کے ہوتا ہے نہ کہ بطور میراث اس کو علم ہوتا ہے۔ اگر مراد علم بالمیراث لیا جائے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت داؤد کی ساری اولاد میں یہ میراث نہ چلی۔ خدا نے سلیمان ہی کو کیوں مخصوص کیا۔

اب رہا وراثت مادی کا معاملہ تو مانا کہ حضرت داؤد کے کئی فرزند تھے اور میراث ان سب ہی میں تقسیم ہونا چاہیے تھی نہ کہ صرف حضرت سلیمان کو ملتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کئی اولادوں ہونے سے حق وراثت کی لغوی قرینہ ہوتی۔ کہ ملے یا زیادہ وارث تو ہر حال وارث ہی رہتا ہے۔ اگر حضرت سلیمان بقدر اپنے حصہ ہی کے وارث تھے تو اس بنا پر انبیاء میں وراثت کا سلسلہ تو ثابت ہو گیا۔ دوسرے یہ امر مسلم ہے کہ حضرت داؤد کی سلطنت کو تمام بیٹوں پر کیوں نہ تقسیم کیا۔ چونکہ اس سلطنت پر نبوت کا سبب یہی تھا لہذا یہ وارث اس کی کوئی سکتا تھا جو محروم ہو۔ چونکہ حضرت داؤد کی اولاد میں صرف حضرت سلیمان

ہی مصمم تھے لہذا اسلطنہ حضرت داؤدؑ بتوت کے سایہ میں صرف حضرت سلیمانؑ ہی کی مگرانی میں رہ سکتی تھی۔ ممکن ہے حضرت داؤدؑ کی بقیہ اولاد کو بھی ان کے نژد سے ازخس مکانات و باغات و اراضیات حصہ ملا ہو۔ لیکن سلطنہ کے مفاد وہ نہیں ہو سکتے تھے۔ بہر حال نتیجہ یہ نکلا کہ انبیاء میں وراثت تھی اور حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے مافی وراثت تھے۔ جناب خاطر الزہرا حضرت رسولؐ خدا کی واحد وارث تھیں۔ اس میراث میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ وہ حصہ تھیں۔ اگر حدیث مسافر الانبیاء انہوں نے لکھی ہوئی تو وہ ضرور اس کی تصدیق کرتیں۔ کبھی حدیث کھانا گوارا نہ کرتیں کیونکہ حدیث آلی محمد پر حرام ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مافی ترک حضرت سلیمانؑ کو نہیں ملا تھا تو یہ باپ کی سلطنہ کے مالک کیسے ہو گئے۔ یہ سلطنہ سبباً و ولادہ تھیں۔ یہ تو ان کی اولاد اور علم و حکمت کی وراثت مراد ہے تو اولاد داؤدؑ میں یہ تقسیم ہوا کیوں نہ ہوئی۔ ایک روایت ہے کہ حضرت داؤدؑ کے انیس بیٹے تھے ان میں سب سے زیادہ ذی علم حضرت سلیمانؑ تھے حضرت سلیمانؑ نے سو سال تک حکومت کی۔

اگر انبیاء میں میراث کا قانون نہ تھا تو حضرت عبداللہؑ کی کنیز امہؓ میں بطور میراث حضرت کے حصہ میں کیسے آتیں۔

وَحِشْرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودَهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۱۷﴾
 حَتَّىٰ إِذَا اتَوَا عَلٰٓى وَادِ النَّعْمِ لَا قَالَتْ نَمَلَةٌ يَأْتِيهَا النَّعْمُ ادْخُلُوا
 مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُودُهُ وَلَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۸﴾
 فَتَبَسَّ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ
 نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى الْوَالِدِيْنَ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا
 تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِىْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ
 الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا اَرَى الْهُدٰى اَمْ كَانَ مِنَ الْغٰثِيْنَ ﴿۲۰﴾
 لَا اَعْدِبْنٰهُ عَذٰبًا شَدِيْدًا اَوْ لَآ اذْجَبْنٰهُ اَوْ لَسِيْنَا بِنَبِيِّٓ بُسٰطِنِ
 مُّبِيْنِ ﴿۲۱﴾

اور سلیمان کے سامنے ان کے لشکر میں جن انسان اور پرندے جمع کیے جاتے تھے اور پورے ضبط سے رکھے جاتے تھے یہاں تک کہ وادی نمل سے گزر رہا ایک چوٹی نے (اپنی قوم سے) کہا اے چوٹی چوٹی! اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل ڈالے اور تمہیں ختم ہی ختم ہی اس کی بات سن کر حضرت سلیمان مسکرائے اور فرمایا اے میرے رب مجھے تو نفع عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے باپ کو عطا فرمائی ہے اور میں ایسے نیک عمل کروں جو تیری پسندیدگی کا باعث ہوں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر لیاں۔ نے پرندوں کے لشکر کی حاضری لی تو (پہرہ غائب تھا) فرمایا یہ کیا بات ہے کہ میں پہرہ کو نہیں دیکھ رہا۔ اگر وہ واقعی کہیں غائب ہو گیا ہے تو میں اُسے سخت سزا دوں گا یا میں اُسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ (اپنی گناہی کی) کوئی روشن دلیل بیان کرے۔

لشکر حضرت سلیمان کے متعلق مولانا خزان علی صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھا ہے:

”حضرت سلیمان کے لشکر کی تعداد تو معلوم نہیں لیکن ایک روایت ہے کہ آپ کا لشکر سو کوس میں رہتا تھا۔ پچیس کوس میں آدمی، پچیس کوس میں جنات، پچیس کوس میں پرند اور پچیس کوس میں موشی۔“

مفسر نے میں لشکر سلیمان کو انسان و جنات و طیور پر مشتمل بیان کیا گیا ہے جو پاؤں کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔

جنات کے متعلق بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جنات سے مراد انسانوں سے علیحدہ کوئی مخلوق نہیں ہے بلکہ وہ انسان ہی ہیں جو بہت موٹے ناز سے قد اور اور کثرت طبیعت کے ہوتے تھے۔ لیکن یہ قرآنی حرحمت سے نکل ہوئی تو گروہ رانی سے قرآن نے جا بہا جنات کو انسانوں سے الگ ایک نوع ظاہر کیا ہے۔ اگر دونوں الگ ہی نوع کے ہوتے تو جنات کا علیحدہ ذکر نہ کیا جاتا اور نہ یہ کہا جاتا کہ لَعْنَةُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ۔ ذیابئی الآءِزِیْ رَتَحَ مَا تَكْتَبُ اَن (سورہ حمل) (ہم دونوں جن و انس) خدا کی قسم کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ شیطان کے متعلق کہا گیا کہ اَنْ مِنَ الْجِنِّ (۱۶۰، الکہف) (وہ جنوں میں سے تھا)۔ انسان کی خلقت کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور جن کے لیے کہا گیا ہے وہ نارس سے پیدا ہوا ہے۔ پس جب دونوں کی طینت جدا ہے تو ان کی نوع ایک کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر دونوں ایک ہی نوع ہوتے تو دونوں کی شہرہ کی تکالیف بھی ایک ہی ہوتیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

وادی نمل سے مراد چھوٹیوں کا میدان ہے جہاں بکثرت چوئیاں تھیں۔ جب حضرت سلیمان گھوڑے پر سوار ہو کر اُدھر سے گئے تو ایک چوٹی نے جو ان کی سردار تھی اپنی قوم سے کہا، تم سب اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان کا لشکر تمہیں کچل ڈالے۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ چوٹی کی آواز نہیں ہوتی۔ لیکن حسب تصریح قرآنی ان کا لہرنا ثابت ہے۔ اگر اس کی آواز ہوا کی موجوں میں جذب ہو کر رہ جاتی ہو تو اس کے یہ سن نہیں کہ اس کی آواز ہی نہیں ہوتی۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اول تو چوٹی کی آواز ہوتی ہی نہیں اور اگر ہوتی بھی ہوتی تو ایک کھلی وادی میں کیونکہ ممکن تھا کہ وہ حضرت سلیمان کے کانوں تک پہنچ جاتی اور حضرت سلیمان اُسے سن کر جس طرح سے ان لوگوں نے اپنے ناقص حواس پر اہتسابہ کے کال حواس کو قیاس کر لیا ہے۔ حضرت انبیاء کے حواس ہلکے حواس سے بھرا مانہ ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت ابراہیم نے جب حج کے لیے پکارا تو ان کی آواز ہر اُس انسان کے کانوں تک پہنچ گئی جو کسی بھی خطہ ارض پر پایا جاتا تھا بلکہ ان بچوں نے بھی سنی جو ہر قسم مادر می تھے بلکہ ان غلظوں نے بھی جو صلب آباد میں تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم نے زمین پر ہی سے حکومت سموات و الارض کا ممانتہ کر لیا۔ حضرت یعقوب نے بڑے بڑے پورٹ کو سیکڑوں میل دور سے منگھلایا۔

الغرض جب چوٹی کی یہ آواز حضرت سلیمان کے کان میں پڑی تو آپ گھوڑے پر سے اتر پڑے اور اس چوٹی کو جا پڑا جو بولی تھی۔ یہ سنی ایک نبی کی قوت بصارت کہ ایک نکلے میدان میں چوٹیوں کے دل کے اندر آسے پہچان کر کہہ لیا۔ وہ آٹھ لاکھ چوٹیوں میں امتیاز نہیں ہوتا۔ پھر بے شمار چوٹیوں کے اندر سے اُسے پہچاننا ایک نبی کے سوا دوسرے سے ممکن ہی نہیں۔ آپ نے اُسے بتھیلی پر رکھ لیا اور فرمایا: تو نے کیسے ہانا کہ میرا لکڑی سے لکڑی کو نکل ڈالے گا۔ اُس نے کہا یا نبی اللہ اس تمام شکر میں مصوم تو صرف آپ ہی ہیں باقی تو سب غیر مصوم ہیں اور غیر مصوم سے براہر ممکن ہے آپ نے پوچھا: تیری پوزیشن اس قوم میں کیا ہے۔ اُس نے کہا جو کچھ بھی ہو گا اس وقت تو میں آپ سے بہتر ہوں۔ آپ کی ساری ایک چوہا ہے اور میری ساری ایک نبی کا ہاتھ ہے۔ یہ سن کر حضرت سلیمان حیران رہ گئے۔

بعض مفسرین نے تو اس روایت کو تسلیم نہیں کیا اور بالذات آمیزی کہہ ہے۔ ہمیں اس کی تحقیق میں پڑنا ضروری نہیں لیکن اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ چوٹی کی آواز حضرت سلیمان نے خود سنی تھی اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کو ایسی قوتِ سماعت دی گئی جس پر انہوں نے خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کیا اور ایسے اعمال کو کے لیے دعا کی جو خدا کو راضی کرنے والے ہوں۔ یہ دعا بتاری ہے کہ حضرت سلیمان کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اتنی نعمتوں کے بعد کہیں میرے اندر ضرور تکبر پیدا ہو جائے اور میرا قدم جاہد اعتدال سے ہٹ نہ جائے۔ اس لیے دعا کی کہ میرا کوئی عمل جاہد اعتدال سے ہٹا ہوا نہ ہو۔

اس کے بعد ایک مرقعہ شروع ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جناب سلیمان کا تخت ہو میں اڑا جا رہا تھا اور آپ کے سر پر پردے سایہ کیے ہوئے تھے تو ایک گھٹ سے سورج کی کرن آپ پر پڑی۔ آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ہڈھ کو اپنے مقام پر نہ پایا۔ فرمایا: یہ کیا بات ہے کہ ہڈھ کو میں اس کی جگہ پر نہیں پایا۔ کہیں چھپ گیا ہے یا یہاں سے کہیں اور چل دیا۔ اگر اپنی غیر حاضری کی کوئی مسئول ذیل پیش کی تو میں اسے سخت سزا دوں گا یا اُسے ذبح کر ڈالوں گا مفسرین نے لکھا ہے: اولاً اذ جمعۃ میں لا نایہ ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہڈھ کے لیے اتنی سخت سزا کیوں تجویز کی گئی وہ کسی جہاد سے تو فرار نہیں کر گیا تھا کیسے

قتل کر کے تو نہیں بھاگا تھا۔ پھر ذبح سے اس کا کیا تعلق تھا۔ جواب یہ ہے کہ نبی کے حکم سے انحراف کسی صورت میں ہر زمانہ میں شرعاً مستوجب قتل بنا دیتا تھا۔ اطاعتِ رسول اطاعتِ مطلقہ ہے۔ کسی زمانہ میں کہیں نہ ہو اور کسی صورت میں کہیں نہ ہو۔

ہڈھ ایک چھوٹی سی چڑیا ہے اس کے چوں کا سایہ ہی کیا ہوگا یہ ایک نبی کا احساس تھا کہ ذرا سی خالی جگہ سے جو بحران پڑی تو فوراً اُڑ کر گناہ اٹھ گئی اور پھر لیا کہ اس جگہ پر رہنا ہڈھ کی ذمہ داری تھی۔ بغیر اجازت کے وہ اپنی ذمہ داری پر سے غائب ہو کیوں گیا۔ خدا کی طرف سے انبیاء کا احترام یہ ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر فوج کا کوئی فرد اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتا۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ مَحْطُ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَأٍ يَقِينٍ ﴿۲۱﴾ اِنِّي وَجَدْتُ امْرَاةً تُمَلِّكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَ لَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿۲۲﴾ وَ جَدُّهَا وَقَوْمُهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَ زَيْنُ لِمُ الشَّيْطٰنِ اَعْمَالُهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿۲۳﴾ اَلَا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصْدَقْتَ اَمْ كُنْتِ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

غرض سلیمان نے حضور کی دیر انتظار کیا (کہ ہڈھ آگیا) عرض کی مجھے وہ بات معلوم ہوئی ہے جو اب تک حضور کو بھی معلوم نہیں۔ میں آپ کے پاس شہر سب سے ایک تحقیقی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو وہاں کے لوگوں پر سلطنت کرتی ہے اور اسے دنیا کی ہر شے عطا کی گئی ہے

اس کا ایک ہجرت بڑا سخت ہے میں نے خود ملک کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ (خدا کو چھوڑ کر) آفتاب کی سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے کرتوتوں کو ان کی نظر میں اچھا کر دکھایا ہے اور ان کو راہِ راست سے روک رکھا ہے اور انہیں اتنی سی بات نہیں سمجھتی کہ وہ اس خدا ہی کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمان زمین کے پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور ہم لوگ جو چھپا کر یا ظاہر میں کرتے ہیں وہ ان سب باتوں کو جانتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی تو بڑے عرش کا مالک ہے۔ سلیمان نے کہا (اچھا) ہم بھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ سچ بیان کیا ہے یا تو جھوٹا ہے۔

فہر سب سے پہلے تو یہاں سے اور تھیں پتھیں بنت خراجل کی حکومت تھی۔ ہند کا سلیمان جیسے جلیل القدر بادشاہ سے یہ کہنا کہ میں وہ جانتا ہوں میں کا آپ کو علم نہیں بظاہر ایک گستاخانہ کلام تھا لیکن جو نیکو دہاں کے واقعات کو ہند پر چشم دید بیان کر رہا تھا اس لیے حضرت سلیمان خاموش رہے ورنہ ان کو یہ معلوم تھا کہ شہر باغلاں جگہ ہے اور غلاں قوم اس میں آباد ہے لیکن اس وقت کے جو حالات ان تک نہیں پہنچے تھے، ہند ان کو آنکھوں سے دیکھ کر آیا تھا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کو اس کا کلام پتہ تھا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ وہ آفتاب پرست ہیں اور ان کی حکمران ایک عورت ہے یا اس کا تخت بہت بڑا ہے ہند پر یہ کہہ رہا تھا کہ میں باتوں کا علم آپ کو نہیں دے سکے معلوم ہیں یعنی میں چشم خود دیکھ کر آیا ہوں۔ مفسرین نے اَلَا يَسْجُدُ لِلّٰهِ الَّذِي الْخَرَابِيُّ يَكْفُرُ بِالْاَلِهَةِ كَلَامِ فِي شَالِكِ لِيَا بِي يَغْلَطُ هُوَ اس کا کلام لا بھندوں پر مستم ہو گیا۔ آگے جو کہہ ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔

جو خبر ہندوں نے بیان کی تھی اس کا ماچھنا ضروری تھا کہ سچ بیان کر رہا ہے یا جھوٹ۔ بقیوں کے سخت کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ لمبائی چوڑائی اور اونچائی میں تیس تیس گز تھا۔ جا بجا تیس تیس برابر تڑے ہوئے تھے اس کے اوپر کے حصے میں سات غاٹے تھے جن میں بڑے بڑے موتی چھتے تھے۔ اس کے جاؤں پائے یا قوت و زور و پھراج و موتی کے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اِذْ هَبْ بَكِيۡبِيۡ هٰذَا فَاَلْقِهٖۤ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَتْ يَاۤ اَيُّهَا الْمَلُوۡاۤ اِنِّىۡ اَلْقَيْتُ اِلَيْكَ كَرِيۡمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسَمْرِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۴۰﴾ اَلَا تَقْلُوۡا عَلٰى وَاَتُوۡنِيۡ مُسْلِمِيۡنَ ﴿۴۱﴾ قَالَتْ يَاۤ اَيُّهَا الْمَلُوۡاۤ اَفْتُوۡنِيۡ فِيۡ اَمْرِيۡ ۗ

مَا كُنْتُ فَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوۡنَ ﴿۳۷﴾

(حضرت سلیمان نے کہا) میں یہ غلطی نہ جا اور ان کے پاس ڈال کر پھر ان کے پاس سے ہٹ جانا۔ پھر دیکھتے رہنا کہ آخر وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ (جب خط بقیوں کو ملا تو) اس نے کہا اے میرے سردار، ایک واجب الاحترام خط میرے پاس ڈالا گیا ہے (میں میں لکھا ہے) یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے (اس کا سزا مر ہے) بسم اللہ الرحمن الرحیم (مضمون یہ ہے) مجھ سے سرکشی نہ کرو اور میرے سامنے فراتر وار بن کر حاضر ہو جاؤ۔ اس نے کہا، اے میرے سردار، اس معاملہ میں اپنی رائے مجھ پر ظاہر کرو (کیونکہ میرا فائدہ ہے کہ) جب تک تم میرے سامنے موجود ہو (اور اپنی رائے نہ دو) میں کسی امر کا (بطور خود) منبسط نہیں کیا کرتی۔

بقیوں جبکہ عجز و غرور تھی یہ خط ہندوں نے ایک روشن دان سے محل کے اندر داخل ہو کر اس کے سینہ پر رکھ دیا جس سے بیدار ہوئی اور خط کو سینہ پر رکھا دیکھا تو سخت پریشان ہوئی کہ یہاں سے آگیا۔ کھولا اور مضمون خط سے آگاہ ہوئی، تو اپنے درباروں کو لاکر کہا، ایسا ایسا خط میرے پاس آیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عظیم الشان بادشاہ کا خط ہے کیونکہ اس کی عظمت کا ایک نشان تو یہی ہے کہ پندے اس کے تابع فرمان ہیں۔ دوسرے اس کی عظمت کا میرے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا ہے۔

حضرت سلیمان کی سلطنت کا زمانہ تقرباً چار ہزار سال قبل مسیح تھا۔ اس وقت بھی کسی تحریر یا تقریر کا آستانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کیا جاتا تھا۔ یعنی اس وقت کی زبان میں بھی عربی کے یہ الفاظ پاک بہستور بولے جاتے تھے اس بسم اللہ کا اثر تھا کہ حضرت سلیمان کے خط سے بقیوں خوفزدہ ہو گئی حضرت سلیمان کا خط بہت مختصر تھا یعنی کل دو باتیں تھیں ایک یہ کہ سرکشی اختیار نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ چپ چاپ فراتر وار بن کر مل آؤ۔

قَالُوۡا خُنُّۡنَ اَوْ لَوْ قُوۡةٌ وَّ اُولُوۡاۤ اَبۡسٍ شَدِيۡدَةٌ وَّ اَلَاۤ اَمْرٌ اِلَيْكَ فَاَنْظُرِيۡ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ ﴿۳۸﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمَلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرْيَةً اَفْسَدُوۡهَا وَاَجْعَلُوۡا اَعۡزَّةَ اَهْلِهَا اِذۡلَّةً ۗ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوۡنَ ﴿۳۹﴾ وَاِنِّىۡ مُرْسَلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدٰىۡتِهٖۤ وَنُظْرَةٍۢ بِمِۡ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوۡنَ ﴿۴۰﴾

سرداروں نے کہا ہم بڑے زور دار اور لڑاکا لوگ ہیں (ہم اس سے مقابلہ کرنے کو تیار ہیں) آگے ہر امر کا آپ کو اختیار ہے (آپ جو حکم دیں) اس کے انجام پر آپ خود ہی غور کر لیں۔ بقیوں نے کہا بادشاہوں کا یہ قاعدہ ہے کہ جب فاتحانہ انداز سے کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے عزت دار باشندوں کو ذلیل کرتے ہیں اس کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور یہی کیا کرتے ہیں۔ میں ان کے پاس کچھ تختے بیچ رہی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ اچھی لوگ کیا جواب لاتے ہیں۔

بعض مسخرے نے لکھا ہے کہ جو تختے بیچے تھے وہ یہ تھے:

خصوصاً غلام زنا، لباس میں، طلائی زیوروں اور قیمتی لباس سے راستہ پانسو لوڈیاں مروانہ لباس میں، سنہری بڑاؤ زین کے گھوڑے پر سوار، ایک ہزار سونے پانڈی کی انٹیں، ایک ہزار عربی گھوڑے بڑاؤ زین کے۔ ان کے ساتھ ایک بڑاؤ تاج اور ناسقہ مہربوں کے ڈبے تھے۔ یہ سب سامان منڈی بن عمرو کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ امتحان یہ تھا کہ اگر مذہبی بادشاہ ہیں تو لے لیں گے ورنہ واپس کر دیں گے۔ اور یہ بھی پہچان لیں گے کہ لوڈی کون ہے اور غلام کون اور ناسقہ مہربوں میں سے امی چیز سے سوراخ کرا دیں گے جو فروغ جن وانس سے نہ ہوگی۔

پہلے ان لوگوں کے پیچھے سے پہلے ہی اگر حضرت سلیمان کو خبر کر دی کہ بڑا سامان آ رہا ہے تو آپ نے بھی اپنے دربار کی آراستگی کا حکم کیا اور وہاں تہہ بڑا کر سات کوس کے طولانی میدان میں پانڈی سونے کی اینٹیں بچھیں اور رخ سونے اور باقوت کا بڑاؤ فرش بچھا۔ اعلیٰ گھوڑے مختلف رنگوں کے بڑاؤ زین سے سجے ہوئے منگائے گئے۔ ہر دن مندر کے آنے کا تھا اس دن بیچ میں تختہ شاہی رکھا گیا۔ اس پر چار ہزار طلائی و نقرئی کوسیاں بچھائی گئیں۔ ورنہ غلام ان پر بٹھائے گئے۔ سب سے آگے آدمی ان کے بعد دیو چہرہ درندوں اور چو پاؤں کے لشکر صفت برصفت کھڑے ہوتے پھر ہندوں نے اپنے پرش کا سایہ کیا۔ عرض اس شان سے حضرت سلیمان جلوہ فرما ہوتے۔ جب مندر آیا تو یہ سالانہ کیونکر اپنے تختوں پر نیت نام ہوا۔ پھر آپ نے سب سوالوں کے جواب دیئے۔ دیکھ سے سوتی میں سوراخ کرا لیا۔ لوڈیوں اور غلاموں کو پہچانا اور سب تختے واپس کر دیئے۔

اوپر کی دونوں روایتیں بالفاظِ انبیزی کے ساتھ کہی گئی ہیں۔ حضرت سلیمان اگرچہ بادشاہ تھے مگر اس کے ساتھ بھی نچھے۔ ان کی بادشاہت نبوت کے سایہ میں جلوہ ناسخی۔ انہوں نے جو خط بقیوں کو لکھا تھا اس سے مقصد اس کے مسلمان بنانا تھا نہ کہ اپنی بادشاہت کا فروغ دکانا۔ اگر بادشاہت کا طریق دکھانا ہوتا تو جو خط سادہ طریقہ سے بھیجا گیا تھا وہ بڑے شاکت باٹ کے ساتھ بھیجا جاتا۔ انہوں نے ایسا نہ کیا ایک سادہ پرچہ پر دو لفظ لکھ کر کہہ دی کہ جو بیچنے والے تھے۔ اس سادہ خط کا جو بخت کی شان لیے ہوئے تھا بقیوں کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ پس اس طرح اگر بقیوں نے تختے بیچے تھے تو انہیں اپنی شان دکھانی تھی نہ کہ سات کوس تک سونے پانڈی کے بڑاؤ فرش پر چار ہزار نقرئی و طلائی کوسیاں بچھانے کی۔ کیا بقیوں کے وفد کو کوسوں میں کراہت مند تھا یا صرف اپنے دربار کی شان دکھانی تھی۔ ایک نبی ایسی باتوں کو

پند نہیں کر سکتا۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ ہماری نظر کے سامنے آتا ہے کہ بادشاہ روم کا وفد زق برقی لباس میں جب مزین منورہ آیا اور اس کی پیشی سرکار دو عالم کے سامنے ہوئی تو آپ اس وقت زمین پر سجاہ کے گچ میں بیٹھے ہوئے تھے اس سادگی کا یہ اثر تھا کہ وہ سب سلمان ہو گئے اور اس کا اقرار کیا کہ خدا کے اور بندوں کے بنائے ہوئے بادشاہوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

ذکر وہ بلا واقعات افسانہ نویسوں کے خود سامنے واقعات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں

فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنَ قَالَ اَتَمُّدُوْنِ بِمَالِ اٰتِنِ ۙ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّا
اٰتٰكُمْ ۗ بَلْ اَنْتُمْ بِهٰدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَا
تِيْنَهُمْ بِجُنُوْدٍ ۙ قَبْلَ لَهْمُ بِهَا ۙ وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا ۙ اِذْ لَقَّوْهُمْ
طُغْرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يَا اَيُّهَا الْمَلَاِئِكَةُ يَا تِيْنِيْ بِعَرَشِهَا قَبْلَ اَنْ
يَّاتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عَفْرِيْتُ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اَتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ
اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۗ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيْٓ اٰمِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِي
عِنْدَهٗ عَلِمَ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اَتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّزِيْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفَكَ
فَلَمَّا رَاَهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْٓ لِيَبْلُوْنِيْٓ ؕ اَشْكُرُ
اَمْ اَكْفُرُ ۗ وَمَنْ شَكَرَ فَاٰمَّا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاَنْ رَبِّيْ
غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

جب ہند سلیمان کے پاس آیا (اور تختے پیش کیے) تو آپ نے فرمایا کیا تم مجھے مال میں مدد دینے کے

جو کچھ مجھے اللہ نے دیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو تم لائے ہو۔ ان اپنے تئوں سے تم لوگ ہی خوش رہا کرو۔ تم ان کے پاس بیٹھ کر جاؤ (اور کہہ دینا) ہم ایسا شکر لے کر آئے ہیں جس کا ان سے مقابلہ ہونہ سکے گا۔ ہم شہرستان کو ذلیل و خوار کر کے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے (اس کے بعد) آپ نے اپنے دو بار یوں سے فرمایا، تم میں کون ایسا ہے کہ یقین کا تخت اس سے پہلے اٹھا لائے کہ وہ میرے پاس فرما تیرا رہنمائی کرے۔ گروہ جن میں سے ایک یوں لے کہا، آپ کے دو بار برخواست کرنے سے پہلے میں اسے لا کر حاضر کروں گا۔ اور یقیناً میں اس پر قابو رکھتا ہوں اور ذمہ دار ہوں۔ جس کے پاس کتاب خدا کا تصور اساطیر تھا (اصف برزیا وزیر سلیمان) اُس نے کہا میں آپ کی پاک چھینکے سے پہلے لائے دیتا ہوں جب حضرت سلیمان نے اس کو اپنے سامنے رکھا تو ابا یا تو فرمایا، یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائش نہ آئے کہ آیا میں شکر سجالاتا ہوں یا کفر اختیار کرتا ہوں اور جو شکر گزار ہوگا وہ اپنی ذات کے لیے ہوگا اور جو کفر کرے گا تو میرا رب بے پروا ہے اور سخی ہے۔

جب تک یقین کا وہ شہر ساہیں پہنچا اور مکہ سے حضرت سلیمان کے حالات بیان کیے تو وہ کچھ گئی کہ یہ صرف بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ یقین خدا کے غائب ہونے ہیں۔ لہذا اس نے حضرت سلیمان کے شکر چھینکے سے پہلے ہی میں اپنے تمام لاؤشکر اور سادو سامان کے وہاں سے گوج کیا تاکہ بیت المقدس میں خود حضرت سلیمان کے سامنے جا کر اپنے اسلام کو ظاہر کرے۔ ابھی بیت المقدس سے فاصلہ پر تھی کہ حضرت سلیمان نے اپنے دو بار یوں سے اس کے تخت کو اٹھا لائے کے لیے فرمایا۔

بعض تفسیریں کا خیال ہے کہ حضرت سلیمان اس تخت کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے تھے اگر وہ اچاقی توہران کو اس کے لینے کا کوئی حق نہ رہتا کیونکہ وہ مسلمان ہو چاقی۔ سلام لانے سے پہلے کافروں کے مال پر ان کو قبضہ کر لینے کا حق تھا۔ لاجل ملاقات ایک نبی کے دل میں ایسا حیرانہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا۔ ان کے پاس کیا کچھ تھا جو تخت کا لالچ کرتے بلکہ وہ یقین کو نبوت کا مجرہ دکھانا چاہتے تھے تاکہ خدا کی قدرت کا ایک گہرا نقش اس کے دل پر بیٹھ جائے جس شخص نے کہا تھا کہ میں طرفدار میں ہوں بلکہ کوئی تخت حاضر کیے دیتا ہوں وہ حضرت سلیمان کے وزیر اصف بن برخیا تھے جن کو حضرت سلیمان نے اس قسم کی تعلیم دی تھی اور کتاب خدا کا کچھ علم بھی رکھتے تھے اس لیے ان کے اندر وہ قوت پیدا ہو گئی تھی جو ان کے اشارہ کرتے ہی زمین جھٹ آئی اور تخت ان کے سامنے رکھا گیا۔

آیت میں علم من الکتاب ہے یعنی کتاب کے بعض حصوں کو ان کو علم تھا پوری کتاب کا نہیں من الکتاب ہے جس کے معنی ہیں کہ ہیں۔ پس کون ان کو لے کر سکتا ہے اس شخص کی طاقت اور قوت اور تصرف فی العالم کا جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہو۔ آیر خلق کفنی یا اللہ شہید ابینی وینکھ و من عندہ علم الکتاب۔ (۱۳ - ۱۴)

(دوسرے) تم کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو ایک تو اللہ کافی ہے دوسرا وہ شخص جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔" متعجب تفسیروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد عبد اللہ بن سلام ہیں جو یہودی سے سلمان ہوئے تھے اور جو کتاب قرابت کے عالم تھے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ سورہ کی آیت ہے اور عبد اللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے تھے۔ دوسرے گواہی تو اس شخص سے دلوانی گئی ہے جو قرآن کا علم رکھتا تھا تاکہ یہ تصدیق ہو کہ یہ کتاب خدا کی نازل کی ہوئی ہے نہ کہ ایک فوسل کی جو قرآن کی تعلیم سے ابھی واقف ہی نہ ہوا تھا۔ اگر کہا جائے کہ یہ بات صحیح نہیں آتی کہ طرہ العین میں وہ تخت کیسے آگیا تو فرمیں کہتا ہوں کہ مجرہ تو وہی ہوتا ہے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ اگر سمجھیں آجائے تو یہ وہ مجرہ ہی نہیں۔ کیا سوچیں گے کہ یہ عجا کا انڈیا بن جانا اور علی کا منج سے پر نہ بنا کر آڈا دینا حضرت رسول خدا کے دست مبارک پر سنگیوں کا بیج کرنا سمجھیں آتا ہے؟ تو اس کے سمجھ میں نہ آنے سے کیوں بلبلا جاتا ہے۔

جو لوگ جنات کو انسان ہی میں شمار کرتے ہیں وہ بتائیں کیا ایک انسان میں اتنی طاقت ہو سکتی ہے کہ وہ دونوں کر کے کہیں دو بار برخواست ہونے سے پہلے تخت کو لا رکھوں گا۔ دو بار زیادہ سے زیادہ دو تین گھنٹے میں برخواست ہو جائے۔ یقین کا دار السلطنت بیت المقدس سے ہزار ڈیڑھ ہزار میل دور تھا۔ کیا سوائے جن کے کسی انسان میں اتنی طاقت ہو سکتی ہے کہ وہ ایک عظیم الشان تخت اتنی دور سے سر پر رکھ کر لے آئے اور اتنی جلد اٹھا لائے۔

قَالَ نَكُرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرَ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿۳۱﴾ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكَ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأَوْتَيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿۳۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿۳۳﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۴﴾

فرمایا اس کے تخت میں اس کی عقل کے امتحان کے لیے تیرا کردار تاکہ تم سمجھ لیں کہ سمجھ رکھتی ہے یا ان لوگوں

میں سے ہے جو نہیں سمجھتے۔ جب بقیس سلیمان کے پاس آئی تو پوچھا گیا کہ یہ تمہارا تخت و سیاہی ہے اس نے کہا گویا یہ وہی ہے۔ ہم کو تو پہلے ہی آپ کی نبوت کا علم ہو گیا تھا اور ہم تو آپ کے پہلے ہی فرما نہ دار تھے۔ پس سلیمان نے جسے وہ پہلے پوچھتی تھی اس کی عبادت سے روک دیا کیونکہ وہ کافر قوم کی تھی۔ پھر اس سے کہا گیا کہ اب آپ محل میں چائے۔ جب اس نے محل میں شیش کا فرش دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور گزرنے کے لیے اس طرح اپنے دونوں پائے اٹھائے کہ دونوں پنڈلیاں کھول دیں حضرت سلیمان نے کہا (تم ڈرو نہیں) یہ پانی نہیں ہے محل ہے جو شیشوں سے منڈھا ہوا ہے۔ اس نے کہا پروردگار! میں نے (سورج کو پوچھ کر) اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اب میں سلیمان کے ساتھ ساڑھے جہان کے پائے دل خدا پر ایمان لاتی ہوں۔

بقیس کے آنے سے پہلے قوم جن کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر سلیمان نے اس سے شادی کر لی تو ایک عورت ہم پر حکومت کئے گی۔ لہذا انہوں نے مشورہ کر دیا کہ وہ بے عقل ہے دوسرے بیٹے کے ہوتے تو اسے کہہ بیرون نہ لے لے پھر کے سے بال ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت سلیمان کا دل اس کی طرف سے ہل جائے۔ جب وہ اٹھی تو ان دونوں بائو کا امتحان لینا ضروری ہو گیا۔ سب سے پہلے عقل کا امتحان کرنا تھا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ تخت بقیس کے آنے سے پہلے دربار سلیمان میں پہنچ گیا تھا۔ اور اس کے آنے سے پہلے آپ نے تخت میں تبدیلی کا حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ اس کے پہنچنے تک اس میں تبدیلی کر دی گئی تھی جب تک آئی تو تخت اس کو دکھا دیا گیا۔ اس نے کہا گویا یہ وہی ہے۔ اس طرف سے اس کی عقل کا امتحان ہو گیا۔ اب رہا ان لوگوں پر ہالوں کا امتحان تو اس کی تدبیر بھی پہلے سے کر لی گئی کہ شیش کے فرش کے نیچے پانی چھوڑ دیا گیا تھا اور روایت ہے اس میں مچھلیاں بھی ڈال دی گئی تھیں۔ جب وہ محل میں داخل ہوتی اور یہاں دیکھا تو پانی خیال کر کے دونوں پائے اٹھا لیے۔ حضرت سلیمان نے دیکھ لیا کہ دونوں پنڈلیاں صاف ہیں۔ چونکہ آپ ایک نامحرم عورت کی پنڈلیاں کھول کر نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے یہ عمل کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان نے اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس سے نکاح کر لیا۔ اور اس کے ملک کو اسے واپس کر دیا بلکہ اسی کو بخش دیا۔ ہر مہینہ خود اس کے پاس جا کر تہنہ تھے۔ بقیس کے بلوں سے کئی اولادیں ہوئیں۔ اس واقعہ میں سبق آموز بات یہ ہے کہ ایک عورت کی دانائی نے اسے کس طرح اپنے ملک کو بحال کیا اور اپنے کو بھی رسوائی سے محفوظ رکھا۔ اگر غرور و مملکت میں آکر اور درباریوں کی رستے پر عمل کر کے لڑائی تو سب کچھ کھو بیٹھتی اور قیدیوں کی صورت میں سلیمان کے سامنے پیش ہوتی۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ آخَاهُمْ صَالِحًا أَنْ عِبُدُوا اللَّهَ

فَإِذَا هُمْ قَرِيبٌ يَخْتَصِمُونَ ﴿٣٥﴾ قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ
بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٣٦﴾
قَالُوا الظَّيْرُ نَابِكُ وَمِنْ مَعَكَ ۖ قَالَ طَیْرٌ كُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ
قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿٣٧﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ
فِي الْأَرْضِ وَلَا يَصْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ
وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا
لَصَادِقُونَ ﴿٣٩﴾ وَمَكْرُؤًا مَكْرًا وَمَكْرًا مَكْرًا وَهُمْ
لَا يَشْعُرُونَ ﴿٤٠﴾

ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے کہا، اللہ کی عبادت کرو جو حق صالح کے آتے ہی (ان کی قوم کے) دو فریق بن کر باہم جھگڑنے لگے۔ صالح نے کہا، اے میری قوم (آخر) تم لوگ جھلائی سے پہلے بُرائی کی طرف جانے کی کیوں جلدی کر رہے ہو۔ تم خدا سے توبہ کرو اور استغفار کیوں نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ وہ بولے ہم نے تو تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے بُرا شگون پایا ہے۔ صالح نے کہا، تمہاری بدقسمتی خدا کے پاس ہے (یہ بات نہیں تو تم سمجھتے ہو) بلکہ تم لوگوں کی آزمائش کی جا رہی ہے۔ اور اس شہر میں نو آدمی تھے جو ملک میں باغی فساد بنے ہوئے تھے اور اصلاح کا ذکر نہ کرتے تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا باہم خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم صالح اور اس کے لڑکے ہالوں پر شب خون ماریں گے۔ اس کے بعد (صالح کے) وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم لوگ ان کے ہلاک ہوتے وقت موجود ہی نہ تھے۔ ہم لوگ تو یقیناً سچے ہیں۔

ان لوگوں نے ایک مذہبیر کی، ہم نے بھی ایک مذہبیر کی۔ ہماری مذہبیر کی ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

حضرت صالحؑ چونکہ قوم کو بد اعمالیوں پر ہمیشہ ٹوکتے رہے تھے لہذا وہ ان کے سخت دشمن ہو گئے کہتے تھے ہم سب پر تمہاری نخواست چھا گئی ہے۔ جو باؤنچی کی کوٹھیں کاٹ دی گئیں تو حضرت صالحؑ نے ان کو عذاب کی خبر دی۔ اس سے ان کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ اس قوم میں تو آدمی سب سے زیادہ کرش تھے حضرت صالحؑ نے پہاڑ کے ایک غار میں مسجد بنائی تھی وہیں مع بال بچوں کے بستے تھے۔ جب انہوں نے قوم کو یہ خبر سنائی کہ نبی دن کے اندر تم پر عذاب نازل ہو جائے گا تو ان لو آدمیوں نے آپس میں قسم کھا کر عہد کیا کہ وہ رات کو حملہ کر کے صالحؑ اور ان کے بال بچوں کا صفحہ پاک کر دیں گے۔ اگر ان کے قبیلہ کے لوگ پوچھ کر رہیں گے تو صاف کہہ دیں گے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں ایسا کس نے کیا۔ خدا کہتا ہے انہوں نے بھی مذہبیر کی اور ہم نے بھی کی جس کی انہیں خبر نہ ہوئی یعنی ہمارا عذاب ان پر آ گیا۔

فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْرِمِينَ ۗ اِنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ
اجْمَعِينَ ۝۵۱ فَمَكَ بِيوتِهِمْ خَاوِيَةً ۗ بِمَا ظَلَمُوا اِنَّ فِي
ذٰلِكَ لَايَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۵۲ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا
يَتَّقُوْنَ ۝۵۳ وَلَوْطٰٓ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفٰحِشَةَ وَ
اَنْتُمْ تَبْصُرُوْنَ ۝۵۴ اِيْتَكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ
النِّسَاءِ ۗ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝۵۵

(اے رسول) دیکھو ان کے مکر کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر ڈالا جنہوں نے ظلم کیا تھا یہ ان کے غالی گھر پڑے ہوئے ہیں۔ جاننے والے لوگوں کے لیے اس میں عبرت ہے اور لوط کا قصہ یہ ہے کہ جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم بدکاری پر گامدہ ہو گئے ہو حالانکہ تم جان بوجھ کر ایسا

کہا ہے ہو۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت کی آگ بجھاتے ہو۔ بلکہ تم جہالت سے بھری ہوئی قوم ہو۔

ف ان کا قصہ پہلے گزر چکا ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۙ اِلَّا اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا آلَ لُوٓطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۗ
اِنَّهُمْ اَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۵۱ فَاَنْجَيْنَاهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗٓ ذِ
قَدَّرْنَا مِنْهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۵۲ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۗ فَسَاءَ مَطَرُ
الْمُنذِرِيْنَ ۝۵۳ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَمٌ عَلٰٓى عِبَادِهٖ الَّذِيْنَ اصْطَفٰٓ
اَللّٰهُ خَيْرًا مَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۵۴

ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوط خاندان کو اپنی بستی سے نکال دو یہی تو سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ لوگ بنتے ہیں۔ پس ہم نے لوط اور اس کے خاندان کو سوائے اس کی بی بی کے بچا لیا اور اس کی بی بی کو پیچھے رہ جانے والوں میں سے قرار دیا تھا اور ان پر پتھروں کا مینہ برسا یا اور ان لوگوں پر جنہیں ڈرا گیا تھا کیسا بڑا مینہ برسا۔ اے رسول، کہو محمد اللہ ہی کے لیے ہے اور سلام ہو خدا کے برگزیدہ بندوں پر اور اللہ بہتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ خدا کا شریک قرار دیتے ہیں۔

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
 فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا
 شَجَرَهَا ؕ إِنَّ مَعَ اللَّهِ لَمَاءَ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعِدُونَ ۝۹
 وَأَمَّنْ جَعَلَ
 الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ
 بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ إِنَّ مَعَ اللَّهِ لَمَاءَ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۱۰
 أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ
 خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ؕ إِنَّ مَعَ اللَّهِ لَمَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝۱۱

اور وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے تہا کے لیے میز برسایا پھر اس
 میز سے خوشناباغ اگائے۔ تہا کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ تم درختوں کو (باغوں میں) اگا سکتے تو
 پھر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی مہبود ہے (ہرگز نہیں) بلکہ یہ خود (اپنے جی سے گڑھ کے بتوں کو) اس کے
 برابر بناتے ہیں۔ کون ہے جس نے زمین کو جاتے قرار بنایا اور اس میں نہریں بہائیں اور اس کی
 مضبوطی کے لیے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان ایک روک بنائی (کہ ٹیٹھا پانی کھاری سے
 نہ بٹے) کیا خدا کے سوا کوئی اور مہبود ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کون ہے جو لوگ کیا انسان
 کی دعا کو سنتا ہے جب اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو اس سے دور کر دیتا ہے۔ وہ وہی ہے جس نے
 ہمیں زمین میں اپنا نائب بنایا۔ کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی مہبود ہے۔ اس پر بھی تم لوگ بہت کم نصیحت
 حاصل کرتے ہو۔

جو شکر کہیں خدا کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو اپنا مہبود بنا بیٹھے ہیں اس سورہ میں ان سے پوچھا جا رہا ہے
 کہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا بناؤ کون ہے کیا کسی میں یہ طاقت ہے کہ ایسی مخلوق بنا سکے اور بس نظام کے

ساتھ دنیائے اولیٰ ہی ہے لہذا بے قرار رکھ سکے۔ اس پر غور نہیں کرنے کہ بنانے والے نے یہ تمام نظام کس حکمت سے بنایا ہے لاکھوں برس سے چل رہا ہے اور اس میں کہیں تبدیلی کی ضرورت نہیں پیدا ہوئی۔ وہی آسمان ہے وہی زمین وہی پانی سوج وہی رنگ وہی بندی وہی خصوصیات وہی حالات۔ تھامے سروں پر کیسے خوشامرزگ کا ایک ساٹھان تناہوتا ہے۔ نہ جلتا ہے نہ بھٹتا ہے نہ گرم ہوتا ہے نہ سرد ہوتا ہے۔ نہ آؤ چھا ہوتا ہے نہ بچھا۔ نہ اس کا کوئی ٹکڑا تھامے سے سروں پر گرتا ہے۔ اس طرح زمین بھی اپنی حالت پر قائم ہے نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی۔ تھامی فطرت کے لحاظ سے ہر شے مناسب ہے۔ چوڑی پتلی سطح، بڑے مزے سے اس پر چلو پیرو سیر سہا کر دو۔ آسمان اور زمین کے درمیان کئی میل تک ایک ہوا کا تڑھ رکھ دیا گیا تاکہ کوڑوں شہاب ثاقب (شوٹنگ سٹار) جو چکر لگاتے ہیں وہ پانی میں ٹھکرا کر آگ کے شعلے نکالتے ہیں تو ان کو ہمارے سروں پر گرنے سے روکے اور اس ہوائی تڑھ سے ستاروں اور سیاروں کی شعاعیں ہم تک پہنچتی ہیں یعنی چھن چھن کر زمین تک آتی ہیں تاکہ ہماری فطرت کے مناسب حال بنی رہے اسی تڑھ میں پرندے آؤتے پھرتے ہیں۔ بناؤ اگر اس نظام قدرت میں کوئی ٹوڑ پڑ جھانٹے تو کیا ہم زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ سب نظام خدا ہی تو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالذات سے کتبلائے ہوئے ہے۔ اگر اس کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو وہ ضرور اس نظام کو بے لگنے کی کوشش کرتا۔

خدا فرماتا ہے پھر ذرا اس پر بھی غور کرو ہم کسی حکمت کے ساتھ سوج کی کرکوں کے ذریعے زمین کا پانی اٹھاؤ اور لے جاتے ہیں۔ پہلے اسے ہوا کے لطیفہ امن پر پھیلاتے ہیں پھر اس سے چھاپیم زمین پر بیڑہ سالتے ہیں۔ کیا ہمارے سوا کوئی اور ایسا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! پھر اس پانی سے زمین کے اوپر کیسے باغ بیجے آگاتے ہیں کیسے کیسے درخت لہلاتے ہیں کیسے کیسے چھل چھول لہلاتے ہیں اس کے تھامے لیے غلہ پیدا ہوتا ہے اس سے شکار بانی آگتی ہیں اس سے جانوروں کے لیے چارہ آگتا ہے جہاں چھیل میدان ہوتے ہیں۔ جنگل میں منگل نظر آتا ہے کیا یہ کام ہمارے سوا اور کسی کے بس کتا ہے۔ پس تم اس سے یہ نتیجہ کیوں نہیں نکالتے کہ ہمارے سوا کوئی میٹرو نہیں لیکن تمہاری مخلوق پر تو ایسے پتھر پڑے ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر ہماری مخلوق کی پوجا پاٹ کرنے لگتے ہو۔

دیکھو تو ہم نے زمین کو تھامے لیے کیسا اچھا فرش بنایا ہے اور ہر طرف تھامے لیے نہریں بہا دی ہیں کہ ان کے پانی سے اپنی تمام ضرورتیں پوری کرو۔ تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ سمندروں کے کنارے اور بیٹھے پانی کے دریاں ہم نے تفریق کا ایک ایسا خط بھیج دیا ہے کہ وہ آپس میں گڈنڈ نہیں ہوتے۔ ایک طرف سے میو تو کھاری پانی تھامے ساتھ کوڑا بھر کر لیا ہے، دوسری طرف سے میو تو نہایت خوشگوار پانی ملتی ہے آڑے گا۔ دونوں کے درمیان کوئی دیوار ہے کسی دھات کی چادر، اس ہماری قدرت کا یہ سب کرشمہ ہے۔ بناؤ کیا ہمارے سوا یہ کام کوئی اور بھی کر سکتا ہے۔ کیا غضب کی بات ہے تم سب کچھ جان کو بھی ہم سے منہ موڑتے ہو۔ اگر ہم چاہیں تو ذرا دیر میں تمہاری کل مروڑ دیں تو تم ہاتھ دوا دیا کرنے لگو مگر ہم باوجود تمہاری نافذ پانی اور بغاوت کے مہلت دے رہے ہیں۔

دیکھو جب کوئی مصیبت آجائے تم پر آ پٹنی ہے اور تم ہلکا کر ہمیں پکارتے ہو اس سے نجات کے خواہشمند ہوتے

ہو تو کیا تم تمہاری مصیبت کو دور نہیں کرتے۔ پھر بھی تم ہم پر ایمان نہیں لاتے۔ اور ہمیں چھوڑ کر دوسری چیزوں کی عبادت کرتے ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔
 میرے بندو ذرا سمجھو تو ہم نے تمہیں روئے زمین پر اطراف مخلوقات بنا کر اس لیے ہی تو بھیجا ہے کہ تم اس کو سکن سے یہاں زندگی بسر کرو۔ ہماری قدرت کے آثار رنگا رنگا وغور دیکھو۔ ہماری خالقیت اور ربوبیت کا اقرار کرو۔ ہمارے احکام کی تعمیل کرو۔ سمجھو کہ اگر اسے اڑے پھرتے ہو اور اپنی زندگی کے مقصد کو بھول کر دنیا کے کھیل تماشوں میں مست ہو جاتے ہو۔

أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلِ الرِّيَّاحَ
 بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۗ عَرَّالَهُ مَعَ اللَّهِ ۗ تَعَلَّى اللَّهُ عَمَّا
 يُشْرِكُونَ ﴿۱۳﴾ أَمَّن يَبْدُو الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ
 مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ عَرَّالَهُ مَعَ اللَّهِ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۖ إِنْ
 كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۴﴾

(اچھا اب ذرا اس پر غور کرو) خشکی اور تری میں جب رات کی تاریکیاں تم پر چھا جاتی ہیں تو تمہیں راستہ کون دکھاتا ہے (منزلی مقصد تک من پہنچاتا ہے) اور کون ہے جو بارش سے پہلے اس کی خوشخبری دے کر (ٹھنڈی) ہواؤں کو بھیجتا ہے تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہے کہ جس کو خدا کا شریک قرار دیتے ہو، خدا کی ذات اس سے بالاتر ہے۔ بناؤ وہ کون ہے جو مخلوق کو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے پھر اسے مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ بناؤ وہ کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق بہم پہنچاتا ہے کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ لے رسول تم ان سے کہو (اگر خدا کے شریک ہونے کے قائل ہو) تو اپنی صداقت پر کوئی دلیل پیش کرو۔

اُس کی رحمت ہے پایاں کا کیا ٹھکانا ہے اپنے باطنی بندوں کو کسی کسی نری کے ساتھ سجا دیا ہے۔ فرماتا ہے

جب اسے کہی آئیوں میں تم ریگستانوں اور سندرہ میں سفر کرتے ہو اور ایسی تاریکی ہوتی ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہیں دیتا اور تم راستہ بھول جاتے ہو۔ ہر طرف ٹھیک ٹھیک پھرتے ہو۔ باوجود اس دل گلاز پریشانی میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر یہی راہ پر کون لگاتا ہے اور بھولا ہوا راستہ کون دکھاتا ہے منزل مقصود تک کون پہنچاتا ہے ہمارے ساتھ کیا اس پر بھی خدا کا شریک کسی کو بناؤ گے۔ دیکھو تو تمہیں ہدم کے تاریک پردوں سے نکال کر وجود کی روشن سطح پر کون لایا۔ تمہیں عیست سے ہست کس نے کیا کیا۔ کیا یہ کام ہمارے سوا کوئی اور بھی کر سکتا تھا۔ پھر تمہیں کچھ دن زندہ رکھا۔ پھر تمہیں مار دیا۔ اس کے بعد قیامت میں پھر اٹھا کر لے گا۔ کیا اس پر بھی تم میں وسرہ لا شریک لا نہیں مانتے۔

اچھا اور سنو، تمہیں یہ رزق کون دیتا ہے۔ ہمارے سوا وہ کون ہے جو تمہارے لیے زمین سے غذا لگاتا ہے اور فتنوں میں پھیل بچاتا ہے۔ ہم ہی تو ہیں۔ پھر تم یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کام کسی اور کے ہوتے کہ نہیں تم ہمارا شریک کسی کو کیوں قرار دیتے ہو۔ اگر تم اپنے دوسرے میں سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو اور ہدایت کرو کہ خدا کا کوئی شریک ہے تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ جب اس کا کوئی شریک ہی نہیں تو تم کیا خاک ثابت کرو گے۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿۱۵﴾ بَلِ ادْرِكْ عَلَيْهِمْ فِي الْآخِرَةِ قَدْبَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا قَدِّبَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُونَ ﴿۱۶﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَعْرَآذًا كُنَّا تَرِبًا وَ أباؤنا ابنا لمخرجون ﴿۱۷﴾ لقد وعدنا هذا نحن و اباؤنا من قبل و ان هذا الا اساطير الاولين ﴿۱۸﴾

(اے رسول تم ان مشرکین سے) کہو کہ آسمان وزمین میں جتنے لوگ بھی ہیں ان میں سے کوئی بھی خدا کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا اور انہیں یہ بھی خبر نہیں کہ قبروں سے کب اٹھا کر لے کیے جائیں گے بلکہ آخرت کا علم ہی ان لوگوں سے گم ہو گیا ہے بلکہ وہ تو اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ (یوں کہو) اس سے لوگ اندھے بنے ہوئے ہیں۔ کفار کہنے لگے جب ہم اور ہمارے باپ داوا (مگلی مگر) مرقی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے۔ اس کا تو پہلے ہی ہم سے وعدہ

ہمارے باپ دادا سے وعدہ کیا گیا تھا (کیسا اٹھنا کیسی قیامت) ہونے ہو یہ تو ان لوگوں کے دھکوسلے ہیں

۱۵ اپنی توحید کے بہت سے ثبوت لینے کے بعد اب یہ سزا قیامت کو سمجھاتا ہے۔

غیب کا علم بالذات حضرت خدا کے سوا کسی کو نہیں، خواہ فرشتے ہوں یا انبیاء و اولیاء۔ ان اگر خدا اپنے انبیاء و مرسلین کو بعض باتوں کی خبر دیتا ہے تو بذریعہ وحی یا الہام۔ خواب یا صحیفہ کے ذریعہ سے دے دیتا ہے۔ چنانچہ یہ حضرات ہی ذریعہ سے پیغمبریاں کیا کرتے ہیں۔ بخدا انہما غیب قیامت کی خبر بھی ہے اس کو بھی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ چیز انبیاء کو بھی نہیں بتائی گئی۔ کوئی نہیں جانتا لوگ کب قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ ایسا تو جب ہی ہو گا کہ جتنی مخلوق اُسے پیدا کرتی ہے وہ سب منصفہ شہود پر آہائے اور جو کارخانہ قدرت نے بنا دیا ہے اس کی ایک ایک چیز انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے دکھائے کیونکہ انسان اس کی معرفت کا مزینہ دار ہے۔ اور کائنات کا ہر ذرہ اس کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے علم سے اُس نے ہر شخص کو خبر رکھا ہے۔ جو لوگ اہل ایمان ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں کہ قیامت آئیگی ضرور آئے گی اور یہ کہ وہ لوگوں کے جانے سے نہیں آئے گی بلکہ جب خدا چاہے کاتب لکے گی لیکن کفار کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں قیامت میں مردوں کا زندہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ جب ایک ہم گل سڑ کر مٹی بن گیا تو پھر اس کا زندہ ہونا کیسا؟ انبیاء و مرسلین ہمارے باپ داداؤں کو پہلے ہی قیامت سے ڈراتے چلے آئے ہیں میں باوجود ہزار سال گزرنے کے کاتب تو یہ نظر سامنے آیا نہیں، کیسی قیامت کیسا قبروں کے اٹھنا، یہ سب دھکوسلے اور لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کی باتیں ہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۶﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۷﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸﴾ قُلْ عَلَيْكَ أَنْ تَكُونَ رُوفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۹﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۲۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكْتَبُ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۲۱﴾

لے رسول تم ان لوگوں سے کہو، ذرا رٹے زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ خدا کے نافرمان بندوں کا انجام کیا ہوا۔ لے رسول تم ان کے حال پر کچھ افسوس نہ کرو اور جو چاہیں یہ لوگ چل رہے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوں۔ یہ لوگ (مسلمانوں سے) پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بناؤ (قیامت یا عذاب کا) وعدہ کب پورا ہوگا۔ ان سے کہو جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو کیا عجب ہے کہ اس میں سے کچھ قریب آگیا ہو۔ بے شک تمہارا رب لوگوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن بہت سے لوگ اس کا شکر نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ جو باتیں ان کے دل میں پریشیدہ ہیں اور جو کچھ یہ علانیہ کرتے ہیں تمہارا پروردگار وہ سب جانتا ہے۔

اُسے لوگوں کو جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے یہ بتایا جا رہا ہے کہ زمین کے مختلف حصوں میں ذرا چل پھر کر دیکھو کہ جن لوگوں نے قیامت کو نظر انداز کر کے یا اس سے انکار کر کے لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ گرا دیے تھے اور اس سے بے خبر تھے کہ ایک دن اس ظلم کی ان سے باز پرس ہوگی۔ ان پر اس دنیا میں کیسے کیسے عذاب آئے اور ان کی دنیا بھاری کس صورت سے تباہ ہوئی۔ جن مظلوموں کو انہوں نے کھلا تھا، جن بے قصروں کے گلے پر چھری چھلائی تھی اور وہ انتقام لینے بغیر اس دنیا سے چلے گئے تھے کیا ان کی داوری کہیں نہ ہوگی۔ کیا ان کے سونے ناسحق کا بدلہ ان کے دشمنوں سے نہ لیا جاتا ہے گا۔ ایسی صورت میں وہ عالم بے سزا پاتے اس کو نیسے و رحمت ہو گئے تھے۔ مظلوموں کا انتقام یوں ہی کیا جاتا رہا ہے گا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ جس خدا نے عادل نے یہ کائنات بنائی ہے جو مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے وہ ایک دن ضرور ظالموں کو اس ظلم کی سزا دے گا۔ اسی روز کا نام قیامت ہے۔ اس کے آنے میں شبہ نہیں۔ اسے دُور نہیں قریب ہی سمجھو۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ وہ جموں کو مہلت دے رہا ہے لیکن اس کے یہ سنی نہیں کہ وہ جموں سے بدلہ نہ لے گا اور مظلوموں کی فریاد رسی نہ کرے گا۔ تمہارے سب اعمال خواہ ظاہر ہیں کیسے بول یا باطن میں، اس کی شکل کے سامنے ہیں۔ اُس نے اس کی جانچ پڑتال کی ہے ایک دن متحرک رکھا ہے۔ تم اس کی جلدی مچا رہے ہو۔ حالانکہ وہ قریب ہی ہے جب تم قروں سے نکالے جاؤ گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ ایک دن یا اس سے کچھ زیادہ قریب ہی ہے ہو۔ تمہیں قیامت کا دن یک نعت بہت قریب معلوم ہوگا۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۸۶﴾

کوئی چھپی ہوئی چیز خواہ آسمان میں ہو یا زمین میں ایسی نہیں جو روشن کتاب (لوح محفوظ) میں نہ ہو

(سب حالات وہاں کیسے ہوتے ہیں۔ پس کوئی سچ کر کہاں جاسکتا ہے۔ قیامت میں سب برابر رکھو لے رکھو جیسے جاتیں گے اور ایک ایک بات کی جواب ہی کرنا ہوگی۔)

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَاقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۸۷﴾ وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿۸۹﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿۹۰﴾ إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمَعُ الْقَمَمَ الدُّعَاءَ إِذَا وَلُوا مَدْبِرِينَ ﴿۹۱﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادِيَ الْعَعْمَىٰ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۹۲﴾ وَإِذَا وَقَع الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ لِأَنْتَ الشَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿۹۳﴾

یشتہ قرآن بنی اسرائیل کی اکثر ان باتوں کو جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے ظاہر کر دیتا ہے اور یہ قرآن ایسا ہزاروں کے لیے سزا بنا یا ہدایت و رحمت ہے۔ بے شک تمہارا پروردگار اپنے حکم سے ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرے گا اور وہ غالب اور حکمت والا ہے پس تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم سرکشی تھی پر ہو۔ بے شک نہ تم مُردوں کو اپنی بات سنا سکتے ہو نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہو خاص کہ جب وہ بیٹھ پھیر کر جھال کھڑے ہوں اور نہ تم ان دھولوں کو ان کی گواہی سے بچا کر اور راست پر بلا سکتے ہو تم تو بس انہی لوگوں کو اپنی بات سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں یہی لوگ تو ماننے والے ہیں۔ جب ان لوگوں پر (قیامت کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے واسطے زمین سے

ایک چلنے والا نکال کھڑا کریں گے جو ان سے ہاتھ کرے گا کہ (فلاں فلاں لوگ) ہماری آیتوں کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

بنی اسرائیل کے درمیان بہت سی اختلافات تھے مثلاً بعض لوگ تو تورات کے بعض احکام پر ایمان لائے ہوتے تھے۔ بعض عزیر بنی کو ابن اللہ کہتے تھے یعنی نہیں۔ بعض ان کے مرکز زندہ ہونے کے قائل تھے بعض نہیں ایسی طرح جو اختلافات ان اہل ایمان اور کفار قریش کے درمیان تھے۔ خدا اپنے رسول سے کہتا ہے تم خدا پر ہجو و سرکھو ان کا فیصلہ بھی تم کو دیں گے۔ تم جو نکرتی رہو اس لیے تم ان کی باتوں سے عقیدہ خاطر نہ ہو۔ تم ان لوگوں کو اپنی باتیں نہیں سنا سکتے ہیں کہ ضمیر مردہ ہو چکے ہیں یا جو تہادری باتیں کان دھر کر سنتے ہی نہیں بلکہ جو بات تم کچھ کہتے ہو تو وہ بجا کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسرے قیامت کے قریب دابئہ الارض کے خروج کا ذکر ہے اس میں مفسرین کا اختلاف ہے، مفسرین اہلسنت نے ایک چوپایہ مراد لیا ہے جو بقدرت خدا لوگوں سے ہاتھ کرے گا۔

مفسرین شیعہ نے لکھا ہے کہ دابئہ الارض کو مفا کے نزدیک سے چلے گا اور اس کے پاس حضرت سلیمان کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ کا عصا ہوگا۔ وہ انگوٹھی سے مومنوں کے چہرہ پر نشان بنائے گا تو ان کا چہرہ نورانی ہو جائے گا اور یہ لکھا نظر آئے گا کہ یہ مومن ہے۔ اور کفار کے چہروں پر عسائے نشان کرے گا تو ان کے چہروں پر لکھا جائے گا کہ یہ کافر ہے۔ اس وقت مومنوں کی خوشی اور کفار کے رنج کی کوئی حد نہ ہوگی اور یہ علامت آفتاب کے مغرب سے نکلنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ جب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس وقت ایمان لانا کچھ مفید نہ ہوگا۔ اس آیت سے رحمت کا ثبوت واضح طور سے ملتا ہے۔ حدیث میں ہے امام آخر الزماں کے ظہور کے وقت اور قیامت سے قبل نیک لوگوں کو جو ان کے پیچھے دوست یا پکے دشمن تھے زندہ کرے گا تاکہ وہ لوگ فراب یا عذاب اخروی کے علاوہ اپنی اپنی کارستانیوں کا عذاب کو دنیا میں ہی دیکھ لیں اور یہ طلب اس آیت سے واضح ہے۔ کیونکہ اگلی آیت میں ہے کہ ہم ایک گروہ کو جمع کریں گے اور یہ بات قیامت میں نہ ہوگی بلکہ اس وقت تو سب ہی زندہ ہوں گے بلکہ قبل از قیامت وہ گروہ زندہ ہوگا۔

دابئہ الارض سے مراد چوپایہ مانور نہیں ہے بلکہ زمین پر چلنے والا مراد ہے۔ اس سے مراد امیر المؤمنین ہیں تفسیر فی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسالتابہ مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ حضرت علیؓ دیت کے ڈھیر پر سر رکھے سو اُسے میں حضور نے ہرے چمکو کر فرمایا قصہ یاد ابئہ الارض۔ کسی نے کہا کیا ہم بھی ایک دوسرے کو اس نام سے پکار سکتے ہیں۔ فرمایا نہیں! یہ صرف علیؓ ہی کا لقب ہے۔

دابئہ الارض کے معنی ہیں زمین پر چلنے والا۔ یوں تو زمین پر چلنے والے سب ہی ہیں لیکن یہاں وہ چلنے والا مراد ہے جس نے معصیت کے ساتھ کبھی کوئی قدم زمین پر رکھا ہی نہ ہو۔ زمین سے امیر المؤمنین کو ایک خاص نسبت

ہے اس لیے آیت کا لقب البرزاق ہوا جس کے ظاہر ہی معنی مٹی کے باپ کے ہیں۔ لیکن اہل معنی ہیں انکساری کرنے لگے اس نسبت کی بنا پر آیت قریب قیامت میں جب زمین زلزلہ میں آئے گی تو سوال کریں گے قَالَ الْاِنْسَانُ مَا تَهَيَّاؤُمْ شَيْذًا تَخْتَابُونَهَا۔ یعنی جب زمین کا زلزلہ کسی طرح فتنم نہ ہوگا تو ایک انسان اس سے کہے گا کچھ کیا ہو گیا ہے تیرے وہ اسی انسان سے اپنی خبریں بیان کرے گی۔ وہ انسان حضرت علیؓ ہیں جن کا ایک لقب دابئہ الارض ہے دوسرا البرزاق۔ زمین سے سوال کرنے اور اس کی خبریں اس کی زبان سے سننے کی خصوصیت بھی علیؓ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں۔ جن مفسروں نے دابئہ الارض سے چوپایہ مراد لی ہے ان سے کوئی بوجھ کچھ پوچھا کا ادبوں سے کلام کرنے کا کیا مقصد ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مَنْ كَلَّمَ امْرَأَةً فُوجًا مَّمَّنَ يُكَذِّبُ بآيَاتِنَا فهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۴﴾
 حَتَّىٰ اِذَا جَاءُ وَقَالَ اَكْذَبْتُمْ بآيَاتِي وَلَمْ تُحِطُوا بِهَا عَلِمَ اِمَّا اَكُنْتُمْ
 تَعْمَلُونَ ﴿۸۵﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۸۶﴾
 اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الْيَمَّ لَيْسِكُنَا فِيهِ وَالنَّهَارُ مُبْصِرًا اِنَّ فِي
 ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَمَنْ فِي
 السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَمْ نَشَآءَ اللّٰهَ وَكُلُّ اَتُوهُ
 دٰخِرِيْنَ ﴿۸۸﴾

جس دن ہم ہر امت سے لیے گروہ ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے (زندہ کر کے) جمع کریں گے پھر ان کی ٹولیاں علیحدہ علیحدہ کر دیں گے یہاں تک کہ وہ سب (خدا کے سامنے آئیں گے) اور خدا ان سے کہے گا کیا تم نے ہماری آیتوں کو بے سمجھے بوجھے جھٹلایا۔ جھلانا تو تم کیا کیا کرتے تھے۔ ضرور جو لوگ یہ لوگ ظلم کیا کرتے تھے لہذا ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو گیا۔ پھر یہ لوگ کچھ بھی بول نہ سکیں گے۔ کیا ان

لوگوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ ہم نے رات کو اس لیے بنایا ہے کہ لوگ اس میں پین کریں اور دن کو روشن بنایا (تاکہ اس میں دیکھ بھال کریں)۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں اور (وہ دن یاد رکھو) جب صومر پھول کا ہائے گا تو جتنے لوگ آسمان و زمین میں ہیں دل ہائیں گے مگر جس کو خدا چاہے گا وہ (خوفزدہ نہ ہوگا) اور سب اس کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ حاضر ہوں گے۔

یعنی اس دن ہر قوم کے ان لوگوں کو جمع کیا جائے گا جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے اور ان کو ان کی تکذیب کے لحاظ سے کئی گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا، پھر ان سے پوچھا جائے گا کیا وہ تم ہی ہو کہ بے سمجھے ہو جسے نبیوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ آخر تم کرتے کیا تھے کہ بے تحقیق جھٹلا بیٹھے ان ظالموں سے جو وعدہ باز پرس تھا وہ اس طرح بھڑا ہوگا۔ اب یہ کیا جواب دے سکتے تھے۔ ہماری آیات کو جھٹلانے والوں نے (کم از کم) رات اور دن پر ہی غور کر لیا ہوتا کہ ہم نے رات کو ان کے آرام کے لیے بنایا ہے اگر نہ بناتے تو رات آتی ہی نہ تو بناؤ تم جب کام کرتے تھے نصاب جانتے تو آرام کا وقت کہاں سے پاتے۔ دن کو اس لیے روشن بنایا کہ تم ہر معاملہ کو دیکھو جانا اور جو کام کرو وہ طریقے سے کرو انھوں کی طرح نہ کرو۔ جو لوگ قیامت سے بے خبر ہیں انہیں کچھ لینا چاہیے کہ جب صومر پھول کا ہائے گا تو آسمان والے ہوں یا زمین والے ہوں سب ہی کر رہے ہائیں گے۔ ہاں جس پر اللہ رحم کرے وہ تو ہر شے سے بچ جاتا ہے باقی سب بے مال ہو جائیں گے۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدًا وَهِيَ تَمْرٌ مِّمَّا تَحْتَابُ صُنْعَ
اللَّهِ الَّذِي أَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ وَإِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَاءَ
بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿۸۹﴾
وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكَيْتٌ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ يُجْزَوْنَ
إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۰﴾

جن پہاڑوں کو (آج) تم مضبوط جھا پھو ادیکھتے ہو وہ (قیامت کے دن) بادل کی طرح اڑنے لفظ

نظر آئیں گے۔ یہ اللہ کی صنعت ہے کہ اُس نے ہر شے کو مضبوط بنا دیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سے خبردار ہے۔ جو نیکی کریں گے ان کے لیے اس کی جزا اس سے کہیں بہتر ہے اور وہ روز قیامت کے خوف سے محفوظ رہیں گے اور جو بُرائی کریں گے تو وہ اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیئے جائیں گے جو کچھ دُنیا میں کرو گے اس کا بدلہ تمہیں دیا جائے گا۔

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۚ
وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۹۱﴾ وَإِنْ أَقْتُلُوا الْقُتُلَانَ ۖ فَمَنْ
اهْتَدَىٰ فَأِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۗ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ
الْمُنذِرِينَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرَتِكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾

میں یہ حکم دیا گیا ہوں کہ اس شہر کے رب کی جیسے اللہ نے عزت دی عبادت کروں اور ہر شے اسی کی ہے اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماؤں اور بناؤں اور یہ کہ میں مشرکوں کی تلاوت کروں پس جس نے ہدایت پالی اُس نے اپنی ذات کے نفع کے لیے ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اسے رسول، تم کہہ دو میں بھی (عذاب خدا سے) ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہوں اور کہہ دو الحمد للہ خدا عنقریب تمہیں اپنی نشانوں میں سے دکھائے گا اور تم انہیں پہچان لو گے۔ جو کچھ تم کرتے ہو تمہارا رب اس سے غافل نہیں۔

کنارہ مشرکین کو کہہ جا رہا ہے کہ باوجود خدا کی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے اس سے خوف ہو۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس محترم شہر کے رب کی عبادت کروں۔ انہوں سے کہہ دو تم ایک ایسے اچھے شہر میں رہتے ہو جہاں زندگی کا ہر سامان تمہارے لیے موجود ہے پھر بھی تم اس شہر کے رب اور مالک کی عبادت نہیں کرتے اور اس کی

فریاد واری پر آمادہ نہیں ہوتے۔ میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں گا۔ جو دلایت پائے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا۔ اور جو گمراہ ہے گا وہ مذاب خدا میں مبتلا ہوگا۔ تم خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر ضرور اس کو پہچان لو گے۔ مگر باوجود اس کے جنت پرستی کرنا تمہارے لیے مذابک باعث ہوگا۔ تم یہ نہ سمجھو کہ خدا تم سے فاعل ہے وہ سب کچھ جانتا ہے تم اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ تمہارا کوئی عمل حلال ہے چھپا ہوا ہے۔

سورۃ القصص مکیہ ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طَسَّرَ ۱ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ نَسَلُوا عَلَيْكَ مِنْ تِبْيَا مُوسَى
وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۳ اِنْ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ
وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيْعًا يَسْتَضِيعُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يَذِجُ اِبْنَاءَهُمْ
وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُمْسِدِيْنَ ۴ وَنُؤِيدُ اَنْ تَمُنَّ
عَلَى الَّذِيْنَ اسْتَضِعُّوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اِيْمَةً وَنَجْعَلَهُمُ
الْوٰرِثِيْنَ ۵ وَنَمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَاَرْضِ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ
وَجُنُوْدَهُمْ اَمْنَهُمْ مَا كَانُوْا يَجْدُرُوْنَ ۶ وَاَوْحَيْنَا اِلَى اُمِّ مُوسَى
اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۷ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا
تَحْزَنِيْ اِنَّا نَرَا رَاٰدُوْهُ الْبَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۸

ط۔ س۔ تم۔ یہ کتاب میں کی آیات ہیں۔ ہم تمہارے سامنے ایمانداروں کے فائدہ کے لیے موسیٰ و فرعون کا سچا قصہ بیان کرتے ہیں۔ فرعون نے (ملک مصر میں) بہت سر اٹھایا تھا وہاں کے بسنے والوں کو کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو بہت کمزور بنا دیا تھا۔ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ وہ خدا کرنے والوں میں سے تھا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو روئے زمین پر کمزور بنا دیئے گئے ہیں۔ ہم ان کو امام بنائیں گے اور ہم ان کو مالک بنائیں بنائیں گے اور روئے زمین پر ان کو پوری قدرت دیں گے اور ہم فرعون اور ہامان کو اور دونوں کے لشکروں کو ان کے کمزور ہاتھوں سے وہ چیزیں دکھائیں جن سے یہ لوگ ڈلتے تھے اور ہم نے ماویٰ موسیٰ کو وحی کی کہ تم اس کو دودھ پلا لو اگر اس کی نسبت تم کو کوئی خوف ہو تو اس کو (ایک صندوق میں رکھ کر) دریا میں ڈال دو اور تم اس پر نہ ڈرنا نہ گھسنا (تم اطمینان رکھو) ہم اس کو تمہارے پاس پہنچا دیں گے اور اس کو اپنا رسول بنا لیں گے۔

مصر اور منافات مصر پر فرعون کی حکومت تھی وہ بڑا سرکش بادشاہ تھا۔ اپنے کو تمام لوگوں کا رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ بہترین پرورش کرنے والا سمجھتا تھا۔ جو اس کی مدائی پر ایمان نہ لانا تھا اسے قتل کر دیتا تھا۔ ایک بار فرعون نے اسے ضروری کو بنی اسرائیل میں ایک بچہ ایسا پیدا ہونے والا ہے جو میری تمام سلطنت کو نہ صرف تباہ و برباد کرے گا بلکہ میری ہلاکت کا باعث بھی ہوگا۔ اس روز سے اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کی جو عورت حاملہ ہو اس پر ایک ذریعہ قتل کو پہرہ دار بنا کر بٹھا دیا جائے۔ جس وقت بچہ پیدا ہو فوراً قتل کر دیا جائے اور اگر لڑکا ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ جب ذرا سہانی ہوا تو اسے قبیلوں کے گھر بطور کینہ کام کرنے کے لیے رکھا جائے۔ بڑا بیتے حضرت موسیٰ اس کے شبہ میں آپ کی پیدائش سے قبل دس ہزار بچے اس ظالم نے قتل ہوئے۔ خدا کی شان دیکھ حضرت موسیٰ کا عمل ہی ظاہر نہ ہوا۔

فرعون نے اپنی رعایا کو کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس کے خاندان والے جو قبیلے تھے رائل قبیلے بنے ہوئے تھے۔ بنی اسرائیل بھی بارہ گروہوں میں تقسیم تھے۔ حکومت فرعون میں کوئی کلیدی جہدہ ان کو نہیں دیا جاتا تھا بلکہ سخت مزدوری کا کام ان سے لیا جاتا تھا۔ اور معمولی معمولی صورتوں میں ان کو سخت سزا دینے تھے۔ غرض کہ بنی اسرائیل سخت عذاب میں مبتلا تھے۔ ان کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔ وہ مصر سے باہر بھی نہیں جاسکتے تھے کیونکہ ان کو یہاں پر پھرے بیٹھے ہوتے تھے۔

۱۔ آگے کل قدرت اپنا ایک قانون بیان کرتی ہے وہ یہ ہے،

جو لوگ روئے زمین پر کمزور بنا دیئے گئے ہیں ان کو خلق کا امام و پیشوا بنانے کا اور جس زمین پر وہ ظلم و زندگی بسر کریں گے ان کو اسی ملک کا مالک بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ موسیٰ ہوا، حضرت موسیٰ کے آنے کے بعد

فرعون وہاں کو سخت سزا ملی یعنی وہ دونوں اور ان کا سارا لشکر فرعون کے ہلاک کر دیا گیا اور نبی اکرم ﷺ کو فرعون نے مظلوم مہر کرنے کے عوض مکہ مصر کی سلطنت عطا کی تھی۔ قدرت کا یہ قانون صرف اسی وقت کے لیے نہ تھا بلکہ ہر زمانہ کے لیے ہے۔ جو با بر قومیں مگر ان میں ایک ہی ان کے سردار و کبیر کی ناک رگزی ہونے کی اور مظلوم قومیوں کا بوجھ ان کے سر پر ہوتا ہے جلد یاد رہے ایسا ہوتا ہے۔ فرعون اور ہامان جس عذاب ڈرتے تھے آخروہ ایک ہی ان کے سر پر آ کر رہا۔ ان کی تمام املاک پر ان کے عام ساز و سامان پر بھی اس کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت موسیٰ جب پیدا ہونے تو ان کی والدہ حضرت مرسلہ نے خوف و رنج چھایا ہوا تھا کہ اگر بچہ کے پونے کی آواز کسی نے سنی تو اور پلے سر پر اطلاع دے دی تو بچہ تو ذبح کیا ہی جائے گا میری جان بھی شطرو میں پڑ جائے گی۔ خدا نے وحی کی کہ تم مضطر نہ ہو۔ موسیٰ کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا کے تیل میں چھوڑ دو ہم آگے پھر تمہاری طرف لوٹا دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے حرقیل بن صبور سے جو فرعون کا چھانڈ بھائی تھا اور بڑھئی کا کام کرتا تھا ایک کشتی بنا کر صندوق میں رکھا اس میں حضرت موسیٰ کو رکھ کر دریا کے تیل میں چھوڑ دیا۔ مگر غلطی یہ کہ حضرت قیل کے پوجنے پر یہ بھی کہہ دیا کہ میں اس میں بچہ کو رکھ کر دریا میں چھوڑ دوں گی۔ اس نے فرعون کو اطلاع دینی چاہی لیکن اس کی زبان ایسی بند ہوئی کہ ایک لفظ نہ بول سکا۔ جب دوکان پر آیا تو زبان کھل گئی۔ پھر ارادہ کیا پھر زبان بند ہو گئی۔ میں بار ایسا ہی ہوا، آخر اس نے بچے کو دل سے چھین لیا کہ اب دکھوں گا اور حضرت موسیٰ پر ایمان لے آیا۔

جب موسیٰ عمل مشرکوں میں پہنچے اور کسی دانی کا دودھ نہ پیا تو ان کی بہن نے جو دائیوں کے ساتھ عمل کے اندر داخل ہوئی تھیں آسیدہ فرعون سے کہنے لگیں کہ میں ایک ایسے خاندان کی عورت کو لاسکتی ہوں جو اس بچہ کی کفالت کر سکے گی۔ اجازت لینے پر وہاں سے اپنی ماں کے پاس آئیں اور انہیں ساتھ لے گئیں۔ موسیٰ نے ان کا دودھ پینا شکر پی لیا اور موسیٰ کو ان کی کفالت میں دے دیا گیا اور یوں وعدہ الہی پورا ہوا۔

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِبِينَ ﴿۸﴾ وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قَرَّتْ عَيْنِي وَإِنَّكَ لَأَنْتَ أَهْلٌ لَّا تَقْتُلُونَ وَيَا قَوْمِ عَلِيَ إِنْ يَنْفَعُنَا أَوْ تَنْفَعُهُ وَلدَاؤُهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۹﴾ وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فِرْعَاءَ إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنَّ رَبَّنَا عَلَّمَنَا عَلَيْهَا لَتَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰﴾

(جب وہ صندوق بہتا بہتا فرعون کے قریب پہنچا) تو فرعون کے لوگوں نے اسے اٹھا لیا تاکہ یہی ایک دن ان کا دشمن اور ان کے رنج کا باعث بنے۔ بے شک فرعون و ہامان اور ان دونوں کے شکر غلطی پر تھے (جب موسیٰ محل میں لائے گئے تو) فرعون کی بی بی آسیہ اپنے شوہر سے کہنے لگی، میری اور تمہاری دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو، کیا عجیب ہے کہ یہ ہم کو فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ انہیں خبر نہ تھی (کہ اسی کے ہاتھوں سے برباد ہونا ہے)۔ (یہاں تو یہ ہو رہا تھا) اور موسیٰ کی ماں کا دل ایسا بے چین ہو گیا کہ اگر تم اسے مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتی (ہم نے اسے ڈھاکس دی کر) وہ ہمارے وعدہ کا یقین رکھے۔

وَقَالَتِ لَأُخْتَهُ قَصِيْبَهُ زَفِيْرَتٍ بِهٖ عَن جَنْبٍ وَهٖمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَہٗ لَكُمْ وَهٖمْ لَهُ نَاصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنَاهُ لِآئِمَّتِ كِي تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَلٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور حضرت موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن کو کہا تم اس کے پیچھے پیچھے لگ جاؤ۔ وہ دور سے دیکھتی رہی ان لوگوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ ہم نے پہلے ہی سے دائیوں کا دودھ موسیٰ پر حرام کر دیا تھا۔ موسیٰ کی بہن نے کہا کیا میں نہیں ایک ایسا شریف خاندان بناؤں کہ وہ تمہاری خاطر سے اس بچہ کی پرورش کر دے اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔ (اس ترکیب سے) ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں تک پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو جائے اور رنج نہ کرے اور یہ سمجھے کہ خدا کا وعدہ بالکل ٹھیک ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کی بہن دائیوں کے ساتھ عمل میں داخل ہو گئیں۔ وہاں یہ صورت پیش آئی کہ موسیٰ نے کسی دانی کی صفائی کر مٹی دلا گیا۔ تب حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا اگر آپ کہیں تو میں شریف خاندان کی ایک ایسی عورت کو لائوں جو اس بچہ کی کفالت کرے۔

کی بھی طرح پرورش کرے۔ چنانچہ اجازت دینے پر اپنی ماں کو بلا لائیں اور جب انہوں نے موسیٰ کو گود میں لے کر چھاتی منہ میں دی تو انہوں نے بے تامل دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کو بڑا تعجب ہوا، پوچھا تو کون ہے اور اس لڑکے نے تیرا ہی دودھ کیوں پیا۔ انہوں نے کہا میں ایک شریفینہ خاندان کی عورت ہوں۔ صاف ستھری رہتی ہوں اور میرا دودھ صاف و نیک ہے۔ غرض اس طرح موسیٰ کی پرورش ماں کی آغوش میں ہوئی۔ روز صبح و شام ہاکر دودھ پلاتی تیں۔ اس فقیر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ خدا فرماتا ہے ہم نے کافروں کو دودھ پونے پر حرام کر دیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ نبی نہ کافروں کی عورت کے بطن سے پیدا ہوتا ہے اور نہ کافروں کی عورت کو دودھ پینا ہے۔ پس کس قدر غلط ہے کہ کفار کے بطن سے پیدا ہوئے اور نبی ہوئے۔ انہوں نے اس عورت کو دودھ پلایا کافروں کی عورتوں سے۔ جہاں سے خدا نے موسیٰ کو اس سیاست سے بچا لیا وہ جہاں سے جبریت کو کیوں نہ بچاتا۔

وَمَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳﴾ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَنَآهُ الَّذِي مِّنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِّنْ عَدُوِّهِ لَافُوكَؤُهُ مَوْسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾

جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچے اور ان کے اعضا مضبوط ہو گئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نیک کام کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ایک دن موسیٰ شہر میں ایسے وقت گئے کہ وہاں کے لوگ بے خبر پڑے سو رہے تھے آپ نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں ایک ان کی قوم (بنی اسرائیل) کا ہے اور دوسرا ان کی دشمن قوم کا ہے۔ پس اُس شخص نے جو موسیٰ کی قوم کا تھا اُس شخص پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے جواس کا دشمن تھا موسیٰ سے مدد مانگی۔ موسیٰ نے اس (قبضی) کے ایک گھونسہ مارا، وہ مر گیا پھر (دل میں) کھنکھنے لگے کہ یہ شیطان کا کام تھا۔ بے شک شیطان ظالم مٹھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

انہ آیت میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:

- ۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ عبد جبرانی تک حضرت موسیٰ صلی علیہ وسلم فرعون میں ہے۔ گاہے گاہے شہر میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن علی الصبح جبکہ لوگ پڑے سو رہے تھے شہر کی کسی سڑک پر سے گزرتے۔
- ۲۔ نذر نے ان کو دو پتھروں عطا فرمائیں (جبکہ بدن میں خوب طاقت آگئی) ایک سنگت (دائمنہ) دوسرے علم یثربت ہے اس کا کہ انبیا کو علم و فہم خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ دنیا میں کسی سے سیکھنے کے محتاج نہیں ہوتے۔
- ۳۔ جن دو شخصوں کو لڑتے دیکھا تھا ایک ان میں سے قبضی (شاہی خاندان کا آدمی) تھا اور دوسرا موسیٰ کے خاندان بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ لڑا رہا تھا۔ کڑیاں چینی کر چھیننے کے لیے شہر کو جا رہا تھا قبضی اس نے بڑھتی چھین لیسنا چاہتا تھا۔
- ۴۔ یہ اسرائیلی ان کا حیدر تھا۔ شیعہ کے معنی پیرو کے ہیں۔ اس کو موسیٰ کا پیرو کیسے کہا گیا جبکہ موسیٰ نے پہلی ہی بار اس کو دیکھا تھا۔ یہ معلوم ہوا یہاں مراد اس وقت مذہب کا پیرو ہے جس پر موسیٰ تھے۔
- ۵۔ لفظ شیعہ کی کو یہ مسادت حاصل ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے۔ باقی جو ۷۲ فرسے اس کے علاوہ اسلام میں پیدا ہوئے ان کے ناموں کے کسی نام کو بھی قرآن کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔
- ۶۔ معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی راہ پر چلنے والے کو شیعہ کہتے ہیں۔
- ۷۔ اسرائیلی نے یہ کیسے مانا کہ یہ (موسیٰ) اس کی مدد کو ہے۔ جواب یہ ہے کہ قبضیوں اور اسرائیلیوں کی شکل و صورت میں نمایاں فرق تھا چونکہ حضرت موسیٰ کی صورت قبضیوں سے بالکل الگ اور اسرائیلیوں سے ملتی جلتی تھی لہذا اُس نے ان سے فریاد کی۔
- ۸۔ موسیٰ نے ایک بے گناہ کو قتل کیوں کیا اس سے تو بہت بڑے گناہ کا گناہ ان سے لازم آتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ قتل عمد نہ تھا نہ تو ایک گھونسے سے کوئی مر رہا ہے نہ موسیٰ نے یہ گھونسہ قتل کے ارادہ سے مارا تھا۔ اتفاقاً بات بھی کدوہ مر گیا۔ دوسرے قبیل کا فر تھا اگر عمد اُجھلے مار دیتے تو گناہ نہ تھا۔
- ۹۔ حضرت موسیٰ کا یہنا ہلکا ہلکا تھا۔ اِن عَمَلِ الشَّيْطَانِ اپنی زبان سے اس کا اقرار تھا کہ انہوں نے ایک شیطان کا کام کیا۔ حالانکہ انبیا کو ماکوئی عمل شیطان سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ وہ تو من الہد الی اللہ معصوم ہوتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ موسیٰ نے اپنے عمل کے متعلق نہیں کہا تھا بلکہ اس قبضی کے عمل کے متعلق کہا تھا جو نہ روستی ایک غریب آدمی سے کڑیاں چھین لینی چاہتا تھا۔
- ۱۰۔ اس وقت کے متعلق جب موسیٰ وہاں پہنچے تھے اختلاف ہے۔ بعض نے صبح کا وقت لکھا ہے بعض نے گریز کی دوپہر کا جبکہ سب لوگ سو جاتے ہیں۔ بہر حال جو وقت بھی ہو گا کہیں اس وقت نسان نہیں۔
- ۱۱۔ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شاہی عمارت عام آبادی سے ماہر تھے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
 الرَّحِيمُ ﴿۱۹﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَذَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ ﴿۲۰﴾
 فَاصْبِرْ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اذَمْتَ وَاسْتَصْرَهُ بِالْأَمْسِ
 يَسْتَصْرِخُهُ قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِي مُبِينٌ ﴿۲۱﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ
 يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا قَالَ يَا مُوسَى أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا
 قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ إِنَّ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا
 تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۹﴾

موسی نے کہا اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا کہ اس شہر میں آیا، پس تو مجھے دشمنوں سے پوشیدہ رکھ، پس خدا نے پوشیدہ رکھا۔ بے شک خدا بڑا پردہ پوش اور مہربان ہے۔ موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار، تو نے مجھ پر احسان کیا ہے تو میں بھی کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ ہوں گا (خبر وہ رات تو جیسے تیسے گزری) صبح ہوتے ہی امید و بیم کی حالت میں پھر شہر گئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی آج پھر فریاد کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا تو تو کھلا ہوا انو آدمی معلوم ہوتا ہے۔ جب انہوں نے چاہا کہ اس شخص پر جو دونوں کا دشمن تھا چڑھانے کے لیے ہاتھ بڑھائیں تو اس قبیلے نے کہا اے موسیٰ جس طرح کل تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتے ہو تم تو یہ چاہتے ہو کہ رستے زمین پر تم ہی سرکش بن کر رہو اور مصلح قوم بن کر رہنا چاہتے ہی نہیں۔

انصط آیات کے متعلق بھی چند اعتراضات پیدا ہوتے ہیں :
 ۱۔ جب موسیٰ نے گناہ نہیں کیا تھا تو اس کا اقرار کیوں کیا اور خدا سے مغفرت کیوں چاہی۔ جواب یہ ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ میں شہر میں کیوں آیا تھا کہ اس قتل کا باعث ہوا۔ خواہ مخواہ غم و اہول

کو اپنا دشمن بنالیا۔ رہا یہ فرمانا، فاغفر لی تو غفر کے معنی عربی زبان میں پوشیدہ کرنے اور ڈھانپنے کے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مجھے میرے دشمنوں سے پوشیدہ رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مجھ پر قابو پا کر مجھے قتل کر ڈالیں۔
 ۲۔ جب موسیٰ ایک دن پہلے قتل کر چکے تھے تو پھر شہر میں کیوں آئے۔ جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد پھر عمل فرعون میں رہنا نہیں چاہتے تھے۔ یہ خوف تھا کہ اگر اسے قتل کی خبر مل گئی تو مجھے قتل کر ڈالے گا یا کوئی اور سزا دے گا اور امید یہ تھی کہ شاید میں مصر سے نکل جانے کا راستہ پالوں۔
 ۳۔ اس قبیلے کو ان کا نام کیسے معلوم ہوا۔ جواب یہ ہے کہ قتل کے بعد شہر میں پھر پناہ شروع ہوا۔ لوگوں نے قیاس آرائی کی کہ ہونہ ہو یہ موسیٰ ہوں گے کیونکہ قبیلوں سے ان کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ دوسرے ممکن ہے کہ ان کے نام کے کراہی مدد کو بلایا ہو۔

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ زَقَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ آمُرُونَ
 بِأَنْ يَلْقَيْتَ لَوْكَ فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا
 خَائِفًا يَتَرَقَّبُ زَقَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۲۱﴾

ایک شخص شہر کے آخری حصہ سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ، سرداران قوم تمہارے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں پس تم شہر سے (جلد از جلد) نکل جاؤ، میں تمہارے نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں پس موسیٰ وہاں سے امید و بیم کی حالت میں نکلے اور حسب اسے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔

یہ شخص حضرت ذیل مومن آل فرعون وہی ہے جس نے صندوق موسیٰ بنایا تھا۔ اس سے پہلے اس کا حال بیان ہو چکا۔ چند عربوں کا چچا زاد بھائی تھا۔ حضرت موسیٰ پر ایمان لائے ہوئے تھا مگر چھپا آ رہا۔ حضرت موسیٰ نے پتھر میں امید و بیم کی حالت میں چل کھڑے ہوئے اور دعا کرتے جاتے تھے کہ اے میرے رب مجھے اس ظالم قوم سے نجات دے صواب حق محرقہ میں ابن حجر نے لکھا ہے کہ صدیق ہیں ہیں۔ مومن آل فرعون جو حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لایا اور صاحب آل عیسیٰ جو حضرت عیسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لایا اور علی بن ابی طالب جو حضرت رسولی خدا پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور علیؑ ان سب سے افضل ہیں۔

~ ~ ~

۲۰

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَلِيُّ رَبِّيَ إِنَّ يَهْدِيَنِي سِوَاءَ السَّبِيلِ ۝۲۲
 وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ هُوَ وَوَجَدَ
 مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى
 يُصَدَرَ الرَّعَاءُ سَلَدًا وَأَبُو نَاشِئٍ كَبِيرٌ ۝۲۳ فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ
 فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لَمَّا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ۝۲۴ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا
 تَمَشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ۖ قَالَتْ إِنَّ ابْنِي يَدْعُوكَ لِيجْزِيكَ أَجْرًا مَا سَقَيْتَ
 لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَصَ لَا قَالَ لَا تَخَفْ ۗ نَجْوَى مِّنَ
 الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝۲۵

جب مدین کی طرف چلے تو کہتے جاتے تھے عنقریب خدا مجھے صحیح راستہ کی طرف لے جائے گا۔ جب مدین کے کنوئیں پر پہنچے (جو شہر سے باہر تھا) تو دیکھا کنوئیں پر لوگوں کی بھیڑ ہے وہ (اپنے اپنے ہاتھوں کو) پانی پلا رہے ہیں اور ان کے پیچھے دو عورتوں (حضرت شعیب کی بیٹیاں) کو دیکھا کہ وہ (اپنی بکریوں کو) لٹکے ٹھہری ہیں۔ موسیٰ نے پوچھا، تمہارا کیا مطلب ہے۔ وہ کہنے لگیں جب تک سب چرواہے (اپنے ہاتھوں کو) پانی پلا کر چلے نہ جائیں گے ہم نہیں پلا سکتے اور ہمارے باپ بوڑھے ہیں (خود نہیں آسکتے) موسیٰ نے ان کی بکریوں کو پانی کھینچ کر پلا دیا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر چھاؤں میں جا بیٹھے (جو نہ بہت بھوکے تھے) دُعا کی میرے بڑے دو گار، اس وقت جو نعمت تیرے پاس ہے بیچ دے، میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔ اتنے میں ان دو میں سے ایک عورت شریلی چال سے آئی اور موسیٰ سے کہنے لگی میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے جو ہماری بکریوں کو پانی پلا دیا ہے اس کی مزدوری دیں۔ عرض جب موسیٰ ان کے پاس آئے اور ان سے

اپنا نقشہ بیان کیا تو انہوں نے کہا اب تم کچھ اندیشہ نہ کرو تم نے ظالم لوگوں کے ہاتھ سے نجات پائی۔

حضرت موسیٰ مدین کو پیادہ پارواز ہوئے تھے کھینچنے میں لگے کر کے آ رہے تھے۔ راستہ میں کہیں کھانا نہ ملا۔ دھرتوں کے پتے کھا کھا کر بسری تو مدین پہنچنے پر ان کا بھوک سے برا حال تھا۔ مدین کی کھال پر سبزی جھبک آئی تھی۔ مگر اس حالت میں بھی حضرت شعیب کی بیٹیوں کی مدد سے پہنچ ہی نہ کی۔ یہ کام شعیب کے سوا دوسرا نہیں کر سکتا۔ پھر سوا نے خدا کسی سے کھانے کی درخواست کی حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کا صبر و ضبط انہی کے ساتھ تھا۔ حضرت شعیب نے یہ سنتے ہی کہ ایک اپنی شخص نے ان پر احسان کیا ہے فوراً ان کو بلا بھیجا تاکہ اس خدمت کا اجر ان کو دیں۔ مدین صحر کی حکومت سے خارج تھا اس لیے شعیب نے کہا کہ اب تم کو ظالموں سے نجات مل گئی۔

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ
 الْأَمِينُ ۝۲۶ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ اُنْكَحَ إِحْدَى ابْنَتَيْ هَاتَيْنِ عَلَيَّ أَنْ
 تَأْجُرَنِي ثَمَّ إِنِّي فَجِيعٌ ۖ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ
 أَنْ اَسْتَقِيَ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝۲۷ قَالَ ذَلِكَ
 بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْأَجْلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللَّهُ
 عَلِيمٌ نَقُورٌ وَكَفِيلٌ ۝۲۸

ان دو کیوں میں سے ایک نے کہا، ابا جان ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ آپ جس کو بھی نوکر رکھیں سب میں بہتر وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔ حضرت شعیب نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ تمہارا اس (مہر) پر نکاح کر دوں کہ تم آٹھ برس تک میری نوکری کرو اور اگر تم دس برس پڑے کرو تو تمہارا احسان، میں تم کو صفت شاعر میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ انشاء اللہ تم مجھے نیکو لار آدمی پاؤ گے۔

موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ ہے۔ دونوں مدتوں میں سے جو بھی پوری کر دوں۔
(مجھے اختیار ہے) پھر مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا۔ جو کچھ ہم کہے ہیں خدا اس پر گواہ ہے۔

حضرت موسیٰ جب میں پہنچے تھے تو پہلے تو ان پر نکلان غالب تھی دوسرے بھوکے تھے تیسرے قیام کرنے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ جب شعیب کی صاحبزادی نے آکر کہا کہ ہمارے باپ بلا تے ہیں تو انہوں نے وہاں جانا نصیحت جانا۔ لڑکی نے آگے چلنا چاہا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا تم میرے پیچھے چلو اور پیچھے سے ہی راستہ بتاؤ۔ مقتدر یہ تھا کہ میں ناخوش ہوں تھا اسے جسم پر میری نظر نہ پڑے۔

جناب شعیب نے جب موسیٰ کے حالات سنے تو نظموں ہو گیا کہ یہ مرد شریف اور عبادِ اللہ ہے اور طاقتور بھی ہے پھر سوچا، اگر اس کو بطور جہان رکھتا ہوں تو جوان لڑکیاں گھر میں ہیں اس صورت میں ایک انہی کو گھر میں رکھنا مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ایک لڑکی کا اس سے نکاح کر دوں۔ حضرت شعیب نے اپنے ارادہ کا اظہار کر کے یروشتر بھی بیان کی کہ آٹھ برس تم کو میری بکریاں چرائی ہوں گی۔ حضرت موسیٰ کے لیے اس سے بہتر موقع کیا تھا۔ ایک ایسے مقام پر جہاں ان کا کوئی شٹناسان نہ تھا اور کیا ہو سکتا تھا کہ یروشتر منظور کر لیں۔ اس کے بعد ان کی پریشانی دور ہو گئی۔ آپ کی بی بی صاحبہ کا نام صفورا تھا۔

حضرت موسیٰ نے کہا جب آپ نے اپنی بکریاں چرانے کا کام میرے سپرد کیا ہے تو مجھے ایک الا بھی دیجئے تاکہ اس سے دشتوں کی چٹیاں بھی جھاڑوں اور اگر کوئی دزدہ حملہ کرے تو اس سے اس کے حملہ کو روک کر دوں۔ جناب شعیب نے بیٹی سے کہا فلاں عصا اٹھا لاؤ۔ جب وہ لے کر آئی تو فرمایا یہ نہیں دوسرا لاؤ۔ وہ گئیں اور پھر وہی لے آئیں۔ فرمایا یہ نہیں دوسرا لاؤ۔ وہ گئیں اور پھر وہی لے آئیں۔ انہوں نے عقبتہ ہو کر کہا میں بار بار کہہ رہی ہوں کہ نہیں۔ انہوں نے عرض کیا میں کیا کروں آپ کے جتنے عصا ہیں ان میں سے جب میں کسی اور کو پکڑنا چاہتی ہوں تو ہر بار میرے ہاتھ میں یہی آجاتا ہے۔ فرمایا، اچھا تو یہی لاؤ۔ اس وقت حضرت شعیب کبھے کہ اس شخص میں خدا کی برکت ہے کی آثار نمایاں ہیں۔ یہی وہ عصا تھا جو اہل ہامی صورت میں اڑ رہی جاتا تھا۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ النَّاسُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا
قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ
مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ
الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُمُوسَىٰ إِنِّي

أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۰﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاها تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا
جَانٌّ وَلِي مُدَبَّرًا وَلَمْ يُعِقِّبْ يُمُوسَىٰ آقِبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ
الْآمِنِينَ ﴿۳۱﴾ أَسْلَمَكَ يَدُكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَ
أَضْمَمُ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَنْكَ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكَ أَلَا
فَرَعُونَ وَمَلَأِيهِمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ ﴿۳۲﴾

جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر دی جو نکاح کی شرط تھی تو اب مدین سے اپنی بی بی کو لے کر چلے (توانہ صبری) رات تھی کہ وادی طور میں پہنچے سردی کا موسم تھا کہ بی بی صفورا کو دروزہ عارض ہوا کہ وہ طور کی طرف آگے کھائی دی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم لوگ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جانا ہوں) تاکہ وہاں سے راستہ کی خبر لاؤں (کہ کدھر جانا ہے) یا آگ کا کوئی انکار دینا آؤں کہ تم لوگ تاپو۔ جب موسیٰ آگ کے پاس آئے تو وادی کی دائیں جانب سے اس مبارک جگہ میں ایک درخت سے آواز آئی، لے موسیٰ میں رب العالمین اللہ ہوں اور اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔ (جب ڈال دیا) تو دیکھا وہ تو ایک اژدھے کی طرح بل کھا رہا ہے تو منہ پھیر کے جھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ (آواز آئی) لے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو نہیں تم ہر طرح سے اسن داماں میں ہو اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی عیب کے سفید براق نکلے گا اور خوف کی وجہ سے اپنے بازو اپنی طرف میٹ لو (تاکہ خوف جائے) یہ تھا سے رب کی طرف سے تمہاری نبوت کی دو دلیلیں ہیں۔ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جانے کے لیے۔ یہ بدکار لوگ بن گئے ہیں۔

جب حضرت موسیٰ نے مسلسل سال میں بجائے آٹھ سال دس سال پوسے کر دیئے تو اب وطن کی طرف مراجعت کا خیال پیدا ہوا۔ بی بی بچوں کو ساتھ لے کر چل پڑے یا پیادہ۔ مصر کے اس راستہ میں طور بھی پڑا تھا۔ جب اس کے اپنی طرف پہنچے تو سردی کا موسم تھا۔ اور اندھیری رات ایک درخت کے پیچھے بال بچوں کو جھاگے کہا میں آگ دیکھ رہی ہوں وہاں جا کر پتہ لگاتا ہوں کہ کس راستے سے ہیں جانا ہے اور وہاں سے ایک انکار دہی تم لوگوں کے لیے لیتا آؤں گا تاکہ تاپو۔ وہاں جس درخت سے آگ نکلتی دیکھی تھی وہ جلی نہیں رہا تھا بلکہ خدا کا پیداکردہ نور اس پر چھا پڑا تھا

بہر حال جب موسیٰ اس مبارک سر زمین تک پہنچ گئے تو آواز آئی میں رب العالمین خدا ہوں۔ پھر حکم ہوا اپنا عصا زمین پر ڈالو، جب ڈالا تو وہ اڑو بان گیا۔ یہ قصہ ہم سورۃ نمل میں بیان کر چکے ہیں۔
یہ جو کہا گیا کہ اپنے دونوں ہاتھ بفلوں میں سے تو خوف ڈور کرنے کے لیے کہا گیا۔ انسان کی فطری خصوصیت ہے کہ خوف یا سروی کے وقت جب انسان بفلوں میں ہاتھ سے لیتا ہے تو سروی یا خوف کم ہو جاتا ہے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۳۳﴾ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنُنْذِرُ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكَ سُلْطَانًا فَلَا يَصُلُونَ إِلَيْكَ فَأَجِبْنَا لَهُمُ اجْتِمَاعًا وَمِنْ أَتْبَعْنَا الْغُلُوبُونَ ﴿۳۵﴾

(حضرت موسیٰ کو جب فرعون کے پاس جانے کا حکم ملا تو) کہنے لگے میرے رب، میں نے ان میں (قبیلوں میں) سے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے لہذا میں ڈرتا ہوں کہ (اس کے بدلے میں وہ) مجھے قتل کر دیں گے۔ میرا بھائی ہارون جو مجھ سے زیادہ فصیح ہے بطور مددگار میرے ساتھ بھیج۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے ضرور جھٹلائیں گے۔ خدا نے فرمایا ہم عنقریب تمہارے بازو کو تمہارے بھائی سے مضبوط بنا دیں گے اور ہم اپنی نشانیاں (عصا و پیر بیضا) کے ذریعہ سے ایسا غلبہ تم کو عطا کریں گے کہ وہ تم دونوں کے قریب تک نہ آسکیں گے۔ تم دونوں اور جو تمہارے ساتھ ہوں گے وہ غالب اگر رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا خوف، بیچارہ تھا۔ مقابلہ کسی چھٹیج آدمی سے نہ تھا، کسی سردار قوم سے نہ تھا بلکہ ایسے بادشاہ سے تھا جس کا رعب تمام ملک پر چھایا ہوا تھا۔ جس کے قبضہ میں بڑے بڑے لشکر تھے جھکتے خزانے تھے۔ اس کے مقابلہ میں ایک تنہا کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے اس لیے مدد مانگی۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا مدد مانگی، کوئی لشکر نہیں مانگا، بس آدمی نہیں مانگے، مانگا تو ایک اپنے بھروسہ کا آدمی جس کے متعلق وہ خوب جانتے تھے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت کسی حالت میں بھی مجھے تنہا چھوڑ کر نہ بھاگے گا کیونکہ میرا بھائی ہے میرا قوت بازو ہے۔ "بگڑ بگڑا است دگر است" دوسرے میں ہسلا ہوں وہ صاف بولتا ہے۔ فرعون کے سامنے جا کر

زور دار تقریر کر سکے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ میں کام اپنی لوگوں سے چلتا ہے، اپنے سردار سے پُر غلوں محبت رکھنے ہوں اور یہ سہیلانی ہوتی دیوار کا طرح ہم کر لڑنے والے ہوں۔ جیسے کہ حضرت علی علیہ السلام تھے، جن کی منزلت آنحضرت کے نزدیک یہی تھی جو ہارون کی منزلت موسیٰ کے نزدیک تھی۔ حضرت علی ہر وقت حضور کے ساتھ سایہ کی طرح رہے۔ ہر خوفناک سے خوفناک موقع پر رسول کا ساتھ دیا۔ اپنی جان اُن کے قدموں پر چھوکتے رہے۔

الغرض خدا نے اس وعدہ کے ساتھ موسیٰ و ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا کہ تم ذرا ڈرو کسی کی طاقت نہیں کہ تم کو ضرر پہنچا سکے۔ ہماری دونشانیاں تمہارے ساتھ ہیں ان سے کام لو۔ جب خدا اپنے کسی بندہ سے ایسا وعدہ کرے تو پھر خوف ہراس سے اس کا کیا تعلق۔ فرعون کی طرف دونوں گئے اور نہایت ڈر اور بیباک ہو کر گئے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا أَسْحَرُ مُمْفَرِّعٍ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأُولِينَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامُنُّ عَلَى الطَّيْنِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي اطَّلِعُ إِلَى آلِ مُوسَىٰ ذُو الدَّلَاطِنَةِ مِنْ الْكَاذِبِينَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكَبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴿۳۹﴾

الغرض جب موسیٰ ہماری کھلی نشانیاں لے کر (فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس) آئے تو انہوں نے کہا، یہ ہے کیا جھوٹا مادہ ہے۔ ہم نے اپنے باپ دادا سے ایسی باتیں کبھی سنی بھی نہیں۔ (سب جھوٹ ہے)

موسٰی نے کہا میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور اُسے بھی ہانتا ہے جس کے لیے آخرت کا گھر ہے۔ ظالم تو کبھی کامیاب ہوا نہیں کرتے۔ فرعون نے کہا اے میرے دربار کے سردارو، میں تو اپنے سوا کسی اور کو تمہارا مہبود نہیں جانتا (اور موسٰی دوسرے کو خدا جانتا ہے) پس (اے ایمان) تو میرے لیے مٹی کی اینٹوں کا پجواد اسلگا ڈال اینٹیں بنانے کی بھتیجی، پھر میرے لیے ایک (اوجھا محل) بنوادو تاکہ میں (پڑھ کر) موسٰی کے خدا کو دیکھوں کہ (وہ کہاں ہے) میں تو موسٰی کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ فرعون اور اس کے لشکر نے رشتے زمین پر ناسخ سر اٹھایا تھا اور یہ سمجھا لیا تھا کہ ہماری طرف پلٹ کر نہیں آئیں گے۔

۱۔ آیت کے سلسلہ میں چند باتوں پر روشنی ڈالنا ضروری ہے :

۱۔ فرعون کا عقیدہ کیا تھا؟ آیت قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو خدا نہیں سمجھتا تھا وہ خود بتوں کی پرستش کرتا تھا۔ نکلا اس کا دعویٰ یہ تھا کہ میں تم سب کا رب اعلیٰ ہوں یعنی حاکم علی الاطلاق ہوں۔ میرے سوا کوئی حکومت کا دعویدار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ موسٰی کے متعلق اُس نے اپنے درباریوں سے بھی کہا تھا کہ تمہیں چاہتا ہے کہ جاؤ گے ورنہ سے ہمیں اس ملک سے نکال دے اور ہمارے بجائے اس ملک پر حکومت کرے۔ یہ دعویٰ اُس نے بار بار ظاہر کیا ہے اور کہتا ہے یہ کوئی مہبود ہے جس کی حکومت میرے سوا موسٰی مصر میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ دیکھوں کہ اس کو کس طاقت کی بنا پر موسٰی مجھ سے حکومت چھین کر دوسرے کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کے معنی وہ حاکم علی الاطلاق کے لیے آتا ہے نہ کہ اس خدا کے جو خالق کائنات ہے۔ وہ کبھی اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ اس دنیا کا یا کم از کم انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر وہ ایسا دعویٰ کرتا تو کوئی حق سے احمق انسان بھی اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

۲۔ یہ ایک مفسر کے رائے ہے۔

۲۔ اکثر مفسرین کی رائے یہی ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ تھا اور جہاں جہاں اُس نے یہ کہا ہے کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں وہاں مہبود مراد ہے۔ رب اعلیٰ کہنے سے اس کی مراد یہ تھی کہ سب کا پرورش کرنے والا میں ہوں۔ فرعون جیسے بے عقل انسان سے ہر قسم کے دعویٰ کی امید کی جاسکتی ہے جو رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اور رب العالمین کو اللہ ماننے سے انکار کرتا ہو۔ جہلا اس سے فدائی کا دعویٰ کرنا کیا بے ہوشی ہے۔ احمق کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

۳۔ قرآن میں جس بنیاد کے بنائے کا ذکر ہے جس کے اوپر چڑھ کر خدا سے سوا کوئی اور دیکھے اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ صرف اُس کا خیال تھا۔ اُس نے ایسا چاہا ضرور تھا لیکن بعد میں ایسا ہوا نہیں خواہ اس کی سمجھ میں بات آگئی ہو یا کسی اور نے سمجھا ہوا کہ اُسے احمق، موسٰی کا خدا کیا اُس جھٹلے میں بیٹھا ہے کہ تو

اُسے دیکھ پائے گا۔

۴۔ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ زبردستی خرچ کر کے اُس نے ایک نہایت بلند نیار بنوایا تھا۔ لیکن اس پر چڑھنے سے پہلے وہ گر گیا۔ جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے اور بہت سے مکان تباہ ہو گئے۔ یہ سوال اُرد کی زیادتی اور دست حکومت کے شیطانی کرشمے تھے جو آسمان دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ دولت کا دباؤ جب عقل پر پڑتا ہے تو اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ کر رہ جاتی ہے۔ خداوند فرود، فرعون وغیرہ اسی احمق دنیا کے بھنے والے ہیں۔ اور اس صدی میں بھی بہت سے لوگ اس سوسائٹی کے ممبر ہیں۔

فَاخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَبَدَّلْنَاهُ فِي الْآلَمِ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الظَّالِمِينَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُدْعَوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا

يُنصَرُونَ ﴿۳۲﴾ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ

الْمَقْبُوحِينَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا اهْلَكْنَا

الْقُرُونَ الْاُولَى لِيُبَصِّرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۴﴾

ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو دھڑکڑا پس دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا ہم نے انکو دکھایا کہ ان کا بنا یا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے والے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی ہم نے دنیا میں بھی تو ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن انکے چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے اور ہم نے موسٰی کو کتاب عطا کی، اس کے بعد کہ ہم نے بہت سی امتوں کو ہلاک کر ڈالا۔ تمام کتاب لوگوں کے لیے سزا یا بصیرت، ہدایت اور رحمت ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

دنیا میں دو قسم کے امام پائے جاتے ہیں، ایک وہ جو لوگوں کو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ دوسرے وہ جو جنت کی طرف دہیے والے ہیں۔ اکثر نادار کو جو خدا نے اپنی طرف بہت دی ہے یعنی ہم نے اُن کو بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اسباب کی بنا پر وہ سرکش بنے وہ ہمارے ہی پیدا کردہ ہیں۔ انہوں نے ان اسباب اور ذرائع کا غلط استعمال کیا اس لیے وہ ہمارے نافرمان بندے قرار پائے۔ انہیں سزنا چاہیے تھا کہ جس نے یہ فریضے ہم کو دی ہیں اس پر

ایمان لانا چاہیے نہ یہ کہ اس کے خلاف لوگوں کو بناوت پر آمادہ کریں۔ نتیجہ ان کی بغاوت کا یہ ہوا کہ قیامت میں کوئی ان کا مددگار نہیں ہوگا اور دنیا میں قیامت تک ان پر پھینکا رہے گی۔ موسیٰ تو بعد میں آئے ہیں ان سے پہلے قوم نوح، قوم عاد و ثمود اور قوم حیث پر کیسے کیسے ہم نے فذاب نازل کیے۔ یہ شیطان کے مجرا نہ کردار کی مناسبتی۔ پھر ہم نے دم ٹھاکر بعد والی قوموں کے لیے کتاب قرینت نازل کی کہ شاید یہ لوگ پہلے لوگوں کے حال سے نصیحت حاصل کریں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۲۸﴾ وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًّا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمُ الْآيَاتِنَا وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَنهَم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۰﴾ وَلَوْلَا أَنَّا نَصِيبَهُمُ مُّصِيبَاتٍ لِّمَا قَدَّمْتَ آيِدِيَهُمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَلْبِغَ إِلَيْكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۱﴾

(اے رسول!) جس وقت ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا تھا تو تم طور کی مغربی جانب موجود نہ تھے اور نہ تم ان واقعات کو چشم خود دیکھ سکتے تھے لیکن ہم نے موسیٰ کے بعد بہت سی آیتیں پیدا کیں پھر ان پر ایک زمانہ دراز گزار گیا اور نہ تم مدین کے لوگوں میں رہے تھے کہ ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے (تاکہ تم کو ان کے حالات معلوم ہوتے) مگر ہم تو تم کو پیغمبر بنا کر بھیجنے والے تھے اور نہ تم طور کی کسی جانب اس وقت موجود تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی تھی (تاکہ تم دیکھتے) مگر یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا ڈراؤ تاکہ وہ لوگ نصیحت و عبرت حاصل کریں اور اگر یہ نہ ہوتا کہ جب ان پر ان کے اگلے کرتوتوں کی بدولت کوئی مصیبت پڑتی، تو

(جسے ساختہ) کہنا سکتے کہ پروردگار انہوں نے ہمارے پاس کوئی پیغمبری نہ بھیجا کہ ہم تیرے حکموں پر چلتے اور ایمانداروں میں سے ہوتے۔

یہ آیات آنحضرت کی نبوت کی تصدیق میں نازل ہوئی ہیں یعنی اے رسول تم لوگوں کے سامنے وہ واقعات بیان کر رہے ہو جو تم سے دو ہزار برس پہلے ہو چکے ہیں تو کیا یہ تمہاری نبوت کی تصدیق کے لیے کافی نہیں۔ تم نہ وہاں موجود تھے نہ تم نے ان کے حالات کے بارے میں کوئی کتاب پڑھی تھی۔ تو پھر بغیر ہمارے کہ تمہیں کیا بیان کر سکتے ہو۔ موسیٰ کے واقعات اہل مدین کے واقعات اور سچے واقعات۔ اگر تم نبی نہ ہوتے تو بھلا کیسے بیان کر سکتے تھے۔ کتنی قومیں تم سے پہلے اس دنیا میں آئیں اور گزر گئیں۔ کتنے انبیاء و مرسلین ان میں ہلاکت کے لیے آئے اور گزر گئے۔ تم ان کے حالات جو بیان کر رہے ہو تو کیا یہ تمہاری نبوت کے ثبوت کے لیے کافی نہیں۔ حضرت عیسیٰ کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ چھ سو برس تک کوئی نبی نہ آیا۔ ہم نے پھر تم کو اپنی رحمت بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کو روز قیامت پر کھنے کا موقع نہ ملے کہ جب کوئی آدمی ہمارے پاس آیا ہی نہ تھا تو پھر ہم سے باز پرس کیوں ہے اگر آقا تو ہم ضرور مومن ہی ہوتے۔ یہ زمانہ جو انبیاء سے خالی رہا جس کو زمانہ فقرت کہتے ہیں اس مصلحت پر مبنی تھا کہ لوگ نبی کی ضرورت کا احساس کریں اس زمانہ فقرت سے پہلے تک جو تیار رہا کہ انبیاء و مرسلین آتے رہے اور لوگ ان کو جھٹلاتے رہے بلکہ ان کو قتل کرتے رہے لہذا ہم نے ان کی تمام آمد و رفت کی تاکہ انہیں یہ معلوم ہو کہ انبیاء کی آمد نہ کہ جانا ہے۔ ان کو کتنا نقصان پہنچا۔ چند سو برس کے اندر دنیا بھر کی بڑائیاں ان کے اندر اس تیزی سے آئیں کہ نبی کا نام تک بھول گئے۔ اخلاقی، معاشی اور تمدنی غرض ان کے ہر طریقہ زندگی میں یکسر بے پڑ گئے۔ رات دن کی جنگ بیکار رہنے ان کے امن و امان کا خاتمہ کر دیا۔ زنا کاری، ٹوٹ مار، سود خواری، ظلم پسندی اور کابری، معاشقت، آبروریزی، غرض کوئی برائی تھی جو ان کے اندر نہ پائی جاتی تھی۔ ان کا نظام حیات کسی خالوں کا پابند نہ تھا۔ وہ جذبات سے کھیلتے اور ہوا و ہوس سے دل بہلاتے تھے۔ وہ شکل و صورت میں انسان تھے مگر سیرت میں شیوان بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر۔ قبائلی باہمی دشمنی نے ان پر سردی حیات تنگ کر رکھا تھا۔ ایک خدا کو چھوڑ کر کئی توراتوں کے پرستار بنے ہوئے تھے۔ برہنہ کی تقدیر چونکہ بعد زوال ہوئی تھی اس لیے اب احساس ہوا کہ انبیاء کے نہ آنے سے ان کو کتنا سخت نقصان پہنچا ہے۔ جو ہمیشہ گوریاں نبی آخر الزماں کے متعلق سنتے تھے اب قدرت سے اس نبی کے آنے کی گھڑیاں گننے لگے۔ اگر حضور نہ آتے تو ان کی ہدایت کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی غلطی کا احساس بہت جلد انہیں ہونے لگا اور دین اسلام نے ان کا بیڑا خرق ہونے سے بچا لیا۔

خدا ہی سب باتیں اپنے رسول کو بتا رہا ہے اور ان کے مخالفین کو سجا رہا ہے۔

خدا نے آخر میں ایک ایسا نبی بھیجا جس کی شریعت ہر طریقہ سے کامل ہے اب قیامت تک کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ دین و دنیا کی تمام ضروریات کو مکمل طور سے سجا دیا گیا ہے اور اس کی تعلیم کو تمام ارضی مخلوق کو پہنچا دیا گیا۔ پوری طرح اشاعت کر دی گئی۔ اور نو بدعتی کی تاثیروں کے لیے ہر زمانہ کے لیے امام مقرر کر دیا گیا۔

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أَوْعَيْتُ مِثْلَ مَا أَوْعَىٰ مُوسَىٰ ۗ
 أَوْلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أَوْعَىٰ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِعْرَانِ تَظَاهَرَ أَفَلَمْ يَكْفُرُوا
 مِن قَبْلُ قَالُوا سِعْرَانِ تَظَاهَرَ ۗ قُلْ فَاثُوا بِكِتَابِ اللَّهِ هُوَ هَدَىٰ
 مِنْهُمَا ۖ اتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۙ ۞ فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ
 أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى
 مِنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۙ ۞ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ
 الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۙ ۞ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ
 هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۙ ۞

جب ہماری بارگاہ سے دین حق ان کے پاس پہنچا تو کہنے لگے جیسے (معجزے) موسیٰ کو عطا
 ہوتے تھے ویسے ہی اس رسول کو کیوں نہیں دیتے گئے۔ کیا جو معجزے اس سے پہلے موسیٰ کو
 دیتے گئے تھے ان سے ان لوگوں نے انکار نہیں کیا تھا۔ کفار تو یہ بھی کہہ گئے کہ یہ دونوں (توریت
 قرآن) جادو ہیں جو باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو گئے ہیں اور یہ بھی کہہ چکے ہم تو سب کے منکر ہیں
 (لے رسول) تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو خدا کی طرف سے بنا کر ایک ایسی کتاب بھیج دہا
 میں ان دونوں سے بہتر ہو لے آؤ کہ میں بھی اس پر چلوں۔ پس اگر یہ لوگ اس پر بھی نہ نہیں تو مجھ کو
 کہہ لوگ اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں اور جو شخص خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہوا و ہوس کی
 پیروی کرے تو اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا۔ بے شک خدا سرکش لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں
 پہنچاتا اور ہم نصیحتا اپنے لگاؤ احکام بھیج کر ان کو نصیحت کرتے ہے ہیں کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عطا کی ہے وہ اس مشرکین پر ایمان لاتے ہیں۔

کفار قریش کا یہ اعتراض آحضرت پر تھا کہ ان کو وہ تمام معجزات کیوں نہیں دیتے گئے جو حضرت موسیٰ کو
 دیتے گئے تھے جیسے عصا کا سانپ بننا، ہاتھ کا روغن ہونا، پتھروں سے پانی کا نکلنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سے جو اہل ایمان
 ہے کہ تمہارے باپ دادا نے جادو دان سمیع معجزات کے موسیٰ کی رسالت سے کیوں انکار کیا تھا۔ تم کہتے ہو کہ توریت
 قرآن یہ دونوں جادو کی کتابیں ہیں۔ اچھا اگر تم سچے ہو تو ان کے علاوہ کوئی اور خدا کی ایسی کتاب پیش کرو جو ان سے
 زیادہ ہدایت کرنے والی ہو۔ یہ کیا جواب دے سکتے ہیں یہ لوگ تو اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے دل
 آتا ہے زبان سے کہہ دیتے ہیں نہ سوچتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ ان سے زیادہ گمراہ اور کون ہوگا جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ
 دیتے ہیں۔ ہم تو لگا تار اپنی ہدایت بھیجتے ہی جاتے ہیں تاکہ نصیحت حاصل کریں۔ جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے
 کتاب دی تھی ان میں سے بعض لوگ قرآن پر ایمان بھی لے آئے ہیں۔ اس آیت سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو حضرت
 رسول خدا پر ایمان لاتے تھے ان میں سے ۳۲ آدمی حضرت جعفر کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ شام سے۔
 بجز۔ ابراہیم۔ شرف۔ عامر۔ امین۔ ادیس۔ نافع۔ سینہ بھی ان ہی لوگوں میں سے ہیں جو عیسائی مذہب کو
 چھوڑ کر داخل اسلام ہوئے تھے جو ۳۲ آدمی حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے وہ اس کا ثبوت ہیں کہ بادشاہ حبشہ نبی اکرم پر
 ایمان لایا تھا خداوند وہ یہ سن کر کہ ۳۲ آدمی مسلمان ہو گئے ہیں جعفر کی گردن مار دیتا اور جو مسلمان وہاں تھے ان سب
 کو قتل کر دیتا۔

وَإِذِ ابْتَلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ
 قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۙ ۞ أُولَٰئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا
 وَيَدْرُءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۙ ۞ وَإِذَا
 سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَّا أَعْمَالُنَا وَأَكْمَعْمَالُكُمُ
 سَلَّمَ عَلَيْكُمْ ۙ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۙ ۞

جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں یہ ہمارے رب کی

طرف سے بالکل سنی ہے ہم تو اس سے پہلے ہی اُسے مانتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال کی دوسری جزا دی جائے گی۔ چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا اور بدی کا دغیبہ نیکی سے کرتے رہے اور جو رزق ہم نے دیا ہے اُسے اہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور جب لغو بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارے اعمال تمہارے اعمال ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ، سلام علیکم۔ ہم جاہلوں کی صحبت کے خواہشمند نہیں۔

بعض مفسرین نے ان ایمان لانے والوں کے متعلق لکھا ہے کہ جب حضرت رسول خدا کی بعثت کی خبر اہل اہرام نے سنی تو حبش کے عیسائیوں نے تحقیق حال کے لیے ایک وفد بھیجا جس میں ۳۰ آدمی تھے۔ جب یہ وفد مکہ آیا اور حضور سرکارِ دو عالم سے ملا، بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے ان کے سامنے قرآن پڑھا تو ان پر جہد طاری ہوا اور اس کی صداقت کی تصدیق کی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر انہوں نے آپ سے چند سوالات کیے، جن کے جوابات سن کر رسول کی حقانیت کا ان پر اور زیادہ اثر ہوا۔ پھر حضور نے ان کو دعوتِ اسلام دی۔ انہوں نے اسلام قبول کیا جب واپس جانے لگے تو ابوبہل وغیرہ نے ان کو راستہ میں جالیا اور کہا تم نے یہ کیا کیا۔ تم تو اسلام کی تحقیق کرنے کے لیے آئے تھے کہ ٹھیک ٹھیک حال جا کر بیان کرو۔ نہ یہ کہ تم اپنا قدیمی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا، بس تمہیں ہمارا اسلام، ہم ایسی جہالت کی باتوں میں نہیں آسکتے۔ تمہارا دین تمہارے لیے ہمارا دین ہمارے لیے ہے۔ ہم اس سے پہلے ہی آیت یار کے دین پر ایمان لائے ہوئے تھے اب جو ہم نے قرآن کو اس کے مطابق پایا تو اس رسول پر ایمان لے آئے۔

قرآن کہتا ہے ان لوگوں کو دوسرا اجر ملے گا۔ پہلی کتابوں پر بھی ایمان لانے کا اود اس کتاب پر بھی۔ انہوں نے کفر کا لہو کو سننا گوارا نہ کیا اور صاف کہہ دیا ہم پہلے ہی خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے اور اس کے فرمانبردار بندے تھے اور اب بھی ہیں۔ ہم تمہارے بہکانے میں نہیں آسکتے پس تمہیں دوسرے اسلام۔ تم جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ ہم تمہاری صحبت میں ایک سنت رہنا گوارا نہیں کرتے۔ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾

(اے رسول) تم جسے چاہو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا سکتے لیکن اللہ جسے چاہے منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا

ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب واقف ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے بارہ میں نازل ہوئی ہے چونکہ ابوطالب نے حضرت کو پرورش کیا تھا اس لیے آپ چاہتے تھے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ ابوطالب مسلمان تھے اور مسلمان ہی رہے۔ جس کے بے شمار ثبوت ہیں۔

ہدایت کے دو معنی ہیں اول ارادتِ اطریق یعنی رات دکھانا رسول کا یہی کام ہے کہ وہ اگر اہل کو سیدھا راستہ دکھادیں نہ کہ اُسے منزلِ مقصود تک پہنچادیں۔ ایسا ہونا تو سب کا فرض مسلمان ہونا ہے۔ دوسرے معنی ہیں ایصال الی المطلوب یعنی منزلِ مقصود تک پہنچانا یا کام خدا کا ہے۔ پس مذکورہ بالا آیت میں ہدایت کے یہی دو معنی ظاہر کیے گئے ہیں یعنی لے رسول تمہارا کام رکھنا ہے اور ہمارا کام منزلِ مقصود تک پہنچانا ہے۔ اس کا ابوطالب سے کیا تعلق۔ ابوطالب چونکہ حضرت علی کے باپ تھے۔ لہذا لوگوں کو ہمیشہ یہ کہہ رہی کہ ابوطالب کا کافر ہونا ثابت کر دیں کیسی عجیب بات ہے کہ ابوطالب کے گھر والے کہتے ہیں وہ مشرک تھے اور باہر والے کہتے ہیں وہ کافر تھے۔ حالانکہ گھر والوں کا حال سب زیادہ گھر والے ہی جانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند باتوں پر غور کیجئے :

- ۱۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو حضرت علیؑ خاندانِ کعبہ میں ہرگز پیدا نہ ہوتے۔ ایک کافر بچہ کو جو کفر کے نفسِ نطق سے پیدا ہونے والا ہو خدا اپنے گھر میں اس کا پیدا ہونا کبھی نہ گوارا کر لیتا۔
- ۲۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو خدا اپنے رسول کو ان کی پرورش میں دنیا کیوں منظور کر لیتا۔ کیونکہ کافر کی تربیت میں رہ کر جو بچہ نشوونما پائے گا اس میں لامحالہ کافر ہی کے عادات و خصائل ہوں گے۔
- ۳۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو کبھی حضورؐ سے ان کو اتنی محبت نہ ہوتی کہ ان کی وجہ سے اپنی جان جو کھل میں ڈالتے اور اپنی قوم سے سخت عداوت مولیٰ لیتے۔ شہابی طالب میں تین سال جس مصیبت میں کاٹے وہ اس کی دلیل ہے کہ ابوطالب مشرک تھے، ورنہ کفر و ایمان میں اتنی شدید محبت نہیں ہو سکتی۔
- ۴۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو اپنے بیٹے علیؑ کو رسول کی پرورش میں نہ دیتے اور جب علیؑ کو ان کے نقش قدم پر چلنا دیکھتے تو اس کو ہرگز گوارا نہ کرتے۔ کوئی نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد اس کے دین کے خلاف ہو کر زندگی بسر کرے۔

۵۔ اگر محمدؐ پدرِ اسخترت اور ابوطالب دونوں کے بھائی تھے ایک ماں سے تھے ایک ہی آغوش میں تو کیسے ممکن تھا کہ ایک بھائی کافر ہے اور ایک مومن۔ یہ تو مسلم ہے کہ فاطمہ بنت اسد مومن تھیں ورنہ رسولؐ اپنی فیئیں کا حق نہ دیتے اور قریش ان کو نہ مارتے اور ان کو قریشی نقیبین نہ کرتے۔ ان کو اتنی بدامنی نہ کہتے۔ کیونکہ مومن و کافر میں کشتِ ختم ہو جاتا ہے۔ مسلمان حضرت محمدؐ کے متعلق یہ بحث بھی نہیں چھیڑتے۔ معرضِ بحث میں جب آپ سے ایمان ابوطالب۔ صرف اس لیے کہ وہ حضرت علیؑ کے باپ تھے۔

۶- حاج الاصل میں ہے اهل البيت يقولون ان اباطالب كان مسلماً ومات مسلماً -
(اہل بیت کا کس پر اتفاق ہے کہ اباطالب مسلمان تھے اور مسلمان مرے۔)

۷- محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں لکھا ہے، آپ کا نقش نیکیں یہ تھا، رضیت باللہ رباً و ابان اخی
نسباً و باجی علی وصیباً۔ (میں اللہ کے پروردگار ہونے اور اپنے جینے کے نبی اور اپنے بیٹے کے وصی ہونے کو پسند
کرتا ہوں۔)

۸- حضرت ابوطالب نے آنحضرت کی تعریف میں جو اشعار رکھے ہیں وہ ایک کافر کی زبان سے ادا نہیں ہو سکتے
وہ اس کی دلیل ہیں کہ آپ مومن تھے حضور کا نکاح جناب ابوطالب نے پڑھا یا جو الحمد للہ اللہ ہی سے شروع ہوتا ہے

وَقَالُوا اِنْ تَتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نَخْطِفُ مِنْ اَرْضِنَاھِ اَوْلَمْ نَمَكِّنْ
لَھُمْ حَرَمًا اِمْنَا یُجِی الیہ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِن
اَكْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ اَمَلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ بَطَرْتْ مَعِیْشَتَھَا
فَلِیْكَ مَسٰكِنُھُمْ لَمْ تُسْكِنْ مِنْ بَعْدِھُمْ اِلَّا قَلِیْلًا وَكُنَّا نَحْنُ
الْوَرِثِیْنَ ﴿۵۸﴾

(اے رسول کفار کو) تم سے کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ دین حق کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک
سے ایک لیے جائیں گے (یہ کہتے ہیں) کیا ہم نے انہیں حرم مکہ میں جہاں ہر طرح کا امن ہے
جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے چیل ہماری بارگاہ سے ان کے لیے کچھ چلے آتے ہیں مگر بہت سے لوگ
اس بات کو نہیں جانتے اور ہم نے تو بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں جن میں بڑی اتراہٹ کے ساتھ
زندگی بسر کرتے تھے (دیکھو) یہ ان کے اہل طے ہوتے گھر ہیں جو ان کے لیے پھر آباد نہیں ہوئے مگر
بہت کم۔ آخر ہم ہی ان کے مال و اسباب کے وارث تھے۔

تعبید قریش کو تمام اقوام عرب میں بہت سی امتیازی خصوصیات حاصل تھیں۔ اول تو یہ کہ ان کو نبی شرافت

حاصل تھی یعنی حضرت اسمعیل کی اولاد سے تھے، دوسرے وہ خاندان کعبہ کے متعلق تھے۔ اس بنا پر لوگ ان کو بڑی
عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، تیسرے ان کی تجارت کا سلسلہ دور تک وسیع ہوا تھا۔ جب حضور نے لوگوں کو
دعوتِ اسلام دینا شروع کی تو قریش کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اگر ہم اس نئے دین کو قبول کر لیتے ہیں تو حجاز و عراق وغیرہ میں
تمام بہت پرست ہمارے خلاف ہو جائیں گے اور ہمارا تمام وقت و فراغ ان میں مل جائے گا۔ اس کا اثر سب سے زیادہ
ہماری معاشی حالت پر پڑے گا لوگ ہم سے تجارت کرنا بند کر دیں گے اور درختا جوی کے بند دروازے ہم پر چل جائیں
کچھ عیب نہیں کہ لوگ حملہ آور ہو کر ہمیں کتے سے لکال باہر کریں اور ہمیں در در ٹھوکر دیں کھانا نصیب نہ ہو۔ یہ سب بڑی
رکاوٹ تھی جو اسلام قبول کرنے میں سدا رہتی ہوگی۔ اس کے متعلق فرما فرما رہے کہ ان کا یہ دوسرا غلط ہے۔ ہم نے اس
شہر کو جانتے ہی قرار دیا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ حملہ کر کے ان کو تباہ و برباد کرے۔ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ ہم قسم
کے چیل ان کو کھینچے رہیں گے اور غلہ کی فراہمی میں رکاوٹ نہ ہوگی۔ پھر انہیں کیا تامل ہے۔ وہ پیش و آرام کے سامان
ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں حالانکہ اگر ایمان نہیں تو ان کو پیش و آرام سے زندگی بسر کرنے کا کوئی حق نہیں ہم نے
منہدم کئے پیش پرستوں کی تنہا بستیاں تباہ و برباد کر دیں۔ دیکھو تو کتنے گھرایسے خالی کھنڈر بنے نظر آتے ہیں گویا ان
میں کبھی کوئی بسا ہی نہ تھا۔ ان سب پر ہمارا قبضہ ہے جب چاہیں گے کسی دوسری قوم کو وہاں آباد کر دیں گے۔
لہذا انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس ساز و سامان پر جو دنیا میں انہیں حاصل ہے (ازائیں نہیں اور ایمان لانے سے
مگر بڑ کر دیں۔ اگر وہ ایمان لے آئیں گے تو ان کی حفاظت کرنے والے ہم ہوں گے۔

یہی سب بڑا کھٹکنا جو مشرکین کے دل میں سما یا ہوا تھا۔ اس سے بچنے کے لیے وہ اسلام کی مخالفت
اور بت پرستی سے اپنا کٹاؤ مختلف صورتوں سے ظاہر کرتے تھے اور جانتے تھے کہ کسی صورت سے یہ تحریک (اسلام)
دب جائے تو اچھا ہے، تاکہ ہمارے دیہوی کاروبار میں فعل نہ پڑے اور آسانی کے ساتھ ہمیں آسنے والے خطرات سے
نجات مل جائے۔ چنانچہ وہ مختلف جیلوں سے کام لے رہے تھے۔ کبھی کہتے تھے یہ جا دو ہے کبھی کہتے تھے شامی
ہے کبھی کہتے تھے پڑانے لوگوں کے تھکے کہانیاں ہیں۔ لیکن ان کی ایسی بگوئی سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا اور خدا
جو جانتا تھا وہ ہو کر رہا۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكِ الْقُرٰى حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْہِمْ اٰمَھَارَسُوْلًا یَّتْلُوْا
عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِ الْقُرٰى اِلَّا وَاھْلُھَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا
اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعٌ الْحَیٰوۃ الدُّنْیَا وَاٰرِثُھَا لِلّٰھِ ۙ وَمَا عِنْدَ اللّٰھِ
خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ وَعَدْنٰھُ وَعَدًا حَسَنًا

فَهُوَ لَا قِيَّةَ لَهُ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٧١﴾

اور تمہارا پروردگار جب تک ان کا دل کے صدر مقام پر اپنا پیغمبر بھیجے اور وہ ان کے سامنے ہماری آیات نہ پڑھے اس وقت تک ان بستیوں کو تباہ نہیں کرتا اور ہم بستیوں کو تباہ کرتے ہی نہیں جب تک وہ ان کے لوگ ظالم نہ ہوں۔ اور تم لوگوں کو جو کچھ عطا ہوا ہے تو وہ دنیا کی ذمہ داری کا فائدہ اور اس کی آرائش ہے۔ اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ کہیں بہتر و یادگار ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ کیا وہ شخص جس سے ہم نے (بہشت کا وعدہ) چھوا وعدہ کیا ہے اور وہ اسے پا کر ہے گا۔ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جسے ہم نے نبوی زندگی کے چند روزہ فائدے عطا کیے ہیں پھر قیامت کے دن جو ابہری کے لیے حاضر کیا جائے گا۔

پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُم کے معنی صدر مقام کے ہیں۔ مگر کورام القرنیٰ اسی لیے کہتے تھے کہ وہ بہت ہی بستیوں کا صدر مقام تھا۔ پس اُمی کے معنی ہوتے صدر مقام یعنی مکہ کا کہنے والا نہ کہ بعضی یہاں، جیسا کہ عام لوگ ترجمہ کرتے ہیں۔ امتیہیں ہوتے مکہ کے رہنے والے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيَّاتِ رَسُولًا مِّنْهُمْ لِيُذَكِّرَهُنَّ لِقَاءَهُنَّ عِندَ رَبِّهِنَّ۔ ان آیات میں کورامی کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم چند روزہ زندگی کے سادو سامان پر کیا فریفتہ ہو رہے ہو اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ آکھ بندہ ہوتے ہی سب ہمیں چھوٹ جائے گا۔ البتہ جو تمہارا اہم خدا کے پاس ہے وہ اس سامان سے ہزار درجہ بہتر بھی ہے اور یادگار بھی۔ اور وہ ضرور ایک دن تم کو بل کرے گا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٧٢﴾
 قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا
 أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا أَغْوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا آيَاتِنَا يَعْبدُونَ ﴿٧٣﴾
 وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمُ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ

وَرَأُوا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٧٣﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ
 مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٤﴾ فَعَمِيَّتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ
 لَا يَسْتَأْذِنُونَ ﴿٧٥﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَغَسَىٰ
 بِرِيحٍ مُّكْرَمَةٍ ﴿٧٦﴾ فَسَوَّاهُ وَجْهًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٧٧﴾ وَفِي الْآيَاتِ لَعَلَّ

جس روز خدا ان کفار کو پکارتے گا اور پوچھے گا کہ تم ہمارا شریک خیال کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں (وہ شکر کا بھی بلائے جائیں گے)۔ وہ لوگ جو ہمارے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں کہہ دیں گے اے پروردگار، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے اسی طرح ہم نے ان کو گمراہ کیا۔ ہم تیرے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے اور کہا جائے گا ان شریکوں کو جنہیں تم خدا کہتے تھے بلاؤ۔ عرض وہ لوگ انہیں بلائیں گے اور وہ ہر ایک نہ دیں گے (اور اپنی آنکھوں سے) عذاب کو دیکھیں گے۔ کاش یہ لوگ دنیا میں راہ راست پر آگئے ہوتے اور جس دن خدا ان کو پکار کر پوچھے گا تم لوگوں نے پیغمبروں کو (ان کے سمجھانے پر) کیا جواب دیا تھا (تب اس دن) انہیں ہمیں نہ سوجھ پڑیں گی اور پھر باہم ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور اچھے کام کیے تو قریب ہے کہ یہ لوگ اپنی مراد پالنے والوں میں سے ہو جائیں۔

الحق لوگوں کو دنیا میں دو قسم کے انسانوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ایک وہ گروہ جو راہ راست سے ہٹا ہوا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح وہ خود گمراہ ہے دوسروں کو بھی گمراہ کر کے اپنا ہتھیار بٹھالے۔ دوسرے وہ جن وائس وغیرہ ہیں جن کی پرستش کی جاتی ہے۔ خواہ ان کی پرستش خدا سمجھ کر کرتے ہوں یا ان کے احکام پر اس طرح عمل کرتے ہوں جیسے خدا کے احکام پر کرنا چاہیے۔ روز قیامت ان سب کو جمع کیا جائے گا۔ پہلے گمراہ ہونے والوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے تم کو گمراہ کیا تھا۔ جب وہ آئیں گے اور گمراہ ہونے والے کہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو وہ جواب میں کہیں گے ہم نے تم پر

کوئی بجز نہیں کیا تھا۔ تمہارا ہاتھ پکڑ کر اور راست سے نہیں ہٹایا تھا۔ ہم جیسے خود گمراہ تھے اسی طرح تم کو بھی چاہا تھا تم ہماری باتوں میں کیوں آگئے تھے۔ اسی طرح جب وہ لوگ آئیں گے جن کو خدا کا شریک بنا کر عبادت کرتے تھے تو ان عبادت کرنے والوں کی بات کا جواب ہی نہیں گے اور ان سے اظہارِ برأت کریں گے اس وقت سب سے سوال ہوگا یہ بتاؤ جب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آئے تھے اور انہوں نے تمہیں ہدایت کی تھی اور خدا پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ سے ہملا لائے گے کیسے کہا تھا تو تم نے ان کی ہدایت سے کیوں مڑ موڑا۔ غرض کسی سے جواب دیتے نہ میں پڑے گا اور پھر دوزخ ان کا ٹھکانہ ہوگا۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تَكْنُ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعَلِنُونَ ﴿۱۹﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْخِصْمُ الْأَوَّلِيُّ وَالْآخِرُونَ وَكَانَ الْحُكْمُ وَالْيَوْمِئَاتِ يُرْجَعُونَ ﴿۲۰﴾

اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں خدا اس سے پاک و برتر ہے (اے رسول) یہ لوگ جو باتیں اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لیے حمد ہے دنیا و آخرت میں۔ اور اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

پہلی آیت یہ بتاتی ہے کہ کسی عہدہ کا انتخاب خدا کے اختیار میں ہے کسی دوسرے کو منتخب کرنے کا حق نہیں۔ کوئی بھی ایسا عہدہ جس کا تعلق ہدایت خلق سے ہے اس کے لیے کسی کو منتخب کرنا خدا ہی سے مخصوص ہے انسان کسی کے دل کی چھپی ہوئی بات کو نہیں جان سکتا۔ اور نہ یہ جان سکتا ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا رخ آئندہ زمانہ میں کس طرف طے پائے گا۔ اس کے حالات میں کیا کیا تغیرات پیدا ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیوں کے منتخب کیے ہوئے لوگ اپنے عہدوں پر ہمیشہ قائم نہیں رہتے۔ آج دوط کے جس کو سلطنت کا اہل سمجھا جاتا ہے گل وہی دوط دینے والے

اس کو حکومت برطرف کرتے ہیں۔ جب تک یہ انتخاب بندوں کے ہاتھ میں ہے گا یہی کچھ ہوتا ہے گا۔ قدرت کے اس قانون کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ عام لوگوں کا کیا ذکر، انبیاء کو بھی یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ بطور خود کسی کو منتخب کر لیں۔ ان سفارش کر سکتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کے لیے سفارش کی تھی۔ طور پر لے جانے کے لیے حضرت موسیٰ نے ستر ہزار نبی اسرائیل میں سے ستر آدمی ایسا انتخاب کیے تھے جن کو بڑا ایمان کا پتلا سمجھتے تھے فَاخْتَارْنَا مُوسَىٰ خَدْمًا مُّشِينِينَ فَاخْتَارْنَا مُوسَىٰ خَدْمًا مُّشِينِينَ ﴿۱۸﴾ (اور ۱۹)۔ لیکن طور پر جانتے ہی یہ لوگ چل گئے کہنے لگے، ہم آپ پر ایمان ڈلاؤں گے جب تک آپ ہمیں خدا کو حکم دکھانے دکھادیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے کسی نبی کے عاشقین بنانے کا کام اس نبی کی امت کے سپرد نہیں کیا بلکہ اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ نبوت تو غیر بڑی چیز ہے جو بادشاہتیں تخت نبوت ہوتی ہیں وہاں بھی کسی نبی بادشاہ کا وزیر نہیں مقرر کیا جاتا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں یہ واقعہ موجود ہے۔ (سورۃ یوسف) جب حضرت یوسف مصر کے بادشاہ ہوئے تو خدا نے وحی کی کہ یوسف، تہنہ بناؤ وزیر کیس کو بنایا۔ عرض کی، میں تیرے اوپر کیسے سبقت لے جا سکتا ہوں جسے تو حکم ہے اسی کو بنا لوں۔ خدا نے فرمایا، فلاں مقام پر جاؤ وہاں درخت کے نیچے ایک گنجان کھڑا ہے گا وہی تمہارا وزیر ہے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک خبر جو ان کو موجود پایا۔ عرض کی، خداوند اس کو کس حق کی بنا پر میرا وزیر بنا جا رہا ہے۔ وحی ہوئی، لے یوسف تم نے اسے پیچھا نہیں، یہ وہی ہے جس نے خدا ڈلیا میں سب سے پہلے تمہاری پاکدامنی کی گواہی دہی تھی معلوم ہوا، مصدق اول وزارت کا حق دار ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت علی علیہ السلام آنحضرت کی رسالت کے مصدق اول تھے لہذا اس کے پہلے ان کو جانشین ہونا چاہیے تھا۔

نبی اسرائیل جالوت کے مقابل با اختیار خود ہوا بادشاہ بناتے تھے وہ ان کی شکست کا باعث ہوتا رہا اور ان کو بار بار تبدیل کرتے تھے۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے شمشیر، نبی سے درخواست کی کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کرے۔ چنانچہ جب خدا نے جالوت کو ان کا بادشاہ بنایا تو جالوت کے مقابلہ میں ان کو کلانی نصیب ہوئی۔

بندوں کے بنائے ہوئے حکمران بار بار تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن خدا کے بنائے ہوئے کسی نبی سے بدل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی نبی کسی اپنے عہدہ سے معزول نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ بندوں کو جو کچھ نصیب کا علم نہیں ہوتا لہذا وہ انتخاب میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ التَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهُ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿۱﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ

جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى الْيَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنَ اللَّهِ غَيْرُ اللَّهِ
يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهَا أَفَلَا تَبْصُرُونَ ﴿۴۶﴾ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ
لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ﴿۴۷﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ
تَزْعُمُونَ ﴿۴۸﴾

(۱) رسول تم ان لوگوں سے یہ کہو کہ بھلا تم نے اس پر بھی غور کیا، اگر قیامت تک تمہارے رسول
پر رات کو چھائے رکھتا تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہارے پاس روشنی لے آتا تو کیا تم جنتے نہیں
لے رسول، ان سے کہو کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اگر خدا ہمیشہ کے لیے قیامت تک تمہارے
اوپر دن ہی کو روشن کیے رہتا تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے اوپر رات کو لے آتا تو تم لوگ اس میں
آرام کر سکتے۔ تو کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ اُس نے اپنی مہربانی سے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا
تاکہ تم رات کو آرام کرو اور دن میں اس کے فضل و کرم سے (روزنی) تلاش کرو تاکہ تم خدا کے شکر گزار
بنو۔ اور (وہ دن یاد کرو) جب خدا تمہیں پکار کر پوچھے گا کہ تم جن کو خدا کا شریک بتاتے تھے
وہ آج کہاں ہیں۔

نظام حیات انسانی کو برقرار رکھنے کے لیے خدا نے رات اور دن بنائے ہیں۔ رات اس لیے ہے
دن بھر کام کرنے کے بعد جب آدمی تھک جاتے تو بستر پر لیٹ کر رات کو سوئے تاکہ کماں ڈھور ہونے کے بعد
اگلے روز کام کرنے کے لیے پھر جان و چونید ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زندگی وبال ہو جاتی۔ خدا کے سوا اور کون ہے
جو اس نظام کو برقرار رکھ سکتا ہے کسی عجیب بات ہے کہ خدا کے اس فضل و کرم پر لوگوں کی نظر نہیں اس کا
شکر ادا نہیں کرتے اس پر ایمان نہیں لاتے۔ وہی تو ہماری زندگی برقرار رکھنے کے لیے کیا کیا نعمتیں ہم کو دے رہے
اور ہم ہیں کہ اس کی ناشکری پر نکلے بیٹھے ہیں۔ کیا اپنے عین حقیقی کے ساتھ ایسا بڑا دکھنا ہمارے لیے زیادہ ہے۔

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ
لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۴۹﴾ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مِوَسَ
فَبَعَى عَلَيْهِمْ مِوَسَ وَإِتْيَانَهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءَ بِالْعُصْبَةِ
أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿۵۰﴾
وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ فِصْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا
وَإَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ
اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿۵۱﴾

(۱) ہم قیامت کے دن ہر ایک امت کا ایک گواہ بلائیں گے۔ پھر اس دن مشرکین سے کہیں گے اپنی (برأت
کی) دلیل پیش کرو تب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق خدا ہی کی طرف ہے اور جو افسر پر دازیاں وہ لوگ
کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گی۔ (ناشکری کا اب ایک قصہ سنو) موسیٰ کی قوم میں قارون نامی
ایک شخص تھا۔ اُس نے ان پر سرکشی کی۔ ہم نے اُس کو اس قدر خزانے عطا کیے تھے کہ ان کی کنبیاں ایک
سگت دار جماعت کو اٹھانا دو بھر ہوتا تھا۔ جب ایک بار اُس کی قوم نے اُس سے کہا (اپنی دولت
پر) اتراؤ مت، خدا اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا جو کچھ خدا نے تجھے دے رکھا ہے اس میں
آخرت کی بہبودی کا خیال رکھو اور دنیا سے جس قدر تیرا حق ہے اُسے مت بھولو اور جس طرح خدا نے
تیرے اوپر احسان کیا ہے تو بھی اسی طرح لوگوں پر احسان کرو اور زمین میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ خدا
مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا۔

روز قیامت ہر امت کے ساتھ اس کا رسول گواہ بن کر آئے گا۔ پہلے رسول سے ال ہو گا کہ تم نے تبلیغ حق کی؟

وہ گواہی دے گا کہ میں نے جتنے احکام تھے سب من و عن پہنچائے تھے۔ پھر امت سے پوچھا جائے گا کہ ہمارے رسول نے تم کو ہمارے احکام پہنچائے تھے۔ امت میں ہر صاحب ایمان ہوں گے وہ اقرار کریں گے اور جو کفار و مشرکین ہوں گے وہ انکار کریں گے۔ اس وقت خاتم النبیین ان رسولوں کے بیان کی تصدیق کریں گے گویا حضورؐ بطور گواہی گواہ ہوں گے جیسا کہ آیت **وَحُضِّنَاكَ عَلَىٰ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَرَبُّكَ يُدْعِيكَ لِأَنَّكَ كَانْتَ تَصَدِّقُ بِاللَّغَوِیِّ كَمَا نَادَىٰ ذُرِّيَّتَهُ لِئَیُّهَا أُخْرَجُوا بِسُلْطَانٍ ذُرِّیَّتُهُ لَمَّا كَانَتْ هِجْرًا ذُرِّیَّتُهُ تَنْسِبُكَ إِلَىٰ مَا نَادَىٰ بِكَ وَبِحِسَابِ مَا نَجَّیْتَ إِیَّاهُ مِنَ الْغَمِّ ۗ** (سورہ انفار) سے ظاہر ہے۔

تاریخوں حضرت موسیٰ کا حال زاد بھائی تھا۔ پہلے حضرت موسیٰ پر ایمان لایا تھا اور تورات پڑھا کرنا تھا لیکن جب اس کو یمینا کا سفر معلوم ہو گیا اور سونا بنانے لگا تو اس کا دماغ غراب ہو گیا، ایمان بھی رخصت ہوا حضرت موسیٰ کو حقیقہ سمجھنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی دولت اتنی بڑھ گئی کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں اتنی وزنی ہو گئیں کہ طاقتور لوگوں کی ایک طاقت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی دولت کا یہ مال باندھنا آسان ہے جس سے محض یہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ بہت ہی دولت مند تھا۔ لیکن خدا کے بیان کو مبالغہ آمیز کہنا ایمان سے باخبر دھونا اور خدا کے ساتھ انتہائی سختی ہے۔ ممکن ہے اس زمانہ میں ایسے قفل ہوتے ہوں جن کی کنجیاں وزنی ہوتی ہوں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں ایسے ہی خوشحال مفسر سے ملے جتنے ہوں جیسے آج کل جتنے بیچ ہر زمانہ کی منتیں جدا گانہ رہی ہیں۔ اب سوسال پہلے بڑے بھاری تالے ہوتے تھے جو بھر کے تالے کہلاتے تھے۔ ان کی کنجیاں بڑی لمبی اور وزنی ہوتی تھیں آج کی نسبت کئی گنا زیادہ وزنی تھیں۔ پس اس قسم کے تالے اس زمانہ میں بھی ہوتے ہوں گے اور ان کی کنجیاں وزنی ہوتی ہوں گی۔ سبب وہ جمع کی جاتی ہوں گی تو کسی میں وزنی ہو جاتی ہوں گی۔

تاریخ اپنی دولت پر بے حد غرور ہو گیا تھا اور اس کثیر دولت کے سبب بھی پرلے درجہ کا تھا۔ نہ تو زکوٰۃ دیتا تھا اور نہ خاناہوں کی خبر لیتا تھا۔ حضرت موسیٰ نے بار بار اس کو بھیجا مگر وہ زکوٰۃ دینے پر راضی نہ ہوا۔ کہتا تھا یہ سب دولت میں نے خود اپنے ہنر سے پیدا کی ہے خدا سے کچھ نہیں لیا پھر میں خدا کی راہ میں کیوں دوں۔ ایک دن بڑی شان و شوکت سے اپنے بھٹا دکھانے کے لیے نکلا۔ دریں لباس۔ گھوڑا سونے کے ساز سے سجا ہوا آگے پیچھے غلام دریں پٹا باندھے دوڑتے ہوئے۔ اس کو دیکھ کر بہت سے کمزوروں کے ایمان ٹوٹ گئے۔ اپنے دل میں کہنے لگے، موسیٰ کا ساتھ دے کر ہم نے کیا پایا۔ تاریخوں کے خدا پر کیوں نہ ایمان لائیں کہ ہم بھی اس کی طرح مالدار ہو جائیں۔

جب حضرت موسیٰ نے اسے ڈرایا دھمکایا تو وہ ان کا دشمن بن گیا۔ اسے یہ شک تھی کہ کسی طرح میں موسیٰ کو ایسا بدنام کروں کہ قوم میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔ ایک روز ایک فاسقہ عورت کو بلا کر کہا کہ میں تجھے دو قبیلہ اشرفیوں کے بھرے ہوئے دوں گا اگر تو اس وقت جبکہ موسیٰ دعا دے رہے ہوں یہ کہہ دے کہ موسیٰ نے مجھ سے زنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ ایک راز و مخفا فرما رہے تھے اور زنا کی مذمت کر رہے تھے۔ تاریخوں نے کہا آپ دوسروں کو زنا سے بچانا چاہتے ہیں اور خود زنا کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ کو غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا تو جھوٹا

ہے۔ تاریخوں نے اس عورت کو کہا، میرے قول کی تصدیق کر۔ اس عورت پر موسیٰ کی نبوت کا ایسا دھب چھایا، کہ خلاف واقعات کہنے کے لیے اس کی زبان دکھلی، اُس نے کھڑے ہو کر کہا، لوگو میں گواہی دیتی ہوں کہ تاریخوں جھوٹا ہے اور موسیٰ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ تاریخوں نے دو قبیلہ اشرفیوں کے مجھے اس لیے دئیے تھے کہ موسیٰ پر یہ بہت لگاؤں۔ چنانچہ میں دونوں قبیلے ساتھ لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے قوم کو دکھائے۔ اب تو ہر طرف سلسلے پر بھنگا پڑنی شروع ہو گئی۔ حضرت موسیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس جھوٹے کو شکل لے چنانچہ وہ اپنے سامنے خزانوں سمیت مخمخوں تک زمین میں دھنس گیا۔ تیسے تو بڑبڑا کرنے لگا کہ موسیٰ میں ایمان لے آؤں گا مجھے اس عذاب سے نجات دو۔ جب باہر نکلا تو پھر وہی تاریخوں کا تاریخوں تھا۔ موسیٰ نے پھر بد دعا کی تو کتبے دھنس گیا۔ پھر فریاد کی پھر نکل آیا۔ جب پھر بھی زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو اب کی بار پودا زمین میں دھنس گیا۔ "خس کم جہاں پاک"۔

اہل مکہ کو یہ مثال دے کر بھیجا جا رہا ہے کہ تم کیا اور تمہاری دولت کیا، جس پر اتنا گھنڈہ کر رہے ہو۔ اور اہل ایمان کو بے باہر ہونے کی وجہ سے ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ تاریخوں کی حالت پر نظر کرو کہ کتنی دولت اس کے پاس تھی لیکن اس کے غرور و تکبر اور بے راہ روی کا آخر نتیجہ کیا ہوا۔ نہ وہ خود راہ زنا کی دولت رہی۔ جب مذہب الہی اس پر آیا تو چشم زدنی میں سارا کارخانہ دیت کا پھاڑ بن کر رہ گیا۔

خدا یہ نہیں کہتا کہ تم دولت نہ کماؤ اور سکیں و محتاج بن کر بیٹھ جاؤ۔ نہیں، حلال طریقہ سے اپنی معاش حاصل کرو پھر حق لے لیا ہے اس میں سے اللہ کا اور اس کے بندوں کا شریقی حق ادا کرتے رہو۔ ایسی صورت میں جو دولت تمہارا پاس ہوگی اس پر کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔ تاریخوں پر سخت اگر حق اللہ اور حق الناس کو ادا کرتا رہتا تو اس مذہب میں قبول گرفتار ہوتا۔ افسوس کا یہ کہنا کہ جو دولت میں نے خود کمائی ہے اس میں زکوٰۃ کیوں دوں، محتاجوں کی خبر کیوں لوں انتہائی باعیا نہ خیال تھا۔ اگر خدا سے اس قابل ہی نہ رکھتا کہ وہ دولت کما سکے بلکہ ایک فقر بھی اپنے منہ میں رکھ سکے تو وہ کیا کر لیتا۔

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِنَا ۗ أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ
 مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَ أَكْثَرُ جَمْعًا ۗ وَلَا يُسْئَلُ
 عَنْ دُخُوْبِهِمُ الْمَجْرُمُونَ ﴿٤٨﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۗ
 قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لِيَلْبِتْ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ
 قَارُونُ ۗ لَآئِنهٗ لَذُوْحَحْطٍ عَظِيْمٍ ﴿٤٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا

الْعِلْمَ وَيَلِكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا
يُلْقِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا
كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ
الْمُنْتَصِرِينَ ﴿۸۱﴾

(جب حضرت موسیٰ اس سے زکوٰۃ دینے کو کہتے تو کہتا کہ ہے کی زکوٰۃ مانگتے ہو خدا نے مجھے کیا دیا ہے۔) یہ دولت جو میرے پاس ہے مجھے اپنے علم (کیسیا) کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ کیا فارون نے یہ بھی نہ سنیا کیا کہ اللہ نے اس سے پہلے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے جو اس سے قوت و جبریت میں کہیں بڑھ چڑھ کر تھے۔ اور گنہ گاروں سے ان کے گناہوں کی سزا کے وقت پوچھ گچھ نہیں ہوا کرتی۔ ایک روز (فارون) اپنی قوم کے سامنے بڑی آرش دارحٹاٹ کے ساتھ آیا۔ (اسے دیکھ کر) جو زندگانی دُنیا کے طالب تھے کہنے لگے، جو مال و دولت فارون کو ملا ہے کاش ہمارے لیے بھی ایسا ہی ہوتا۔ بے شک فارون بڑا نصیبیہ ور ہے۔ اور جن لوگوں کو ہماری بارگاہ سے علم عطا ہوا تھا کہنے لگے، تمہارا ناس ہو جائے۔ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں ان کے لیے خدا کے یہاں اس سے کہیں بہتر اجر ہے اور یہ اجر صبر کرنے والوں کے سوا دوسرے نہیں پاسکتے۔ ہم نے فارون اور اس کے گھر بار کو زمین میں دھنسا دیا۔ پھر خدا کے سوا کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فارون کو حضرت موسیٰ سے اس بنا پر علالت تھی کہ فرعون کے فریق ہونے اور قبیلوں کی تباہی کے بعد حضرت موسیٰ نے مصر کی حکومت حضرت ہارون کے حوالے کر دی تھی۔ اگر قربانی کوئی کرنا چاہتا تو حضرت ہارون اپنے ہاتھ سے اُسے متہان گاہ میں پہنچاتے۔ تب آسمانی آگ اُسے آکر ہلاکتی۔ فتاویٰ کو اس پر صد پیدا ہوا۔ حضرت موسیٰ سے گستاخانہ انداز میں کہنے لگا سب کچھ تو آپ نے ہارون کے حوالے کر دیا مجھے کچھ بھی دیا۔ حالانکہ میں قوم کا ایک مقتدر آدمی ہوں۔ حضرت موسیٰ نے کہا، میرے اختیار کی چیز نہیں خدا جسے چاہے دے

اس پر فارون مہر کی آٹھا اور اسی دن سے حضرت موسیٰ کے درپے آزار ہوا۔ اس زمانہ میں جب بنی اسرائیل وادی تیرہ میں گھس رہے تھے حضرت موسیٰ نے ان سے توبہ کرنے کو کہا تو اس نے اس حکم کو بے عقیدت سمجھا اور مذاق اڑایا۔ پھر جب زکوٰۃ کا حکم آیا تو کہنے لگا یہ تو بہت مال ہوا میں تو زردوں کا۔ یہاں تک حضرت موسیٰ نے ہزار دینار میں سے ایک بنا رہنے کو کہا۔ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور کہنے لگا موسیٰ! یہیں غریب بنانا چاہتے ہیں۔ میں ان کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا موسیٰ کو جو کرنا ہے کر لیں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ نے ہر دعا کی۔ خدا نے وحی کی کہ اس کی ہلاکت کو میں نے تمہارے اختیار میں دیا جو چاہو کرو۔ فارون کے چھوٹے اور انکار زکوٰۃ پر آپ نے فرمایا۔ اس کو بھلا جا، غریب کیسیا ہم پہلے کھچے ہیں زمین نے اس کو اس کے تمام خزانہ بھلا لیا۔

تب وہ لوگ جن کے ایمان میں خلل آچکا تھا سمجھے کہ امیر و غریب بنا مناسب کچھ خدا کے اختیار میں ہے ہمارے امکان کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ حضرت موسیٰ کے پاس آکر انہوں نے توبہ کی اور اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا، خدا ان دو مقتدران کو کبھی دوست نہیں رکھتا جو اس کے محتاج اور غریب بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ یہ تو ان تمام لوگوں نے جو اس زمانہ میں دو مقتدر تھے اپنی اپنی دولت سے ان کے حقوق ادا کیے۔ جو محتاج تھے اور جس کی جو ضرورت تھی اس کو پورا کیا۔

قرآن میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں وہ اس لیے ہیں کہ لوگ عبرت حاصل کریں اور ایسے کام نہ کریں جن کی وجہ سے پہلے قوموں پر عذاب آیا تھا۔

وَأَصْحَابَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيَسُبُّوا
الرِّزْقَ لِمَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ أَنَّ مِنَ اللَّهِ عَلَيْنَا لَخَسَفَ
بِنَاءُ وَيَكَانَهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۱﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا
لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۲﴾
مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا هَبْ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى
الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۳﴾

کل جن لوگوں نے اس (فارون) کے جاہ و مرتبہ کی تمنا کی تھی (یہ تمنا دیکھ کر) کہنے لگے (اے سادات اللہ)

یہ تو اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کی روزی چاہتا ہے گناہہ کو دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اگر خدا ہم پر مہربانی نہ کرتا تو ہمیں بھی اسی طرح دھنسا دیتا (لمے معاذ اللہ سچ ہے) کفار ہرگز اپنی مراد نہ پائیں گے یہ آخرت کا گھر تو ہم ان کے لیے خاص کر دیں گے جو زمین پر نہ تو سرکشی کرنا چاہتے ہیں اور نہ فساد برپا کرنا۔ پھر اچھا انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے جو نیکی کرے گا وہ اس سے بہتر بدلہ پائے گا جو بُرائی کرے گا تو اس کا ایسا ناپا ہی بدلہ ملے گا جو دنیا میں کر چکا ہوگا۔

خدا فرماتا ہے کہ آخرت میں مسلمانوں کو یہود اور انہی لوگوں کو نصیب ہوگی جو اپنی ہندی نہیں چاہتے۔ اپنے کو اوروں سے برتر نہیں سمجھتے۔ جناب امیر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے، ”جو شخص چاہے کہ میری جوتی کا تسمیر کر دوت کی جوتی کے تسمیر سے بہتر ہو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں جتنے فسادات ہوتے ہیں ان میں سے زیادہ تر فحشیت و برتری کے جذبہ کی بنا پر ہوتے ہیں۔ فلاں شخص کے مکان سے ہمارا مکان اچھا ہو۔ ہمارا فرنیچر اچھا ہو، ہمارا لباس فلاں کے لباس سے اچھا ہو۔ ہماری دولت فلاں کی دولت سے زیادہ ہو۔ ایک و کیا فحشیت و برتری کے ہزار ڈھنگ ہیں۔ اس کے شوق میں آدمی کیا نہیں کر سکتا۔ ہر گناہ اس جذبہ میں قبول کر لیا جاتا ہے۔ فساد کے سنی یہ ہیں کہ احکام اللہ کی خلاف ورزی کر کے اپنے من کی جوتی جلائی جائے۔ معاشرہ تباہ ہو یا باد ہم جو چاہیں وہی ہو۔ لوگ ہم سے رب کر دیں۔ اگر ہمارا منشا حکم خدا کے خلاف ہے تو ہوا کرے۔ یہی وہ نہر ہے کہ جس سے سماج کی لوگوں میں سراسیمہ ہوا پھیرا جس پھیلتی تو کھٹ پڑے۔ دنیا کے ساتھ آخرت بھی تباہ ہوتی۔

آخرت کی بہتری تو صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو پرہیزگار ہیں اور پرہیزگار وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیاوی چیزوں سے بچے رہیں احکام خدا کی خلاف ورزی نہ کریں۔

خدا کے لطف و کرم پر بھی ایک نظر ڈالو کہ اس نے ہماری ناقبت ستوار نے کایا ہی جو صلہ افزا وعدہ کیا ہے اور ہماری سزا کو کتنا دکھایا ہے۔ فرماتا ہے جو کوئی نیکی کرے گا میں اس کو دس گنا بدلہ دوں گا اور جو بُرائی کرے گا اس کو سزا اس کی بُرائی کے مطابق ہی ہے گی۔ اب اس سے زیادہ رعایت کیا ہو سکتی ہے سزا کم جزا زیادہ۔ ایک دیکھیں جہاں میں عیس و ہاں جھگڑا ایسے سوئے ہیں کیوں نہ بڑھ چڑھ کر جھگڑ لے۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ قُلْ رَبِّهِ أَعْلَمُ
مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ

يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا
لِّلْكَافِرِينَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ
وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ
الِهًا آخَرَ مَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قُلْ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَئِلَهُ الْحُكْمُ
وَالِيَهُ تُرْجَعُونَ ﴿۸۸﴾

اے رسول جس خدا نے تم پر قرآن نازل کیا ہے ضرور تمہیں ٹھکانہ تک پہنچائے گا۔ اے رسول تم کہہ دو کہ کون راہ پر آیا اور کون صریحی گمراہی میں پڑا رہا۔ اس سے میرا رب خوب واقف ہے۔ تم کو تو یہ امید نہ تھی کہ تمہارے پاس خدا کی طرف سے کتاب نازل کی جائے گی مگر تمہارے پروردگار کی مہربانی سے نازل ہوئی تو تم کافروں کے پشت پناہ نہ بننا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ احکام خدا نازل ہونے کے بعد یہ لوگ تم کو اس کی تبلیغ سے روک دیں اور تم لوگ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلانے چلے جاؤ اور خبردار مشرکین میں سے ہرگز نہ ہو جانا اور خدا کے سوا کسی اور معبود کی پرستش نہ کرنا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی ذات کے سوا ہر شے فنا ہونے والی ہے اس کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ کا مطلب یہ ہے کہ جس شہر سے تم کو نکالا گیا ہے اللہ تمہیں وہیں پہنچائے گا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ یہ سب گوفی ثابت ہوتی ہے۔ جب حضورؐ بوقت ہجرت مکہ سے چلے تھے تو حضرت کے دل و دل کے چھوٹنے اور غمناک ہونے کی زیارت سے محروم رہنے کا بڑا صدمہ تھا۔ چنانچہ جبریلؑ نے آکر جب یہ خوشخبری حضورؐ کو دی تو آپ بہت خوش ہوئے۔

پھر فرماتا ہے، یہ خدا کی رحمت ہی رحمت ہے کہ اس نے قرآن جیسی کتاب تم پر نازل کی۔ پہلے گورچیکہا ہے کہ کفار کو یہ دھڑکا تھا کہ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو تبت پرست قومیں ہیں اس نے ان سے نکال باہر کر رہی کی۔ خدا نے ان کو یہ دکھا دیا کہ رسولؐ کس شان سے اس میں داخل ہوئے اور پھر کتنا

سورج ان کو مائل ہوا۔ بُت پرستوں کی ناک درگڑھی گئی اور سلاطین کے غرور خفاک میں مل گئے۔ کس کی طاقت تھی کہ مکہ سے ان کو نکال سکتا ایک ہجرت نبوی کو جو وہ سو برس ہو چکے ہیں۔ کوئی قوم مسلمانوں کو مکہ اور مدینہ سے نہیں نکال سکی۔ یا اللہ کی خاص رحمت اور فضل ہے۔ پھر قرآن جیسی کتاب رسول پر نازل کی۔ اس سے پہلے جو کتابیں آئی تھیں وہ منسوخ ہو گئیں۔ لیکن قرآن قیامت تک چلنے والا ہے اور ایسا مکمل قانون ہے کہ اس کی کوئی دفعہ نہ بدلی گئی ہے نہ بدلی جائے گی۔

رسول کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کی مخالفت کو اپنی نظر میں نہ لانا اور اپنے رب کی طرف لوگوں کو برابر بلاتے رہو۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔ یہ تمام مخالفت قرآن میں ایک روز تمہارے قدموں پر سر رکھے پڑی ہوں گی۔ تم مشرکوں سے کوئی تعلق نہ رکھو یہ تو دلیل و خوار ہو کر رہیں گے۔ جن بتوں کی یا جس چیز کی بھی یہ پرستش کرتے ہیں یہ سب ایک دن صفحہ روزگار سے مٹ جائیں گے۔ سوائے خدا کی ذات کے کوئی بھی باقی رہنے والا نہیں۔ مشرکوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ معبود ایسا ہونا چاہیے جس کا گلاموت اگر گھونٹ شے اس کو اپنا معبود مانو جس کو کبھی خالاس حق ہی نہ ہو۔ ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ ہے۔ نہ اس کی ابتدا ہو نہ انتہا۔ حکومت صرف اسی کی ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْعَمَّ ۱ أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يَتَّكِرُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۲ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ ۳ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ۴ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۵ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنْ أَجَلَ اللَّهُ لَاتٍ ۶ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۷ وَمَنْ جَاهَدْنَا فَآتَمَّا

يُجَاهِدْ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۱ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۲

الف۔ لام۔ میم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اتنی بات کہنے پر چھوڑ دیجیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے گئے اور ان کو آزما یا نہ ہائے گا۔ حالانکہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں اُس نے ان کو بھی آزما یا تھا۔ اللہ کو تو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں۔ کیا جو لوگ بُرے کام کھتے ہیں انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے (ایسا ہے تو) یہ لوگ کیسا بُرا حکم لگاتے ہیں جو خدا سے (قیامت میں) رہنے کی امید رکھتا ہو تو اللہ کی (مقرر کی ہوئی) میعاد ضرور آنے والی ہے اور وہ سب کی سزا اور جاتا ہے اور جو شخص (عبادت میں) کوتاہی کرنا ہے تو وہ اپنے واسطے کرنا ہے کیونکہ خدا تو سارے جہاں (کی عبادت سے) بے نیاز ہے۔ جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں تو ہم ان کے گناہوں کا ان کی طرف سے کفارہ قرار دیں گے اور اس دُنیا میں جو نیک کام کیے ہیں اس کی اچھی سے اچھی جزا دیں گے۔

واقف رہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مشرکین مسلمانوں کو بری طرح ستاتے تھے۔ ذمہ جہاں اذیتیں دیتے تھے جہاں کے مال و اسباب تک چھین لیتے تھے۔ ان کے کاروبار میں رخنہ ڈالتے تھے۔ دکاندار ان کے ہاتھ سود نہیں دیتے تھے۔ بدگامی سے پیش آتے تھے۔ عرصہ جو کچھ ان سے پہلے پڑا تھا کرتے ہی ہوتے تھے۔ مسلمانوں کی پوزیشن اس زمانہ میں اتنی کمزور تھی کہ کہیں سے ان کو بددعوی نہ ملتی تھی۔ ایک دن چند مسلمانوں نے آنحضرتؐ سے اپنی مصیبتیں بیان کر کے آپ سے عرض کی، آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے۔ یہ سن کر حضرت کا چہرہ اقدس غصے سے چھٹا اٹھا۔ فرمایا کہ اتنی سی بات پر ایمان لائے ہو اپنے کو محنت کا مستحق سمجھنے لگے ہو۔ تم سے پہلے امتوں پر تم سے کہیں زیادہ مصیبتیں پڑتی تھیں۔ ان کو تو میں میں آدھا دبا کر چیرا گیا تھا، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تھے، ان کی کھال کھینچی گئی تھی۔ خدا صبر میں تمہارا امتحان لے رہا ہے۔ اس کے متعلق ان آیات میں تذکرہ ہے۔ فرماتا ہے:

کیا تمہارے لیے اتنا کھردہ دینا کافی ہے کہ ہم ایمان لے آتے ہیں۔ بس اس کے بعد تمہارے ایمان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ تم سے پہلے لوگوں کی بھی آزمائش کی گئی تھی تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ سچے مومن کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں۔ کیا تمہارے کام کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے اس کی ان سے

کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ان کا یہ فیصلہ اپنے حق میں بالکل غلط ہے۔ وقت آنے پر ان کو پتہ چل جائے گا۔ جو لوگ قیامت میں خدا کے سامنے حاضر ہونے کی امید رکھتے ہیں ان کے اجر کا وقت بھی آئے والا ہے۔ خدا ہر ایک کی بات کو سننا اور ہر ایک کے حال کو جاننا ہے۔ جو لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے فائدہ کے لیے کرتے ہیں۔ خدا کو کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ اس کی ذات غنی ہے وہ تمام عالموں کا خالق ہے، سب کا کارساز ہے کسی کا محتاج نہیں یعنی کرنے والوں کو ہم اچھا بھلا نہیں دے سکتے اور ہر کسی کو ان کی ہدی کے لحاظ سے سزا دی جائے گی۔

جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کو جو تکالیف پہنچ رہی ہیں ہم ان کو دیکھتے ہیں۔ ایک دن ان کو بہت اچھا بھلا ہماری مرگ سے ملے گا۔ انہیں مبر سے کام لینا چاہیے۔ جو ستانے والے ہیں وہ ہمارے مذاب سے غافل نہ رہیں، اس چند روزہ زندگی کے بعد انہیں اپنے ظلم کا پھینکا پڑے گا۔ اس وقت ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ﴿۷﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿۸﴾

ہم نے انسان کو اپنے مل باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا اور (یہ بھی کہہ دیا) اگر تجھے میرا شریک بنانے پر مجبور کریں جس کا تجھے علم بھی نہیں تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔ تمہاری بازگشت میری طرف تو ہے تب جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے تھے ہم بتا دیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کیے ہیں

انہیں ہم نیک بندوں میں ضرور داخل کریں گے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں لیکن جب راہِ خدا میں ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو عذابِ خدا جیسا جانتے ہیں اور اگر تیرے رب کی مدد آجاتی ہے تو کہنے لگتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں جو کچھ سارے جہان (والوں) کے دلوں میں ہے کیا اللہ اس کو نہیں جانتا (ضرور جانتا ہے)۔ جن لوگوں نے ایمان مستبول کیا ان کو بھی جانتا ہے اور منافقوں کو بھی۔

اس آیت کی شانِ نزول میں مفسرین نے لکھا ہے کہ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ جب میرے اسلام قبول کرنے کا حال میری ماں کو معلوم ہوا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جو نیا دین تو نے اختیار کیا ہے اسے ترک نہ کر۔ در ذہن کھانا پینا ترک کر دوں گی اور یوں ہی اپنی جان شے دوں گی اور لوگ تجھے ماں کا قاتل کہیں گے۔ میں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ اس دین کو چھوڑ دوں۔ عرض اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ جب دو وقت گزر گئے تب میں نے کہا لے لے ماں، اگر تو ہزار بار بھی یوں مرے گی اور زندہ ہوگی تب بھی میں اس دین کو ترک نہ کروں گا۔ جب اس نے مجھ کو اتنا سخت پایا تب کھانا پینا امتیاز کیا۔

قرآن کریم نے ماں باپ کی اطاعت پر بڑا زور دیا ہے۔ ان کے مقابل آفت تک کہنے کی اجازت نہیں دی لیکن یہ اطاعت اس وقت تک ہے کہ دائرہ ایمان سے خارج نہ ہو لے۔ اگر ماں باپ کہیں کہ خدا کے کسی شریک کی عبادت پر ایمان لا۔ حالانکہ تمہارے علم میں ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں تو ایسی حالت میں ہرگز ان کی اطاعت نہ کرو۔ کیونکہ اطاعت تو خدا کی خوشنودی کے لیے کی جاتی ہے۔ اور جب خدا پر ایمان ہی صحیح نہ رہا تو پھر خوشنودی کس کی۔

جا بجا یہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ تمہاری بازگشت خدا کی طرف ہونی ہے اور ضرور ہونی ہے۔ یہ اس لیے کہ لوگ روز قیامت کو بھول نہ جائیں۔ قیامت کی یاد ہی لوگوں کو برائیوں سے روک سکتی ہے۔ اگر باز پرس کا خیال ہی تم ہو جائے تو پھر برائی کرنے سے انسان باز رہے گا۔ ایمان لانا اور پھر اس پر استقامت، بڑی کوشش چیز ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں جو زبانی سے تو اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں مگر اس عقیدہ میں ٹوڑے ثابت ہوتے ہیں جب مخالفین اسلام کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بلبلاتا ہے ہیں اور اسے اتنا بڑبڑاتے ہیں کہ عذابِ خدا نازل ہو گیا۔ لیکن اسے رسول جیتے ہیں کسی جنگ میں فتح حاصل ہوتی ہے اور مال غنیمت ملنے کا وقت آتا ہے تو جھٹ تھکے پاس موجود ہوجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں ہم تو آپ کے ساتھ ہیں یعنی مومن ہیں ہمارا حشر بھی دیکھیے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اس کے دلوں میں کچھ ہی ہوتی باتوں کو نہیں جانتا حالانکہ اللہ ایمان والوں اور منافقوں کو خوب جانتا ہے۔

کلہر شہادت زبان پر ہماری کر کے ایک کافر مسلمان تو ہوجاتا ہے لیکن اس پر ثابت قدم رہنا اور آخر وقت

تکسار پر قائم رہنا بہت مشکل ہے۔ بعد رسالت بہت سے مسلمان ایسے تھے جو کہ عمر کا ایک حصہ تک اعمال نیک کرنے والوں کے ساتھ شریک ہے لیکن آخر میں ان کی تینیں فاسد ہو گئیں تو ایسی حالت میں جو کیا کرنا یا تقاسم کا ارت کیا۔ اور قیامت میں اجر کے حق تو وہی لوگ ہوں گے جو آخر وقت تک سراپا ستقیم پر ثابت قدم رہے اور کئی وقت بھی احکام الہی کی خلاف ورزی نہیں کی۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَنَحْمِلْ
 خَطِيئَتَكُمْ وَمَاهُمْ بِحَمِلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ
 لَكَاذِبُونَ ﴿۱۳﴾ وَلِيَحْمِلَنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ وَرَوَّ
 لِيُشَاقِقُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا
 إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ
 الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا
 آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾

کفار ایمان والوں سے کہتے ہیں ہمارے راستہ پر چلو ہم (قیامت میں) تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں کا ذرا سا بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے۔ یہ تو جھوٹے ہیں۔ وہ تو اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان کے گناہوں کا بھی (جن کو گناہ کیا ہے) اور یہ (دنیا میں) جو جو افترا پردازیاں کرتے رہے قیامت میں ان سب کے متعلق باز پرس ہوگی۔ اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں نوسو پچاس برس تک ہے۔ پھر انہیں طوفان نے آپڑا کیونکہ وہ ظالم تھے۔ ہم نے نوح کو اور جوشتی میں سوار تھے ان کو طوفان سے بچالیا اور اس واقعہ کو تمام عالموں (زوالوں) کے لیے اپنی نشانی بنایا۔

ایک وزیر افسانیاں اور امیر بن خلف نے حضرت رسول خدا سے عرض کی اگر آپ اپنے گڑھے ہونے دین سے بہت جائیں اور اپنے سابقہ دین کی طرف آجائیں تو قیامت میں آپ کے جتنے گناہ ہوں گے ان سب کا بوجھ ہم اٹھالیں گے۔ یہ آیت ان ہی کے زرد میں نازل ہوئی ہے۔ یہ کہنے والے وہ لوگ تھے جنہیں اول تو قیامت کا یقین ہی نہ تھا۔ وہ کہنا کرتے تھے یہ سب من گڑھت باتیں ہیں۔ لہذا جب نے کے بعد کچھ ہونامی نہیں تو ایسا وعدہ کرنے میں کہ ہم سارا بوجھ تمہارا اٹھالیں گے ہمارا بھگتا ہی کیا ہے اور اگر بالفرض قیامت کا تھنہ دین ہے تو بھی ہم خدا سے کہہ دیں گے کہ انہیں چھوڑ دے اور ان کے گناہ کا سارا بوجھ ہماری گردن پر رکھ دے۔ ان احمقوں نے قیامت کے دن کو دنیا کے کسی قاضی کی عدالت سمجھ رکھا تھا کہ اس کے سامنے جو چاہا کہہ دیا۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ وہاں کس کی طاقت ہوگی کیسا ذن کی ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے۔ جب فرشتے کشاں کشاں جہنم کی پہرہ لگتی ہوئی آگ کی طرف لے جاتے ہوں گے اس وقت کس کی طاقت ہوگی کہ زبان کھول سکے۔ اور اگر بالفرض کھول بھی سکے تو سنے گا کون؟

حضرت نوح کی عمر جو ساٹھے نوسو برس ظاہر کی گئی ہے۔ یہ ان کی تبلیغ و ہدایت کا زمانہ ہے۔ ورنہ ان کی عمر تو ڈھائی ہزار برس تھی۔ چالیس سال کی عمر میں ان کو حکم تسلیم کیا تھا۔ طوفان کے بعد پندرہ سو برس زندہ رہے اتنی بڑی عمر کسی اور بھی کی نہیں ہوئی۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اتنی طویل عمر لے والے نے اپنے رہنے کے لیے کوئی گھر نہ بنایا۔ ساری عمر ایک پھوس کی بنی ہوئی جھوٹی پٹی میں گزار دی۔ جس میں دنیا کا کوئی سامان نہ تھا۔ ان کی کاہرہ بی بی اس وجہ سے ان کے خلاف تھی کہ ان کے گھر میں کوئی آسائش اسے نصیب نہ تھی۔ جب موت کا ڈنکا حضرت نوح کے پاس آیا تو اس خیال سے کہ اتنی طویل عمر میں دنیا کے متعلق ان سے زیادہ تجربہ کس کو ہو گا، اس نے سوال کیا، لمے نوح، آپ نے اس دنیا کو کیسا پایا۔ فرمایا، اے ماہانت من باب دخلت ومن باب خرجت۔ (دنیا ایک گھر ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ میں سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل آیا)۔ حضرت نوح کی قوم ایسی کٹر بت پرست تھی کہ ساٹھے نوسو برس ہدایت کرنے کے باوجود صرف اتنی آدمی آپ پر ایمان لائے تھے۔

وَابْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۷﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكَاءَ إِنَّ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۗ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۸﴾

اور ابراہیم نے جب اپنی قوم سے کہا، اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اگر تم جانتے ہو تو تمہارا لیے بہتر ہے۔ تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹی باتیں اپنے دل سے گڑھتے ہو اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری رزق رسانی پر قادر نہیں۔ پس تم اپنا رزق اللہ سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

وَإِنْ تَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا
الْبَلَاغُ الْبَيِّنُ ۝۱۸ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۝
إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝۱۹ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ
بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲۰ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ ۝ وَإِلَيْهِ
تُقَلَّبُونَ ۝۲۱ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَّكِيلٍ وَلَا نَفِيسٍ ۝۲۲

(اے اہل مکہ) اگر تم نے ہمارے پیغمبر کو جھٹلایا (تو کوئی بڑا نہیں) تم سے پہلے لوگ بھی ہمارے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں۔ ہمارے رسول کا فرض تو ہمارے احکام پہنچانا ہے۔ کیا ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا اللہ نے کس طرح مخلوق کو پیدا کیا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔ (اے رسول) تم ان سے کہو کہ روئے زمین کی سیر کرو اور یہ دیکھو کہ اللہ نے مخلوق کو کیسے پیدا کیا ہے پھر اللہ قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرے گا وہ ہر شے پر قادر ہے۔ جس پر چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے۔ تم سب (ایک نسل) اسی

کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور تم تو خدا کو زمین ہی میں عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں اور خدا کے سوا کوئی تمہارا سر پرست ہے اور نہ مددگار۔

اے اہل مکہ اگر تم نے ہمارے رسول کو جھٹلایا تو اس سے پہلے بھی اور لوگ بھی ہمارے رسولوں کو اسی طرح جھٹلاتے تھے یہ تو کیا اس سے ہارنی تسلیں ٹوک گئی تھی۔ کیا ہمارے رسولوں نے اپنا کام بند کر دیا تھا پس جب ایسا نہیں ہوا تو اس پیغمبر کو جھٹلانے سے بھی تمہارا مقصد حاصل نہ ہو گا۔ تم قیامت میں خدا کے دوبارہ پیدا کرنے کو نہیں مانتے آخر کیوں جبکہ تم یہاں اس کی قدرت کا تماشا دیکھتے ہو وہ برابر لوگوں کو پیدا کر رہا ہے پس جو یہاں پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ قیامت میں دوبارہ پیدا کرنے پر کیوں نہیں قدرت رکھتا تم روئے زمین پر ذرا چلو پھرو۔ دیکھو کہ خدا نے کسی کسی مخلوق کو پیدا کیا ہے اور پیدا کرنے کے بعد کس طرح سب کو مارتا ہے۔ پھر ایسا فتاد مطلق دوبارہ تمہیں کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے قبضے سے نکل جاؤ گے جب تمہاری گردن اس کے ہاتھ میں ہے تو تم کیسے نکل جاؤ گے۔ کیا تم میں اتنی قوت ہے کہ اس پر غالب آ جاؤ یا اس کی گرفت سے بچ سکو۔ پھر جب یہ سب کچھ نہیں تو پھر اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اس کے عذاب کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ قیامت کے عقیدہ سے گریز کیوں کرتے ہو۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَسْأَلُونَ مِن رَّحْمَتِي
وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۲۳ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ
قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۲۴ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ
أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ
بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا ۝ وَمَا أُولَٰئِكَ إِلَّا النَّارُ وَمَا لَكُم
مِّن نَّاصِرِينَ ۝۲۵

جن لوگوں نے خدا کی آیات اور قیامت کے دن اس کے سامنے حاضر ہونے سے انکار کیا وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ غرض ابراہیم کی قوم کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہ تھا کہ باہم کہنے لگے اسے مثل کر ڈالو یا آگ میں جلا ڈالو۔ اللہ نے ان کو آگ سے بچا لیا۔ اس میں ایمان لانے والوں کے لیے قدرت کی بیشمار نشانیاں ہیں۔ ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر بتوں کو صرف دنیوی زندگی میں محبت کرنے کی وجہ سے خدا بنا رکھا ہے۔ قیامت کے دن تم میں ایک ایک انکار کرے گا اور بعض بعض پر لعنت کھے گا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہاں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

جیسے حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑا چھوڑا اور قوم کو پتہ چلا کہ یہ کام ابراہیم کا ہے تو انہوں نے کہیں میں ملے کیا کہ ابراہیم کو آگ میں جلا کر خاک کر دینا چاہیے۔ چنانچہ ایک مقام پر کچھ لوگوں کا انبار لگا کر آگ لگا دی۔ اس کے شعلے جبر سے نوردور تک پرندے جل جل کر گرنے لگے۔ ایک آدمی کو متعین کہتے ہیں ایسا بنا یا خدا جس میں رکھ کر حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکا جا سکے۔ جب وہ متعین سے جدا ہو کر آگ کی طرف جا رہے تھے، تو جبریل امین نے راستہ میں آیا اور ان سے کہا، اے ابراہیم کوئی حاجت ہے؟ فرمایا ہے تو کہ تم سے نہیں ہے۔ کہا پھر جس سے ہے اسی سے بیان کرو۔ فرمایا، اُس سے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ غرض جب آگ کے قریب پہنچے تو خدا کی طرف سے آگ کو ندا آئی یا نادۃ کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراہیم (اے آگ ابراہیم پر سلامتی سے ٹھنڈی ہو جا)۔ مسدودہ جین تکھ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے کہ لوگ حق کی بات تحقیق ہو جانے اور اپنی غلطیاں ظاہر ہونے کے بعد کچھ شرم اور کچھ رشتہ ناطے کے لحاظ سے اس غلطی پر ججے رہتے ہیں۔ یا یہ کہ اپنے بزرگوں کی محبت کی وجہ سے کسی غلط فیصلہ پر قائم رہتے ہیں۔ انسان اگر کسی غلط عقیدے سے تائب ہو کر صحیح عقیدہ کی طرف آ جا رہا ہے تو اپنے رشتہ داروں سے ترک تعلق ہو چکے کا خوف اے امر حق کے اظہار سے روک دیتا ہے۔

فَأَمِّنْ لَهُ لَوْطًا وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۳۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ الْبُورَةَ وَالْكَاتِبَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي

الْآخِرَةُ لَمِنَّ الصَّالِحِينَ ﴿۱۳۷﴾

تب حضرت لوطؑ ابراہیم پر ایمان لائے تو ابراہیم نے کہا، میں تو دس چھوڑ کر اپنے پروردگار کی طرف (جہاں اُسے منظور ہوگا) نکل جاؤں گا۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) بخشا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھا اور ہم نے دنیا میں بھی ان کو اجر دیا اور آخرت میں بھی کہ تمہارے نیک بندوں میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم کا آگ سے نجات پانا ایسا واقعہ نہ تھا کہ قوم مسلمان نہ ہو جاتی۔ مگر حضرت لوطؑ کے سوا جو حضرت ابراہیم کے پیچھے تھے اور کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ اس کے سنی یہ نہیں کہ حضرت لوطؑ ماذا اللہ پہلے صاحبِ ایمان نہ تھے اور حضرت ابراہیم کو آگ سے نجات پالنے کے بعد ایمان لائے، ایسا نہیں کیونکہ خدا نے کبھی کسی مشرک کو نبی نہیں بنایا۔ یہاں تو میں ہونے کے یہ سنی ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم کی طاعت و پیروی اختیار کی۔ حضرت لوطؑ کے ایمان لانے کے متعلق یہ کہنا غلط ہے کہ وہ پہلے صاحبِ ایمان نہ تھے بعد میں ہوئے وہ تو پیدا ہی تو میں ہوئے تھے صرف اس وقت اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا جب حضورؐ کو رسالت کے اعلان کا حکم ہوا تھا۔

بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ حضرت لوطؑ اس وقت کم سن تھے جب حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے۔ پس اگر کم سن میں حضرت لوطؑ کا ایمان لانا صحیح ہو سکتا ہے اور قرآن میں خدا اس کا ذکر ضروری سمجھتا ہے تو حضرت علیؑ کے کم سنی میں ایمان لانے پر اعتراض کرنا فضول ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں صرف حضرت اسحاقؑ اور ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت اسمعیلؑ کی اولاد کا جس میں صرف حضرت رسولؐ خدا مبعوث ہوئے ذکر نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ نبیاء حضرت اسحاقؑ کی نسل میں ہی ہوئے اور کتابیں اور صحیفے بھی اسی نسل میں آئے لہذا اس کو نسلِ حضرت اسماعیلؑ سے الگ کر کے دکھایا گیا ہے۔ یہ عزت بھی حضرت ابراہیمؑ کو ہی حاصل ہوئی کہ ان کی نسل سے ایک وہ نہیں ہزاروں پیغمبر پیدا ہوئے۔

وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۳۷﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقَاطِعُونَ

السَّبِيلَ ۗ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ
إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِذَابِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۗ قَالَ
رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۳۰

حضرت لوط نے اپنی قوم سے کہا تم وہ بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا
کیا تم (عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پوری کرنے کے لیے) مردوں کی طرف گرتے ہو اور مسافروں
کی راہ زنی کرتے ہو اور تم اپنی مظلوموں میں بڑی بری حرکتیں کرتے ہو۔ لوط کی قوم کے پاس اس کے
سوا اور کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے، اگر تم سچے ہو تو ہم پر خدا کا عذاب لے آؤ تب لوط
نے دُعا کی، پروردگار! ان مفسدوں کے مقابل میں میری مدد فرما۔

دنیا میں سب سے پہلے جس نے لواطت کا آغاز کیا وہ قوم لوط تھی۔ شیطان نے ان کو یہ پٹی پڑھائی تھی کہ
عورتوں کو غور میں آنے سے ان کے ساتھ صحبت کھینے میں انسان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ یہ ایسے بے عیب
لوگ تھے کہ کھلے جلسوں میں پیشہ نماں فعل جھالتے تھے اور ایک دوسرے سے شرم نہیں کزنا تھا۔ دوسرا عیب
ان میں یہ تھا کہ راستہ میں مسافروں کو لوط لیتے تھے۔ حضرت لوط ہر چند ان کو سمجھاتے تھے مگر یہ بدکار کسی طرح
باز نہ آتے تھے۔ جب حضرت لوط عذاب الہی سے ڈرانے تو وہ کہتے اگر تم سچے ہو تو اس عذاب کو لا کر دکھاؤ۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهٖمَ بِالْبَشْرِى ۗ لَاقَالُوْا اِنَّا مُهْلِكُوْا اَهْلَ
هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۗ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۳۱ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ۗ قَالَوْا
فَنَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ۗ لَنُنَجِّیْنَهٗ وَاَهْلَهٗ ۗ اِلَّا امْرَاَتَیْكَ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الْغٰبِرِیْنَ ۝۳۲ وَاِنَّمَا اَنْجَاکُمْ رُسُلُنَا لُوْطًا سَخٰی بِهٖمْ وَضَاقَ بِهٖمْ
ذُرْعًا وَّقَالُوْا لِمَ تَخَفُ وَلَا تَحْزَنُ فَاِنَّا مُنْجُوْکَ وَاَهْلَکَ

اِلَّا امْرَاَتَكَ ۗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝۳۱ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰی اَهْلِ هٰذِهِ
الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝۳۲ وَاَلْقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا
آیَةً یَّبِیْنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۳۳

جب ہمارے رسول (فرشتے) ابراہیم کے پاس (اسحاق و یعقوب کی پیدائش کی) بشارت لے کر
آئے تو انہوں نے کہا ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں اس کے باشندے یقیناً
ظالم ہیں حضرت ابراہیم نے کہا اس بستی میں تو لوط بھی رہتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا جو رہتے ہیں، ہم
ان کو مانتے ہیں۔ ہم لوط اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر اس کی بی بی (انہیں بچے گی) وہ
بچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ جب (وہاں سے) یہ فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کے
آنے سے بہت رشیدہ اور تنگ دل ہوئے (کیونکہ وہ خوبصورت لڑکوں کی صورت میں آئے تھے)
فرشتوں نے کہا آپ ڈریں نہ رنج کریں ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے۔ سوائے
تمہاری بی بی کے وہ بچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ چونکہ اس بستی کے بچنے والے بدکار ہیں
لہذا ہم ان پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے (اس اٹھی ہوئی بستی کو) سمجھا دیا
لوگوں کے لیے عبرت حاصل کرنے کی ایک ڈٹن نشانی باقی رکھی ہے۔

فرشتے پہلے حضرت ابراہیم کے پاس آئے اور ان کو پہلے حضرت اسحاق کی اور بعد میں حضرت یعقوب کی ولادت
کی خوشخبری دی۔ پھر کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ قوم لوط پر عذاب نازل کریں۔ انہوں نے کہا، وہاں تو لوط بھی رہتے ہیں
فرشتوں نے کہا ہم انہیں بچالیں گے۔ اس کے بعد وہ لوط کے پاس آئے۔ چونکہ یہ فرشتے نہایت خوبصورت لوگوں کی
شکل میں آئے تھے اس لیے حضرت لوط کو یہ خوف ہوا کہ خبر سنتے ہی وہ بدکار دوڑ پڑیں گے اور ان کو اٹھا کر لے جائیں گے
فرشتوں نے جب ان کی پریشانی محسوس کی تو دلاسا دیا کہ آپ گھبراہٹ میں نہیں۔ آپ اور آپ کے گھر والے عذاب سے
بچ رہیں گے۔ مگر آپ کی بی بی مستحب ہو کر رہے گی۔ کیونکہ وہ کافر تھی اور کافروں کی اس بدکاری کو برا نہیں سمجھتی
تھی اور حضرت لوط پر ایمان نہیں لاتی تھی۔

وَاللَّذِينَ آمَنُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ شُعَيْبٌ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ عِزًّا وَقَدَّحُوا الْفِتْرَةَ فَاذْكُرُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۳۹﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثِيمِينَ ﴿۴۰﴾ وَعَادًا وَثَمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّن مَّسْكِنِهِمُ الْوَيْعُ الَّذِي لَمْ يَأْتِكُمْ مِّن لَّدُنَّكَ إِلَّا الْخَبْرُ الْمَوْتُ فَذَكِّرُوا إِنَّمَا أَصْحَابِ الْأَنْبِيَاءِ خِشْيَةُ اللَّهِ كَانُوا اسْتْبَصِرِينَ ﴿۴۱﴾

اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم، اللہ کی عبادت کرو اور رُذْرُذِ آہستہ کی اتید رکھو اور رُشے زمین پر فساد برپا نہ کرو۔ انہوں نے شعیب کو جھٹلایا پس انہیں زلزلہ نے لے ڈالا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور عاد و ثمود کو بھی (ہم نے ہلاک کر ڈالا (لے اہل مکہ) تم کو تو ان کے آجڑے ہوتے گھر بھی (راستہ میں) دکھائی دیتے ہیں شیطان نے ان کی براعمالیوں کو ان کی نگاہوں میں نزیت سے دی تھی اس لیے انہوں نے راہ خدا سے لوگوں کو روکا حالانکہ وہ ہوشیار لوگ تھے۔

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ إِذْ جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ﴿۴۲﴾ فَكَلَّمْنَا بَدَنِيَّ إِسْرَائِيلَ إِذْ أَخَذْنَا مِنْهُمُ الذُّبْحَ كُلِّيًّا وَلَمَّا جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِأَمْرِهِمْ لَعْنَةً فَوَضَعُوا بِهَا آلِهَتَهُمُ الْمِثْلَ وَكَانُوا فِيهَا كَافِرِينَ ﴿۴۳﴾ وَجِبْرِيلَ إِذْ أَخَذْنَا مِنْهُمُ الذُّبْحَ كُلِّيًّا وَلَمَّا جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِأَمْرِهِمْ لَعْنَةً فَوَضَعُوا بِهَا آلِهَتَهُمُ الْمِثْلَ وَكَانُوا فِيهَا كَافِرِينَ ﴿۴۴﴾ وَنُوحًا إِذْ جَاءَهُ بِأَمْرِهِمْ لَعْنَةً فَوَضَعُوا بِهَا آلِهَتَهُمُ الْمِثْلَ وَكَانُوا فِيهَا كَافِرِينَ ﴿۴۵﴾

اور قارون و فرعون و ہامان بھی (ہلاک ہوئے) ان کے پاس موسیٰ روشن آیات لے کر آئے تھے مگر انہوں نے رُشے زمین پر کشتی سے کام لیا لیکن وہ ہم سے سبقت لے جانے والے نہ تھے ہم نے سب کو ان کے گناہ کی وجہ سے لے ڈالا (یعنی ہماری گرفت سے نکل نہ سکے)۔ بعض تو ان میں وہ تھے جن پر ہم نے پتھر والی آگ بھیجی۔ بعض وہ تھے جنہیں ایک چنگھاڑنے لے ڈالا۔ بعض وہ تھے جن کو ہم نے زمین میں دھاس دیا بعض کو ڈوب کر رکھ دیا اور یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے ان پر ظلم کیا ہو بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔

قوم عاد پر سلسلہ آٹھ دن ہوا طوفان آیا۔ قوم ثمود کو زلزلہ نے ہلاک کیا۔ قارون زمین میں دھنسا۔ فرعون کو طوفان کیا گیا۔ یہ قومیں جن پر عذاب آتے تھے بے وقوف نہ تھیں۔ کئی سی مسامحات میں کافی ہوشیار تھیں۔ تجارتی کاروبار خوب چلا ہے تھے۔ جو ہدایت استیلاء کرتے تھے وہ ان کے کان کو نہیں کٹی تھی۔ بات یہ تھی کہ وہ معاشرہ میں ایسی آزادی چاہتے تھے جس میں حرام و حلال کی قید نہ ہو۔ نیز زبردستیوں کو زبردستیوں پر ظلم و ستم سے نہ روکا جاسکے کہ وہ لوگ ان کی حکومت کو ہر حالت میں تسلیم کرتے رہیں۔ اسلام ان باتوں کی اجازت نہیں دیتا تھا اس لیے وہ انبیاء کے دشمن بن جاتے تھے۔

یہاں تک جو حقے بیان کیے گئے وہ کفار و مشرکین کو جو یربتانے کے لیے تھے کہ جس طرح اقوام سابقہ کی سرکشی خدا کے سامنے نہ چلی اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ اسی طرح تہا رہا سرکشی بھی نہ چلے گی۔ وہ لوگ تم سے زیادہ طاقتور بھی تھے اور تعداد میں زیادہ تھے۔ پس جب وہ خدا کی گرفت سے باہر نہ جاسکے تو تہا رہا ہی تو ہستی ہی کیا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ أَخَذُوا مِنَ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ عَلَىٰ الْعَنَّاكِبِ إِذْ أَخَذَتْ بُيُوتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۴۲﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ عَرُودٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۴۳﴾ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبَها لِلنَّاسِ لَعَلَّ هُمْ يَتَّقُونَ ﴿۴۴﴾ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فِي

وَقَدْ لَعْنُوا

ذَلِكَ آيَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۲﴾

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنا گھر بنا کر ہے۔ اگر تم جانتے ہو تو سمجھو کہ سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ خدا کو چھوڑ کر یہ جن کو پرکارتے ہیں خدا انہیں خوب جانتا ہے وہ غالب حکمت والا ہے۔ یہ مثالیں ہم عام لوگوں کے لیے بیان کیا کرتے ہیں ان کو عام لوگ بھی سمجھتے ہیں۔ اللہ نے آسمان و زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے اللہ کی نشانیاں ہیں۔

کفار و مشرکین جن تہوں کو اپنا معبود بنا لے ہوئے ہیں اور ان سے اپنی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں وہ اہم خیالات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان میں کیا طاقت ہے کہ وہ کسی کی بھی ماحبت برآری کر سکیں۔ ان کے یہ خیالات ان کے یہ وہاں مکڑی کے جالے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ جالا ہوتا ہی کیا ہے۔ ذرا انگلی لگ جائے تو فوراً ٹوٹ جاتا ہے پس یہ سب خیالات انتہائی کمزور ہیں۔ جب کوئی مصیبت پڑے گی تو ان کے یہ فرضی بکود انہیں کیا مدد دے سکیں گے۔ جس طرح مکڑی کے جالے سے کوئی کام نہیں ہو سکتا اسی طرح ان مہبودوں سے کوئی غرض پوری نہیں ہو سکتی جس طرح مکڑی اپنے جالے میں خود پھنس کر رہ جاتی ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی بد اعمالیوں میں جٹھا ہو کر اپنی برکتی کا باعث خود ہی بن جاتے ہیں۔



أَتَمَّ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ ۗ وَالْحَقُّ وَالْهُكْمُ وَاحِدٌ ۚ وَنَعْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۳۴﴾ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ ۚ فَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَن يُؤْمِنُ بِهِ ۖ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿۳۵﴾

(اے رسول) جو کتاب تمہارے اوپر نازل کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو اور نماز پڑھتے رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور خدا کا ذکر سب سے بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے مناظرہ نہ کرو مگر شائستہ طریقہ سے، ہاں ان میں سے جو ظالم ہیں ان سے نہیں (مسلمانوں) تم ان سے کہو تم تو جو کتاب ہم پر نازل کی گئی ہے اور جو تم پر نازل کی گئی ہے سب پر ایمان لے آئے ہیں۔ تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ اور اے رسول ہم نے اسی طرح تم پر کتاب نازل کی جیسے تم سے پہلے پیغمبروں پر نازل کی تھی اور جن لوگوں کو ہم نے یہ کتاب عطا کی ہے وہ اس کتاب پر ایمان لے آئے ہیں اور ان میں (عربوں میں) سے بھی بعض ایمان لے آئے ہیں اور ہماری آیات کا کافروں کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا۔

اگرچہ تلاوت کلام پاک اور نماز پڑھنے کا حکم بظاہر رسول کو دیا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ حکم ہے سب مسلمانوں کے لیے۔ ان دو چیزوں کو اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ تزکیہ نفس اور رجوع الی اللہ میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے۔

لیکن صرف زبان سے الفاظ ادا کرنا اور نماز میں صرف بدن کو حرکت دینا اس فرض کو پورا نہیں کر سکتے۔ مثلاً ایک شخص صرف الفاظ قرآنی زبان سے نکالے ہے مگر اس کے معنی سے کوئی غرض نہیں رکھتا تو اس تلاوت سے جو فائدہ ان کو ہونا چاہیے وہ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ صرف الفاظ کا تلاوت کرنا بھی مرد و جاہل کے لیے باعث ثواب ہے لیکن جب کسی بات کو سمجھا ہی نہیں تو دل پر اس کا اثر کیسے ہوگا۔ تلاوت کی غرض تو اسی وقت پوری ہوگی جبکہ ہر آیت کے معانی پر غور کیا جائے۔ اور ان کے بیان کا جو مقصد ہے اس کو عملاً پورا کیا جائے۔ ترتیل الفاظ کتاب اور تمیل احکام کتاب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انسان کے دل میں ایک دو نہیں ہزار بار آیتیں چھپی چھپی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر نکلتا چاہتی ہیں۔ ان کا سمجھنا رہنا اس پھوٹے کی مانند ہے جس سے مواد برابر نکلتا رہتا ہو۔ جب تک یہ رہتا رہتا نہیں ہوگا چھوٹا اچھا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ کسنا پھوٹے کے منہ پر کپڑا باندھ لینے سے بند نہیں ہو سکتا۔ جب تک پھوٹے کے اندر کوئی دوا نہ پہنچائی جائے۔ اگر قرآن کو غور سے پڑھا جائے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے تو انسان کے دل سے برا شیوں کی جڑ اٹھ رہتی ہے اور نزول قرآن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کے کار و عالم جب سموٹ ہوئے اُس وقت عربوں کی حالت اخلاقی لحاظ سے نہایت پست تھی۔ کون سی بڑی تھی جو ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔ قرآن نے ان کو بھوکھو دکھو دکھو کر نکالا اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ ان کے پاس بھی نہ جانا۔ نیز یہ کہ جو اخلاق حسنہ کی تعلیم قرآن سے رہا ہے ان سے راستہ ہو کہ ان بددعوؤں کے سامنے اپنے کو پیش کروں گا کہ تمہاری عملی حالت دیکھ کر ان کے دل پر اچھا اثر ہو اور غرور بوزہ کو دیکھ کر غرور بوزہ رنگ بدلے۔ حضورؐ خوش الحانی سے پڑھنا کافی نہیں تا وقتیکہ سمجھا نہ جائے۔

تلاوت کے حکم کے بعد نماز کو پابندی سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اس سے پھر جو فائدہ ہوتا ہے وہ بھی بتا دیا کہ یہ نماز بے حیائی اور بدکاری سے روکنے والی چیز ہے۔ صرف قیام و قعود اور رکوع و سجود کر لینا اس فرض کو پورا نہیں کرتا۔ نماز کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ بے حیائی اور بدکاری سے بچا یا نہیں۔ اگر نہیں بچا تو نماز کا صرف اعضا کی حرکت کا کام نہ رہتا تو ایک قسم کی ورزش ہوتی۔ جو شخص پانچ وقت اپنے سمجھو کہ دربار میں حاضر ہوتا ہے اور ہر بار سب کا ربوں کے داغ دھبے اس کے دہن دل پر لگے ہوتے ہیں تو اس کو شرم آنی چاہیے۔ ایک غیر متقدم ضرور اس بات کا خیال رکھنا کہ جو جسے کاموں سے بچا ہے۔ وہ بھاری بادشاہوں کے دربار میں جانے والے صاف ستھرے لباس میں جانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ دربار سے بدلت و خواری نکال نہ شیے جائیں۔ پس بادشاہ حقیقی کے دربار میں حاضر ہونے والوں کو بھی چاہیے کہ اپنا دل صاف ستھرا بنا کر اس کے سامنے حاضر ہوں۔ جو شخص پابندی سے نماز پڑھے گا کبھی تو اسے یہ خیال آئے گا کہ میں اپنے دل کی حالت درست کروں۔

فرض میں ہی نماز کو اس لیے مقدم رکھا گیا ہے کہ ایک گنہگار بندہ جب پانچ وقت اپنے سمجھو کہ دربار میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی صفائی مانگے گا اور اللہ وہ گناہ کرنے سے توبہ کرے گا تو اس کے دل میں صفائی اور روشنی پیدا ہوگی اور نماز کی ہلکا کر لوگوں کے سامنے گناہ کرتے شرم آنے لگے گی۔ قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال ہوگا اور یہ مانجا جائے گا کہ قدرت الہیہ میں اُس نے کتنی نمازیں پڑھیں اور کتنی چھوڑیں اور جو پڑھیں

ان میں قابل قبول کتنی ہیں اور کتنی نہیں۔ اللہ کی سزا میں صرف مستقیوں کی عبادت قبول ہوگی۔ پس جو پراپیوں سے نہیں بچا، اس کی عبادت کسی اجر کی مستحق قرار نہیں پائے گی۔

وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكُمْ إِذَا لَرَأْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۲۸﴾ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿۲۹﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا آيَاتٌ مِنْ رَبِّنَا لَقُلْنَا إِنَّهَا آيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿۳۰﴾

لے رسول قرآن نازل ہونے سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھا کرتے تھے اور نہ اپنے اپنے ہاتھ سے لکھا ہی کرتے تھے۔ ایسا ہوتا تو ضرور یہ جھوٹے تمہاری بتوت میں شک کرنے لگتے مگر جن لوگوں کو خدا کی طرف سے علم عطا ہوا ہے ان کے دلوں میں یہ (قرآن) واضح اور روشن آیتیں ہیں اور کوشش کے سوا ہماری آیتوں سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ (کفار عرب) کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر خدا کی طرف سے معجزے کیوں نہیں نازل ہوتے۔ تم کہدو کہ معجزے تو بس خدا ہی کے پاس ہیں، میں تو صاف صاف (غدا پندہ سے) ڈرانے والا ہوں۔

آحضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ اس کو سمجھنا پڑھنا سب کچھ جانتے تھے مگر آپ کو اجازت نہ تھی کہ کوئی کتاب پڑھیں یا کاغذ پر کچھ لکھیں۔ لوگوں نے اس سے یہ غلط فہم کر لیا کہ آپ کو کھنا پڑھنا آتا ہی تھا مگر سب سے پہلے اس کے بعد علم کے خزانے بکایا آپ کو مل گئے۔ یہ بات کی ترمیم نہ پہنچنے کے نتیجے میں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر حضورؐ کہتے پڑھتے ہوتے تو تم کہیں یہ الزام لگاتے کہ تو ریت و انجیل اور آسمانی صحیفوں کو پڑھ کر بتاؤ کہ کیا ہے یہ بھی ان کا اعتراض تھا کہ ایک شخص رات کو آتا ہے اور وہ مضامین قرآن ان کو کھدوا دیتا ہے صبح ہی وہ صحابہ بگراؤ کے سامنے وحے کہہ کر پڑھ دیتے ہیں۔ ان تمام اعتراضات کے رد کے لیے خدا نے ان کو کھنے پڑھنے سے روک دیا تھا۔ جب کسی نے آپ کو کھنے پڑھنے دیکھا ہی نہیں تھا تو یہ اعتراض بالکل احمقانہ تھا۔ لیکن اس کے یہاں

مனி نہیں کھنڈا دیکھ پڑے آدمی نہ تھے اُنی محض تھے۔ یہ تو ایک رسول کی کھلی توہین ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا ایک مرد جاہل کو اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمائے۔ اس کے معصروں پر توڑے گئے ہوں اور وہ علم سے کوئے ہوں۔

جو شخص پہلی توہین کے عقائد، اُن کی زندگی کے حالات، اُن پر عذاب کے واقعات، اُن کی اخلاقی و معاشرتی کیفیات کو نہایت مفصل اور وضاحت سے بیان کر رہا ہے اور وہ ایک ایسا شخص ہے جس کو کسی نے کبھی کھنڈے پڑھتے نہیں دیکھا تو لامحالہ یہ علم اُسے وحی کے ذریعہ ہی سے ملا ہوگا۔ پس جس کا علم وحی پر منحصر ہو وہ ضرور نبی ہے۔ اس کی رسالت میں شک کرنے والے جو کچھ کہتے ہیں وہ ضرور اس سے گنہگار و عناد رکھتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ متراکان ان آیات بينات پختل ہے جو ان لوگوں کے سینوں میں ہے جن کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب خدا کا نزول قلب رسول پر ہونا رہا۔ کئی کبھی ہوتی کتاب حضور کے پاس یکساں دیکھی نہیں آئی بس قلم قدرت نے کتابے رسول پر جو کچھ دیا وہی اہل کتاب ہے اور جو حضور نے پڑھ کر سنا دیا اور لوگوں نے کچھ لیا وہ قرآن ہے۔ پس کتاب خدا کی ایک اصل کاپی ہر زمانہ میں موجود رہنی چاہیے تاکہ اگر آیات قرآنی میں کوئی اختلاف کی صورت پیدا ہو تو اصل کتاب سے اس کو ملا لیا جائے۔ یہ اصل کتاب خدا ہے اُن لوگوں کے سینوں میں رکھی ہے جن کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا ہے۔ دنیا کے کسی مدرس میں اُنہوں نے تعلیم نہیں پائی۔ نیز یہ کہ ایسے لوگ معصوم ہونے چاہئیں تاکہ کسی قسم کی غلطی کا صدور ان سے ممکن نہ ہو۔ اور ہر زمانہ میں ان سے کسی ایک کا وجود پایا جائے۔ یہ لوگ سوائے امتِ انبیا مشرکے جن کے اول حضرت علی علیہ السلام ہیں اور آخر قائم آل محمد ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔!

فِي خُصِّصَ وَرَالَّذِينَ اٰتَوْا الْعِلْمَ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جماعت ہے۔ عہد رسالت سے تک مسلمانوں میں کوئی شخص اس کا ہمتی نہیں ہوا کہ وہ خدا کے یہاں سے پڑھا ہوا ایک ہے۔ سوائے اہلبیت رسول کے۔ پس اوقوا العاصم سے وہی مراد ہیں۔ کتاب خدا کا علم انہی میں سینہ پر سینہ چل رہا ہے۔ یہی ہر اختلاف کو مٹانے کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں۔ انہی سے تمسک نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں تہتر فرقے بن گئے ہیں اور ہر فرقہ قرآن سے اختلاف کرنا اور اپنے کو حق پر بتاتا ہے۔ قرآن بہتر طریقوں سے تو نازل نہیں ہوا وہ تو ایک ہی طریق سے نازل ہوا ہے۔ اگر مکرر تعلیم نہ دیا جاتا تو یہ اختلافی صورتیں پیدا نہ ہوتیں۔

آخر آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین جو اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ رسول اپنے معجزے کیوں نہیں دکھاتے جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہ نے دکھائے تھے۔ اُن کے جواب میں خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ معجزات دکھانا خدا کا اختیار میں ہے اور اس کی مصلحت پر موقوف ہے۔ میں تو تم لوگوں کو عذاب خدا سے ڈرانے والا ہوں کہ آیا ہوں اگر تم میری بات نہ مانو گے تو خدا جب چاہے گا تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا۔ تمہاری سب خواہش اگر میں معجزات دکھانے والا ہوتا تو اسی کا ہوتا۔ آج ایک شخص کہتا ہے معجزہ دکھاؤ کل دوسرا کہتا یہ دکھاؤ۔ تو تم معجزات کو ایک کیل بنا دیتے۔

اَوْ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرًا لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ بَيْنِي وَّبَيْنَكُمْ شٰهِيْدًا ۗ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ ۗ وَاَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبٰطِلِ وَاكْفَرُوْا بِاللّٰهِ ۗ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذٰبِ ۗ وَلَوْ اَنَّ اَجَلَ مَسْمٰى لَجَآءَهُمُ الْعَذٰبُ ۗ وَاٰيٰتِيْهِمْ بُعْتَةٌ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

(جو لوگ معجزہ کے طالب ہیں) کیا اُن کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب (قرآن) نازل کی جو اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ جسے شک کسی میں رحمت ہے اور ایمان لانے والی قوم کے لیے نصیحت ہے۔ اُسے رسول کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اس کو جانتا ہے اور جو باطل کو ماننے والے ہیں اور جنہوں نے اللہ کا انکار کیا ہے وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔ یہ لوگ تم سے عذاب لانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ اگر عذاب کے لیے ایک وقت معین نہ ہوتا تو عذاب اُن کے پاس آچکا ہوتا اور آخر ایک دن اُن پر اچانک ضرور آپڑے گا اور انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔

جو لوگ کہتے تھے کہ رسول خدا کوئی معجزہ اور رسولوں کی طرح کیوں نہیں دکھاتے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ متراکان تو رسول کا معجزہ ہتمو ہے اسے کیوں نہیں مانتے۔ اگر اس کا جواب لاسکتے ہو تو لے آؤ مگر تم اس دعویٰ کی تردید اب تک نہیں کر سکتے اور نہ کو سکو گے۔ پھر اس معجزہ کے ہوتے ہوئے اور معجزہ کبھی طلب کر رہے ہیں ابھی نبوت پر اللہ کی گواہی پیش کر سکتا ہوں۔ وہ اس متراکان میں جا جا میری رسالت کا ذکر کر رہا ہے۔ اگر اسے اللہ کی کتاب مانتے ہو تو میری رسالت مانو اور اگر نہیں مانتے تو یہ ثابت کرو کہ میں نے دل سے گڑھ کر پیش کیا ہے رہا تمہارا عذاب میں جلدی کرنا تو خدا نے جو وقت مقرر کر دیا ہے اس پر ضرور نازل ہوگا اور جس وقت گئے گا تو ایسا اچانک آئے گا کہ تمہیں خبر ہی نہ ہوگی۔

ع

يَسْتَعِجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ، وَإِنْ جَهَلْتُمْ لِمُحِيصَتِهِ بِالْكَافِرِينَ ۝۵۷
يَوْمَ يَفْشَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُو قُوَّةٍ
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۵۸ يُعْبَادُونَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ أَرْضِي وَإِسْعَاءُ
فِي آيَاتِهِ فَاَعْبُدُونِ ۝۵۹ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا
تُرْجَعُونَ ۝۶۰ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ
الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ
الْعَامِلِينَ ۝۶۱ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝۶۲ وَكَانَتْ
مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۶۰

یہ لوگ عذاب میں بڑی جلدی کر رہے ہیں (انہیں خبر نہیں کہ) دوزخ کافروں کو اس طرح گھیر کر رہے گا
(کہ روک نہ سکیں گے) وہ وہ دن ہوگا کہ عذاب ان کے سر کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے ان
کو ڈھانک لے گا اور خدا (ان سے) کہے گا، جو عمل تم دنیا میں کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔
اے میرے ایماندار بندو، میری زمین تو یقیناً کشادہ ہے تو تم میری ہی عبادت کرو۔ (ایک ایک
دن) ہر شخص موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ پھر تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جن لوگوں نے
ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے ان کو ہم بہشت کے جہر دکوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے
نہریں جاری ہیں اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اچھے چلن والوں کی کیا اچھی مزدوری ہے جنہوں

نے (دنوی مصیبتوں میں) صبر سے کام لیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ زمین پر چلنے والوں
میں بہتر سے ایسے ہیں جو اپنی روزی اپنے اوپر لاشے نہیں پھرتے۔ خدا ہی ان کو بھی روزی دیتا ہے اور
تم کو بھی اور وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ لوگ عذاب میں جلدی کر رہے ہیں انہیں خبر نہیں کہ جہنم سے بچ کر کافر کہیں نہیں جاسکتے۔ ان پر عذاب آئے گا
اور بلا کا عذاب آئے گا۔ اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی۔ اس وقت کہا جائے گا کہ اپنی بد اعمالیوں کا مزہ چکھو۔ ایک
دن ہر شخص کو مرنا ہے اور خدا ہی کی طرف جانا ہے پھر اس کے عذاب سے پچھتا کیسا؟
نیچے کا جہنم ان مسلمانوں کے لیے ہے جو ہجرت کرنے کے بعد افلاس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان سے کہا جا
رہا ہے کہ راہِ خدا میں جو تکالیف تم کو پہنچ رہی ہیں ان کو صبر سے برداشت کرو، خدا پر بھروسہ کرو۔ ہر زمین سے پر
چلنے والے کا رازق اللہ ہے وہی تم کو بھی رزق بہم پہنچائے گا۔ اس صبر کا تمہیں روز قیامت بڑا اچھا بدلہ ملے گا۔
ایمان کی نگہبانی سب سے مقدم ہے اس کے مقابل کسی چیز کو عزیز نہ سمجھو۔

مسلمانوں میں ایسے لوگ زیادہ تھے جو عسرت و تنگدستی سے گھبراتے ہوئے تھے اور کفار و مشرکین کو
آسودہ حالت میں دیکھ کر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ہم نے مسلمان ہو کر کیا پایا۔ طرح طرح کی پریشانیوں
اپنے لیے محمول لے لیں۔ خدا ان کو دلاسا دے رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ جو کمال الایمان ہیں اور اللہ پر بھروسہ رکھتے
ہیں وہ تنگدستی کی کسی اور مصیبت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ان کی نظر میں ہر وقت آخرت کی نجات رہتی ہے۔ ایک
حدیث میں ہے کہ جب تم کسی ایسی سزا میں ہو جہاں کے لوگ نافرمان ہوں تو وہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ اللہ
کی زمین بہت وسیع ہے۔ دوسری جگہ منتقل ہونے سے تمہاری پریشانیوں دور ہو جائیں گی۔ مثل مشہور ہے،
"نکد۔ خدا تنگ نیست پائے گدا تنگ نیست" خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اپنی روزی دوسرے دن
کے لیے نہیں اٹھا رکھتے یعنی جمع نہیں کرتے۔ یہ جمع کرنے کا غاصد ذی حیات کے لیے ہے، بیوقوفی، چمچ اور
انسان۔ باقی تمام جانور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ جھوکا اٹھاتا ہے جھوکا ملتا نہیں۔ خدا پر رزق رسانی کا
بھروسہ نہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُولنَّ اللَّهُ فَإِنَّ يَوْفُكُونَ ۝۶۱ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ، إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۶۲ وَلَئِنْ

سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لِيَقُولُنَّ اللَّهُ ۗ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۴۰﴾ وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ لَعِبٌ ۗ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۴۱﴾

اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے۔ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ پھر یہ کہاں بیکے جا رہے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں میں جس کا رزق چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے جس کا چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے اور بے شک اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی برساتے والا کون ہے جس سے مراد ہو جانے کے بعد نہیں زندہ ہو جاتی ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے اللہ! اے رسول تم کہو الحمد للہ، لیکن اکثر لوگ سمجھتے ہی نہیں۔ دنیا کی یہ زندگی لہو و لعب کے سوا اور کیا ہے۔ بے شک آخری زندگی کا گھر تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ لوگ سمجھتے بوجھتے ہوں۔

لوگ یہ تو مانتے ہیں کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اور سورج اور چاند کو مسخر کرنے والا خدا ہی ہے لیکن پھر یہ اس کی قدرت کے بارہ میں بہک کیوں جاتے ہیں۔ یہ کیوں نہیں مانتے کہ بندوں کے رزق کا کم و بیش کرنا خدا کے اختیار میں ہی ہے۔ وہی سینہ برساتا ہے جس سے زمین نکلے گا گانے کے قابل بنتی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر یہ کام کون کر سکتا ہے۔

سورج اور چاند کی تسخیر سے یہ مراد ہے کہ اس نے ان دونوں کو تمہاری خدمت کے لیے متعین کر دیا ہے صبح و شام ان کا طلوع ہونا اور غروب ہونا ہوتا رہتا ہے وہ اس سے رک نہیں سکتے۔

جو خاصانِ خدا ہیں حقیقی منتوں میں چاند سورج ان کی تسخیر میں پائے جاتے ہیں، جیسے حضرت رسول خدا نے شق القمر دکھایا اور حضرت علیؑ کے لیے رخصت ہوا۔

ہر ملک میں منسور بندے کو پانچ سو سال تک پہنچانے کے لیے کوشش اس وجہ سے جاری ہے کہ آدمیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور رزق کی پیداوار کم ہے لیکن اس کی کامیابی خدا نہیں بلکہ بندے سے خود ہیں۔ خدا تو جتنے انسانوں کو سے زمین پر بھیجتے ہیں ان کے لحاظ سے غلہ پیدا کر دیتا ہے بلکہ ان کی ضرورت سے زیادہ ہی۔ لیکن انسان

اپنی غلہ پالیسی کی وجہ سے خود اپنے پیروں پر کھڑی مارتا ہے۔ اگر ملک کے حکمرانوں کی کاشتکاری کی طرف زیادہ توجہ دے تو رزق کی کمی کی شکایت نہ ہو۔ لیکن جب کاشتکار بھائے زراعت کرنے کے صنعتی اداروں میں بلا لیے جائیں یا کاشتکاروں پر نئے نئے ٹیکس لگائے جائیں۔ آب پاشی کا پورا انتظام نہ کیا جائے تو رزق کی پیداوار میں اضافہ کیسے ہوگا اگر زمینداروں میں غلہ نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو کسی ملک میں غلہ کراں نہ ہو۔ لیکن بین الاقوامی نظام نے کچھ ایسے پتھر میں ہر ملک کو ڈالا ہے کہ کوئی ملک اپنی پیداوار کو اپنی ہی رعایا کے لیے مخصوص نہیں کر سکتا۔ بہر حال جو ہو رہا ہے ہوتا رہے گا لیکن خدا کے اس ارشاد پر غور فرمائی جائے کہ اللہ کی طرف سے کوئی کمی نہیں اس لیے ہر اس مخلوق کا رزق جو ملے گا پر چلنے والی ہے اپنے اوپر لے رکھا ہے۔

لیکن ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا نے رزق و پانی اپنے ذمہ لیا ہے تو پھر قحط کی مصیبت میں کیوں مبتلا کرتا ہے۔ وہ وقت ضرورت پائی کیوں نہیں برساتا۔ جواب یہ ہے کہ خدا ظالم نہیں اور وہ ظلم پسند ہے وہ اپنی مخلوق پر ان بپ سے زیادہ مہربان ہے لیکن جب کسی خطے کی مخلوق اس کی نافرمانی کرتی ہے، بد اعمالیوں اور غلط کاریوں میں مبتلا ہوتی ہے اس کے نیک بندوں کو سزا دینے کی تہمت آتی ہے اور وہ ان کے رزق کو کم کرتا ہے لہذا قحط کا سبب خود بندے بنتے ہیں، خدا پر اس کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ اگر نظام کائنات کے تحت کسی خطے میں غلہ کی پیداوار کم جاتی ہے یا قحط پڑ جاتا ہے تو خدا اس پاس کے مخلوق میں زیادہ غلہ پیدا کر کے اس کی کوٹھڑا کر دیتا ہے۔ اب رہنمائی انبار سے کسی کاجھو کو ملنا تو اس میں ہی کوئی بندہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو حصولِ معاش میں سست قدم اٹھاتا ہے محنت مزدوری سے جان چراتا ہے۔ اپنے کو دوسروں کی مدد کا محتاج بنا لیتا ہے اور دردِ بھیک مانگتا ہے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ وہ اپنے اوپر رزق کا دروازہ خود بند کرتا ہے۔

آخر میں اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے کہ دنیا کی زندگی کھیلِ تماشہ ہے۔ اس کے عشق میں دیوالیہ نصرت ہو، یہ تو چند روز کی بہار ہے جیسے مسافر کسی سرانے میں آٹھرتا ہے یا کوئی ماہر وکیل پرستے گزرتا ہے۔ یہی صورت دنیا کی ہے۔ اس کا دعویٰ دوامی ہے نہ تکلیف۔ اگر عیش میں یہ چند دن گزرتے تو کیا اور اگر تکلیف میں گزرتے تو کیا آخر ایک دن مرنے کی ہے۔ مرنے کے بعد سب برابر ہو جاتے ہیں۔ پہلی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جس کی کوئی انتہا ہی نہیں آسے سنبھالنا چاہیے۔ ایسا بندہ و سب کو چاہیے کہ وہ ان تکلیف نہ ہو کیوں اس تکلیف کا تو فائدہ ہی نہیں ہوتا۔ جو خاصانِ خدا ہیں اور جنہوں نے زندگی کے اس راؤ کو سمجھ لیا ہے انہوں نے فخر و خرافات دنیوی کی طرف کبھی توجہ نہیں کی اور آخرت کی زندگی کے ستارے میں مرتے دم تک لگے رہے۔

فَاذْا رِكُبُوا فِي الْفُلْكِ دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ فَلَمَّا

فَجَهَّمُ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يَشْرِكُونَ ﴿۱۵﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ
وَلِيَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾ أَوْ لَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِمَّا
وَيَتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ
اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ
كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۗ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿۱۸﴾
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لِنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ
الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۹﴾

(لوگوں کا حال یہ ہے) جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو (غیریت سے کنارہ تک پہنچنے کے لیے) بڑے
خلوص سے خدا کی عبادت کرنے والے بن جاتے ہیں لیکن جب صحیح سلامت خشکی پر پہنچ جاتے ہیں تو
پھر خدا کا شریک بنانے لگتے ہیں تاکہ جو نعمتیں ہم نے انہیں دی ہیں انکار کر بیٹھیں اور چند روزہ زندگی
آرام سے گزاریں۔ عنقریب جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ انہوں نے اس پر غور
نہیں کیا کہ ہم نے حرم مکہ کو جائے امن بنایا ہے (حالانکہ اس سے پہلے) اس پاس کے لوگ انہیں
آپک لے جاتے تھے یعنی لوٹ مار کر کے تباہ و برباد کر ڈالتے تھے۔ تو کیا جو لوگ باطل پر ایمان لاتے
ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں تو ان سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بہتان
باندھے اور حق بات جب اس کے پاس آئے تو اسے جھٹلائے۔ تو کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں
ہے۔ جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہے ہم ان کو اپنے راستہ پر لگا دیں گے اور خدا تو
احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب کشتی پر سوار ہوتے ہیں اور کشتی گرواب میں پھنس جاتی ہے تو اس وقت کیسے ہلک ہلاک
پر غلامی دل سے ڈرنا لگتے ہیں، یا اللہ شکر ہی میں اس طوفان سے نجات دینے والا ہے لیکن جب خدا ان کی حالت پر
رحم کر کے انہیں صحیح سلامت کنارہ پر پہنچا دیتا ہے تو پھر ان کے مہربانوں کے سامنے جھکتے لگتے ہیں اور خدا کو بھول جاتے
ہیں۔ اور ہماری نعمتوں سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ چند روزہ زندگی آرام سے گزارنے کے لیے ہمارے احکام کو پس پشت
ڈال دیتے ہیں لیکن کیا ایسا کرنے کے بعد اپنی غلط کاریوں کی سزا سے بچ جائیں گے۔ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ
اسلام سے پہلے ان کی حالت کیا تھی۔ کئے دن قتل و غارت۔ ہم نے شہر کو کوا اس سے بچاتے رکھا اور ان کفار و مشرکین
کو پراکھنے کے لیے دی تو کیا اس احسان کا بھی بدلہ ہے کہ وہ بتوں پر ایمان لائیں اور ہمارے احسانات کو بھلا دیں۔
یہ بڑے ظالم لوگ ہیں کہ ہم پر افترا پردازی کرتے ہیں اور قرآن جو ان کی ہدایت کے لیے آیا ہے اس کی تکذیب کرتے
ہیں۔ کیا انہیں پتہ نہیں کہ ہم نے ان کا ٹھکانہ ہو گا۔ ان جو لوگ ہماری راہ میں ان کافروں سے جہاد کرتے
ہیں اور ہمیں خوش رکھنا چاہتے ہیں ہم ان کو اپنے راستہ پر لگاتے رہتے ہیں، مگر انہیں ہونے دیتے۔

۳۰. سُوْرَةُ الرَّوْمِ مَكِّيَّةٌ ﴿۱۲﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْم ۱ غَلَبَتِ الرَّوْمُ ۲ فِي اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ
سَيَغْلِبُونَ ۳ فِي بَضْعِ سِنِيْنَ ۴ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَمِنْ بَعْدِ
وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۵ نَصَرَ اللّٰهُ ۶ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاءُ ۷
وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيْمُ ۸ وَعَدَ اللّٰهُ ۹ لَا يَخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَ
لٰكِنْ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۱۰ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوَةِ
الدُّنْيَا ۱۱ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ۱۲

الف - لام - میم - بہت قریب کے ملک میں دوئی نصاریٰ (اہل پارس آتش پرستوں سے) ہار گئے مگر یہ لوگ عنقریب ہی اپنے ہار جانے کے بعد چند سالوں میں پھر (اہل پارس پر) غالب آجائیں گے (اس سے پہلے اور بعد ہر زمانے میں) ہر امر کا اختیار خدا ہی کو ہے اور اس شان ایماندار لوگ خدا کی مدد سے خوش ہو جائیں گے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ سب پر غالب اور جسم کرنے والا ہے یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے وہ تو بس دنیوی زندگی کی ظاہری حالت کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے غافل ہیں۔

انصہ آیتوں سے رسول کی عظمت اور نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سے فوس سال جبکہ روم نصاریٰ کے قبضہ میں تھا اور فارس آتش پرستوں کے زیر حکومت تھا۔ دونوں ملکوں میں ملطین پر جنگ پھری تھی۔ مسلمانوں کو رویوں سے نسبت اہل کتاب ہونے کے بعد وہی تھی وہ ان کی فتنہ کے خواہشمند تھے۔ لیکن ان کی خواہش کے خلاف ایرانیوں کو فتح ہوتی جس سے مشرکین خوش ہوئے اور اپنے لیے فال نیک سمجھے اور مسلمانوں پر آواز سے کہنے لگے کہ جس طرح آتش پرستوں کو اہل کتاب پر فتح ہوئی ہے اسی طرح ایک دن تم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔ مسلمان یہ سُن کر غلگین ہوئے۔ خدا نے ان کی آغوشی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ بتا دیا کہ چند سال میں رویوں کو فتح ہوگی مسلمان اس خوشخبری سے خوش ہوئے۔ حضرت ابو بکر نے اسی بنا پر آئی بن کعب سے تین برس کے دس دن اونٹوں پر شرط کی۔ جب حضور نے سنا تو فرمایا، اس میں مدت کی قید نہ لگاؤ کیونکہ بضع ستین میں برس سے نو برس تک کو کہتے ہیں۔ غرض سوا اونٹوں پر نو برس کی شرط ہوئی۔ اور جنگ ہونے پر ویوں نے ایرانیوں پر فتنہ پائی اور حضرت ابو بکر نے آئی بن کعب کے وارثوں سے سوا اونٹ وصول کیے شرط لگانا اس وقت تک نام نہیں ہوا تھا یہ پیش گوئی فتنہ کی کے کتاب خدا ہونے کی قطعی دلیل ہے۔ (مستقل از ترجمہ قرآن کریم، اہل فخران علی ص ۱۰۴)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان جو اسے اپنے قیاسات کی بنا پر قائم کرتا ہے وہ کوئی قابل یقین چیز نہیں ہوتی۔ البتہ خدا جو وہ کہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے جو کہتے ہیں خواہ وہ دنیا سے متعلق ہوں یا دین سے۔ پس لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ خدا نے جو وعدہ آخرت کے عذاب یا ثواب کے متعلق کیے ہیں وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے ان سے بے خبر نہ رہنا چاہیے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِي

رَبِّهِمْ لَكَفْرُونَ ﴿۸﴾

کیا انہوں نے اپنے نفسوں پر غور نہیں کیا۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بالکل ٹھیک اور مستریم عباد کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ روز قیامت اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔

ایسے المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ وجود انسانی میں نفس کا کیا مرتبہ ہے۔ یہ ایک نشیمنی چیز ہے جو تمام انسانی بدن پر اپنا کنٹرول قائم کرتے ہوئے ہے۔ اس ایک نفس انسانی کے اندر کتنی قوتیں ہیں اسلئے اندازہ کا مشکل ہے۔ علمائے اخلاق نے فضائل انسانی کی بنیاد چار چیزوں پر رکھی ہے: حکمت - عفت - عدالت - شجاعت۔ ان چاروں سے جو شائستگی ہے وہ سب مل کر ۴۸ ہوجاتی ہیں۔ جب انسان کا نفس ان منزلوں سے گزر جاتا ہے تو روحانیت کی پہلی منزل میں داخل ہوا ہے یعنی حق الیقین کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد دوسری منزل وہمان کی اور تیسری منزل جذب کی اور چوتھی منزل فنا کی آتی ہے۔ اس کے بعد نفس کی ترقی کے لیے کوئی درجہ باقی نہیں رہتا۔ اگلے تمام منزلوں کو سوائے اہمیت رسول کسی نے طے نہیں کیا۔ اسی لیے صرف اگلے کلام و شائع نظام کے تمام سلسلے حضرت علی علیہ السلام پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں اور ان ہی کی پیروی کو ساکنان راہ طریقت اپنے نفس کا کمال سمجھتے ہیں۔ نفس کی ایک ایک منزل میں ہزار ہزار منزلیں اور ایسی ساتھی آتی ہیں کہ ان کے درمیان جو طلیف فرق ہوتا ہے انسانی طاقت نہیں کرا نہیں بیان کرسکتے۔

مثال کے طور پر ایک محبت کو سمجھئے۔ یہ بھی نفس کی ایک قوت ہے مگر کوئی بنا سکتا ہے کہ محبت کے پیمانہ دھارے جو قلب انسانی سے چھوٹتے ہیں ان کے درمیان کیا فرق ہے۔ ایک محبت وہ ہے جو ماں باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔ ایک محبت وہ ہے جو اولاد کو ماں باپ سے ہوتی ہے۔ ان کے درمیان کیا فرق ہے۔ ایک روشن دماغ حکیم بھی نہیں بنا سکتا۔ پھر ایک محبت رشتہ داروں سے ہوتی ہے۔ ایک استاد کو شاگرد سے اور شاگرد کو استاد سے ہوتی ہے۔ ایک محبت شوہر کو بی بی سے اور بی بی کو شوہر سے ہوتی ہے۔ پھر کھانے پینے کی اور لباس کی محبت۔ مکان کی محبت، اسباب نماز و اداری کی محبت۔ اہل فخران کی اپنے اپنے فن سے محبت، غرض اس محبت کی ہزار ہا قسمیں ہیں اور ان سب کے دھارے ایک دل سے چھوٹ رہے ہیں۔ کیا صاحب حکمت و قدرت ہے ہمارا خالق کہ اس کے ایک کوزہ میں سمندر کو بند کر دیا ہے۔ غور کرو کہ جب اپنے نفس کی قوتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں تو خالق نفس کی قوتوں کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ پھر ہمارے دل میں ایک جذبہ محبت ہی تو نہیں ہے۔ جذبہ عداوت بھی ہے پھر اس کی بھی اتنی ہی دھاریں سمجھئے۔ پھر جذبہ نفرت و عداوت و تکبر و تکبر بھی ہے۔ ۵۲ منزلیں جو بتائی گئیں ان کی انقسام کو سمجھئے، لاکھوں قوتیں ایک دل کے اندر موقی ہوتی ہیں۔

پلٹنے کے تین رخ ہیں۔ ایک کو نفس شہوی کہتے ہیں جس سے بیڑوں کی طرف انسان کو رغبت ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو یا اس میں کوئی روک لگ جائے تو سارا نظام حیات بکھڑک کر رہ جاتے۔ پھر دوسرا رخ وہ ہے جسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ ہر مجسے کا پر انسان کو ملامت کرتا رہتا ہے۔ پھر چاہے چوری کا اقرار نہ کرے مگر اس کا ضمیر شیش زنی سے باز نہیں رہتا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کتاب شرکے ہزاروں دروازے انسان پر کھل جاتے۔ تیسرا رخ نفس مطمئنہ کہلاتا ہے یہ برصیبت میں اور ہر مقام آزمائش میں مہر کے جوہر دکھاتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو انسان کا نفس کمال کے درجہ پر پہنچ ہی نہ سکتا تھا۔

پس انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کے اندر جو خدا کی صفاتیں ہیں ان پر غور کرے تاکہ ایسے معرفت خدا حاصل ہو اسی کی طرف خدا توجہ دلا رہا ہے کہ خدا کی قدرت کی بیشمار نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ ان سب کو چھوڑ کر اگر ایک اپنے نفس ہی پر غور کر لیا کرو تو معرفت باری تعالیٰ کا ایک غزا زخم کو مل جائے گا۔
نفس کے تمام کاموں کے لیے قدرت نے حدود و مہین کی ہیں۔ ان میں سے صبح و شام سے اگر ذرا ساقط ہٹ جائے گا تو روز قیامت اس کی باز پرس ہوگی اور ذرا سی بات معرض حساب میں آئے گی۔

اولم یبیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلہم ؕ کانوا اشد منہم قوۃ واثاروا الارض و عمر وہا اکثر مما عمر وہا و جاء تم رسالہم بالبینات فما کان اللہ ل یظلمہم و لکن کانوا انفسہم یظلمون ﴿۱۰﴾
اساءوا السوالے ان کذبوا بایت اللہ و کانوا بہا یستہزؤن ﴿۱۱﴾
اللہ ید و الخلق ثم یعیده ثم الیہ یرجعون ﴿۱۲﴾ و یوم تقوم الساعة یتلس المجرمون ﴿۱۳﴾ و لکن لہم من شرکائہم شفعا و کانوا بشرکائہم کفرین ﴿۱۴﴾ و یوم تقوم الساعة

بج

یَوْمَ یذِیْتَفَرَّقُونَ ﴿۱۰﴾

کیا ان لوگوں نے رستے زمین کی سینہیں کی تاکر وہ دیکھنے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے اور جتنی زمین ان لوگوں نے آباد کی تھی اُس سے زیادہ کاشت بھی کی تھی۔ ان کے پاس ان کے پیغمبر روشن آیتیں (معجزات) لے کر آئے۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان کے نفسوں نے خود ان پر ظلم کیا پھر جن لوگوں نے بُرائی کی تھی ان کا انجام بُرا ہی ہوا (بُرائی ہی تھی کہ) انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ نے سب سے پہلے مخلوق کو پیدا کیا پھر دوبارہ ان کو پیدا کر کے گا پھر وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ جب قیامت آئے گی تو نگہگار لوگ مایوس ہو کر رہ جائیں گے اور جن لوگوں کو انہوں نے خدا کا شریک بنایا تھا وہ ان کے شفیع نہ بنیں گے اور یہ لوگ خود بھی اپنے شریکوں سے انکار کر جائیں گے اور جب قیامت آئے گی تو ہر سب ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں گے۔

گفتار کر کے کہا جا رہا ہے ذرا کہ سے باہر نکل کر رستے زمین کی سیر کرو اور دیکھو کسی کی بستیاں تباہ و برباد پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے کھنڈراب بھی موجود ہیں۔ یہ ان لوگوں کی بستیاں ہیں جو تم سے طاقت و وقت میں کہیں زیادہ تھے۔ جنہوں نے بہت سی عمارتیں بنائی تھیں، دور دور تک ان کے کعبیت لہلہاتے تھے۔ ہزاروں کن گدیم پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ ہم کافی عقلمند ہیں۔ جب ہم دنیا میں ایسے بڑے بڑے کام کر رہے ہیں تو خدا ہم پر کیوں عذاب نازل کرے گا۔ ایسے لوگوں کے پاس جب ہمارے رسول آئے اور ان کو اپنی نبوت کے ثبوت یعنی جو کچھ بھی دکھائے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی تھی میں ان پر عذاب نازل ہوا۔ یہ ظلم خود انہوں نے اپنے نفسوں پر کیا خدا کسی ظلم نہیں کرتا۔ وہ تو سرکشی و بدکاری کی سزا میں عذاب نازل کرتا ہے۔ جو کوئی بُرائی کرے گا، اس کی سزا خود بخود چلائے گا۔ گدیم از گدیم بڑید بخود بخود۔ بڑے کام کرنے کے بعد اچھے نتیجہ کی امید رکھنا نہیں تو اور کیا ہے۔

مومن کے چہرے ہرگز نہیں گرتے کہ ان میں کیا کمال ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کی جاتے اللہ نے بیکس کی غمناک سزا سے بے غم کر کے شہورہ کیے سب سے پہلے مخلوق کو پیدا کیا اور پھر مکر و دہارہ ایسا ہی بنا لے گا۔ پس جب اس کی ذات الہی قادر و توانا ہے تو پھر اسے چھوڑ کر کسی اور کو جو اس کی مخلوق ہے کیوں مہرود بنا لیا جائے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جب قیامت تمہارے سر پر اکھڑی ہوگی تو جتنے گنہگار ہیں ان پر ہر طرف سے مایوسی چھا جائے گی اور جن لوگوں کو انہوں نے خدا کا شریک بنا لیا تھا، ایسے دہوی دیوتا، جن، شیطان، بت، سورج، چاند، سانپ، گلشن، دریا وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بھی ان کی سفارش نہ کرے گا۔ سفارش تو کمالی کو تو لینی جان کے لالے

پڑھے ہوں گے۔ وہ تو اپنے چہرہ پر کھریں گی بھی نہیں اور صاف لفظوں میں کہہ دیں گے ہم نہیں جانتے کہ تم کوئی بلا ہو۔ ہم نے کب تم سے کہا تھا کہ ہمیں اپنا سہو دیناؤ۔ ہم تو خود تم سے بیزار تھے۔ تب پتہ چلے گا کہ کیا عذاب ان کے سر پر آچکا ہے۔ قیامت کے دن ان سب کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ نفسی نفسی کی صدا میں میدانِ حشر میں ہر طرف سے آ رہی ہوں گی شراب پیئے گا ہوگا نہ بیٹا باپ کا، نہ ماں اولاد کی اولاد ماں کی۔ ایک دوسرے کی طرف سے گزرتا چلا جائے گا اور کچھ کرتے نہ ہنگل۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿۱۵﴾
 وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ آيٰتِنَا اَنْ خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ آيٰتِنَا اَنْ خَلَقْنَاكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلْ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے پس وہ جنت کے باغ میں نہال ہو کر جائیں گے اور

جنہوں نے کفر کیا اور ہماری نشانیوں کو اور آخرت کی ملاقات کو ٹھٹھا یا وہ مذاہب کے لیے حاضر کیے جائیں گے۔ پس صبح کو اللہ کی جس وقت تم لوگوں کی شام ہو اور جس وقت تمہاری صبح ہو اور وہی قابلِ حمد ہے آسمانوں میں زمین میں اور جس وقت تمہاری شام ہو اور جس وقت تمہاری صبح ہو اور وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے اور زمین کو مرنے کے بعد وہی زندہ کرتا ہے اس طرح تم لوگ بھی مرنے کے بعد نکالے جاؤ گے اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تم آدمی بن کر زمین پر چلنے پھرنے لگے اور رب کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی بنس کی بی بیایں پیدا کریں تاکہ تم ان کے ساتھ رہ کر چین کرو اور تم لوگوں کے درمیان پیار اور محبت پیدا کر دی اس میں شک نہیں کہ غور کر لے والوں کے لیے اس میں قدرت کی بہت نشانی ہیں

كَسْبَحُحَسْبُحَانَ اللّٰهُ كَسَبِحُوْنَ تَوَسَّلُوْنَ ذِكْرٌ هُوَ جَابِجٌ مِّنْ مَّرَادٍ نَّازٍ بِجَنَابِهِ۔ اِسْمٌ نَّابِئٌ بِرَبِّهِمْ سُبْحٰنَ اللّٰهِ كَسَبِحُوْنَ تَوَسَّلُوْنَ ذِكْرٌ هُوَ جَابِجٌ مِّنْ مَّرَادٍ نَّازٍ بِجَنَابِهِ۔ اِسْمٌ نَّابِئٌ بِرَبِّهِمْ

جو لوگ نماز کو کھڑا رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے خدا نے یہ باجی وقت کی کمرٹ ہمارے پیچھے کیوں لگائی ہے۔ صرف ایک وقت رات کا دن کے تمام جھگڑوں سے بچنے کے لیے کافی تھا۔ یا صبح کا وقت ہوتا ہے یہود و نصاریٰ اور زردشتی مذہب میں ہے۔ باجی وقت کی قید کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ ایسے لوگوں کو چونکہ معرفتِ خدا حاصل نہیں اور وہ دیوبندوں کی غرض سے ہو چکے ہیں اس لیے ان کو اول تو نماز ہی بار ہے اور پھر باجی وقت کی قید کے ساتھ ان کے اوپر وہی مثل صادق آتی ہے کہ تم کو دیا تو ان گدھا کے میری آنکھیں کھولتی مانتی ہیں۔ خدا جانتا ہے کہ بندوں کے گناہوں کا پورا پورا اور بندے سے چاہتے ہیں کہ ان کے شیشہ سول پر غروب کیل تکمیل گرد و غبار جتا چلا جائے تاکہ بعد میں دیکھنے سے بھی صاف نہ ہو۔

صبح کی نماز اس لیے رکھی گئی ہے کہ رات کے اس عہد میں کہ جب تک وہ جاگتا رہا ہے اگر کچھ گناہ ہو گیا ہے تو صبح ہوتے ہی خدا کی بارگاہ میں استغفار کر لے۔ اس کے بعد ظہر کے وقت تک جو گناہ صادر ہوتے ہیں۔ نماز ظہر کے وقت اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگ لے، پھر شام تک جو گناہ سرزد ہوں نماز عصر میں ان کی معافی مانگ لے۔ رات کا نماز ہونے سے پہلے جو گناہ ہوں ان کی معافی نماز مغرب کے وقت مانگ لے۔ پھر نماز عشاء کے وقت ایسا ہی کرے۔ جب بخوردی بخوردی دیر کے بعد معافی مانگتا ہے گا تو اس کے گناہوں کا پورا پورا جتا جتا جائے گا اور بار بار معافی مانگنے سے سلسلہ میں گناہ کرنے کی جرأت کم ہوتی جائے گی۔

جو لوگ نماز کو کھڑا رکھتے ہیں وہ کسی وقت کی نماز پڑھتے ہی نہیں یا جو نماز قضا ہو جاتی ہے اس کا انہیں انصافی غم نہیں ہوتا اس لیے کہ نماز کو کھڑا رکھنے کے وقت کسی وقت کی نماز پڑھتے ہی نہیں بلکہ شیطان کے

بند ہے۔ بظاہر اپنے کو مسلمانوں کے زمرہ میں اپنے ذاتی نفع کی وجہ سے شامل کیے رہتے ہیں ورنہ ان کو اسلام
دور کا تعلق ہی نہیں۔ دفنوں کے ملازم حکومت کے ہر حکم کی تعمیل ہر وقت کرنا اپنے فرائض میں داخل سمجھتے ہیں لیکن
چونکہ خدا کو ایک فتر کے حاکم سے بھی کم سمجھتے ہیں اس لیے وہ نماز کی پڑاؤ نہیں کرتے۔ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ
ایک دن اس عظمت کی سزا ان کو ضرور جھکتی پڑے گی۔

اس کے بعد ان آیات میں خدا اپنی خاص خاص نشانیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے :

۱- وہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ خدا کے سوا اور کوئی یہ کام نہیں کر سکتا۔ لفظ
انسانی تعجب خمیسز چیز ہے۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ جسم مادریں لے جا کر اس سے چند ماہ کے بعد ایک زندہ
بچہ نکال کھڑا کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ایک زندہ پرندے کے بیٹ سے بظاہر انڈے کو پیدا کرتا ہے
یہ معمولی بات نہیں ہے۔ یہ قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔

۲- زمین کو مردہ ہونے کے بعد پھر زندہ کر دیتا ہے۔ جب ذرا امت کے بعد کسی کھیت کی مٹی بے جان
ہو جاتی ہے اس کی ازجی ختم ہو جاتی ہے۔ دوبارہ اگانے کی طاقت نہیں رہتی تو خدا آسمان سے مینہ برساکر
پھر اس میں قوت نمو پیدا کر دیتا ہے۔ اور جو بیج اس میں ڈالا جاتا ہے وہ اگانا بڑھتا اور پھل پھول لانا شروع کر
دیتا ہے۔ غور کو یہ قوت کس طرح راز دارانہ طور پر اس کے اندر ودیعت کی جاتی ہے۔

۳- اس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا لیکن کیا اس کے بدن کے کسی حصے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ مٹی کا
کھلونا ہے۔ اس کا گوشت پوست ہڈی رخن، رگیں، اعصاب، کیا اس کا پتہ دیتے ہیں کہ وہ مٹی سے بنایا گیا ہے۔
اس قادر مطلق نے ایک مٹی سے کتنے اعضا اس کے بدن میں پیدا کر دیئے۔ جو اپنے حالات کیفیات اور رنگ و بون پر
ہیں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ دل والا گوشت جس طرح کا ہے پھیپھڑے کا گوشت اس سے الگ ہے، گردے
کا گوشت جگر اور تلی سے الگ ہے۔ ممدہ کا رنگ کچھ اور ہی ہے۔ اعصاب کی صورت کچھ اور۔ یہ سب پتے
ہیں مٹی ہی کے۔ اور یہ مٹی کی شیشی کے پڑنے سے بن کر کس خوبی سے اسے چلا ہے۔ داغ ہی کو لو، مٹی کے اندر
کیسی کیسی قوتیں رکھی ہیں۔ پھر جو غذا اچھی آدمی کھاتا ہے وہ سب مٹی کی ہے۔ وہ قادر مطلق مٹی کو پلاؤ، قورمانا کیا
اور شیر مال بنا کر کھلا رہا ہے۔ مرنے کے بعد جب آدمی قبر میں جاتا ہے اور چند روز بعد یہ راز کھل جاتا ہے، کہ
جسے اشرف المخلوقات کہتے تھے جو کائنات کی تسخیر میں لگا ہوا تھا وہ مٹی کے ایک ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا۔ کیسی
عجب قدرت اللہ ہے، وہ مٹی کو سونا اور سونے کو مٹی بنا کر دکھانا رہتا ہے۔ سبحان اللہ۔

۴- جو لوگ قیامت میں زندہ ہونے کو لبیداز عقل سمجھتے ہیں وہ دراز زمین کی اس حالت سے سبق لیں کہ
ایک کھیت کٹنے کے بعد دوبارہ پھر لیے ہی پودے زمین سے کس طرح اگتے ہیں۔ پس جس خدا نے اول پیدا کیا
تھا اسے آخر میں پیدا کرنا کیا دشوار ہے۔

۵- ہر طرف روئے زمین پر لوگ دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔ ہاڑ ہوں بادریا، ہر جگہ انسان ہوجھا

کون ہی جگہ روئے زمین پر ایسی ہے جہاں انسان کی دوڑ دھوپ نہیں ہے۔ اس کے بدن میں بر طاقت کس نے دی
ہر اونچی نیچی خشک تر سرد گرم جگہ پر اسے کس نے پہنچایا ہے۔ کیا ایسا خدا جو عظیم حیات انسان کو اس خوبی
سے چلا رہا ہے مثال عبادت نہیں؟

۶- اس نے یہ کمال بھی دکھایا ہے کہ مردوں ہی کی نوع سے ان کی بیبیوں کو بنایا ہے تاکہ وہ تنہا دنیا زندگی
بسر نہ کریں۔ ایک مخلوق اس کے ساتھ ایسی ہے جس سے اسے اس ہو۔ زندگی کے کاروبار میں اس سے مدد لے۔ اسی
نوع کی ایک فرد عورت ہے۔ دیکھو اپنی خصوصیات میں مرد سے کتنی جداگانہ ہے۔ مرد کا دل اس کی طرف کس طرح کھینچا
ہوا ہے۔ دیکھو بچوں کے پیدا کرنے اور ان کو پالنے میں کیسا کمال اس کو حاصل ہے۔
قدرت نے اپنی یہ سب نشانیاں اس لیے بیان کی ہیں کہ انسان کو اس کی معرفت حاصل ہو اور وہ کسی اور
کو اس کا شریک نہ بنائے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ السِّنِّتِكُمْ وَالْوَالِدَاتِ
إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ ﴿۳۰﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿۳۱﴾ وَ
مِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ
بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾ وَمِنْ
آيَاتِهِ أَنَّ تَقْوَمَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۗ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ
مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ ۗ كُلٌّ لَّهٗ قِنْدُونَ ﴿۳۴﴾

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے

اس میں اہل عالم کے لیے نشانیاں ہیں خدا کی، اور اس کی نشانیوں میں رات اور دن ہیں۔ رات ہماری نیند کے لیے ہے اور دن رُزوی کی تلاش کے لیے ہے۔ جو لوگ بات کو سنتے ہیں ان کے لیے اس میں خدا کی نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور اُسیہ دلانے کے لیے بجلی چمکاتا ہے اور آسمان سے میٹر برساتا ہے جس سے مُردہ زمین میں جان آجاتی ہے۔ اس میں عقل والوں کے لیے خدا کی نشانیاں ہیں اور اس کی آیات میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب ایک طاقم سب کو بلائے گا تو تم زمین سے نکل پڑو گے اور آسمان زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔

ابھی خدا کی نشانیوں کا بیان جاری ہے :

۷۔ اس کی نشانیوں میں آسمان وزمین کا پیدا کرنا بھی ہے۔ دیکھو آسمان کو اس نے کیسا عجیب و غریب بنا دیا ہے۔ جس کے بنانے آج تک ویسا ہی ہے ذرا رنگ نہیں بدلا، کبھی ستاروں کی ضرورت نہیں پڑی۔ کبھی اپنی خصوصیات نہیں کھو بیٹھا۔ کبھی کسی کے سہ پر آج تک اس کا کوئی حقہ ٹوٹ کر نہیں گرا۔ ستاروں کی ہزار اچھیلیاں اس سمندر میں تیرتی ہیں مگر کوئی پھل آج تک سہری نہیں۔ راکٹوں اور ہوائی جہازوں سے لاکھوں میل تک لوگوں پر گئے مگر یہ پتہ نہ چلا کہ اس کی موٹائی اور پختائی کتنی ہے۔ اس کی مدد کیا ہیں۔ بناؤ ایسا شامیاد خدا کے سوا کوئی بنا سکتا ہے۔ زمیں کو دیکھو اول روز سے آج تک جیسی تھی ویسی ہی ہے۔ نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے۔ دیکھی طرف کو جھکتی ہے نہ ڈرتی ہے۔ جو خصوصیات پہلے تھیں وہ اب بھی ہیں۔ معلوم ہوا اس کا بنانے والا ایک ہی حکیم مطلق ہے۔ دوسرا ہوتا تو ضرور کوئی تبدیلی کرتا۔

۸۔ ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہر خطہ کی زبان مختلف ہے۔ دنیا میں کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں اس کا اندازہ مشکل ہے۔ زبان ایک چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا ہے، اس سے پھر کروڑوں آوازیں نکل رہی ہیں۔ بڑی بڑی ٹکڑیاں لگات لگات کی کتابیں بنتی چلی جا رہی ہیں۔ ہر جگہ سے ایک ہی لہجہ کی آواز نکلتی ہے۔ دیکھو یہ عجیب و غریب ہے کہ اس کے الفاظ کوئی حد نہ ضرور کوئی طے کرنا۔ جس تک میں جاؤ نئی زبانیں، نئے الفاظ، نئے محاورے، کیا یہ اس کی قدرت کی حیرت انگیز نشانی نہیں؟

۹۔ آگے پھر انسان کے رنگوں پر خیال کرو۔ افریقہ کے آدمیوں کا رنگ اور ہے۔ یورپ والوں اور ایشیا والوں کا اور، بنگالی ڈور سے پہچان لیا جاتا ہے، پنجابی اور سندھی کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔ بوجی اور سہمی اپنے ہی رنگ میں رنگے ہیں۔ شمالی ہندوستان کے باشندے اپنا نیاروپ دھارے ہوئے ہیں۔ مغرب ہر خطہ کے رنگ میں اختلاف ہے اور ایسا پتہ فرق ہے کہ اہل خطہ فوراً پہچان لیتے ہیں۔

۱۰۔ اس کی ایک نشانی نیند بھی ہے۔ کہاں سے آئی ہے اور کون سے کون سے کہاں چلی جاتی ہے اچھا خا

آدمی باتیں کرتا ہوا نیند آتے ہی دنیا و باقیہا سے غافل ہو جاتا ہے اور موش و سوسا سب نصحت۔ خیالات کی دنیا میں اندھیرا، احساسات غفلت کے سہ میں غرق۔ جس کا موش زمین کی تیر لیکر ایک کیسا انقلاب آگیا۔ یہ رنگ ساری مخلوق پر چھایا ہوا ہے۔ نیند نہ آئے تو نظام حیات ابتر آجاتے تو نصحت کی نشانی۔ سوائے خدا کے جسے نہ نیند ہے نہ غمخوردگی اور سب پر نیند غالب ہے۔

۱۱۔ اس کی ایک نشانی بجلی کی چمک اور گرج ہے۔ جس میں خوف بھی ہے اور اتید بھی۔ خوف اس کا کہ اگر گرج جائے گی تو زمینوں کو جلا کر خاک کر دے گی۔ جس آدمی پر گرجے گی اسے کالا توئلہ بنا دے گی۔ لہذا اس حیات میں آگے جانے کی مغز میں چیز پر گرجے گی اس کی خیر نہیں۔ اتید ہے تو یہ کہ اس کی گرج چمک بتاتی ہے کہ پانی برسے گا سونکے کھیت لہلہا میں گئے۔

۱۲۔ اس کی قدرت کی ایک نشانی آسمان سے پانی برسانا بھی ہے۔ سُورج کی کرنیں اس طرح انفالوں پانی سندھوں اور دریاؤں سے لے جا کر ہوا کے نرم ذراتک دامن پر پھیلا دیتی ہیں اور پھر وہاں اسے اکٹ پلٹ کر زمین پر برساتی ہیں جو ہر مخلوق زمین کے لیے ایک حیات نو بن کر آتا ہے۔

کیا ان سب نشانیوں کو دیکھ کر بھی اس کی اُلُوہیت کا انکار کیا جاسکتا ہے۔ اس کے خلاف سمجھنا عقل کا پھیر ہی ہو سکتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۗ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۷﴾
 ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَلْ لَكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي مَارَاقِنِكُمْ فَاذْكُم فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ ﴿۱۹﴾

پہلے

اللہ وہ ہے جس نے پہلی بار لوگوں کو پیدا کیا، مرنے کے بعد پھر ان کو (قبروں سے) اٹھا کھڑا کرے گا وہ اس پر آسان ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین میں سب سے بالاتر اس کی شان ہے وہ سب سے غالب اور حکیم ہے۔ اس نے تمہارے سمجھانے کے لیے تمہاری ہی ایک مثل بیان کی ہے۔ ہم نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے کیا اس میں تمہارے لونڈی غلاموں میں سے کوئی بھی تمہارا شریک ہے کہ وہ اور تم اس میں برابر ہو جاؤ اور تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جتنا تمہیں اپنے لوگوں کا (حق جنت نہ دینے کا) خوف ہوتا ہے (پھر بندوں کو خدا کا شریک کیوں بناتے ہو) عقلمندوں کے واسطے ہم یوں ہی تمہیں وار آیات بیان کرتے ہیں یہ سب کشتوں کے بغیر سمجھے اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر لی (اور خدا کا شریک ٹھہرا دیا) جسے خدا گمراہی میں چھوڑے اسے راہ راست پر کون لاسکتا ہے اور ان کا کوئی مددگار بھی نہیں۔

خدا نے سب سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ مرنے کے بعد پھر انہیں زندہ اٹھائے گا اور یہ کام اس کے لیے کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ آسمان و زمین میں جتنی مخلوق ہے اس کی ذات سے اعلیٰ و برتر ہے۔ پھر تم کسی کو اس کا شریک کیوں بناتے ہو۔ ایک مثال سے سمجھو جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے کیا تم اپنے لونڈی غلاموں کو اس میں برابر کا شریک سمجھتے ہو اور کیا تم ان سے ایسا ہی ڈرتے ہو جیسا اپنے برابر والوں سے۔ تم نے اپنے لونڈی غلاموں کو پیدا نہیں کیا ہے صرف خریدا ہے اس پر تم ان کو اپنے رزق میں برابر کا شریک نہیں جانتے اور ان کو اپنے برابر نہیں سمجھتے تو جس خدا نے تم کو اور سب کو پیدا کیا ہے اور سب کا رزق ہے کسی کو اس کا شریک کیسے قرار دیتے ہو۔ مخلوق اپنے خالق کے برابر کیسے ہو سکتے گی۔ جن سرکشوں نے بے سمجھے اور بے اپنی خواہشوں کی پیروی کر کے خدا کا شریک بنا لیا ہے تو تم ان کی پیروی کیوں کرو وہ تو شیطان کے پیرو ہیں انہوں نے ان کو گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑے جیسا اس کی کوئی مدد کر سکتا ہے اور کوئی اس کا مددگار ہو سکتا ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۰۰﴾ مُبَيِّنَاتٍ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۳۰۱﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿۳۰۱﴾

(اے رسول) تم باطل سے کتر کے اپنے نادر خدا کے دین کی طرف کیسے رہو۔ خدا کی بناوٹ وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور خدا کی بناوٹ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے جانتے نہیں۔ اس کی طرف رجوع ہو کر اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ اور شریکین میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے دین میں تفرقہ پر دازی کی اور مختلف فرقے بن گئے۔ جو دین جس مشرق کے پاس ہے اسی میں خوش ہے۔

فطرت ان قوانین الہیہ کا نام ہے جن کے مطابق انسان کو پیدا کیا ہے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ پہلی دین یہی ہے جس دین میں فطری قوانین کا لحاظ نہیں وہ خدا کا دین نہیں کہلایا جاسکتا۔ پس ہر انسان کو ان کی نگہداشت ضروری ہے تو انہیں فطرت کے خلاف کرنے والا مضموم اور مستوجب سزا ہے۔ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی وغیرہ بنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے "كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَ اِنْ وُجِدَ اُتْرِكًا يَهُودِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا اَوْ مَجْسِيًّا"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ بیگمیری دینی تعلیم کے چھوڑ دیا جائے تو وہ خود بخود مسیح، ہندو، یا دیگر مذہبوں کے عقائد کو قبول کرے گا۔ کیونکہ اس کی فطرت اس کی عقل و فکر کو اسی طرف لے جاتے گی۔

انسان کی فطرت یا بناوٹ ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ خدا کی ربوبیت کے اقرار کی طرف لے جاتی ہے۔ فطرت انسانی یہ ہے کہ ایک ہی قلب تمام جسم پر کنٹرول کرتا ہے۔ اگر اس کے خلاف دو دل کسی کے اندر ہوتے تو نظام حیا بگڑ جاتا اور آدمی کی موت واقع ہو جاتی۔ خون، قلب سے دور ہونا جسم کی ایک ایک رگ سے ہوتا ہوا پھر قلب میں آجاتا ہے۔ اگر دو دل ہوں اور ان میں سے ایک خون کو دوسری طرف جانے دے تو نصف بدن خون سے محروم ہو کر خشک ہو جائے۔

دین اسلام میں بھی یہی خوبی ہے کہ اس کے تمام احکام موافق فطرت ہیں۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ خدا کئی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ رہبانیت کو اسلام میں اسی لیے نہیں رکھا گیا کہ دنیا سے الگ کر کے ایک بیانیہ دعوے میں جا پڑتا ہے اور نئی نوع انسان کی سوسائٹی سے الگ سما جاتا ہے تو فطرت پر ناقابلِ برداشت بوجھ پڑتا ہے۔ انسان مدنی بالطبع ہے اور دوسروں کی امداد کا محتاج ہے، دوسروں کو اس کی امداد کی ضرورت ہے۔ اگر یہ سلسلہ قطع ہو جائے تو فطرت پر بار ہو گیا یا نہیں۔ بیماری کی حالت میں کون اس کی نذر لے گا کون اولاد کو کرے گا۔ کون اس کی خدمت میں کہہ کر مرض کے علاج کی کوشش کرے گا۔ بجائے اس کے کہ خود کسب معاش کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا اب وہ خود دوسروں کا محتاج بن کر رہ گیا ہے۔ اگر وہ اپنے رشتہ داروں کے حلقہ میں رہتا

تو ہر حالت میں وہ اس کے مین و مددگار ہوتے۔

تمام عبادات میں خدا نے انسانی سہولت کو نظر رکھا ہے۔ جہاں فطرت پر دباؤ پڑتے دیکھا ہے وہیں اس میں سہولت پیدا کر دی ہے مثلاً اگر انسان بیمار ہو اور کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو اشارات سے پڑھ لے۔ اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ تمام احکام میں سہولتیں رکھ دی گئیں۔ اصل میں بچاؤ دین ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ خلائق فطرت ہے لہذا فطرت کی کمزوری پر نظر رکھتے ہوئے اس نے تمام احکام میں یہ ہیں۔ اللہ ہماری آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں۔

پس جب فطرت انسانی یہ ہے کہ خدا کو پہچانے اور اسے واحد دیکھتا جائے تو اس کے خلاف عمل کرنا تقاضائے فطرت کی گردن پر چھری پھیر دینا ہے۔ ہرگز وہ جس دین پر ساس میں غرض ہے لیکن یہ اس دین کی صداقت کی دلیل نہیں۔ یقیناً یہ سوت ہے تحقیق نہیں۔ دین تو سچا ایک ہی ہو سکتا ہے اس کی تحقیق لازم ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا آذَاهُمْ
مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِحُوا مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا
آتَيْنَهُمْ فَتَمْتَعُوا ثُمَّ قُلُوبُهُمْ تُغْمَظُ ﴿۳۴﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا
فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِذَا آذَنَّا النَّاسَ رَحْمَةً
فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيَهُمْ إِذَا هُمْ
يَقْتَضُونَ ﴿۳۶﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۷﴾ فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ
وَابْنَ السَّبِيلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ذٰلِكَ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۳۸﴾

لوگوں کو جب کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اپنے رب کو گڑگڑا کر کپکپاتے ہیں، جب وہ اپنی رحمت کا انہیں مزہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کی ذات میں شریک بنانے لگتا ہے تاکہ جو کچھ ہم نے ان کو نعمتیں دی ہیں ان کا انکار کریں۔ خیر (چند روز) مزے اڑالیں اس کے بعد تقریب وہ جان جائیں۔ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل۔ کی جو ان کے شرک کرنے کو حق بناتی ہو۔ جب ہم نے لوگوں کو اپنی رحمت کی لذت چکھائی تو خوش ہو گئے اور ان کی کارستانی کے سببے جب کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو رحمت خدا سے مایوس ہو بیٹھتے ہیں۔ کیا وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ اللہ جس کا رزق چاہتا ہے بڑھاتا ہے جس کا چاہتا ہے گھٹاتا ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے خدا کی بڑی نشانیاں ہیں پس ذوی القربی کا حق ادا کرو اور مسکین کا و مسافر کا بھی۔ یہی بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

مشرکوں کا حال یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو بڑے غم سے خدا کے سامنے فریاد کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور اس طرح اپنی نجات کا دھاگرے ہیں گویا خدا ہی بس ان کا سمجھو دے لیکن جب خدا ان پر رحم فرما کر مصیبت کے اس کھنجر سے ان کو نکالتا ہے تو پھر وہی شرک، وہی جنت پستی۔ بنو منیمن ہم نے دی ہیں ان سے انکار۔ ان کو ہماری دی ہوئی سچتے ہی نہیں بلکہ تمہوں کا عطیہ جانتے ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل ہماری طرف سے ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ شرک جائز ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر انہیں کچھ لینا چاہیے کہ شرک ان کا خود پیدا کردہ ہے ہماری طرف سے کوئی اجازت نہیں۔ ان مشرکوں کی سہٹ دھمکی دیکھو جب ہماری طرف سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو خوشی سے بلبلیں جمانے لگتے ہیں اور جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو مذہم ہر ہماری رحمت سے مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ہمارے تعلق کوئی حسرتی و اذمانی فیصلہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنی غرض کے بندے اور طلب کے یار ہیں۔ روزی کو گھٹانا بڑھانا خدا کے اختیار میں ہے پھر ہر حالت میں انسان کو اسی سے کوڑ کا ناپا بیٹے اور اس کے ہر فیصلہ پر سزا عادت غم کوڑنا چاہیے کئی رزق کی حالت میں اسی سے دھاگری چاہیے۔ مایوس ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا کی قدرت کو سمجھتے ہی نہیں۔ کاش وہ اپنے اعمال پر بھی ایک غلط ڈال لیتے۔

لے رسول، جو تمہارا رحمت مال حق سے ہم نے مقرر کیا ہے اس میں سے اپنے رشتہ داروں کا حق ادا کرو اور تمہارے رشتہ داروں میں جو مسکین اور مسافر بھی ہوں ان کا بھی حق دو۔
شانِ نزول اس کی یہ ہے کہ جنگِ خیبر میں جب مسلمانوں کو عہد داروں پر فتح حاصل ہوئی اور ان کا سبک پڑ

قلعہ قریب فتح ہو گیا تو حضورؐ غمگین ہو کر وہاں سے چلے۔ راہ میں فکر کا علاقہ پڑا تھا۔ یہاں بھی یہودی آباد تھے۔ ان کی طرف حضرت علیؑ کو فوج کے ایک دستے کے ساتھ بھیجا کہ اگر وہ مسلمانت پر آمادہ ہوں تو ان سے صلح کر لینا۔ حضرت علیؑ وہاں پہنچے اور بات چیت کے بعد صلح کی یہ صورت طے ہوئی جو جو باغات وہاں ہیں وہ گل حضرت رسولؐ خدا کی ملکیت قرار پائیں۔ زمین آدھی تو یہودیوں کے پاس ہے اور آدھی کے مالک رسولؐ خدا ہوں۔ عرض جب یہ صلح ہو چکی تو جبریلؑ آہن حضرت رسولؐ خدا کے پاس یہ آیت لے کر آئے۔ یعنی اپنے قرابت داروں کو ان کا حق لے دو۔ بد چھا، وہ قرابت داروں ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ حکم ہوا، فکر، اس کے باغات اور وہ چیزیں جو خدا و رسولؐ کا حق ہوں۔ فاطمہؑ کو دے دو۔ چنانچہ آپؑ نے حضرت فاطمہؑ کو بلا کر ایک دستاویز اس کے متعلق لکھ دی۔ یہ وہی وثیقہ تھا جو حضرت فاطمہؑ نے رسولؐ خدا کے وصال کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ رسولؐ اللہ کا نوشتہ ہے جو آپؑ نے میرے اور حسنؑ و حسینؑ کے متعلق لکھ کر دیا تھا۔ (رد مفتاح صفا جلد ۲ ص ۲۷۷)

اسے آیت کے متعلق چند باتیں ترمیح طلب ہیں:

۱۔ مال غنیمت اور مال فتنے میں ایک فرق ہے۔ جنگ کے بعد دشمن کا جو اثاثہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے اس میں سب مسلمان شریک ہوتے ہیں اور اس میں سے بقدر ان کی جدوجہد کے حصہ دیا جاتا ہے۔ اور مال فتنے وہ ہوتا ہے جو بغیر جنگ دشمن کا مال بصورت صلح ہاتھ لگے۔ یہ فاعلتاً رسولؐ کا حق ہوتا ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کی جدوجہد کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

۲۔ فتنہ کا علاقہ مال غنیمت نہیں تھا بلکہ مال فتنے تھا۔ لہذا حق رسولؐ ہوا۔ اب رسولؐ کو حق ہے جس کو چاہیں لے دیں۔

۳۔ جب رسولؐ اللہ نے حضرت فاطمہؑ کے نام یہ علاقہ اپنی زندگی میں ہبہ کر دیا تو اب کسی کو اس کے ضبط کرنے کا حق نہ تھا کہ ضبط کر لیا گیا۔ اور وراثت رسولؐ سے حضرت فاطمہؑ کی محرومی کے متعلق حدیث حسنہ معاً شیخ المصنف لکھتے ہیں کہ وہ حدیث پیش کر کے ہوازی کی ایک صورت نکالی گئی تھی جو قطعاً غلط تھی کیونکہ یہ آیت تسلیم لانا حدیث تھی جس کے راوی صرف حدیث ابو بکرؓ تھے۔ راہبہ کا ضبط تو اس کے ضبط کے متعلق تو کسی جواز کا امکان ہی نہیں۔

۴۔ تمام مسلمانوں کو جب مال غنیمت غیر سے حصہ لے لیا گیا تو اب مال فتنے سے ان کا حق کیوں نکالا جاتے ورنہ مال غنیمت اور مال فتنے میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

۵۔ جناب فاطمہؑ صدیقہ طاہرہ تھیں وہ کوئی غلط دعویٰ نہیں کر سکتی تھیں۔ پھر ان کے دعویٰ کو کیوں رد کیا گیا جبکہ حضرت علیؑ بھی اس دستاویز پر حاضر کے گواہ تھے۔

۶۔ اس دستاویز پر رسولؐ کی ہر تھی۔ مسلمان اس ہبہ کو بخوبی پہچانتے تھے پھر اس دستاویز کی تصدیق کیوں نہیں کی گئی۔

۷۔ جب مقدمہ میں یہ دستاویز پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے اس کو کیوں بھاڑ ڈالا۔ اگر وہ کوئی جھوٹی تحریر تھی

جناب سیدہ مسلمانوں کو دکھا کر اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش ہی کر سکتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ وہ سچی دستاویز تھی۔ یقین تھا کہ اگر یہ دستاویز باقی رہی اور مسلمانوں کی اس پر نظر پڑی تو وہ ضرور اس کی تصدیق کریں گے۔

۸۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علیؑ نے یہ ہبہ خود دستاویز لکھ کر لکھا ہی تو ایسا جھٹکا ہے کیا صدیق اکبر کا لقب پا سکتا تھا۔ کیا خلافت رسولؐ کے پائے کا اہل ہو سکتا تھا۔ کیا یہ شہرت نہیں دی جاسکتی تھی کہ (لعوذ باللہ علیٰ لے جلسا ذی کی ہے۔ حالانکہ یہ لفظ عدالت والوں نے بھی ان کے لیے بھی نہیں کہا۔

۹۔ ہر بادشاہ کی اولاد کا کچھ حق ہوتا ہے اگر حکم خدا قبول لے اپنی اولاد کو اتنی سی چیز دے دی تھی تو مسلمانوں نے اسے کیوں نہ منظور کیا، حالانکہ اور لوگوں نے بڑی بڑی جاہلادوں قبضہ میں کر رکھی تھیں۔

۱۰۔ اگر جناب سیدہ کا دعویٰ غلط تھا تو پھر ایک اموی بادشاہ عشر بن عبد العزیز نے ان کا جائز حق سمجھ کر ان کی اولاد کو کیوں واپس کیا تھا۔

وَمَا اَتَيْتُمْ مِّنْ رَّبٍّ لَّيْرُبُوْا فِىْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ
وَمَا اَتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوٰةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۰﴾
اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِّنْ شَرِكٍ لَّكُمْ مِّنْ يَّفْعَلُ مِّنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾
ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا الْعٰلَمُ يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۲﴾

تم لوگ جو سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال و دولت میں ترقی ہو تو (یاد رہے کہ ایسا مال) خدا کے یہاں بچھوٹا پھیلنا نہیں اور تم جو خدا کی خوشنودی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو تو ایسے لوگ (خدا کی بارگاہ میں سے) دونوں لینے والے ہیں۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے بنائے ہوئے خدا کے شریکوں میں سے

کوئی بھی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے۔ جسے یہ لوگ شریک بناتے ہیں خدا اس سے پاک و پاکیزہ ہے۔ خود لوگوں کے ہاتھوں ان کی کائناتوں کی بدلت نطقی اور تری میں فساد پھیل گیا۔ تاکہ جو کچھ یہ لوگ کر چکے ہیں خدا ان میں سے بعض کو ان کے کرتوتوں کا مزہ چکھائے تاکہ یہ لوگ (اب بھی) باز آجائیں۔

تفسیر قرنی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ سود کی دو صورتیں ہیں ایک حلال ہے دوسری حرام۔ حلال صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے دیہی بھائی کو اس ہلے میں قرض دے کہ وہ واپس کرے وقت کچھ ٹھہرا کر واپس کرے گا۔ اس بڑھوتری کے متعلق دونوں میں کوئی شرط نہ ہو۔ پس اگر قرض واپس کر لے والا واپس کرے وقت کچھ زیادہ دے دے اور نکالے زیادتی کوئی شرط نہ ہو تو یہ زیادہ قسم دینے والے کے لیے مباح ہوگی مگر اس کو اس قرض دینے کا خدا کی طرف سے کوئی ثواب نہ ملے گا۔ خلافاً بجز جواز عند اللہ کا یہی مطلب ہے۔ اور حرام کی صورت یہ ہے کہ قرض دیتے وقت شرط رکھی جائے کہ اگر ادائیگی کے وقت اتنا اور زیادہ لوں گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی اس نیت سے کسی کو قرض دے کہ وہ اس سے بڑھ کر قرضے کا تو وہ ثواب سے محروم ہے۔

ذکوٰۃ اگر خوشنودی خدا کے لیے دی جائے تو اس کا دونا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد خدا اپنے بندوں کی اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ میں نے بڑی کسی استحقاق کے تم کو پیدا کیا اور پھر انسان پیدا کیا پھر تم کو طرح طرح کے ذوق دیئے۔ پھر میں تم کو مار دیتا ہوں، پھر قیامت میں تم کو دوبارہ زندہ کروں گا۔ کیا میرے سوا کوئی اور یہ کام کر سکتا ہے۔ تم ہی چیزوں کو میرا شریک بنا کر ان کی عبادت کرتے ہوئے کیا یہ قدرت ان کا بند بھی پائی جاتی ہے (ہرگز نہیں)۔ دنیا میں عسکی اور تری کے اندر جو فسادات ہوتے رہتے ہیں وہ خود انسانوں نے اپنے اوپر نازل کیے ہیں اگر بڑے کام نہ کرتے اور کوکاری سے زندگی بسر کرتے تو یہ لڑائی جھگڑے کیوں ہوتے، قتل و غارت کے بازار کیوں گرم ہوتے، یہ بیابانی و بدکاری کے آڑے کیوں قائم ہوتے۔ بہر حال جیسا کرتے ہیں اسی کا مزہ چکھتے ہیں۔ اپنے پیر میں خود کا ہڈی مارنے والے دوسروں کو کیوں الزام دیتے ہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۗ
 كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۗ فَاقْمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ
 يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصَادُّونَ ۗ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ

كُفْرُهُ ۗ وَمَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلَا نَفْسَهُ يَمْحَدُونَ ۗ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ
 اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۰

(اے رسول) لوگوں سے کہو رشتے زمین کی سیر کرو اور یہ دیکھو کہ تم سے پہلے ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جن میں سے اکثر مشرک تھے۔ اے رسول تم اپنا رخ مضبوط اور سیدھے دین کی طرف کیے رہو، اس سے قبل کہ وہ دن آجائے جو خدا کی طرف سے آکر ہے گا اور جسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اس روز سب الگ الگ ہو جائیں گے۔ جس نے کفر کیا ہے اس پر کفر کا وبال ہوگا اور جنہوں نے نیک کام کیے ہیں وہ اپنے ہی لیے آسائش کا سامان کر رہے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے اچھے اچھے کام کیے ہیں خدا ان کو اچھا بدلہ دے اور اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

رشتے زمین پر سیر کرنے کا ماہر قرآن میں حکم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھے کر انسان کو اس کا انداز نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں نے خدا سے سرکشی کی اور نافرمانی پر کرنا خدا نے ان کو کبھی سخت سزا دی۔ طے بٹے بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے۔ ان کے ان پر غرور و سرور کو جن پر تاج و کمرے جالتے تھے ٹھوکر دیں میں لکھ دیا۔ ان کے شہر تباہ کر دیئے، ان کا نام و نشان محض روزگار سے مٹا دیا۔ کہاں گئے فرعون و ہامان، نمرود و شداد۔ زمین سب کو کھا گئی۔ نیک عمل کرنے والے مرتے نہیں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔
 قارون صلاک شد کہ چہل نماز گنج داشت نوشیروان نمرود کا نام نگو گزاشت
 انسان کی زندگی کا مقصد ایمان و عمل صالح ہے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ يُرْسِلَ الرِّياحَ مُبَشِّرَاتٍ وَرِيْدٍ يَفْجُرْنَ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ
 الْفُلُكُ بِاَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۳۱
 اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاَنْتَقَمْنَا
 مِنَ الَّذِيْنَ اٰجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳۲

اور خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ (بارش کی) خوشخبری مینے والی ہواؤں کو چلاتا ہے تاکہ ہمیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور کشتیاں اُس کے حکم سے پانی میں چلیں اور اس کے فضل و کرم سے اپنی رزقی تلاش کرو۔ ہم نے (اسے رسول) تم سے پہلے بھی رسولوں کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا تھا پس وہ ہجرت لے کر اُن کے پاس گئے تو انہوں نے نہ مانا۔ ہم نے ان مجرموں سے خوب بدلہ لیا اور ہم پر مومنین کی مدد کرنا لازم تھا ہی۔

بارش سے پہلے ہوا کا چلنا اس کی خبر دیتا ہے کہ بارش آنے والی ہے۔ یہ بارش دریاؤں میں پانی جمع کرتی ہے اور اُن میں کشتیاں چلتی ہیں۔ اور کشتیوں کے ذریعے لوگ روزی حاصل کرنے کے لیے ادھر ادھر آتے جاتے ہیں۔ خدا کی اس رحمت کا لوگوں کو شک گزار ہونا چاہیے۔ اگر یہ بارش نہ ہو اور دریاؤں کا پانی سوکھ جائے تو کھیتی باڑی کہاں سے ہو اور کشتیاں کیسے چلیں۔
رسول سے کہا ہمارا ہے کہ کشتیوں کی کشتی سے مت گھراؤ۔ تم سے پہلے بھی ہم نے قوموں کے پاس رسول بھیجے تھے۔ پس جنہوں نے سسرکشی کی ہم نے اُن پر عذاب نازل کر کے اُن کو کشتی کی سزا دی اور جن مومنوں کا ہم پر ایمان تھا ہم نے اُن کی مدد کی۔

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُبْرِسِحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فترى الودق يخرج من خلفه فإذا أصاب بهم من يشاء من عبادهم إذا هم يستبشرون ﴿٥٦﴾ وإن كانوا من قبل أن ينزل عليهم من قبله لمبلسين ﴿٥٧﴾ فانظر إلى أثر رحمت الله كيف يحيى الأرض بعد موتها إن ذلك لمحي الموتى وهو على كل شيء قدير ﴿٥٨﴾

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے اور وہی ہوا میں بادلوں کو اڑائے اڑائے پھرتی ہیں پس وہ

جس طرح چاہتا ہے بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور دیکھی، اس کو ٹکڑے (ٹکڑے) کر دیتا ہے پس اس کے بیچ میں سے تم بوندوں کو گرتا دیکھتے ہو پھر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو وہ خوش ہونے لگتے ہیں اگرچہ بارش ہونے سے پہلے وہ مینہ برسنے سے مایوس تھے پس اللہ کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھو۔ زمین کے مُردہ ہونے کے بعد کس طرح اس کو زندہ کرتا ہے ایسے ہی وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

خدا کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں کس کی طاقت ہے کہ ان کا شمار کر سکے یا ان میں سے کسی ایک نشانی کے اسرار بھی کما حقہ بیان کر سکے۔ یہاں ایک نشانی کا حال بیان کرتا ہے۔
وہ ہواؤں کو چلاتا ہے جو بادلوں کو اڑا کر لے جاتی ہیں اور اپنے نرم و لطیف دانوں پر ان کو چادروں کی طرح پھیلا دیتی ہیں۔ پھر اُن کو ٹکڑے کرتا ہے اور ان سے بوندوں کو ایسا لگاتا کہ برساتا ہے کہ مینہ کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ جہاں چاہتا ہے برساتا ہے، جہاں وہ برساتا ہے وہاں چاہے کوئی برساتا نہیں سکتا، جہاں برساتا چاہے کوئی ٹکڑ نہیں سکتا۔ اس پانی کو مُردہ زمینوں کی جان بنا دیتا ہے۔ جہاں گھاس کا ایک پتہ نظر نہ آتا تھا وہاں گھاس کا بون نظر آنے لگتا ہے۔ پھلوں اور پھلپھالنے لگتی ہیں، درختوں کے پوسے جھوٹے لگتے ہیں کس کی طاقت ہے کہ قدرت کے اس نظام کو بدل سکے۔

وَلَيْنِ ارسلنا ریحاً فإرأوه مصفراً الظلوا من بعده يكفرون ﴿٥٦﴾
فإنك لا تسمع الموتى ولا تسمع الصم الدعاء إذا ولوا مدبرين ﴿٥٧﴾ وما أنت بهد العمى عن ضلالتهم إن تسمع إلا من يؤمن بآيتنا فهم مسلمون ﴿٥٨﴾
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشِبْهًا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿٥٩﴾

اگر تم سمجھتی کیلئے (نقصان رسال) ہوا بھیجیں اور وہ اُسے (بجائے ہرے بھرے کے) پیلے رنگ کا

۵۸

دیکھیں تو اس کے بعد وہ فوراً ناشکری کرنے لگیں گے۔ لے رسول تم (اپنی آواز) نہ مردوں کو (مردہ دل جو) سنا سکتے ہو نہ بہر دل کو سنا سکتے ہو خصوصاً جب وہ منہ پھیر کر جھاک جائیں اور نہ تم انہیں کو ان کی گمراہی سے پھیر کر راہ پر لا سکتے ہو، تم تو بس انہی کو (ہماری آیات) سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لائے ہیں اور وہ ہمارے فرماں بردار ہیں۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا کمزور چیز سے (منطف سے) پھر اس نے کمزوری کے بعد قوت عطا کی۔ قوت کے بعد پھر تمہیں کمزور بنایا اور بڑھا پا پیدا کر دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ ہر بات کا جاننے والا، قدرت والا ہے۔

یہی لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر تم ان کے کھیتوں کو سکھا دیتے ہیں تو وہ ہم پر الزام لگا کر ہمیں نامزد الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ہماری ان نعمتوں کو بھول جاتے ہیں جو ہم نے ان کو عطا کی ہے، اپنے اعمال پر نظر نہیں رکھتے جو ان کی نجات کا باعث ہوتے ہیں۔ لے رسول، تم اپنی آواز (ہدایت) کیسے سناتے ہو، یہ کفار و مشرکین تو مردوں جیسے ہیں۔ ان کے کان ہیں مگر یہ ہر سے بے نیچے ہیں۔ یہ تو تمہارے سامنے سے جھاک کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں تمہاری صحبت کا کیا اثر ہو، یہ تو اڑھ سے ہیں انہیں کیسے راہ راست پر لگاؤ گے۔

کیسے کوئی انہیں سمجھائے کہ اللہ نے تمہیں ایک نہایت حقیر کمزور بانی کی بوند (منطف) سے پیدا کیا ہے پھر اس نے اپنی رحمت سے اس کمزور کو قوت والا بنایا، تم سچے سے جو ان ہوتے۔ پھر جو ان کے بعد تمہاری قوتیں کھٹے لگیں اور تم بوجھ ہو گئے۔ تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ یہ کس کی قوت تھیں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لا رہی ہے۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لِنُسُوًا غَيْرِ سَاعَةٍ ط
كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ
لَقَدْ لَبِثْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ز فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّا كُنَّا
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مُعْذِرَتُهُمْ
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾

روز قیامت مجسم لوگ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم تو (دنیا میں) گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرنے پر تو ایسی ہی افزا پر دازیاں کرتے رہے ہیں۔ جو لوگ ایمان اور علم والے ہیں وہ کہیں گے (غلط کہتے ہو) تم تو کتاب خدا کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے ہو۔ پس یہ قبروں سے اٹھنے کا دن ہے لیکن تم جانتے نہیں تھے۔ اس روز کشتی کرنے والوں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہ لے گی اور نہ ان کی شنوائی ہوگی۔

جب یوم محشر مجرموں کو قبر سے اٹھایا جائے گا تو انہیں ایسا معلوم ہوگا جیسے گھڑی بھر سو کر اٹھے ہیں۔ اگر قیامت پر ایمان لائے ہوتے تو ایسا نہ کہتے۔ ایسی ہی غلط باتیں یہ دنیاوی زندگی میں بھی کیا کرتے تھے قیامت کے قابل ہی نہ تھے۔ کہا کرتے تھے قیامت وامت کچھ نہیں آتی، جو کچھ ہے یہ تو نیا ہی ہے۔ ان کی عقلوں پر یوم محشر ایسے پڑے ہوں گے کہ وہ یہ تباہی نہ سکیں گے کہ وہ قبر میں کھٹے دن رہے ہیں۔ ہاں جو صاحبان علم و ایمان ہیں وہ بتا دیں گے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتُم بِآيَةٍ
لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٨﴾ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ
عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا
يَسْتَخْفَنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٠﴾

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں۔ اگر تم ان کے پاس آؤ تو یہ کافر ضرور کہیں گے کہ تم لوگ باطل پرست ہو۔ جو لوگ عقل و فہم نہیں رکھتے اللہ ان کے دلوں پر نظر کر کے تصدیق کرتا ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ تم صبر سے کام لو، خدا کا وعدہ سچا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جو لوگ تمہاری تصدیق نہیں کرتے تمہیں بہکا کر خنثیف کر دیں۔

آیات کے آخری حصہ میں اگرچہ مخاطب رسول ہیں لیکن مراد مسلمان ہیں کیونکہ رسول تو کسی کے بہکائے میں آئی نہیں سکتے۔

سورة انعام مکیه (۵۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْعَرَفَ ۱ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۲ هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۳
الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ
یُوقِنُوْنَ ۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰهُدًى مِّنْ رَبِّهِمْ ۵ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ۶ وَمِنَ النَّاسِ مَن یَشْتَرِیْ لَهٗوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ
عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۷ وَیَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۸ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِیْنٌ ۹

الف - لام - میم - کتاب حکیم کی یہ آیات عکازوں کے لیے سرنا پادہایت اور رحمت ہیں۔ جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں، وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ قصہ کہانیوں کی کتابیں خریدتے ہیں تاکہ بے سمجھے بوجھ لوگوں کو راہ خدا سے گمراہ کر دیں تاکہ وہ آیات خدا سے مسخرہ بن کرین، ایسے لوگوں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

ابن حارث بغرض تجارت شام گیا اور وہاں سے ستم و اسفندیار کے قصے خرید لایا اور مکہ میں لوگوں کو سناتا کر کہنے لگا، اگر محمد عاود شوہر اور ملک سیرمان کے قصے بیان کرتے ہیں تو میں ستم و اسفندیار کے قصے سناتا ہوں بعض لوگ اس کی باتوں میں آجالتے۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے لہو لثو

سے گانا بجانا مراد لیا ہے۔ بعض مشرکین نے بطریق اختیار کیا تھا کہ خوبصورت لوزریاں خرید لاتے اور ان کو گانا بجانا سکھاتے۔ جب وہ لوگوں کے سامنے گاتیں تو وہ ان پر فریفتہ ہو جاتے۔ وہ لوزریاں ان کو اپنا عاشق پاکر کہتیں، تم لوگوں کو ترک کر دو تو ہم تمہارے پاس رہ کر تم کو روزمرہ گانے سناتی رہیں گی۔ اس لالچ میں آنکھ کچ لوگ ترک اسلام پر آمادہ ہو جاتے تھے۔

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَّلَا مُسْتَكْبِرًا ۱ اَنَّ لَمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْ
اُذُنِیْهِ وَقَرًا ۲ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۳ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصَّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنٰتٌ تَجْرِیْ ۴ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۵ وَعَدَّ اللّٰهُ حَقًّا
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۶ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۷ وَآلَفِی
فِی الْاَرْضِ رَوٰسِیْ اِنْ تَمِیْدُ بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۸ وَاَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۹ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ
فَاَرَوْنٰی مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِیْهِ ۱۰ بَلِ الْظٰلِمُوْنَ فِیْ
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۱۱

جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ایسا اکثر کر بھگتا ہے گویا اُس نے سنای نہیں گویا کانوں سے بہ رہا ہے۔ ان کو (اے رسول) دردناک عذاب کی خبر دو۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کے لیے نعمتوں سے بھری جنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ اُس نے آسمان کو بغیر ستون کے پیدا کیا جسے تم دیکھتے ہو اور زمین پر (پہاڑوں کے بجاری) لنگر ڈال جیسے تاکہ تمہیں لے کر کسی طرف جھک نہ جائے اور زمین پر ہر طرح کے چلنے والے پھیلا دیئے اور آسمان

سے پانی برسا یا اور اس سے زمین میں ہر رنگ کے نفیس پودے پیدا کیے۔ یہ ہے اللہ کا پیدا کرنا۔ پس مجھے دکھاؤ کہ خدا کے سوا جو شریک بنائے جاتے ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

کفار و مشرکین نے ہر حرکت اختیار کی تھی کہ جب آنحضرتؐ کے پاس آکر بیٹھتے اور حضرت آیات قرآنی کی تلاوت شروع فرماتے تو ازراہ منہ پھیر لیتے اور ایسے بن جاتے گویا ہرے ہیں کچھ سنتے ہی نہیں۔ ان سے کوئی پوچھے گا ان کے ایسا کرنے سے کیا خدا کی ہدایت لگ جائے گی۔ یہ بد سنت اس پر غور نہیں کرنے کہ خدا نے آسمانوں کا آنا بڑا خاصا مہمان بنی ستروں کے ایسا بنایا ہے کہ کسی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ لاکھوں برس سے ایک رنگ اور ایک وضع پر چلا آ رہا ہے۔ پھر زمین کو دیکھو اس پر پہاڑوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے تاکہ اور ادھر بے ڈالے نہیں گویا ہر اس کے دامن پر نہیں ٹھوک دی ہیں۔ پھر اس کی قدرت کا کمال دیکھو کہ ہستی سے لے کر ریختے والی چوٹی تک ساری بے شمار مخلوق اس پر چھلادی ہے جو اس کی قدرت کے سہا سے بے خوف و خطر ہر طرف چل پھرتی ہے پھر یہ لوگ قدرت کے اس کمال پر بھی نظر نہیں کرتے کہ آسمان سے پانی برسا کر زمین کے اوپر کیا چل بڑے اور چیل چھلادی آگاتی ہے۔ اسے رسول ان لوگوں سے کہو کہ اگر خدا کے سوا کسی اور نے کوئی چیز پیدا کی ہے، تو مجھے دکھاؤ۔ مشرکوں کے ان بیڑوں نے تو ایک کبھی اور ایک ممکن تک بھی پیدا نہیں کی۔ یہ بیچارے کیا پیدا کرتے ہیں تو خود خدا کی مخلوق ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ شَكَرْنَا لَهُ ۖ وَمَنْ يُشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿۱۷﴾ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يُعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۱۸﴾

ہم نے تقمان کو حکمت عطا کی اور (حکم دیا کہ) اللہ کا شکر ادا کرو۔ جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے اور جو اس سے انکار کرتا ہے تو اللہ اس سے بے نیاز ہے اور لائق حمد ہے جب تقمان نے اپنے بیٹے سے کہا درآئنا لیکہ وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے اسے ہرے بیٹے

تفسیر القرآن ج ۱۲

اللہ کا کسی کو شریک نہ بنا، بے شک شریک سب بڑا گناہ ہے۔

حضرت تقمان بن باعور حضرت ابراہیمؑ کے بھائی باعور بن تاریخ کے پوتے تھے اور حضرت ایتوب کے بھانجے تھے حضرت داؤدؑ کے زمانہ سے حضرت یونسؑ کے زمانہ تک ایک ہزار برس زندہ رہے۔ پہلے بھی کلام کرتے تھے۔ نہایت پاکیزہ اعتقاد اور پرہیزگار بندے تھے۔ اکثر خاموش رہتے اور غور و فکر میں محو رہتے۔ دن کو بھی نہ سوتے تھے۔ مجلس میں تکیہ لگا کر نہ بیٹھتے تھے۔ گاہ کے خوف سے کبھی نہ ہنستے۔ نہ کسی پر کسی غصہ کیا نہ کسی کا مذاق اڑایا۔ کہیں کھڑا ہوتا تو صلیب کرا لیتے۔ غرض انہی وجوہ سے خدا نے ان کو حکمت عطا فرمائی۔ آپ کا سینہ علم و حکمت کے فورے مملو رہا۔ غرض خدا کے بندید بندوں میں سے تھے۔ ہر وقت شکر خدا بجالاتے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ کبھی ذات ہاری تقمانے میں کسی کو شریک نہ بنا تاکہ کیوں کہ شرک سے بڑھ کر کوئی

گنہگار نہیں۔ سوائے شرک کے ہر گناہ بخشا جا سکتا ہے۔ شرک و جہت خدا کی تو یہی گناہ ہے۔ وہ خدا کے مقابل میں اس کی مخلوق کو لاکھڑا کرتا ہے۔ اس سے زیادہ خدا کی توہین کیا ہو سکتی ہے کہ انسان ایک پتھر کی مورتی اپنے ہاتھ سے گھڑے اسے خدا کا شریک اور قابل عبادت قرار دیتا ہے۔ شرک انسان کی انتہائی کمزوری کا نتیجہ ہے جس کی سورتیں ہیں:

- ۱۔ باوجود بات دیکھنے کے کہ بتوں میں کوئی قوت نہیں نہ وہ کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ پھر بھی ان کی عبادت کرتا ہے کیا یہ عقل کی کمزوری نہیں۔
- ۲۔ عقل انسانی فطرتاً اپنے سے فاضل کی تنظیم بجالانے پر مجبور ہوتی ہے مگر کی نہیں ہیں انسان اثر و اغتلاقت ہوتے ہوئے اگر ازل مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھنے لگے تو کیا یہ عقل کی کمزوری نہیں۔
- ۳۔ انسان میں خدا کی قدرت کی بے شمار شانیاں ہیں۔ آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ان کے حالات کا لوق سے سنتا ہے۔ لیکن جی کو وہ خدا کا شریک قرار دیتا ہے ان میں سے کسی ایک کی مخلوق مٹی کو ایک چوٹی اور کھٹی تک اس کی نظر کے سامنے نہیں ہوتی۔ پھر خدا جیسے قوت در و در قیوم خالق و رازق قہار و جبار کے مقابلہ میں ایک ناکارہ چیز کو لاکھڑا کرنا اور خدا کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرنا کیا بے عقلی نہیں۔
- ۴۔ بت پرست سب جاہل نہیں ہوتے۔ بڑے بڑے حکماء و فلاسفر ان میں پائے جاتے ہیں اور پہلے بھی ہو گئے ہیں۔ کیا ان کی سمجھ میں اتنی بات نہیں آتی کہ بے جاں مورتیاں قابل عبادت کیسے ہو سکتی ہیں۔ مگر جو چیز ان کو اس دائرہ سے باہر نہیں مانتے وہی اور ان کی عقل و فہم پر پردہ ڈالے ہوئے ہے وہ ان کا مصل ہے، ان کا تہیہ قیید ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم بتوں کو چھوڑ دوں گے تو اپنے سب رشتہ داروں سے چھوٹ جائیں گے۔ اور جس ہاتھ میں ہم آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔ لیکن چند روزہ زندگی کی خاطر ابدی آرام کو چھوڑ دینا اور بندوں کی عبادت کر دینا اسے رشتہ قطع کر لینا کیا بے عقلی نہیں۔
- ۵۔ دیوبی یا دیوتوں کے اندر خدا کا مصلو کرنا اور جی زیادہ بے عقلی ہے۔ اگر خدا مصلو کرنا تو اس کے

کچھ تو انہیں سے ظاہر ہوتے۔ جب کوئی تنزیہ ان میں نہیں پایا جاتا تو کیسے سمجھا جائے کہ ان کے اندر خدا سا ہوا ہے اگر وہ ایک جگہ میں محدود ہو جائے تو کائنات پر اس کی حکومت کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر خدا کسی شریک کا محتاج ہے تو وہ خدا بننے کے قابل ہی نہیں کیونکہ محتاج ہونا مخلوق کی شان ہے نہ کہ خالق کی۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَا وَهْنًا عَلَا وَفَضْلُهُ
فِي عَمَلَيْنِ إِنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ۖ إِلَى الْمَصِيرِ ﴿۳۱﴾ وَإِنْ جَاهَدَاكَ
عَلَىٰ أَنْ تَشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْ مَا فِي
الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۚ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾ يٰبَنِي إِسْرَائِيلَ إِنَّا جَعَلْنَا لَكَ مِنْ
مَنْ خَرَدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ
بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿۳۳﴾ يٰبَنِي إِسْرَائِيلَ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَآمُرْ
بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۚ إِنَّ ذَالِكَ
مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿۳۴﴾ وَلَا تَصْعَقْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْتَشْ فِي الْأَرْضِ
مَرْحًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿۳۵﴾

ہم نے انسان کو جس کی ماں نے اُسے دکھ پر دکھ سہہ کر پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کی دودھ پلانے کی الگ تکلیف اٹھانی یہ تاکید کی کہ وہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرے اور یہ (بنایا) کہ میری طرف اس کی بازگشت ہے اور یہ کہ اگر تیرے ماں باپ کسی ایسے کو میرا شریک بنانے پر

مجبور کریں جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی (اس بارہ میں) اطاعت نہ کرنا اور دنیا کے کاموں میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور اُس شخص کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔ تمہاری بازگشت تو میری طرف ہے ہی۔ پھر (دنیا میں) جو کچھ تم کیا کرتے تھے اس سے تمہیں آگاہ کر دوں گا۔ لقمان نے کہا، اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل (اچھا ہو یا بُرا) رات کے دانے کے برابر بھی ہوگا اور کسی پتھر کی چٹان کے نیچے بھی دبا پڑا ہوگا یا آسمان یا زمین میں ہوگا تو (قیامت میں) حُشدا اُسے برآمد کرے گا اور اللہ بڑا ایک ہی خردوار ہے اُسے بیٹے، ناز کو قائم کرنا اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کر۔ اور جو صیبت آپڑے اس پر صبر کر، یہ بڑی ہمت کا کام ہے اور لوگوں کے سامنے غرور سے منہ پھلا کر نہ چل اور زمین پر اتر کر نہ چل کیونکہ خدا کسی اکڑنے والے اور اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ ۖ خدائے انسان کو ماں باپ کے حق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا ہے کہ اس کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس کی ماں نے بحالت عمل (نواہ تک) کسی تکلیف اٹھانی ہے کہ اس کے دوجا کو جو بچہ پیٹ میں بیٹے جیسے پھری ہے۔ پھر ایسی تکلیف سے اُسے بچنا ہے۔ پھر دودھ پلانے تک دو سال ماں باپ دونوں اس کی پرورش میں شریک ہے۔ ہر حالت میں اس کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دی۔ پھر آگے چل کر بھی اس کی راحت میں لگے ہے۔ اس کی ضروریات زندگی میں جن جن دھن سے صرف رہے۔ لہذا انسان کا فرض ہے کہ میرا ہی شکر ادا کرے کہ میں اس کو عدم سے وجود میں لایا اور میں نے ہی ماں باپ کو اس پر مہربان بنایا۔ میرے بعد ماں باپ کے شکر گزار نہ ہو اور ہر امر میں ان کی اطاعت نہ نظر رکھو۔

لیکن اگر وہ کافر ہوں اور خدا کی ذات میں کسی کو شریک بنانے پر تیرے اوپر زور دیں حالانکہ تیرے علم میں ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں تو ان کے اس حکم کو ہرگز نہ ماننا اور کسی چیز کو خدا کا شریک نہ مان لینا بلکہ خدا پرستوں کا راستہ اختیار کرنا۔ لیکن وجود کافر ہونے کے انہیں تکلیف نہ دینا اور دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کا مرتبہ پیش خدا کیا ہے۔

کسی نے حضرت رسول خدا سے عرض کی، میرے ماں باپ مر گئے ہیں میں ان کا حق ادا کرنا چاہتا ہوں، لہذا مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں۔ فرمایا، اگر یہ پہاڑ جو تیرے سامنے ہے سونا بن جائے اور تو اُسے ان کے لیے راہ خدا میں خرچ کر دے تب بھی ایک شتر اُن کے حق کا ادا نہیں کر سکتا۔ اُس نے عرض کیا، پھر کیا کروں؟ فرمایا، زندگی بھر ان کی منفعت کی دعا کیا کر۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا حق زیادہ ہے کیونکہ آیت میں اسی کی تکلیف

کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر بھائی خوناں جابا کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی تکلیف میں دونوں بھائی برابر کے شریک نہیں ہیں۔ اب اس کے بعد تفہیم کی تصحیحوں کا پھر ذکر آتا ہے :

۱۔ کوئی عمل نیک ہو یا بد، چاہے مقدار میں کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، چاہے کتنا ہی چھٹا ہوا ہو قیامت کے دن اُسے ضرور نظر کرے گا۔ لہذا بڑی احتیاط سے کوئی عمل کرنا چاہیے اور اس پر نظر رکھنی چاہیے کہ ایک دن یہ نامہ اعمال میں دکھایا جائے گا۔

۲۔ نماز پابندی سے پڑھا کرو کہ نماز سے ہزار بلائیں دور رہتی ہیں۔

۳۔ لوگوں کو بچی کرنے کی طرف رغبت دلاؤ اور بڑے کاموں سے روکو۔ اس فرض کے پورا کرنے میں بے شمار لوگ غفلت کرتے ہیں۔ اپنے عزیزوں دوستوں کو دیکھتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے روزہ نہیں رکھتے۔ مگر تو ان کو ٹوکتے ہیں ذرا ان سے اظہارِ غم کرتے ہیں۔ یہ ان کے گناہوں میں ایک قسم کی شرکت ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگ گناہوں سے ڈرتے نہیں۔

۴۔ انسان کو مصیبتوں میں مبتلا کرنا چاہیے کہ خدا کے یہاں اس کا بڑا اجر ہے۔ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ ممبر نہ کرنے سے ایک مصیبت میں کئی مصیبتیں اور شامل ہو جاتی ہیں۔ ممبر کے یہ معنی ہیں کہ خلاف عقل انسان سے کوئی عمل سرزد نہ ہو۔ اللہ پر اعتراض نہ کرے اور اس کی طرف سے بڑھن نہ ہو۔

۵۔ عزت و وقار و جاہ و مال کے گم ہونے میں انسان کو چاہیے کہ اکتا کر نہ چلے، اتر کر نہ چلے۔ یہ اپنی خدا کو ناپسند ہیں۔ اُسے کل مروٹے دیر نہیں گنتی ہے۔ جس نے انسان کو دولت دی ہے وہ وہاں سے لے لے سکتا ہے۔ ایسی پالوں سے دھروں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ جو انسان ایک لطف گندی سے پیدا ہوا ہے اور ایک مردہ گندی بن جانا جس کی انتہا ہو، اور اپنی زندگی میں قدم قدم پر دوسروں کا محتاج ہے اُسے اڑھو اور اترا تا زیا نہیں۔

وَاقْصِدْ فِي مَشِيكَ وَاعْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ①

اپنی چال میں میان روی اختیار کرو اور اپنی آواز دھیمی رکھو کیونکہ آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھے کی ہے۔

جو شخص چال میں میان روی اختیار نہیں کرتا وہ اہل حق سمجھا جاتا ہے۔ اگر تیز چلتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں یہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے جو یوں قدم اٹھاتے چلا جا رہا ہے اور اگر بہت نزاکت سے قدم اٹھاتا ہے اور تیز نہیں اور سزا پسند یا بے گناہ ہے تو لوگ سمجھتے ہیں یہ کچھ بجا ہے۔ چلنے میں لوگوں کے ساتھ ساتھ رفت قدم

اٹھانا چاہیے اسی طرح اگر وہی آواز سے بولو گے تو لوگوں کی سمجھ میں بات نہ آئے گی اور اگر زیادہ زور سے بولو گے تو لوگوں کو گوارا ہوگا۔ حدیث میں ہے خَيْرُ الْاَمْرِ اَوْ سَطْحُهَا۔ درمیان درجہ ہر امر میں بہتر ہوتا ہے۔ یہی مراکت مستقیم ہے۔ اور نیچے جانا تو عیب میں شمار ہوتا ہے۔

اَلْعَرْتُوَا اِنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظٰهِرَةً وَّ بَاطِنَةً وَاَمِنَ النَّاسُ مَنْ يَّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ② وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالَوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْنَا اَبَاءَنَا وَاَوْ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ اِلَى عَذَابِ السَّعِيْرِ ③ وَاَمِنْ يُسَلِّمُ وَّجْهَهُ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ④

کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے تمہارے لیے ہر اُس چیز کو سخر کر دیا ہے جو آسمان و زمین میں ہے اور اُس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر علم اور ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو وہی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ چاہے شیطان اُن کو عذابِ جہنم کی طرف بلا رہا ہی ہو۔ جو شخص اللہ کی طرف تسلیم ختم کرتا ہے اور وہ نیکو کار بھی ہے تو اُس نے خدا کی مضبوط رسی کو محتام لیا اور تمام کاموں کا انجام خدا ہی کی طرف ہے۔

آسمان و زمین اور ان کے اندر جو چیزیں ہیں ان کو ستر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان کے نظام حیات کو برقرار رکھنے کے لیے وہ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں کسی کی طاقت نہیں کہ اپنے فرض کو بھول جائے۔
خدا نے اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کی انسان پر موسلا دھار دو برسا دی ہے۔ کسی کی طاقت ہے کہ انہیں شمار کر سکے۔ کھانے پینے کے لیے قسم قسم کی غذائیں موجود ہیں۔ مکان بنانے کو کھڑی پتھر موجود۔ لباس کے لیے ریشم، رولہ اور اُون اور دھتور کی پیداوار موجود۔ آنکھیں دیکھ رہی ہیں کان سُن رہے ہیں زبان بکھ رہی ہے۔ ناک سونگھ رہی ہے اور یہ سب محسوس پتہ سے پتہ ہیں کہ فساد چپ نہ کیا ہے۔ پھر باطنی نعمتوں پر غور کرو، اس کے قلب کو طبع صریح کے جذبات کا خزینہ دار بنا دیا ہے۔ نفس کو قسم قسم کی قوتیں سے دی ہیں۔ گوہیں کوئی قوت نظر نہیں آتی مگر وہ سب اپنے کام میں مصروف ہیں۔ دماغ کے اندر قوت حافظہ ہے۔ سن مشترک ہے۔ قوت فکر ہے قوت تیز ہے قوت مدد ہے۔ ریٹ کے اندر قوت مستحکم ہے، قوت دافعہ ہے، قوت دافعہ ہے، قوت دافعہ ہے، عرض ہمدردی کو ایک طلسمات کا عالم ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے بے وقوف انسان خدا سے لڑتا ہے۔ ایسے آدمی کے پاس نہ علم ہے نہ فہم۔ نہ کسی سے اس نے ہدایت حاصل کی ہے نہ خدا کی کسی کتاب کو پڑھا ہے۔ پھر بھی خدا سے لڑتا ہے۔ اس کے احکام کو ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ اس کے رسول کی بات پر کان نہیں دھرتا۔ یہ سب سرکشی اور برکت کی اس بنا پر ہے کہ وہ لیکر کافر ہے۔ جو کچھ اپنے باپ و دادا کو کرتے دیکھا ہے اس سے بال برابر ہٹنا نہیں چاہتا۔ اس نے اپنی عقل کو مستقل بنا رکھا ہے۔ شیطان نے اپنے حال میں اچھی طرح جکڑ لیا ہے وہ اس کو جہنم کا بندھن بنا رہا ہے مگر بے وقوف انسان کی سمجھ میں کچھ آتا ہی نہیں۔ ہاں جو خدا کے نیک بندے اس کی رسی کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں جاہد ایمان سے بال برابر ہٹنا نہیں چاہتے ان کا انجام بخیر ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ ۗ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِأَعْمَالِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۱﴾ نَمَتُّهُمْ قَلِيلًا ۗ ثُمَّ نَضَّطَّرَّهُمْ ۗ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿۲۲﴾

اور جس نے ہماری نعمتوں سے انکار کیا تو اے رسول تم ان کے کفر سے غمگین نہ ہو۔ لوٹنا تو ان کو آخر کار ہماری ہی طرف ہے۔ اُس وقت ہم بتا دیں گے جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اللہ تو سینوں کے اندر کا حال بھی جانتے والا ہے۔ چند دن ہم انہیں آرام کرنے دیں گے پھر ہم انہیں ایک سخت عذاب

کی طرف کھینچ لائیں گے۔

اپنے رسول سے فرما رہا ہے کہ اے رسول، جو لوگ کفر پہ قائم ہیں تو ان کے کفر سے تمہیں رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ آخر یزید کو جابئیں گے کہاں، انہیں لوٹ کر تو ہماری ہی طرف آنا ہے۔ جب یہ قیامت کے دن ہمارے سامنے آئیں گے تب ہم انہیں بتائیں گے کہ بحالت کفر یہ کیا کیا بدکاریاں کرتے تھے اور ہمارے احکام کی کیا کیا خلاف ورزیاں انہوں نے کی تھیں۔ ان کے دلوں میں جو پاپ بے ہوشی میں ہم کو سب معلوم ہیں۔ زندگی دنیا کے چند روز یہ آرام سے بسر کر لیں پھر تو انہیں سخت عذاب کا سامنا کرنا ہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ جن قوموں پر خدا نے یہاں عذاب نازل کیا ہے ان پر آخرت میں کیوں عذاب نازل ہوگا، انہیں جہنم میں کیوں جگہ دی جائے گی۔ دو دو بار عذاب کیسا؟ کسی جرم کی سزا تو ایک ہی بار ہوتی چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ جرم کی تین صورتیں ہیں: اول خدا کا شریک کسی کو قرار دینا، یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا تو جہنم کے سوا ہو ہی نہیں سکتی۔ دوسرا جرم بدکاری ہے، جیسے شراب خوری، اغلام، زنا کاری۔ اس کی سزا تو ان میں مل جاتی ہے کیونکہ وہ مسافر کو تباہ کرتے ہیں، رسول کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے۔ تیسرا جرم لوگوں پر ظلم کرنا ہے۔ اس کی سزا قیامت میں ظالم ظالم کی موجودگی اور تمام لوگوں کی حاضری کے بعد ہوگی۔

فَلَا فَرْحُونَ كُونُورِ كَرْنِ كَسْتَلِقُ فَرَمَاتِ هِ فَصْصِي فَرَعُونَ الرَّسُولِ فَآخَذَهُ لَهْ اَخَذَا وَبِيَا (۲۱)
فرعون نے ہمارے رسول کی نافرمانی کی پس ہم نے اُسے سزا سے دھر کپڑا۔ لیکن فرعون کو سزا کے حلال کرنے کی سزا دی گئی۔
دوسرا سختی رسول کی نافرمانی کی۔ اب رہا اس کا اپنے کو خدا کہلانا، اس کی سزا قیامت ہی میں اس کو ملے گی۔

وَلَيْنَ سَالَتْهُمُ مِّنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قَتَلَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۱﴾ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۲﴾

اے رسول اگر تم ان سے پوچھو، آسمان و زمین کا خالق کون ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ اللہ ہے تم کہو ہر قسم کی مدح و ثنا بس اللہ ہی کے لیے ہے لیکن بہت سے لوگ اُسے جانتے ہی نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ بے شک اللہ سب سے بے پروا قابل حمد ہے۔

سوال ہے کہ اگر اس سوال کا جواب کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے، تو پھر وہ مشرک ہی کیوں ہے۔ جب وہ خدا کو مانتے ہی نہیں تو پھر یہ جواب کیسا؟
تفسیر صفائی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حدیث رسول کے موافق کہ ہر بیچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ ہر انسان فطرتاً خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنے والا پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اسے گمراہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی واقع ہوتی ہے کہ اس سے خدا کا واحد و یکتا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کوئی بچہ مشرک و کافر پیدا نہیں ہوتا۔ مشرک و کافر تو بعد میں بنا لیا جاتا ہے جب اس کے سینہ میں دودل نہیں ہوتے جب اس کے اوپر دودھوں کا تصرف نہیں ہوتا تو کیسے ماں لیا جائے کہ اس کا ثبات کے دو خالق ہیں۔ لوگوں سے سوال کرنے کے معنی ان کی فطرت سے سوال کرنا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةَ أَبْجُرْمَاتٍ فَنَدَّتْ كَلِمَةُ اللَّهِ أَنْ اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۵﴾ مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَحْكُمُكُمْ إِلَّا كَفِّسٌ وَاحِدَةً إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿۲۸﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ اللَّهُ السَّمَاءَ وَالْقَمَرَ كُلَّ يَوْمٍ تَجْرِي إِلَىٰ آجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۹﴾

اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی بنے اور اس کے ختم ہونے کے بعد اور سات سمندر سیاہی بن جائیں اور خدا کی باتیں کبھی جاتیں تو بھی خدا کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا (مرنے کے بعد) پھر زندہ کر کے اٹھانا اس کے لیے ایک شخص کے پیدا کرنے اور پھر جلا کر اٹھانے کے برابر ہے، بے شک اللہ بڑا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ کیا تم نے یہ خیال نہ کیا کہ خدا رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو بڑھاکر رات میں داخل کر دیتا ہے۔

ہے۔ اس نے سوچ اور چاند کو تمہارا تابعدار بنا دیا ہے کہ ایک مقررہ میعاد تک یوں ہی چلتا ہے گا۔ اور جو کچھ تم کہتے ہو خدا اس سے خبردار ہے۔

کَلِمَاتُ اللَّهِ لَعَنَ الْمُشْرِكُونَ عَلَىٰ خَلْقَاتِهِمْ لِيُحْيِيَهُنَّ أَمْ يَكْفُرْنَ بِهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ بِمَا يَحْكُمُونَ ﴿۳۰﴾
دشت قلم بن جائیں اور سات سمندر سیاہی بن جائیں تو ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔
بعض مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ ہر مخلوق کے اندر قدرت کے سوز پودہ پیدا ہے اور جس سے ان کا حیاتی نظام قائم ہے وہ مددگار سے باہر ہے۔ اس کی ایک ایک مخلوق میں ہزار ہزار اقسام کی قدرت کے مضمین ہیں۔ کہاں تک کوئی ان کے مصلحت کو سمجھ سکتا ہے۔ اس نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیے اور ہر عالم میں لاکھوں اقسام کی مخلوق آباد ہے اور ہر مخلوق اس کی ہزار ہزار مصلحتوں کا مجموعہ ہے تو پھر دنیا کے درختوں کے قلم اور سات سمندر کی سیاہی ان کے حالاً کھینچنے کے لیے کیسے کافی ہو سکتی ہے۔ خوردبین سے دیکھو تو بانی کے ایک قطرہ کے اندر اس کی ہزار ہزار مخلوق تیری نظر آتی ہے اور ان کے اندر حیات ہے ان کے اندر تیرے کی قوت ہے۔ جب ایک قطرہ کا یہ حال ہے تو پھر بڑے سمندر کا کیا حال ہوگا۔ یہ تمام مخلوق جو اٹھارہ ہزار عالموں میں پائی جاتی ہے ان سب کا پیدا کرنا اس کے لیے اتنا ہی آسان ہے جیسے ایک عال کا پیدا کرنا۔

پھر خدا اس پر بھی نور کر کے کبھی رات کو دن میں داخل کر کے دن کو بڑھا دیتا ہے اور کبھی دن کو رات میں داخل کر کے رات کو بڑھا دیتا ہے۔ گرمیوں میں دن بڑھ جاتا ہے ہانٹوں میں رات۔ اس کے سوا کوئی یہ کام کر سکتا ہے؟ پھر یہ بھی دیکھتے کہ اس نے چاند اور سورج کو ایسا سحر کر دیا ہے کہ جو وقت ان کے طلوع کا ہے ہمیشہ اسی پر طلوع کرتے ہیں جو غروب کا وقت ہے اسی پر غروب ہوتے ہیں۔ جو ان کی سینئذ منزل ہے اسی پر حکم الہی کے مطابق چلتے رہتے ہیں۔ اس نے یہ سب نظام مخلوق کی بقائے حیات اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کیا ہے۔

ذٰلِكَ بَآئَاتُ اللّٰهِ هُوَ الْحَقُّ وَاِنَّ مَآيِدَعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ
وَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

یہ سب باتیں اس سبب سے ہیں کہ خدا موجود برحق ہے اور اس کے سوا جس کو پکارتے ہیں بالکل باطل ہے اور بے شک اللہ عالی شان والا اور بڑے رُتبے والا ہے۔

۱۸۷

الْعَرْتُونَ اِنَّ الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ نِعْمَتَ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِنْ اٰيٰتِهِ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ
دَعَوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ
مُقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا كُلُّ خٰتِرٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ اللہ کے فضل کے شتیاں دریاؤں میں جلتی ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے۔ بے شک ہر صبر و شکر کرنے والے کے لیے اس میں خدا کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ جب اُن کو سائبان کی طرح پانی کی موجیں ڈھک لیتی ہیں تو خدا کو کیسے سچے دل سے پکارنے ہو۔ لیکن جب خدا انہیں نجات دے کر خشکی پر لے آئے تو ان میں سے بعض تو کچھ روز اعتدال پر رہتے ہیں (اور بعض بچے کافر بنے ہوتے ہیں) ہماری قدرت کی نشانیوں سے نہیں انکار کرتے مگر بعد اوردن انکو لوگ

ایک دن ایک ہریہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا جس خدا کو ہم نے دیکھا ہے وہی اُس پر ایمان کیسے لائیں۔ آپ نے فرمایا، تو نے مجھی دریا کی سفر کیا ہے؟ اُس نے کہا ہاں کیا ہے۔ فرمایا کبھی آیا بھی ہوا ہے کہ تیری شتی طوفان میں چھینس گئی ہو اور تجھے اپنے ڈوبنے کا یقین ہو گیا ہو۔ اس نے کہا، ایسا بھی ہوا ہے فرمایا، اس وقت تیرا دل کیا جا کر تا ہے۔ اُس نے کہا، ایک ایسی ذات کو دل ڈھونڈنے لگتا ہے جو کشتی کو طوفان سے لکال دے۔ فرمایا، بس وہی خدا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جب صیدت سے نجات پاتا ہے تو پھر اپنے نجات دہندہ کو بھول جاتے ہیں یا یاد رکھتے بھی ہیں تو چند روز۔ کشتیوں کا دریا میں چلنا۔ ہواؤں کا اُسے کھینچ کر منزلی مقصود کی طرف لے جانا۔ طوفان سے کشتیوں کو نکال کر ساحل تک پہنچانا۔ یہ سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ ان حوادث سے بچنے کے بعد بھی لوگ جمانے خدا کے شکر گرا ہونے کے اُس پاک ذات ایمان نہیں لاتے تو ان سے زیادہ غدار اور ناشکر لوگ ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمۡ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجِزُ مِنَ الْوَالِدِ عَنۡ وَلَدِهِ ز

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَارٌ عَنۡ وَالِدِهِ شَيْءًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا
تَغْتَرَبْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَتَهْوُوْنَ لَهَا وَتُغْتَرَبُكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ
عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيُعَلِّمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا
تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِاٰیۡ اٰنۡضِ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾

لوگو! اللہ سے ڈرو اور اُس دن کا خوف دل میں رکھو جب نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (قیامت ضرور آئے گی) اور کہیں تم کو دنیا کی چند روزہ زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور کہیں تمہیں فریب دینے والا (شیطان) اللہ کے معاملہ میں دھوکہ نہ دے۔ خدا ہی کے پاس قیامت (کے آنے) کا علم ہے اور وہی (جب مناسب سمجھتا ہے) پانی برساتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ عورتوں کے رحموں میں (نر یا مادہ) کیا ہے اور کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ کس کس زمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ ہی جانتے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

قیامت کا دن ایسا سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ہوگی۔ ہر شخص کو اپنی اپنی جان کی بڑی ہوگی۔ باپ نہ بیٹے کا پُرساں حال ہوگا نہ بیٹا باپ کا۔ اُس دنیا کی چند روزہ زندگی پر کسی کو دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ وَلَا يَغْتَرَبْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَتَهْوُوْنَ لَهَا وَتُغْتَرَبُكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُوْرُ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ خدا کی بخشش کی امید پر نگاہ کرنے پر دلیر نہ ہو جاؤ اور توبہ کے بعد دوسرے گناہ نہ کرنے کو اور نہ دنیا میں سوہوم اتید پر توجہ بھی نہ کرو۔

ہر المؤمنین علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ آدمی کے تین دن ہیں، کل جو گزر گیا وہ تو چل گیا پھر اللہ نہیں آ سکتا۔ اور کل جو آئے والا ہے اس کے طے کا یقین نہیں کیونکہ موت ہر وقت موجود ہے۔ وہ تیسرا دن جو آج کا ہے اُس میں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔

چند چیزیں ایسی ہیں جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں

۱۔ قیامت کب آئے گی، خدا ہی جانتا ہے، انبیاء و مرسلین بھی اُس کا وقت نہیں بتا سکتے تھے۔

۲۔ میں کا برسنا وہی جانتا ہے کہ جو بادل آسمان پر پھیلا ہوا ہے وہ کب برسے گا اور کہاں برسے گا اور کتنا برسے گا؟

لیے ضروری ہوتا ہے۔ اگر عالم نوری میں بھی ایسا ہی ہو تو پھر دونوں میں فرق کیا ہے۔ بس عرش کے لیے کسی جگہ کا تعین نہیں ہو سکتا۔ نہ اس پر شبہ کا سوال ہوتا ہے کیونکہ جس پر بیٹھا جاتا ہے اس کے لیے جہات ضرورت ہو جائیں گے۔ چونکہ یہ تمام کائنات سے بالاتر ہے اس لیے ہم اس کی طرف دونوں ہاتھ وقت دےنا چاہتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے، وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔

اَلْفَ سَكَنَةً تَسْكُنُ فَاَنْفُكَ وَنَ - قیامت کا دن ہمارے حساب سے ایک ہزار برس کا ہوگا۔ صرف اس کی اہمیت کو سمجھانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے ورنہ وہ الہی سال کا ایک دن ہوگا۔ تمام عالموں کے دن کیساں نہیں ہوتے بلکہ ان میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔

ہم مولانا امجد حسین صاحب کاغذی کے مترجم قرآن کے حاشیہ سے اس فرق کو واضح کرتے ہیں:
 "زمین کا ایک سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔ عطارد کا ۸۸ دن کا۔ زہرہ کا ۲۲۵ دن کا۔ مریخ کا ۲۲۵ دن کا۔ زمین کا ایک سال ۳۶۵ دن کا۔ زحل کا ایک دن ہمارے ۲۸ سال کے برابر ہوتا ہے یعنی ہمارے ۱۰۷۶۴۲ دن کے برابر۔ نیپ چون کا سال ہمارے ۱۶۰ سال کے برابر ہے یعنی ۲۰۲۲۵ دن کے برابر۔"
 ہمیں سمجھانے کے لیے یہ بتایا گیا ہے کہ جسے تم قیامت کا ایک دن سنتے ہو وہ تھا سارے دنوں کے حساب سے ایک ہزار سال کا ہوگا۔ ایک ہزار دن نہیں بلکہ ایک ہزار سال اور اس طویل مدت میں ہر انسان کو اپنا حساب کتاب چکانا ہوگا۔ سمجھنے کی مثال ہوگا وہاں ہم انسانوں کا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے۔ ہم بے چاروں پر۔

ذٰلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ الَّذِي اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَا خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۙ

وہی پر شہید اور ظاہر کا جاننے والا ہے سب پر غالب و مہربان ہے۔ اُس نے جو چیز بنائی ہے خوب درست بنائی ہے۔ انسان کی ابتدائی خلقت مٹی سے کی۔ پھر اس کی نسل ذلیل پائی

(لفظ) سے بنائی پھر اس (پتے) کو درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے رُوح پھونکی اور تم لوگوں کو (سننے کے لیے) کان اور (دیکھنے کے لیے) آنکھیں اور (سمجھنے کے لیے) دل بنائے۔ اس پر بھی تم لوگ بہت کم فکر کرتے ہو۔

سب خدا ہر چیز کا جاننے والا اور ہر شے پر غالب ہے تو قیامت کے دن کوئی اس سے کچھ کہہاں ہائے گا۔ وہ تو ایسا صاحب قدرت ہے کہ اس نے ہر چیز کو بہترین خلقت عطا فرمائی ہے اور ایسی بنائی ہے کہ اس میں کسی زیادتی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ہر حیثیت سے مکمل ہے۔

اُس نے لئیسوی نمود کے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر ایک لفظ گنبدہ سے اس کی نسل کو چلایا۔ پھر رحم ہا در میں اس کو شیک شاک کر کے اس میں اپنی پیداکردہ رُوح ڈالی۔ پھر نہیں کان اکھ اور دل سیسی تو تیس دیں۔ تو کیا یہ اس کی قدرت کے معمولی گوشے ہیں جن پر تم اس کا شکرا ادا نہیں کرتے۔ جو اعضا اُس نے تم کو پیشے ہیں اگر ان میں سے ایک بھی خراب ہو جائے تو کیا دنیا کی کوئی صنعت اس جیسا معجز بنا سکتی ہے۔ اور کیا اس میں وہ قوت پیدا ہو سکتی ہے جو خدا کا عطیہ ہے۔ اگر تھامے ہن سے ایک بال اکھڑ جائے تو کیا جن دن اس کی کربھی اُسے اُس جگہ پر جما سکتے ہیں۔ باوجود ان سب باتوں کے اس کا شکر یہ ادا نہیں کرتے۔

وَقَالُوا اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ اِذَا لَفِيَ خَلْقٌ جَدِيْدٌۢ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰ قُلْ يَتُوَفِّكُم مَّلٰكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ وَلَوْ تَرٰ اِذَا الْمُجْرِمُوْنَ نَاكَسُوْا رُءُوْسَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا ابْصُرْنَا وَسَمِعْنَا فَاَرْجِعْنَا فَعْمَلْ صٰلِحًا اِنَّا مُوقِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًىۙ وَّلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳

لوگ کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں ناپید ہو جائیں گے تو پھر ہم ایک نیا جنم لیں گے (ایسا کیے

۱۹۳

ہو سکتا ہے)۔ (بات یہ ہے) کہ یہ لوگ اپنے رب کی حضوری سے انکار کرنے والے ہیں۔ تم ان سے کہہ دو کہ ملک الموت جو تم پر تعینات ہے وہی تمہاری روح قبض کرے گا۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اے رسول (تم کو بہت افسوس ہوگا) جب تم حجروں کو اس حال میں دیکھو گے کہ ان کے سر ان کے رب کے سامنے جھکے ہوتے ہوں گے (اور وہ کہتے ہوں گے) اے ہمارے رب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہم کو دنیا کی طرف پھر لوٹا دے تاکہ ہم نیک کام کریں، ہم قیامت پر یقین لے آئے (خدا کہے گا) ہم تو دنیا میں ہر شخص کو راہ راست پر لے آتے مگر (میری طرف سے) یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں انسانوں اور جنوں سے جسے تم کو بھردوں گا۔

لوگ اس خط میں مبتلا ہیں کہ مرنے کے بعد جب ہم سچی ہی کر سٹی ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ جی اٹھنا اور زندگی بھر کے اعمال کا حساب دینا کیا سہی لگتا ہے۔ چونکہ یہ بڑی خوف دلانے والی چیز ہے لہذا وہ قیامت ہی سے انکار کر رہتے ہیں۔ لیکن ان کی سمجھ میں اتنی بات نہیں آتی کہ خدا نے ان کو کیا یوں ہی کیلئے تماشے کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ تمام عظیم الشان کارنامے جو اس کے لیے بنا یا گیا ہے وہ محض اس لیے ہے کہ آدمی یہاں رہ کر خوب کھائے پیئے۔ اچھے اچھے مکانوں میں رہے۔ عمدہ لباس پہنے۔ بال بچھے پیدا کرے اور خوب رنگ دلیاں منا کر یہاں سے چلا جائے۔ نہ اس کے ظلم و ستم کی پوچھ گچھ ہو نہ ٹوٹ مار اور بدکرداریوں کی گرفت۔ پوری آزادی کے ساتھ حیرانوں کی طرح جو چاہے کرے۔ مظلوم روئے پیشے یہاں سے چلے جائیں کوئی ان کی فتنے نہ دلا نہ ہو۔ تو پھر اس دنیا کا مزہ منظم ایک عدل گزار اور انصاف پسند تو نہ ہوا۔ اس نے قیامت کا ایک دن اسی لیے رکھا ہے کہ اس دنیا میں جس نے جو کچھ کیا ہے اس کی باز پرس کے بعد نکالوں کو سزا دے مظلوموں کو جزا دے۔ کیوں کہ جنت میں جگہ سے اور بدوں کو دوزخ میں ڈالے۔ جاہلات کراں میں قیامت کے دن سے اسی لیے ڈرا گیا ہے کہ لوگ بدکاریوں سے بچیں اور اعمال صالحہ کی طرف توجہ کریں۔

موت کا فرشتہ جب سینہ پر سوار ہو کر گردن مروڑے گا تو کوئی چیز اس سے بچانے والی نہیں ہو سکتی۔ پس جب پکڑے جاؤ گے تو پھر اپنے سچاؤ کی کیا صورت سوچی ہے؟ وہاں تو کوئی سفارش چلے گی نہ رشوت دے کو جان چھوٹے گی۔ نہ خاندان والوں کی پیچ دیکھا منید ہوگی۔ نہ یاد دہندہ دکا رہوں گے۔ اس وقت اگر خدا کے سامنے قیامت کا اقترا بھی کر دے تو کیا فائدہ۔ اگر تم یہ درخواست کرو گے کہ پھر دنیا کی طرف لوٹا دیجئے جاؤ تو یہ درخواست ہرگز منظور نہ ہوگی۔ جب دنیا ہی نہ ہے گی تو تم جاؤ گے کہاں؟ دوسرے یہ تجربہ ہو چکا کہ دنیا میں ہا کر پھر تم وہی کرو گے جو زندگانی دنیا میں کرتے رہے تھے۔ جب نہیں وہاں برسوں رہ کر ہوش نہ آیا تو اب کیا آئے گا لہذا تو یہ وقت بھل گیا۔ استغفار کی گھڑی بہت گئی۔ اب تو تم ہو اور ہتم کے پھٹنے ہوئے تھے۔ تمہیں

بارہا سمجھا گیا، بہت ہی گئی، بدکار لوگوں کے انجام کا وقت تمہارے سامنے پیش کیا گیا مگر تم نے کسی طرح ہوش میں آتے ہی دہتے۔ بس اب ہم سے کچھ نہ کہو اور اپنے کیسے کی سزا بھگتو۔

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا اِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ اِذَا ذُكِرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۸﴾
تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۹﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُدْرَةٍ
اَعْيُنٍ حَزَّاءٍ اِذَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۰﴾

تم نے آج کے دن ہماری حضوری کو جھٹلا دیا تھا۔ ہم نے بھی قصداً تمہیں نظر انداز کر دیا اب اس بھولنے کا مزہ چکھو۔ دنیا میں جو کچھ تم کرتے رہے تھے (اس کی سزا میں) اب دائمی عذاب کا مزہ چکھو۔ ہماری آیات پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ ان کو جب وہ یاد دلائی جاتی ہے تو فوراً سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں اور وہ بگڑ نہیں کرتے۔ اور رات کو ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے (خدا کے عذاب کی) خوف سے اور اس کی رحمت کی امید سے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے دیا ہے اسے لاؤ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی کارگزاریوں کے بدلے میں کسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے رکھی ہے اس کو تو کوئی جانتا ہی نہیں۔

اِذَا ذُكِرُوا..... اَلَمْ يَرِ اَیْتِ الْاٰرِجِ بِنَظَرٍ عَامٍ هَلْ یَكُنْ حَقِیْقًا ہمارے آئے مضمون کی شان میں ہے۔ تفسیر صافی میں امام محمد باقر علیہ السلام نے منقول ہے کہ یہ آیت امیر المؤمنین علیہ السلام اور ان کے اُن تابعین کی شان میں

نازل ہوئی ہے جو ان کی سیرت پر پلنے والے ہیں۔ وہ اول شب میں سوتے ہیں اور جب دو تہائی رات یا تہی خدا کو منظور ہو کر رہاتی ہے تو اٹھ کر اللہ کے حضور گڑگڑاتے ہیں اور اتید ویم کی حالت میں اس سے دعا کرتے ہیں۔ پس اللہ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کر دیا۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَدَّتُ الْمَاوٰءُ زُلْزَلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوْا فَمَا لَهُمُ النَّارُ كَلِمًا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِدُّوا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الّٰذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكٰذِبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنْذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمَجْرُمِيْنَ مُنتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

جو شخص مومن ہو گیا وہ کسی فاسق کی مثل ہوگا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے ان کے اعمال کی جزا جنت کے باغات ہیں ضیافت کا سامان ہے اور جو لوگ بدکار ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم میں ہے جب اس سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں دھانس دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا، اس آگ کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ہم انہیں (قیامت کے) عذاب اکبر سے پہلے (اس دنیا میں ہی) عذاب ادنیٰ کا مزہ چکھا دیں گے تاکہ وہ میری طرف رجوع کریں اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیات یاد دلائی جائیں اور وہ ان سے منہ پھیر لے۔ ہم مجرموں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا... الخ کی شان نزول یہ ہے کہ ایک روز ولید بن عقبہ بن ابی معیط حضرت علی علیہ السلام سے کہنے لگا، اے علی، تم بچے ہو میں جوان ہوں۔ میں تم سے قوت اور ذہان دانی میں بھی زیادہ ہوں نیز نیز بازی میں بھی تم سے بہتر ہوں لشکر میں ثابت قدم ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا، تیری یہ مجال ہے کہ میرا مقابلہ کرے اور مجھ پر غصہ کرے۔ کہیں مومن و بدکار برابر ہو سکتے ہیں۔ خدا نے بھی آپ کی تائید فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی۔ اس روایت کو ابن مردودہ و شیطیبی نے خواہ مخواہ اور ابن عساکر نے ابن عباس کی سند سے بیان کیا ہے۔ (کتاب الاغانی - واحدی) یہ وہی حضرت ولید بن جن کو حضرت عثمان نے کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا اور جنہوں نے نشہ میں مسیح کی چار رکعت پڑھا کر کہا تھا، اس وقت طبیعت جوش میں ہے کہہ تو اور پڑھا دوں۔

عذاب ادنیٰ وہ ہے جو اس دنیا میں نازل ہو۔ جیسے قوم عاد و ثمود و قوم فرعون پر نازل ہوا۔ اور عذاب اکبر وہ ہے جو قیامت میں نازل ہوگا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَابِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْ اِسْرٰٓءِٕلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنٰا مِنْهُمْ اٰيْمَةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكٰفُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَمَّا كٰفُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوْ لَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِبِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاَفَّا لٰ يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

ہم نے موسیٰ کو کتاب (توریت) عطا کی پس تم بھی اس کتاب (قرآن) کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں شک میں نہ پڑو۔ ہم نے توریت کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت قرار دیا تھا۔ ہم نے ان میں سے بعض کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے امام بنایا تاکہ ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کریں اور وہ ہماری آیات پر یقین کرنے والے تھے۔ بے شک تمہارا رب روز قیامت جن باتوں

میں وہ اختلاف کرتے تھے اُن کے درمیان فیصلہ کرنے کا۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کے گھروں میں لوگ چلتے پھرتے ہیں۔ اس میں ہماری نشانیاں ہیں تو کیا یہ لوگ سمجھتے نہیں۔

قریت بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی تھی اور مقرر کیا گیا تھا کہ ہر قوم کے لیے نازل ہوا ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل میں خدا نے کچھ لوگوں کو امام بنایا تھا اسی طرح ہمارے رسول کے عہد میں بھی خدا نے کچھ لوگوں کو امام بنایا جن سے تاقیامت ہدایت خلق وابستہ رہے گی۔ حضرت موسیٰ کے نقیبا یعنی اوصیاء کی تعداد وہ تھی۔ اسی طرح اوصیائے رسول خدا کی تعداد بھی بارہ ہے۔ اکثر واقعات حضرت موسیٰ اور حضرت رسول خدا کے ملتے جلتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کو قریت ملی تو آنحضرت کو قرآن ملا۔ موسیٰ کی معراج طور پر ہوئی تو حضرت رسول خدا کی معراج قاب قوسین اور اذنی ملک۔ حضرت موسیٰ کو جہاد کا حکم ہوا تو حضرت رسول خدا کو بھی حضرت موسیٰ کے جہاد حضرت ارون کی جہاد تھی اور حضرت رسول خدا کے جہاد حضرت علی ان کے وہی تھے۔ حضرت ہارون کے دو بیٹے شہر شہیر تھے، ان کے بعد بنی اسرائیل کے امام ہوئے۔ اور حضرت علی کے دو بیٹے حسن و حسین امام خلق ہوئے۔ حضرت موسیٰ کو فرعون پرستخ ہوئی اور حضرت علی کو قوم قریش پر۔ حضرت موسیٰ کے مقابل میں شخص خصوصیت سے تھے، فرعون، ہامان اور قارون۔ حضرت رسول خدا کے مقابل میں تین خاص آدمی تھے، ابوجہل، ابولہب اور ابو سفیان۔ حضرت موسیٰ کی بی بی منسورا ان کے وہی سے لڑیں اور حضرت رسول خدا کی ایک بی بی ان کے وہی حضرت علی سے لڑیں۔ حضرت موسیٰ کے بارہ اوصیاء اسباب و نقیب کہلائے اور حضرت رسول خدا کے بارہ اوصیاء امام کہلائے۔ اشتیاق بنی اسرائیل کے ہاتھوں جس طرح اوصیائے موسیٰ کو طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں اسی طرح اوصیائے رسول خدا کو ان کی امت کی دشمنی کی وجہ سے بڑے بڑے مصائب آلام کا سامنا کرنا پڑا۔

ان ذلک ہُوَ فِیْضُ مِمَّا کُنَّا نُنزِلُ عَلَیْکُمْ۔ تمہارا رب ان کے درمیان روز قیامت فیصلہ کرے گا۔ یعنی بنی اسرائیل مسائل نوریت کے متعلق جو آپس میں اختلافات رکھتے تھے جس کی وجہ سے یہودیوں میں اکثر فرستے بن گئے۔ اسی طرح روز قیامت امت رسول خدا میں اختلاف کی بنا پر جو تہتر فرستے بن گئے ہیں ان کا فیصلہ بھی ہوگا اور خدا بتائے گا کہ ان فرقوں میں کونسا حق ہے۔

کفار کفر کو بنایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلی امتوں پر عذاب نازل ہوتے رہے تھے اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے ان کے گھروں کو کھنڈر بنا کے چھوڑ دیا گیا تھا۔ تم کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ ہمارے رسول کی مخالفت کرنے میں تم کو بھی اسی طرح سخت نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ بدر، احد، خندق وغیرہ کی لڑائیوں میں کفار قریش کے بڑے بڑے نامی سردار کتے کی موت مانے گئے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَا سَوَّقُ الْمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَخُرِجْ بِہِمْ زَرَعاتًا کُلِّ مِنْہِمْ اَنْعَامُہُمْ وَاَنْفُسُہُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ۝۲۲ وَ یَقُولُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۲۳ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِیْمَانُہُمْ وَلَا ہُمْ یَنْظُرُوْنَ ۝۲۴ فَاَعْرِضْ عَنْہُمْ وَاَنْتَظِرْ اِنَّہُمْ مُّنتَظِرُوْنَ ۝۲۵

کیا یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ ہم چٹیل میدانوں میں پانی کو بہاتے ہیں اور پھر اس سے کھیتی اگاتے ہیں جسے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی۔ تو کیا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے نہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یوم فتح کب آئے گا۔ (لے رسول) تم ان سے کہہ دو جس روز وہ آئے گا تو کفر کرنے والوں کو ان کا ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا۔ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ لے رسول تم ان لوگوں سے درگزر کرو اور اس وقت کا انتظار کرو وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

وَسَیَقُولُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ۔ تفسیر صافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے بارہ میں اور ظہور قائم آل محمد کے بارہ میں بیان فرمائی ہے۔ جب منکروں کو حضرت رسول خدا نے رحمت کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ کب ہوگا اور ان کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے اس قول پر معلوم ہے، وَ لَسَیْقَعَنَّ مَعَهُمُ الْعَذَابُ الْاَلَدْنٰی ذٰلِکَ الَّذِیْ لَکُمُ الْعَذَابُ الْاَلَدْنٰی۔ عذاب اکبر سے پہلے ہم انہیں عذاب ادنیٰ کا مزہ کھائیں گے) پس عذاب ادنیٰ اسی زمانہ رحمت میں ان پر ہوگا۔ مولانا فرمان علی صاحب رحم نے یوم الفتح کا ترجمہ روز قیامت لیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ جو لوگ کافر ہیں قیامت میں ان کے ایمان کے اظہار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے مراد تو وہی ایمان ہے جو زمانہ رحمت میں ظہور قائم آل محمد کے بعد لوگ زمانہ سے کھینچ لیں گے کہ ہم ایمان لے آئے۔ اس وقت ایمان لانا قبول نہ ہوگا۔ دوسرے مہلت نہ دیا جاتا اور انتظار کرنا یہ سب باتیں اس کی مؤید ہیں کہ یوم فتح سے مراد زمانہ رحمت ہے نہ کہ روز قیامت۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَكِّيَّةٌ ۙ (۹۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝۲ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝۳ مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ الَّتِي تَظْهَرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝۴ ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاخْوَانَكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ ۚ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۵

اے نبی اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے اور تمہارے رب کی طرف سے جو تم پر وحی کی گئی ہے

اُس کی پیروی کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ اس سے باخبر ہے اور اللہ پر بھروسہ کرو اللہ کی وکالت تمہارے لیے کافی ہے۔ اللہ نے کسی آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں پیدا کیے اور نہ اُس نے تمہاری بی بیوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے اور نہ تمہارے لے پاگوں کو تمہارے بیٹے بنا دیا ہے یہ تو تمہاری منہ بولی بات ہے (زبانی جمع خرچ) اور اللہ تو سچی بات کہتا ہے اور سبھی راہ دکھاتا ہے۔ لے پاگوں کو اُن کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو یہی خدا کے نزدیک بہت ٹھیک ہے۔ ہاں اگر تم ان کے اصلی باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں اور ہاں اگر کسی وقت بھول چوک ہو جائے تو تم پر کوئی الزام نہیں۔ مگر جب تم دل سے جان بوجھ کر عمداً ایسا کرو تو ضرور گناہ ہے۔ اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت نمبر ۱۳ میں بظاہر خطاب رسول سے ہے لیکن درحقیقت مخاطب امت ہے۔ خدا نے کسی آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں رکھے۔ یہ بہت بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ اس تمام کائنات کا مرکز و منتظم صرف ایک ہی ہے اگر دو ہوتے تو یہ سب کا زمانہ تباہ و برباد ہو جاتا۔ جب ہم کی مختصری دنیا دو دل برداشتہ نہیں کر سکتی تو بھلا یہ اتنا بڑا عالم دو دہزدوں کے تحت کیسے صحیح رہ سکتا ہے۔ اگر دو دل ہوتے تو ایک اسی طرف اور ایک بائیں طرف ہوتا۔ اگر دونوں کا کام ہر حیثیت سے ایک ہی ہوتا تو دو کی ضرورت کیا ہوتی، اگر مختلف ہونا تو تباہی آجاتی۔

اس سورہ کا نام احزاب اس لیے ہے کہ اس میں جنگ احزاب کا ذکر ہے۔ احزاب جمع حزب کی ہے۔ حزب کے معنی گروہ کے ہیں۔ چونکہ جنگ خندق میں قریش کے علاوہ اور بہت سے قبائل بھی شامل ہو گئے تھے اس لیے اس کا نام جنگ احزاب ہے۔

ایک سینہ میں دو دل ہونے کا یہ مطلب بھی ہے کہ ایک وقت میں ایک شخص میں دو منافق، جھوٹا اور سچا، مشرک و مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایک دل سے تو اس کی ایک ہی حالت ظاہر ہوگی۔

یاد رہے کہ یہ ایک رسم تھی کہ اگر کوئی شخص غصہ میں اپنی بی بی سے یہ کہہ دیتا کہ تیری پشت میری ماں کی سی ہے تو پھر وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی تھی۔ اس کو ظہار کہتے ہیں۔ خلافاً ما ہے کہ ایسا کہنے سے بی بی، ماں نہیں بن جاتی۔ ماں تو وہی ہے جس نے اُسے جنا ہے۔ لہذا یہ عقیدہ ناسد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ اپنے لے پاگ کو اپنا اصلی بیٹا سمجھتے تھے اور اس کی نسبت اپنی طرف منسوب کرتے تھے اُس کے باپ کا نام نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ زید بن حارثہ کو جو حضور کا پروردہ تھا، لوگ زید بن محمد کہتے تھے۔ خلافاً ما ہے کہ ایسا نہ کہو۔ لے پاگ اصلی فرزند نہیں ہو سکتا۔ اُس کو اُس کے باپ کے نام سے

یہ لیکار و یعنی زید بن عاص کہو۔ زید بن محمد نہیں۔ اسی باتیں خود تہاری وضع کردہ ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اگر کسی نے پاک کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو اسے اپنا دینی بھائی یا دینی دوست کہو۔ اگر قبول ہو کہ میں اپنی اہلیت سے لیکار تو تو صاف کر دیجئے جاؤ گے ورنہ محمدؐ ایسا کرنا گناہ ہوگا۔

السَّبِيُّ اَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُ اَنْفُسُهُمْ وَاَوْلُوا
الْاَرْحَامُ بَعْضُهُمْ اَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِى كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ
اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا اِلَّا اَوْلِيَّكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتَابِ
مَسْطُوْرًا ۝۶ وَاِذَا خَذْنَا مِنَ النَّبِيِّنَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوحٍ
وَ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ وَاِذَا خَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا
عَلِيْقًا ۝۷ لَيَسْئَلَنَّ الضّٰلِقِيْنَ عَن صَدَقَتِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ
عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸

نبی تو مؤمنین سے خود ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر سختی رکھتے ہیں (کیونکہ وہ گویا امت کے مردوں کے باپ ہیں) اور ان کی بی بیایاں گویا امت کی مائیں ہیں اور مؤمنین و مہاجرین میں کچھ (لوگ باہم) قرابہ ہیں۔ کتاب خدا کی رو سے تو غیروں کی نسبت (ایک دوسرے کے ترکہ کے زیادہ حقدار ہیں لیکن اگر تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (تو دوسری بات ہے) یہ تو خدا کی کتاب میں لکھا ہوا موجود ہے۔ (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے پیغمبروں سے اور تم سے اور نوح و ابراہیم و موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے عہد و پیمانہ لیا اور ان لوگوں سے ہم نے سخت عہد لیا تھا تاکہ (قیامت کے دن) سچوں (پیغمبروں) سے ان کی سچائی (تبلیغ رسالت) کا حال دریافت کریں اور کافروں کے لیے تو

۱۰۱

اُس روز در دناک عذاب ہے ہی۔

انے آیات میں چند باتوں پر غور کرنا ہے :

۱۔ اَلْكَيْفُ اَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ یعنی لوگوں پر ان کے نفسوں سے زیادہ نبی کی حکومت ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ نبی کے حکم کے خلاف کوئی امر کر سکے۔

یہاں اَوْلَىٰ کے معنی اولیٰ بالتصرف ہیں۔ ان کا قول واجب الاماعت اور ان کا ہر فعل واجب العمل اور لائق تقلید ہے۔ غدیر غم کے موقع پر جو خطبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا اس میں اپنی اولویت کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا اَوْلَىٰ بِكُمْ مَرْتٌ اَخْبَسَكُمْ۔ کیا میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا۔ یعنی کیا میں تم پر اللہ کی طرف سے حق حکومت نہیں رکھتا۔ ہر طرف سے آواز آئی بے شک آپؐ ہم پر حاکم ہیں جب یہ حکومت تسلیم کر لی تو فرمایا، مَرْتٌ كَيْفَ تَمُوْلُوْهُ فَهٰذَا اَكْرَمُ مَوْلَاؤُكُمْ۔ جن کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے۔ ایسی صورت مولا کے معنی دوست کے لینا عربی زبان پر کتنا ظلم ہوگا۔ ایسا کہتے والا یا تو عربی سے واقف نہیں یا پھر ارادہ تصدیب ایسا کہہ رہا ہے۔

۲۔ وَاَزْوَاجُهُ اَنْفُسُهُمْ۔ نبی کی بی بیایاں امت کی مائیں ہیں۔ یعنی جب نبی امت کے لیے مثل باپ کے شفیق و مہربان ہے تو لامحالہ اس کی بی بیایاں امت کی مائیں ہوں گی۔ ان کی عزت کرنا امت کا فرض ہے۔ نبی کے بعد کوئی شخص نبی کی کسی بی بی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

۳۔ مؤمنین اور مہاجرین کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ جو تمہارے رشتہ دار ہوں تمہارے احسان کے وہ سب کے پہلے شریک ہیں۔ ان کے ہوتے عزیز سے سلوک نہ کیا جائے تاکہ صلہ رحم میں غلط نہ پڑے۔

۴۔ خدا نے تمام انبیاء سے بالخصوص آنحضرتؐ سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ احکام الہی کی تبلیغ میں کوئی گستاخ نہ کریں گے۔ خود بھی عمل کریں گے اور دوسروں سے بھی عمل کروائیں گے۔ ہر حکم خدا کے نافذ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ احکام الہی کی جاری کرنے میں کسی مصیبت کی پروا نہ کریں گے۔ یہ عہد یہاں اس لیے یاد دلایا جا رہا ہے کہ نبی کو چند مواقع ایسے پیش آنے والے ہیں جن سے امت کے خلاف ہونے کا خری اندیشہ تھا۔ لہذا یہ بتایا جا رہا ہے کہ میں تم سے یہ عہد لے چکا ہوں پس ایسے موقعوں پر امت کی مخالفت کے خوف سے میری افواہی نہ کرو بیشنا۔ تمہاری نظریں خدا کا خوش رکھنا ہونا چاہیے نہ کہ امت کا۔ میں نے یہ مہادہ صرف زبانی کر کے ہی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کے متعلق ہر ایک سے سوال بھی کروں گا تاکہ وہاں سچوں کی سچائی ظاہر ہو۔

ایک نبی کی ذمہ داریاں بہت سخت ہوتی ہیں۔ پہلے یہ کہہ لے کہ وہ کد کا ست بیان کرے۔ اپنی طرف سے ایک نفل دکھائے نہ بڑھائے۔ پھر وقت پر اس حکم کو پہنچائے کسی خطرہ کی وجہ سے ڈرے نہیں۔ پھر خود عمل کرے دوسروں سے عمل کرائے۔ تبلیغ کا کام ہر حالت میں جاری رکھے۔ یہ معمولی باتیں نہیں۔ ان کی تبلیغ میں اشتباہ کی جانوں پر

ہی ہائی تھی۔ قوم کی دشمنی سے جان اجیرن ہو جاتی تھی مگر وہ کسی بات کی پرواہ کیے بغیر اپنے فرائض انجام دیتے تھے اسی لیے ان کی اطاعت کو امت پر واجب کیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ
فَارْسَلْنَا عَلَيْهِم رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرًا ۙ إِذْ جَاءَ وَكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ
الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۙ
هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۙ وَإِذْ
يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
الْأَعْرُورَا ۙ ۝۱۱

اے ایمان والو! اللہ کی نعمتوں کا جو تم کو ملیں ان کا ذکر کیا کرو (جنگ خندق میں) جب تم پر کافروں کا لشکر آپڑا تو ہم نے تمہاری مدد کی، آندھی بھیجی اور (فرشتوں کا) ایسا لشکر بھیجا جسے تم نے دیکھا تک نہیں اور جو کچھ تم کہہ رہے تھے خدا اُسے دیکھ رہا تھا۔ جس وقت وہ لوگ تمہارے اوپر سے بھی آپڑے اور تمہارے پیچھے کی طرف سے بھی اور جس وقت ان کی کثرت سے تمہاری آنکھیں نیچے ہو گئی تھیں اور خوف سے تمہارے کلیجے منہ کو آگئے تھے اور خدا کے بارے میں بُرے خیالات کرنے لگے تھے۔ یہاں پر منافقوں کا امتحان لیا گیا تھا اور غروب اچھی طرح بھنبھوٹے گئے تھے۔ جب منافق اور جس کے دل میں (کفر کا) مرض ہے کہنے لگے کہ خدا نے اور اُس کے رسول نے جو وعدہ ہم سے کیے تھے وہ بالکل دھوکے کی ٹٹھی تھے۔

جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ مفسروں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس نظر آنے والے لشکر سے کیا مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ اندرونی قوتیں ہیں جو انسان میں سچائی کی نئی رُوچ پیدا کرتی ہیں۔ اور جو کچھ کام فرشتوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے لہذا اس کو فرشتوں کا لشکر بھی کہہ سکتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ جس طرح جنگ بھریں خدا نے فرشتوں سے مدد کی یہاں بھی اسی طرح کی مدد تھی یعنی دشمنوں کو فرشتوں کی مدد سے فوجیں نظر آتی تھیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہاں جنگ بھری کی طرح مسلمانوں کا اطمینان قلب مقصود ہے یعنی بڑے اطمینان سے وہ لوگ یہی دیکھ رہے تھے جس سے مدد کی حد کو حقیقتاً فرشتے مدد کو آئے تھے۔ چونکہ یہ باطنی قوتیں تھیں لہذا یہ کہا گیا کہ تم ان کو دیکھتے نہ تھے۔

واقف رہے کہ یہودیوں کا ایک قبیلہ جو بنی نضیر کہلاتا تھا اپنی سرکشی اور سازشی کاروائیوں کی بدولت جب مدینہ سے نکلا گیا اور شام پہنچا تو ان کی تباہ حالی دیکھ کر وہاں کے یہودیوں کے دل بھرا آئے اور ان کے شرابانہ اطمینان زرخیز بنی اخطب اور کانز بن ربیع بن لہر کی ایک جماعت کو لے کر مکہ میں آئے اور اہل بیتان وغیرہ سردارانِ قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ قریش نے کہا، تم تو اہل کتاب ہو تم نے نہ ہی مسائل کو خوب تحقیق کیا ہوگا۔ بتاؤ ہمارا دین بہتر ہے یا تمہارا۔ ان کی تو غرض اُڑی ہوئی تھی کہنے لگے، دین تو تمہارا بہتر ہے یہودیوں سے سب سے بہتر ہے مگر قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے، ان کو بھی آمادہ کیا اور اس کے بعد اور قبائل کو بھی بڑبڑایا دکھا کر اپنا ہم خیال بنایا۔ غرض دس ہزار کا لشکر تیار ہوا اور مدینہ پر حملہ کے لیے چلا۔ جب حضرت کو پتہ چلا تو آپ ایک ہزار سات سو آدمیوں کو لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔ اور جبلِ سفح کے سامنے قیام فرمایا۔ دشمن کی فوجوں کی تعداد کا حال سن کر لوگوں کے حواس جھٹکتے تھے۔ اگرچہ حضرت رسولؐ نے خدائے متعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو قرار نہ تھا۔ آخر صبا سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت سلمان نے خندق کھودنے کی رائے دی۔ چنانچہ حضرت نے ان کو خندق کھودی حضرت رسولؐ نے خدائے متعالیٰ سے دعا کی کہ وہاں سے اس خندق کے آٹھ دروازے تھے جہاں سے آجھا سکتے تھے۔ ان دروازوں پر پہرہ دار بٹھا دیئے گئے۔

اس آٹھویں جی بن اخطب بنی قریظہ کے پاس پہنچا۔ باوجودیکہ ان کے کفار کی مدد کرنے کا معاہدہ تھا مگر وہ لوگ بھی بنی اخطب کی باتوں میں آگئے اور کفار کے ساتھی بن گئے۔ خندق تیار ہونے کے چار دن بعد کفار کا لشکر بھی آ گیا اور مسلمانوں کے لیے بے حساسی میں جاتے تھے۔ کفار کا لشکر مدینہ سے کچھ بھی میدان میں خیمہ زن ہوا۔ مسلمان خندق کے قعر میں تھے اور کفار حاضر کیے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ۲۷ روز گزر گئے اور طرفین سے پتھر اور تیر چلتے رہے اور موقع پاکر شجونی بھی ہوتے۔ حضرت اس کا فدیہ کرتے رہے۔ مگر جب سختی انتہا کو پہنچی اور مسلمانوں کی وہ حالت ہوئی جس کا ذکر آیت میں ہے تو آپؐ نے سب سے پہلے معاذ اور سید بن عبادہ سے مشورہ کیا اور فرمایا، ان لوگوں کو کچھ بے دلا کر وہ آپس کیا جاسے ان دونوں نے نہایت دیر پوری اور جوش کے ساتھ جواب دیا اگر اس باؤ میں وہی آپسکی ہے تب تو ہمارے دم زدن ہیں ورنہ ہم سرگن اس کو پسند نہیں کرتے۔ ان کو تلوار کی کاٹ کے سوا اور کچھ نہ دیں گے۔ یہ عرض کر آپؐ کو ان کی طرف سے اطمینان ہوا۔

اب انور کا حال سنیں۔ عمرو بن عبدود نے جو عرب کا نام رسولان تھا اپنے ساتھیوں سے کہا ہم کہاں تک حاضر ہو کیے رہیں گے ہم میں اب تپ مضطباتی نہیں۔ جلو خندق چھانڈ کر حملہ کریں۔ عرض پیدا کیوں کو لے کر ایک دروازہ سے اس پار آ پہنچا اور اپنا نیزہ گاڑ کر پورے شہر میں اپنا ٹھکانہ لگا لگا۔ اور مقابل طلب کیا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے اس کے مقابلہ کے لیے بلانے کو کہا۔ سب نے اپنے سر جو کالیے حضرت علیؑ کو طرف سے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ دوڑی باز نمودارے پھر یہی فرمایا، لہذا اس بار بھی سب چپ ہوئے۔

حضرت عمرو نے کہا یا رسول اللہؐ کس کو اپنی جان عزیز نہیں کہ اس کے مقابلہ کو جانتے۔ میں ایک دفعہ اس کے ساتھ سفر میں تھا کہ ایک ہزار آدمیوں نے ہم پر حملہ کیا، یہ عالی اتھ تھا۔ اس نے ایک اونٹ کے بچھو کو اپنی سپر بنا لیا اور ایک کھجور کے درخت کو ہتھیار بنا کر ان پر حملہ آور ہوا اور سب کو مار کر بھاگ دیا۔ اور ان کو لوٹ بھی لیا۔ اس سے صحابہ پر ہوا اثر ہوا اس کا اہمیت میں بیان ہے۔ الغرض سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی اس کے مقابلہ پر جانے کی ہمت نہ کر سکا جب حضرت علیؑ جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت رسولؐ نے فرمایا، اے علیؑ سمجھ لو کہ یہ عمرو ہے۔ فرمایا تو میں بھی علیؑ ہوں۔ عرض تین دفعہ یہ فرمانے کے بعد حضورؐ نے اپنی ذرہ حضرت علیؑ کو پہنچائی اور اپنا عمامہ باندھا اپنی تلوار دی رواد کرتے وقت علیؑ کا خدا یا تو اس کا ہر طرف سے نگہبان رہنا۔ خدا یا میرے سینے نگہبان تھے۔ عین ذرہ کو تو نے جگایا میں اٹھایا۔ جڑ تو اعد میں لے لیا۔ اب یہی ایک باقی رہ گیا ہے تو ہی اس کا محافظ ہے اور چلتے وقت فرمایا، آج نکل ایسا نکل کفر کے مقابل جا رہا ہے۔

عرض جبرئیلؑ نے خدا جبرائیلؑ علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو پہلے اس نے آپ کے مقابلہ سے انکار کیا حضرت علیؑ کے سر زلزل کرنے کے بعد وہ مقابل ہوا۔ دونوں میں حملوں کی زد وہل ہوتی رہی۔ اس قدر غبار بلند ہوا کہ دونوں چھپ گئے۔ آخر اس نے ہتھیار اٹھ کر ایک سے ایک جیسے آپ نے سب پر دو کا جس سے آپ کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔ پھر آپ نے زخم باندھ کر ایک سے ایک ایسا کیا کہ اس کا پیر کٹ گیا اور وہ بے قابو ہو کر زمین پر گر پڑا۔ آپ فردا ان کے سینہ پر سوار ہو گئے اور اس کا سر کاٹنے کے بعد نعرہ بکیر بلند کیا اور اس کا سر لے کر حضرت رسولؐ میں حاضر ہوئے حضورؐ نے فرمایا، ضربت علیؑ یوم الخندق من عند اللہ کلین الی کیوم التیبا مآتہ۔

(علیؑ کی ایک ضرب خندق کے روز دو جہاں کی عبادت سے بہتر ہے روز قیامت تک) عمرو کے قتل ہونے کے بعد اس کے ساتھی تتر بتر ہو گئے۔ نوفل بن عبد اللہ خندق میں گرا اور اس پر مسلمانوں نے پتھروں کا بیڑہ برسا دیا۔ جیسا میرے لوگوں کو ہمارا خندق میں کوڑے اور اس سے لڑنے اور اس کو قتل کیا باقی لوگ بھاگ گئے۔ لشکر کفار میں پھوٹ پڑنے اور ناگاہ اور پھولنے کا سبب یہ ہوا کہ ان لوگوں کے آنے سے تین روز قبل تیسری مسجد شامی حضرت کے پاس آ کر ایمان لایا اور عرض کی اگر مجھے حضرت کا حکم ہو تو اس کے لیے حاضر ہوں اور اگر اس کی اجازت نہ ہو تو ان کے درمیان پھوٹ ڈال دوں۔ سچ ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں کچھ نازیبا کلمات آپ کے متعلق میسر ہی زبان سے نکلیں اس کی مسافرتی چاہتا ہوں۔ فرمایا تجھے اختیار ہے۔ عرض وہ پتھروں اور سفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا،

خدا تجھے دشمن پر منحرف ہے۔ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ نبی قرظیہ نے جو بدمعہدی محمدؐ سے کہا ہے اس پر سخت نادم ہیں اور محمدؐ کو یہ کہا جیسا ہے کہ ہم عرب لوگوں میں سے کچھ اشراف کو آپ کے پاس بلو اور شمال بھیجتے ہیں اگر ہم سے بدمعہدی سرزد ہو تو آپ ان کو قتل کر دیں اور پھر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ان سب کو شہر سے نکال باہر کر دیں گے۔ پس اے ابو سفیان اس دھوکہ میں نہ آ جا، ان سے کچھ لوگ طلب کرو اور انہیں بلو اور خاص لکھ کر مکہ بیچ دو تاکہ اطمینان ہو۔ ابو سفیان یہ سن کر بہت خوش ہوا اور تمیم کو دعائیں دیں۔

اس کے بعد تمیم بنی قرظیہ کے پاس آیا اور ان سے کہا، تمہیں کچھ خبر بھی ہے۔ ابو سفیان یہ کہتا ہے کہ ہم انہیں ہم لوگوں کی محمدؐ سے لڑائی مراء دیں گے اور انہیں کو آگے کر دیں گے۔ اگر فتح ہوئی تو اور شکست ہوئی تو یہ ارباب ہائیں گے۔ دیکھو جب تک تم ان کے کچھ لوگ اپنے پاس دین نہ لکھ لو ان کو اپنے میں شامل نہ کرنا ورنہ دھوکہ کھاؤ گے۔

معرض یوں ایک کو دوسرے سے غیر مطمئن بنا، چاہا۔ یہ خیالات تو فریقین کے دماغ میں چکر کھاتی تھیں تھے اب ابو سفیان نے نبی قرظیہ کو بلایا تو وہی دس آدمیوں کے رہن کی شرط پیش کی۔ انہوں نے انکار کیا۔ ابو سفیان برا فوجت ہوا اور تمیم کے بیان کی اسے تصدیق ہو گئی اور دوستی مخالفت سے بدل گئی۔ یہ باتیں ہوتی رہی تھیں کہ خدا نے ان پر کبھی بھیجی۔ جو بہت سرد اور سخت تھی جس سے بہت سے نیمے اکھڑ گئے ملنا ہیں ٹوٹ گئیں گھوڑے بھاگ گئے اچھو دل میں کوڑا کرکٹ پڑ گیا اور آگ بجھ گئی۔ کفار کے دل خوف سے دل گئے، سب کے قدم اکھڑ گئے۔ ابو سفیان بھوکاں ہو کر اپنے اوٹ پر سوار ہوا اور اس کے ساتھ سب چلتے ہوئے۔ یوں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔

جہاں تک تاریخی واقعہ کا تعلق تھا ہم نے مختصر نقل کر دیا۔

اب ذرا حضرت علیؑ علیہ السلام کے فضائل پر نظر ڈالیے :

۱- عمرو کا ایسا سبب لشکر اسلام پر چھایا ہوا تھا کہ مسلمانوں کا خوف سے یہ حال تھا کہ ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور ان کے دل مڑے ہوئے تھے۔ یہ خوف کی انتہائی صورت ہے۔ کوئی عمرو کا مقابلہ کرنے پر تیار نہ تھا۔ عمرو کی بہادری کے افسانے سنا کر مسلمانوں پر اور زیادہ ہیبت طاری کی جا رہی تھی اور حضرت رسولؐ خدا کو پریشانی میں ڈالنے کی فکر تھی۔ کیا اس کو اسلامی حیثیت کہا جائے گا۔ کیا اس پر حضورؐ کی ہمدردی کا اطلاق ہوتا ہے۔

۲- بروایت بصری اس طرح سر جو کالیے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پتھر یاں میٹھی ہیں۔ یہ حال صرف ایک شخص کی بہادری سے خوف کھانے کا تھا۔

۳- حضرت رسولؐ کا یہ فرما کر لے علیؑ جس کے مقابلہ کو جا ہے ہو یہ عمرو ہے اور علیؑ کا برابر یہ جواب دینا کہ میری علیؑ ہوں اپنی بہادری پر کتنا اعتماد ظاہر کرتا ہے۔

۴- علیؑ کو اپنے دست مبارک سے سلاح جنگ پہنانا اس کی دلیل ہے کہ حضورؐ کو یہ یقین تھا کہ علیؑ علیہ السلام ناکام واپس نہ آئیں گے۔

۵- چلتے وقت آنحضرتؐ کا یہ فرما، نَزَّ الْوَيْبُ مَانَ سَكَّهَ رَأَى الْكُفْرَ كَلَمَ (آج پورا پورا ایمان پورے پورے

کفر کے مقابل جا رہا ہے، ایمان علی کی انتہائی معراج ہے۔ گل ایمان کا لفظ سوائے حضرت علی کے اور کسی صحابی کے متعلق کبھی رسول خدا کی زبانی اقدس سے نہیں نکلا۔

۶۔ عمرو کے قتل کرنے کے بعد اس کا لہرا اور قیمتی لباس اس کے جسم سے نہ اُتانا اور لاش پر ہتھ نہ کرنا بے فربض جنگ کا بہترین ثبوت ہے۔

۷۔ علی کی ایک ضرب کو قیامت تک عبادت انگلیں سے بہتر فرما کر اسنی غیر مجملہ ہے۔ اگر اس روز غم باد میں رسول قتل ہو جائے تو اسلام ختم ہو جاتا اور قیامت تک اسلامی دائرہ کے اندر جو عبادت کی جاتی وہ سب ختم ہو جاتی۔

۸۔ خدا کے متعلق مسلمانوں کا بڑے بڑے گمان کرنا اور خدا و رسول کے وعدوں کو دھوکہ قرار دینا اسلامی کفر نوازی کی ایک زلزلہ خیز داستان ہے جس کے لیے مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔

۹۔ اس فسخ کا سہرا اگر علی کے سر نہ بندھا تو مسلمان تجویز کریں کہ اور کس کے سر بندھا۔ ہے کوئی اور سر جو اس سہرے کے بندھوانے کے لائق ہو۔

وَإِذْ قَالَتْ طَافِيَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا
وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا
هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنَّا كَرِهُوا الْإِفْرَارَ ۗ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ
أَقْطَارِهَا ثُمَّ سَأَلُوا الْفِئْتَنَةَ لَا تَوَّهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا
إِلَّا يَسِيرًا ۗ ﴿۱۴﴾

ایک گروہ کہنے لگا تھا، اے مدینہ والو، اب دشمن کے مقابلہ میں تمہارا کہیں ٹھکانہ نہیں بہتر ہے کہ اب پلٹ چلو اور ان میں سے کچھ لوگ گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے لگے تھے اور کہتے تھے ہمارے گھر (مدینوں سے) بالکل خالی (غیر محفوظ) پڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ خالی (غیر محفوظ) نہ تھے، وہ تو میں بھاگتا چاہتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہی لشکر ان لوگوں پر مدینہ کی طرف سے آپڑے اور ان سے فساد (خانہ جنگی) کی درخواست کی جائے تو یہ لوگ اس کے لیے فرار آموجہ ہوں گے

اور اپنے گھروں میں بہت کم توقف کریں گے۔ (مگر جہاد سے گریز ہے)۔

مناقض تو ایسے مواقع تلاش کرتے رہتے تھے کہ کسی بہاد سے جہاد میں شریک نہ ہوں۔ جب بنی قریظہ لشکر قریش میں شامل ہو گئے تو انہیں یہ خوف ہوا کہ وہ مدینہ پر حملہ کر دیں گے لہذا انہوں نے جہاد پر جانے والوں کو روکنے کے لیے یہ کہنا شروع کیا کہ اب مدینہ پر محفوظ ہے۔ تم لوگ جاؤ اور وہیں آ جاؤ۔ بلاسر تو ان کا یہی مطلب تھا لیکن حقیقتاً ان کی مراد یہ تھی کہ دین اسلام ترک کر دو کیونکہ اس میں جان و مال کا تحفظ نہیں۔ گئے دن کی لڑائیاں ہیں کہاں تک لڑے جاؤ گے۔ اور اپنے لیے یہ مذمت تراشا کہ جب سب مرد جہاد پر چلے آئے اور ہمارے گھر مردوں سے خالی ہو گئے تو دشمن ہماری عورتوں پر حملہ کر کے ہمیں تباہ و برباد کر دے گا۔ حالانکہ ان کا یہ خیال غلط تھا۔ حملہ کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ دوسرے یہ بند و بست تھوڑے ذمہ تھا جس کی حفاظت کے لیے آپ نے کچھ لوگ چھوڑ دیئے تھے۔ پھر سب سے بڑی خدا کی نگہبانی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جنگ سے فرار کرنا چاہتے تھے۔ خانہ جنگی کے لیے تو ہر وقت تیار رہتے تھے مگر اب ہر جانے اور راہ خدا میں قتال سے جان بچاتے تھے۔

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا لَِّ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤَلُّونَ الْأَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ
اللَّهِ مَسْئُولًا ۗ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ إِنِ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوْ
الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تُمْسَعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۗ ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ
مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۗ وَلَا يَجِدُونَ
لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۗ ﴿۱۷﴾

حالانکہ ان لوگوں نے پہلے خدا سے عہد کیا تھا کہ دشمن کے مقابلہ میں ہم پٹھانہ پھیریں گے اور خدا کے عہد کی پوچھ پچھ تو ایک روز ہو کر ہے گی اے رسول تم ان سے کہہ دو کہ اگر موت یا قتل کے خوف سے بھاگے ہو تو یہ بھاگنا تمہارے لیے مفید نہ ہوگا۔ بس اس کو دنیا میں چند روز چین کر لو گے۔ تم ان سے کہو اگر خدا تم سے بُرائی کا ارادہ کرے تو تم کو اس سے کون بچائے گا اور اگر تم سے جلالی بُرائی

عبدالرشید عثمانی

چاہے تو کون روک سکتا ہے اور یہ لوگ خدا کے سوا کسی کو اپنا سر پرست پائیں گے اور نہ مددگار۔

مناقتوں نے جنگ بندی سے پہلے مشیم کمانی تھیں اور اقرار کیا تھا کہ ہم اس جہاد میں ضرور شریک ہوں گے اور میدان جنگ سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے لیکن جب سنا کہ دشمن کی کثرت ہے تو میدان جنگ سے فرار کرنے کی سوجھی اور لگے بہانے تلاش کرنے۔ ان کا مجھ میں یہ بات نہ آئی کہ اگر خدا کسی کو ہلاک کرنا چاہے گا یا اس پر کوئی مصیبت نازل کرنی چاہے تو جہاں کی مجال ہے کہ اسے روک سکے۔ کیا وہ گھر میں بستہ رہیں یا سکتا۔ دنیا کی جس چند روزہ زندگی پر وہ مرے ہیں وہ ہے کیا، ایک ہوا کا جموں کا ہے ایک بجلی کی چمک ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ۗ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۗ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْتَنِي عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۗ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِاللَّسِنِ حَدَادٍ ۗ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۗ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۗ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۙ

جو لوگ تم میں سے دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے اور ان کو بھی جانتا ہے جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں ہمارے پاس چلے آؤ اور خود بھی (الزام مثلاً کے) لڑائی کے میدان میں ذرا اڑکے اور چلے آئے۔ تم دیکھتے ہو کہ جب لڑائی میں سخت موقع آپڑتا تو تمہاری طرف دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی چھا رہی ہو۔ جب خطرہ ہٹ جاتا ہے (اور ایمانداروں کی فتح ہوتی ہے) تو مالِ غنیمت پر گرنے لگتے ہیں اور تم پر اپنی تیز زبانیں طعنہ کے لیے کھولنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ اللہ نے

ان کے تمام اعمال ضبط کر لیے اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔

مناقتوں کی حالت یہ تھی کہ مشرک حضور کو حضرت کے ساتھ چلے تو جاتے لیکن بگڑے ہوتی تو کسی طرح چھپ چھپا کر یہاں سے رو پھر رہے ہیں۔ لوگوں کو اپنے ساتھ میدان جنگ سے نکل جانے کی طرف رغبت دلاتے۔ اگر لڑائی زور پکڑ جاتی اور دشمن کا ذرا سا غلبہ دیکھتے تو ان کے اوسان شطاب ہو جاتے اور اس طرح آنکھیں پھٹ کر دکھتے جیسے مرنے والا دیکھتا ہے۔ یعنی ان پر سرکرات موت کا عالم طاری ہو جاتا اور جب خطرہ ٹل جاتا اور مسلمانوں کو فتح ہو جاتی تو یہ بھی بگھارنے کے لیے آ جاتے اور لفاظی سے کام لینے لگتے کہ ہم نے یہ کیا وہ کیا۔ مالِ غنیمت سے ہیں اچھا سجتے دیکھتے۔ خدا جانتا ہے کہ یہ لوگ مومن نہیں اس لیے ان کے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۗ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوْنَ لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبِيَائِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۗ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهُ كَثِيرًا ۗ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ ۗ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۗ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۙ

(مدینہ کا محاصرہ کرنے والے حمل بھی بیٹھے) مگر یہ لوگ یہی سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر اچھی نہیں لگتے اور اگر کہیں کفار کا لشکر پھر آ پہنچے تو یہ لوگ چاہیں گے کہ کاش وہ جنگوں میں گنہگاروں میں جا بستے اور (وہیں بیٹھے بیٹھے) سب حالات دریافت کرتے رہتے اور اگر ان کو تم میں رہ کر کہیں رہنا پڑتا تو (پھدا چھڑانے کو) ذرا دیر کہیں لڑ لیتے۔ مسلمانوں تمہارے لیے تو خود رسول کا (خندق میں بیٹھنا) ایک اچھا نمونہ تھا مگر ان یہ اس شخص کے واسطے ہے جو خدا سے ٹٹنے روزِ آخرت کی

امید رکھتا ہو اور خدا کی بکثرت یاد کرتا ہو اور جب سچے مسلمانوں نے کفار کے جھگڑوں کو دیکھا تو (بے تحلف) کہنے لگے یہی چیز تو ہے جس کا خدا اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا (اور اس کے دیکھنے سے) اُن کا ایمان اور اُن کی اطاعت اور زیادہ ہو گئی۔

انھو آیات میں مسلمانوں کی اس افسوسناک حالت کا اظہار کیا جا رہا ہے جس کا مظاہرہ اُن سے جنگ خندق میں ہوا۔ حالت اُن کی یہ تھی کہ دشمن محاصرہ مٹا کر چلا بھی گیا مگر یہ لوگ سمجھتے نہیں کہ ابھی موجود ہے۔ اور اس امداد سے پر توڑے بیٹھے ہے کہ موقع ملے تو یہاں سے چل چھپت ہوں اور ہندو عربوں سے مل کر جنگوں میں اپنی بود و باش اختیار کر لیں تاکہ ان جہادوں کے فتنے سے نجات مل جائے اور وہیں سے مسلمانوں کی جنگ کی خبریں لوگوں سے معلوم کرتے رہیں۔ اور اگر میدان جنگ میں برہمپوری انہیں رہنا پڑتا بھی تو بزدلی کا الزام مٹانے کے لیے یوں جھوٹ مٹھتے تو ان کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر دشمن کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوتے اور دوچار چومیں کر کے پھر لشکر میں آ چھپتے۔

کاش یہ لوگ رسول کے رویہ کو اپناتے اور عیسائوں کو کولتے دیکھتے ویسا ہی خود بھی کرتے۔ رسول نے خندق کھودنے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا اور سردی اور جھوک پیاس کی حالت میں ماڈر جنگ پر ڈٹے ہے تھے اپنے بچانے کی کوئی تدبیر نہیں کی۔ دشمن کی کثرت دیکھ کر کبھی خوف و ہراس کو اپنے دل میں مگر نہیں دی۔ مدینہ میں لوگوں کے بال بچوں کے بچانے کے لیے جو تدبیریں سیکھ لیے کی وہی اپنے بال بچوں کے بچانے کے لیے کی تھی۔ اپنے گھر کی حفاظت کا خصوصیت سے کوئی اہتمام نہ کیا تھا۔ درمصرہ میں اپنے بچاؤ کے لیے کوئی خاص تدبیر فرماتی تھی۔ وہ ہر حالت میں مسلمانوں کے ساتھ تھے۔

جو صاحب ایمان تھے انہوں نے تو کبھی ایسے اعتقاد منصفو بے نہیں بنا تھے وہ تو ذرا بھی نہیں ڈرے جب کفار کو ماڈر جنگ پر دیکھتے تھے تو کہتے تھے یہ وہی وعدہ ہے جسے اللہ و رسول سے ہم نے کیا تھا۔ یعنی اگر ہم اس جنگ میں شہید ہو جائیں گے تو اس کے صلہ میں ہم کو جنت مل جائے گی اور اگر فتح نصیب ہوگی تو اسلام کا بول بالا ہوگا۔ جب رسول فتح کی پیش گوئی کی تو چپکے چپکے ہم کو چھپا کر ہم فتنیاب نہ ہوں اور دوسرے کیسے جو خدا اور رسول کا وعدہ ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ جنگ کی سختی میں اُن کا ایمان کمزور نہیں ہوا بلکہ زیادہ ہی ہوتا رہا۔ اور خدا و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ بڑھتا ہی رہا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَجْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿۲۱﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ

الضُّدِّقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۱﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿۲۲﴾ وَ أَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَّاصِهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿۲۳﴾

اور مؤمنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے (فرمانبرداری کا) جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو (مکر) اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں سے بعض حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی (یہ امتحان) اس لیے تھا کہ سچا یا کذاب کو ان کی سچائی کی جزائے خیر دے اور اگر پاپ ہے تو منافقوں کو سزا دے (اگر وہ لوگ توبہ کریں تو) خدا ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک خدا غفور و رحیم ہے اور خدا نے کافروں کو مدینہ سے نکال دیا (اور یہ لوگ) غصتہ میں بھرے ہوئے (نکل گئے) اور انہیں کچھ فائدہ بھی نہ ہوا اور خدا نے مومنوں کو لڑنے کی نوبت نہ آنے دی اور خدا تو (بڑا) زبردست غالب ہے۔ اور اہل کتاب میں جن لوگوں (ابنی قرینہ) نے کفار کی مدد کی تھی اُن کو اُن کے قلعوں سے (بے دخل کر کے) نیچے اتار دیا اور اُن کے دلوں میں تہارا رعب بٹھا دیا۔ تم اُن کے کچھ لوگوں کو قتل کرنے لگے اور کچھ کو قیدی بنا لیا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَجْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿۲۱﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ
سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کیا اُن کے پیشوا جناب عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے عربوں کو قتل کیا۔ نیچے کی آیات اس فقرے متعلق ہیں کہ جنگ خندق فتح کرنے کے بعد حبیب سلمان مدینہ واپس آئے اور آخرت ہتھیار کھول کر ہاتھ پاؤں دھو رہے تھے تو حضرت جبریلؑ اپنی قرینہ پر چڑھائی کرنے کا تاکید حکم لے کر آئے۔ آپ نے

مسلمانوں کو زندہ کرانی و نماز عصر وہیں پڑھیں گے۔ چنانچہ لشکر روانہ ہوا جبہ ماں پہنچے تو نبی قرینہ بکھر اگئے۔ ان کے سردار حمی بن عسطب نے کہا، اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو خود مسلمان ہو جاؤ یا اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے دلیبری سے متغافلہ کرو۔ آج کی رات کھنڈ کی رات ہے۔ محمد تم سے ملنے میں کہ عبادت کا دن ہونے کی وجہ سے ہم ان سے جنگ نہ کریں گے لہذا ان پر سختی مارو مگر انہوں نے اس رات کو پسند نہ کیا اور صلح کے درپے ہوئے۔ حضور نے فرمایا، تم اپنے قلعوں سے باہر نکلو تب مناسب حکم دیا جائے گا۔ مگر وہ باہر نہ آئے یہاں تک کہ پچیس روز ان کو ماصوہ میں گزار گئے اور سرد سردیوں کے پاس بھی تم ہو گئی۔ تب خود ہی آئے اور صاف دیکھ گئے۔ حضرت نے فرمایا، تم لوگوں نے مہابہ کو توڑا اور کافروں کے ساتھ جو کہ ہاری تیاہی کے درپے ہوئے۔ پھر میں نے حکم دیا تھا کہ قلعہ سے نکل آؤ، تم نے اس کو نہ مانا۔ اچھا اب تم اپنے واسطے ایک بیخ مقرر کرو اور جو وہ حکم ہے وہ مانو۔ انہوں نے سگن بن مازکو بیخ بنایا۔ انہوں نے عینہ صلا بنایا کہ اگر یہ ایمان نہ لائیں تو ان کے مرد قتل کیے جائیں اور عورتیں اور بچے قید کر کے لڑائی اور غلام بن جائیں غرض اس حکم کی تعمیل کی گئی اور یوں بنو قرینہ کا خاتمہ ہوا۔

وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّهُمْ تَطْوَهُمَهَا
وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝۲۵

اور پھر خدا نے تم لوگوں کو ان کی زمین ان کے گھروں ان کے مالوں اور اس زمین (خیبر) کا تمہیں مالک بنا دیا جس پر تم نے قدم تک نہیں رکھا تھا اور خدا تو ہر شے پر قادر ہے۔

خدا کسان احسانات کو دیکھنے کے بعد بھی اگر تم اس کے احکام کو نہ مانو اور اس کے رسول کے فرمان بردار نہ بنو تو تم سے زیادہ ناشکر لوگوں ہو گا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ زَوَّجْتُكَ إِن كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعَنَّ وَأُسْرِحَنَّ سَرًا جَمِيلًا ۝۲۸ وَإِن
كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ
لِلْمُحْسِنِينَ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۲۹ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ مَنْ يَأْتِ

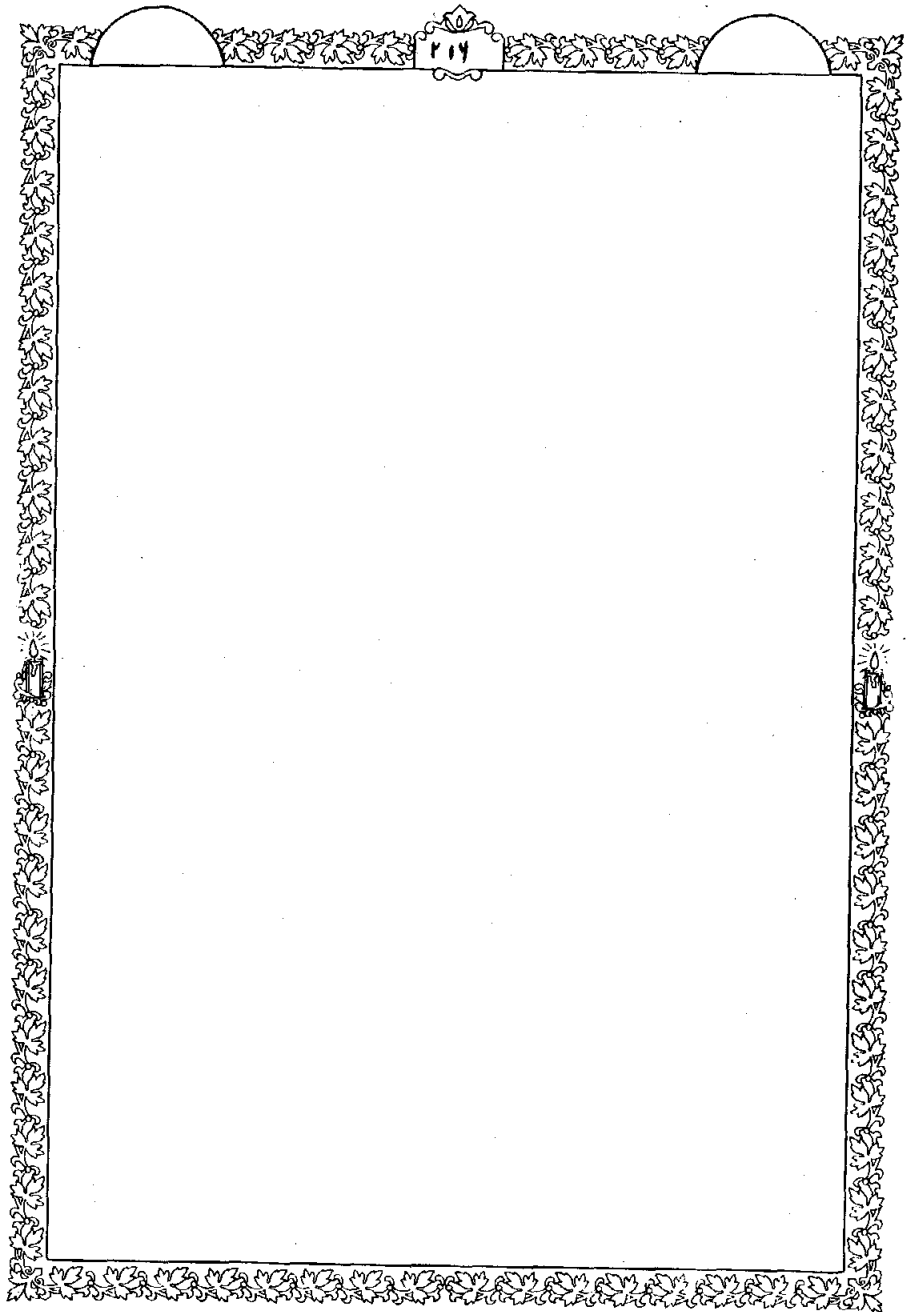
مَنْ كُنْ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ
ذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۳۰

اے نبی اپنی بیویوں سے کہو اگر تم زندگانی دنیا اور اس کی آرائش و زینت کی خواستگار ہو تو آؤ میں تم کو کچھ سادہ و سامان سے دوں اور لبناون شائستہ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور دار آخرت کی خواہاں ہو تو خیال رکھو کہ تم لوگوں میں کوکار عورتوں کے لیے خدا نے یقیناً بڑا اجر و ثواب رکھا ہے۔ اے پیغمبر کی بیویو، تم میں سے جو کوئی کسی صریحی ناشائستہ حرکت کی مرتکب ہوگی تو (یاد رہے) اس کا عذاب بھی دوگنا کر دیا جائے گا اور یہ اللہ کے اوپر آسان ہے۔

انصی آیات کی شان نزول یہ ہے کہ جب جنگ خندق کے بعد مال غیرت کے ساتھ حضور مدینہ واپس آئے تو حضرت کی بیویوں نے کہا کہ جو کچھ آپ کو ملا ہے ہم لوگوں کو دیکھئے۔ آپ نے فرمایا میں نے اسے حکم خدا کے مطابق مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ اس پر وہ غصہ سے بولیں کہ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ ہم کو طلاق دیدیں گے تو ہم کو کوئی دوسرا شوہر نہ ملے گا۔ یہ سنی کہ حضرت کو بڑا رنج ہوا اور آپ ان سے کنارہ کش ہو کر ۱۹ دن تک مشرف بنام ابراہیم میں رہے اس کے متعلق یہ آیت ہے۔

ان آیات کو پڑھ کر دل پر چوٹ لگتی ہے کہ ازواج رسول اور یہ خدائے حکم۔ بات یہ ہے کہ خدا نہیں چاہتا تھا کہ رسول کی کوئی بی بی بھی عام عورتوں کی طرح ہی رہے اور اس طرح اپنے گھر میں سزا و سامان رکھنا چاہے جس طرح عام گھروں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر رسول کے گھر میں یہ چیز پائی جائے گی تو پھر امت کی عورتوں کا کیا بنے گا۔ کھل ہوئی مری باتیں جب خدا عام گھروں میں پسند نہیں کرتا تو بھلا رسول کے گھر میں کیوں کر پسند کرے گا۔ اس نتیجہ کی گنجی کہ اگر ایسا ہوگا تو تم کو کوئی عذاب ملے گا۔





وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ مَتَّكْنَا اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِيهَا أَجْرَهَا
 مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝۳۱ يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ
 مِّنَ النِّسَاءِ إِنْ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي
 قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝۳۲ وَقُرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
 تَبْرُجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنَّ يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ
 الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝۳۳ وَأَذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ
 آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنْ لَّوَدَّ اللَّهُ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝۳۴

تم میں سے جو نبی خدا اور اس کے رسول کی تابعداری اور اچھے کام کرے گی تو ہم اس کو
 دوہرا ثواب عطا کریں گے اور ہم نے اس کے لیے جنت میں عزت کی ریزی تیار رکھی ہے۔ اے
 نبی کی بیویوں تم معمولی عورتوں جیسی نہیں ہو اگر تم کو پرہیزگاری منظور ہے (تو اجنبی آدمی سے) بات
 کرنے میں نرم نرم (لگی لپٹی) بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بدکاری کا مرض ہے وہ کچھ اور آرزو تم
 سے نہ کرے اور بیہوشان شائستگی بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں قرآن سے رہا کرو اور زنا نہ جاہلیت کی
 طرح اپنا بناؤ سنگسار نہ دکھاتی پھرو۔ پابندی سے نماز پڑھا کرو، زکوٰۃ دیا کرو اور خدا اور اس کے
 رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلیت، خدا تو اس پر چاہتا ہے کہ تم جوہر قسم کی برائی سے پاک رکھے
 اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں

اور عقل و حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو بے شک خدا بڑا باریک بین اور واقف کار ہے۔

ازواج و عزرات کو جو کچھ تنبیہ ان آیات میں کی گئی ہے ان کے متعلق کچھ لکھنا گناہی ہوگی۔ رسول کے گھر کا معاملہ ہے۔ رسول جانیں اور ان کی ازواج جائیں۔ کہا جاتا ہے یہ کسی گناہ کے متعلق تنبیہ نہ تھی بلکہ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ تم کو جو حیثیت عمل تمام مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ عمل بننا چاہیے۔ بے شک ہونا تو یہی چاہیے لیکن قَدْ رَفِئْتُ بِمُؤْتَمِرَاتِكُمْ فِي خِلَافِ وَرَدِّيْ اَوْرَاكِهِنَّ اِنَّ تَشُوْا بِاَيِّ اللّٰهِ (۷۸) خیرم) کا نزول اس خیال پر جتنے نہیں دیتا۔

انہی آیات کے بیچ میں جو ازواج و عزرات کے متعلق ہیں ہم کو آیت تطہیر بھی نظر آ رہی ہے۔ بہت کچھ غور کیے بغیر یہ بات سمجھیں نہیں آتی کہ آیت تطہیر کے اوپر اور نیچے جو آیات ہیں ان کو آیت تطہیر سے کیا نسبت ہے اولاً آخر تنبیہ اور بیچ میں ان کی انتہائی فضیلت کا اظہار ایک بے جوڑ بات ہے۔ آیت تطہیر کے اوپر جتنے افعال آئے ہیں وہ سب جمع ٹوٹ کے صیغے ہیں جیسے: اِنْ اَقْبَضْتُمْ - اِنْ اَقْبَضْتُمْ - قَدْ رَفِئْتُ - لَا تَقْبَضُوْنَ - اَقْبَضْتُمْ - اَبْتِيْنَ - اَبْتِيْنَ - اس کے بعد ایک جمع مذکر حاضر کی ضمیریں استعمال ہونے لگیں: اَقْبَضْتُمْ - اَقْبَضْتُمْ - اَقْبَضْتُمْ - پھر جمع مؤنث کے فعل آئے گے: اَذْكُرْنَ - اَذْكُرْنَ - اَذْكُرْنَ۔

اگر آیت تطہیر میں ازواج رسول شامل ہوتیں تو جہاں تک آیت میں بھی جمع مؤنث حاضر کی ضمیریں ہوتیں۔ ایسی بے دلیل توضیح و بیخ انسان کے کلام میں بھی نہیں پائی جاتی، پھر جائیداد تک، اللہ کے کلام میں۔ سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آیت تطہیر کا مکرر آہن اور کاہے۔ جو یہاں جانے قرآن نے مصلحتاً تاکر لکھا ہے۔ اس آیت کا مصداق تو وہ گدہ ہونا چاہیے جس میں اکثریت مردوں کی ہو۔ چنانچہ نبی کی شان میں یہ آیت ہے ان میں جاہل مردوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام، امام حسن اور امام حسین اور ایک عورت بھی یعنی حضرت فاطمہؑ۔ پس بقاعدہ تطہیر یعنی مردوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے ضمیر جمع مذکر حاضر غنم و یطہروا لکن میں لائی گئی۔

آیت تطہیر کا مفہوم بتانا ہے کہ ان حضرات کو خدا نے ہر قسم کے عیب سے خواہ جسم سے متعلق ہو یا نفس و دُور سے پوری پوری طرح پاک کر دیا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے سوانح حیات کو پڑھنے والا ان میں شرم بھر مہمب بھی تلاش نہیں کر سکتا۔ ان کے سوا اور کسی نے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

اہل بیت کے لفظ سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ اس میں ازواج بھی شامل ہیں۔ لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ رسول نے خود اس شہ کا ازالہ فرما دیا ہے۔

بالا اتفاق تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت تطہیر خانہ جنبہ ام سلمہ میں نازل ہوئی۔ اس وقت جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے۔ امام سے پہلے۔ اور حضرت نے فرمایا تھا اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ لَوَاۤءِ اَهْلِ بَيْتِيْ (خداوند میرے اہل بیت ہیں) جناب ام سلمہ نے چادر کا ایک کونہ اٹھا کر اندر داخل ہونا چاہا۔ مگر حضور نے ان کو یہ کہہ کر واداع سے

روک دیا اَنْتَ اَيُّ الْخَيْرِ (تم نیکی پر ہو)۔ مگر اس مجمع میں شامل نہیں ہو سکتیں۔ پس اگر ازواج کا شمول ہوتا تو ایک نیک نبی بی بی اس چادر تطہیر میں کیوں نہ داخل کر لی جاتی۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت کی کوئی صفت نیکی سے بالاتر تھی یعنی یہ سب معصوم تھے۔ ازواج میں کسی کی عصمت کا دعویٰ کبھی نہیں کیا گیا۔

دوسرا عمل رسولؐ یہ تھا کہ اس آیت تطہیر کے نزول کے چند ماہ بعد تک جب نماز صبح کے لیے مسجد کو تشریف لے جاتے تو حضرت علیؑ و فاطمہؑ کے دروازہ پر دست تکشہ کر فرماتے، اَلتَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ - اَلتَّلَامُ عَلَيْكُمْ - (تفسیر در مشور جلد ۵)۔

تیسرا عمل رسولؐ یہ تھا کہ جب مہاجر کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ کے ساتھ سوائے حضرت علیؑ علیہ السلام و حضرت فاطمہؑ اور حضرت ام سلمہؑ و حضرت امام حسینؑ، ازواج میں سے کوئی نہ تھا۔ معلوم ہوا، اہلیت صرف یہی تھی۔ رسولؐ میں دو جنبہ تھے۔ ایک جنبہ بشارت تھا دوسرے جنبہ رسالت تھا۔ بلحاظ بشارت آپ کے اہلیت اور تھے جن میں ازواج شامل ہیں۔ دوسرے بلحاظ رسالت آپ کے اہلیت اور یہ وہی تھے جن کو اپنی رسالت کی تصدیق کرانے کے لیے مہاجر میں لے کر چلے گئے۔ کیا جو تعلق کوعورتوں میں سوائے حضرت فاطمہؑ کے اور کسی عورت کو ساتھ نہ لیا۔ اس کی کوئی وجہ بتائی نہیں جاسکتی سوائے اس کے کہ ان کے چہروں پر انوار رسالت چمک رہے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ انہی کے علاوہ اور ہیں اور انہی کے ساتھ رسالت اور ہیں۔ نساء محمد اور ہیں نساء رسالت اور ہیں۔ تفسیر محمد اور ہے نفس رسالت اور ہے۔

اہلیت رسولؐ کے فضائل میں تین آیات نازل ہوئی ہیں ان سب کو کوئی نہ کوئی من گھڑت تاویل کر کے اس کی فضیلت سے بٹانے کی کوشش کی گئی ہے مگر آیت مہاجر میں کوئی تاویل نہیں پڑی کیونکہ اس میں صحت شام تھی۔ علامتے اسلام میں امام احمد بن حنبلہؑ، ابن مردودہؑ، قلعینیؑ اور سیوطیؑ وغیرہ نے تقریباً تیس حدیثیں اس مضمون کی تحریر فرمائی ہیں کہ جب آنحضرتؐ ام سلمہ کے گھر میں آئے اور حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور پھر اپنے سمیت سب کو ایک چادر اوڑھادی اور دعا کی، خداوند باری میرے اہلیت ہیں ان کو میری طرف سے دُور رکھ اور ہر طرح پاک و پاکیزہ رکھ۔ یہ سن کر ام سلمہ نے بھی داخل ہونا چاہا تو روک دی گئیں اور حکم ہوا تم اہلیت میں نہیں ہو۔ مگر ازواج میں ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد مدتوں ہر نماز کے وقت جب آنحضرتؐ حضرت علیؑ کے مکان کے پاس آتے تو چوکھٹ کو ختم کر فرماتے، اَلتَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ - (تفسیر در مشورہ ص ۵، مطبوعہ مصر)۔

زید بن ارقم کا قول ہے کہ ازواج اہلیت نہیں۔ کیونکہ آج ہیں کل ان کو طلاق ہو گئی الگ ہو گئیں بلکہ وہ لوگ مرد ہیں جن پر اللہ نے صدقہ حرام کیا ہے۔

حضرت رسولؐ خدا نے حدیث نقلیں میں قرآن کے ساتھ اہل بیت کو کیا ہے اور اس سے پہلے عذر تھی۔ کالفاظ بھی فرمایا ہے جس کے معنی ایک واحد کی اولاد کے ہیں۔ پس ازواج خاندان سے نہیں تھیں۔ دوسرے قرآن

سے کر دیا تاکہ تمام مومنوں کو اپنے لیے پاکوں سے نکاح کرنے میں جب اپنا مطلب ان عورتوں سے پورا کر چکیں (طلاق سے) کسی طرح تنگی نہ رہے اور خدائی حکم تو کیا کر لیا گیا (قطعی) ہوتا ہے۔ جو حکم خدا نے پیغمبر پر فرض کر دیا اس کے کرنے میں اس کے لیے کوئی حرج نہیں۔ جو لوگ پہلے منحرف تھے ہیں ان کے بارے میں بھی خدا کا یہی حکم تھا (کہ نکاح میں تنگی نہ کی) اور خدا کا حکم تو حتمی ایک انداز سے کیا ہوتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب قوم کے اندر کچھ ایسی رسوم باقی جاتی تھیں جن کو اسلام نے جاری نہیں رکھا۔ جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ ان رسوم کو جاری رکھنے پر مشورے اور کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ در صورت اس کی روک تھام میں حضور کو مسلمانوں کی مخالفت کا خوف رہتا تھا۔ لہذا پہلی آیت میں یہ حکم نافذ کیا گیا کہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ خدا و رسول کر دیں تو پھر کسی مومن و مومنہ کو اس کا اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اپنے معاملہ کو اپنی مرضی کے موافق انجام دے۔ جو لوگ نافرمانی کریں گے تو وہ چھلی گراہی میں مبتلا ہوں گے۔ اس حکم نے حکم کھلا مخالفت سے علاوہ لوگوں کو بائیں جو لوگ منافی تھے وہ درپردہ طعن زنی کرتے رہتے۔

انگلی آیت کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ زید بن حارثہ بن شمر جلی لکھی کے بیٹے تھے اور ان کی ماں نبی کے کی شاخ بنی تھیں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک قبائلی جنگ میں زید جبہ کا رہا اس وقت آٹھ برس کا تھا قید ہو گئے اور پھر بازار عکا کا کے بیلا میں فروخت کر دیئے گئے۔ حکیم بن خرام نے جو حضرت خدیجہ اکبرؓ کے بھتیجے تھے مکہ میں لاکر جناب خدیجہؓ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ جناب خدیجہؓ نے زید کو آپ کی نذر کر دیا۔ آپ نے بیٹے کی طرح زید کو بڑی محنت و محبت سے بالابیان تک کر لوگ زید کو زید بن محمد کہنے لگے۔ اس وقت عرب میں یہ رسم رائج تھی کہ جس کسی کو لے پا لکھ بنایا جاتا تھا اس کو اہلیت کے تمام حقوق حاصل ہو جاتے تھے یعنی وہ ترکہ کے ارث میں شامل ہو جاتا تھا اور مرے کے بعد باطلاق کے بعد اس کی بی بی اس شخص پر حرام ہو جاتی تھی جس کا وہ لے پا لکھ آقا۔ مسلمان ہونے کے بعد وہی لوگ اس رسم پر شدت سے قائم تھے۔

جب زید بالغ ہوئے اور ان کے ماں باپ کو خبر ملی کہ ان کا بیٹا آنحضرت کے پاس ہے تو زید کا باپ اور چچا حضورؐ کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ ہمارا بیٹا زید آپ کے پاس ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا معاوضہ جو کچھ آپ تجھ پر فرمایا وہ ادا کر کے لید کر حاصل کر لیں۔ آپ نے فرمایا میں لید کر لوں گا، اگر وہ تمہارا ساتھ جالے پر راضی ہو تو میں بخوشی لید کر کے معاوضہ کے ساتھ ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا۔ چنانچہ زید بلا شے گئے۔ حضورؐ نے ان کی رائے معلوم کی۔ انہوں نے کہا میں یہ صورت میں بھی آپ کے قدموں سے جلا ہونا پسند نہیں کرتا۔ ان کے باپ نے کہا مجھے تو پسند ہے کہ تو اپنے باپ اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر ایک شخص غیر کے پاس رہنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں! جن کے پاس میں رہنا چاہتا ہوں وہ نوع انسان کی بہترین فرد ہیں۔ انہوں نے اخلاق حسنہ کی جس طرح مجھے تعلیم ہی ہے

اور حرج و سختی سے مجھے رکھا ہے کسی دوسرے سے ایسا کرنے کی مجھے اتنی نہیں۔ آخر زید کا باپ یاسر ہرگز چلا گیا اور آپ نے زید کو آزاد کر دیا اور ایک بھر سے مجھ سے اپنے لے لید کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ چونکہ زید کا تعلق اس خاندان گرامی سے قطع ہو گیا تھا لہذا حضورؐ نے جاہل کہ اس کی شادی کر دی تاکہ وہ بغیر سختی لہذا لید کر سکے۔

اس حال میں تھا کہ زید کی شادی کہاں ہو؟ عرب غلام کو اپنی بیٹی اپنی انتہائی ذلت سمجھتے تھے اور کسی کنیز سے شادی کرنا حضورؐ زید کی ایک نفسی اور باپ کو چھوڑ دینے کی قربانی پر نظر رکھتے ہوئے پسند نہیں فرماتے تھے۔ لہذا آپ نے جاہل کہ اپنی بیٹی کی لڑکی زینب بنت جحش سے زید کی شادی کر دی۔ اس سے حضرت کا نام مقصد یہ تھا کہ عرب کی اس رسم کو توڑ دیا جائے کہ لے پا لکھ مثل صلیبی فرزند ہوتا ہے اور لید کا تمام بلند ہوجائے اور اپنے خاندان کو چھوڑ دینے سے جو دل شکنی اس کی ہوتی ہے اس کی تلافی ہوجائے۔ نیز یہ رسم توڑی جائے کہ غلام کو بیٹی دینا خاندان کے لیے بزمانی کا باعث ہوتا ہے۔

مگر وقت یہ بھی گزر زینب اور ان کے قریبی رشتہ دار اس شہ پر کسی طرح لاپرواہی نہ تھے اور کہتے تھے کہ ہم عالی نسب ہیں ہماری لڑکی ایک غلام سے نہیں بیاہی جاسکتی۔ لیکن جب یہ آیت نافذ ہوئی کہ اللہ و رسول جو فیصلہ فرمادیں کسی مومن و مومنہ کو اس کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ورنہ در صورت نافرمانی وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہوجائیں گے۔ تب وہ راضی ہو گئے اور حضرت زید کا عقد زینب سے ساتھ پڑھا دیا گیا۔

زینب نے حضورؐ کے حکم کے مطابق زید کو اپنا شوہر بنا لیا اگر ان کو لیا مگر کسی وجہ سے زید کے ساتھ ان کے تعلقات خوشگوار نہ رہے۔ اول تو یہ کہ زینب حد درجہ حسین تھیں اور زید معمولی شکل و صورت کے تھے۔ دوسرے قریبی خواریں ہر جمع میں طعن زنی کرتی تھیں اور کہتی تھیں حضرتؐ نے ہماری آبرو خاں میں ملا دی۔ تیسرے زید اور ان کے مزاج میں بھی فرق تھا جس کی شکایت اکثر اوقات وہ رسولؐ سے کیا کرتی تھیں۔ عرض ان وجوہ کی بنا پر زید نے ان کو طلاق سے دی۔

اب زینب کی دوسری شادی کا معاملہ بہت زیادہ سخت ہو گیا۔ اول تو وہ ایک غلام کی مطلقہ تھیں۔ کوئی اچھے خاندان والا ان سے رشتہ کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔ دوسرے وہ زید کے رشتہ سے بہت دل شکستہ ہو چکی تھیں۔ تیسرے حضورؐ اس کے ہمہ کافراں دچاہتے تھے کہ لے پا لکھ مثل صلیبی فرزند ہوتا ہے، طلاق کے بعد لے پا لکھ نانے والا اس کی بی بی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ ان تمام باتوں پر نظر رکھ کر آپ نے زینب کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس سے دو فائدے ہوئے، ایک تو یہ کہ زینب کی دل شکنی ختم ہوئی اور عورتوں میں ہومرتہ ان کا کر گیا تھا اس کی تلافی ہو گئی۔ دوسرے ایک رسم بد کا خاتمہ ہو گیا۔

سناقتوں اور یہودیوں نے اس کو خوب اچھالا اور حضرتؐ پر عجب طعن زنی کی۔ جس سے حضورؐ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کچھ لوگ دائرۃ اسلام سے خارج نہ ہوجائیں۔ خدائے اس کے متعلق رسولؐ کو تسلی دی کہ تم لوگوں سے کیوں ڈرتے ہو۔ خدا تو خدا سے چاہتے ہیں ان دشمنان دین سے جو خدا کی صفتوں کو نہیں سمجھتے۔ جو بقرہ خدا راجع کرنا چاہتا ہے رسولؐ کا

فرز ہے کہ اس کو پوتا کرے۔

انہی آیات نے چند مسائل پر روشنی ڈالی ہے:

- ۱- مسلمان مسلمان کا کفر ہے۔ مولا و آزاد۔ آقا و غلام سب برابر ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رشتہ کی ایک لڑکی کا عقد زید سے کر کے یہ ثابت کر دیا۔
- ۲- لے پاکک منسزند صلیبی فرزند کی طرح نہیں ہوتا۔ میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔
- ۳- لے پاکک کی مطلقہ بی بی سے اس کا نہ بولا باپ عقد کر سکتا ہے۔
- ۴- غلام سے عقد کے بعد کسی عورت کی نمائندگی بولہ نہیں ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- ۵- کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال کیے بغیر ہر امر حق ہو اس کو بجالانا چاہیے اور ملعونوں کی ملعونہ زنی سے خوف نہ کرنا چاہیے۔

۶- عیسائیوں آریوں اور یہودیوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ حضرت کو مورد الزام قرار دینے کی مذموم کوشش کی ہے انہوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ چونکہ حضرت زینبؓ نہایت حسین تھیں اس لیے حضرت ان سے عقد کرنا چاہتے تھے۔ اور عیسائیوں نے تو یہ بے پری کی آرائی حضرت زینبؓ کو نہاتے ہوئے دیکھ لیا وہ بس اس روز سے ان پر عاشق ہو گئے۔ چاہتے تھے کہ جب زینبؓ نے طلاق دے تو میں زینب سے شادی کر لوں۔ جب زینب نے طلاق دینے کا ارادہ کیا تو لڑکھارے لے منع کیا لیکن حقیقتاً آپؐ ہی چاہتے تھے چنانچہ آیت کا یہ حصہ **فَخُفِيَ فِي كَفْسِكَ مَسَائِدُ اللَّهِ** متبدیل ہے اس کا موبہ ہے یعنی آپؐ عقد کرنے کا خیال چھپاتے ہوئے تھے اللہ نے اسے ظاہر کر دیا۔ (استغفر اللہ بقل کفر کفر نہ باشد)۔ رسول کی بشریت کو اپنی بشریت ہیسا سمجھنا ضعیف عقل و بصیرت ہے۔

۷- ایسے اعتراضات محض برناتے تھے تعصب و عناد کی علامت ہیں کیے جاتے ہیں۔ ان دشمنان عقل سے کوئی یہ پوچھے کہ زینبؓ کی کوئی غیر تھیں جنہیں بھی دیکھا نہ تھا۔ اپنے خاندان کی لڑکی تھیں بارہا دیکھا ہوگا۔ اگر آپؐ چاہتے تو ان سے پہلے ہی شادی کر سکتے تھے۔ جس عورت پر کسی کا دل ریجھا ہوگا وہ کیسے گھارا کرے گا کہ اس کی شادی کسی دوسرے سے کر لے۔ روادل میں چھپانے کا معاملہ تو خدا نے زینب کے طلاق دینے کے بعد آپؐ کو حکم دیا تھا کہ زینبؓ سے شادی کر لو۔ مگر آپؐ اس حکم کو دل میں اس لیے چھپاتے ہوئے تھے کہ منافقوں اور دشمنان اسلام کے سطون کرنے کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ لے پاکک کی مطلقہ بی بی سے عقد کرنا خلاف حکم تھا۔ پس خدا نے ظاہر کر دیا اور اپنے حکم کی تعمیل کا حکم دے دیا۔ اور فرما دیا کہ سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرو اور جو امر حق ہے اسے ظاہر کرتے رہو۔

الَّذِينَ يَلْعَوْنَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهَا وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ

وَكُفِيَ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝۳۹ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَ لَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۴۰

جو لوگ خدا کے احکام لوگوں تک پہنچاتے تھے وہ خدا سے ڈرتے تھے اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (پھر تم کیوں ڈرتے ہو) اور اللہ حساب کے لیے کافی ہے۔ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور رسولوں کی مہر ہیں ان پر نبوت ختم ہوئی ہے (اور خدا تو ہر شے سے خوب واقف ہے۔

عرب کا یہ دستور تھا کہ جب ان کی مرد و عورتوں کے خلاف کوئی عمل ہوتا تھا تو وہ بڑی سختی سے اس کا مواخذہ کرتے تھے، اسے سطون کرتے تھے۔ اس کا بائیکاٹ کرتے تھے۔ بعض اوقات اس کو اپنے قبیلہ سے خارج کر دیتے تھے۔ لہذا جب حضورؐ نے اپنے لے پاکک زید کی مطلقہ بی بی سے عقد کیا اور لوگوں نے اس کے خلاف شوش کی، تو حضرت اس بات سے ڈرے کہ ان لوگوں کے غلط پروپیگنڈے کا سلاسل پر جو ابھی بہت تھوڑی تعداد میں ہیں، بڑا اثر پڑے گا تو خدا ان کی تسلی کے لیے فرماتا ہے کہ تم ان سے ڈرو نہیں (یہ امر اللہ کی سنت ہے ان لوگوں کیلئے) جو اللہ کے پیمانہ تک پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسب کرنے والا اللہ ہے۔ جب کسی رسم بد کا انسداد منظور ہوتا ہے تو انبیاء اس کی ابتدا اپنے گھر سے ہی کرتے ہیں لوگ زید کو اپنی محبت کو بیکار کرتے تھے۔ لہذا خدا نے اس کی روک تھام کے لیے فرمایا کہ ہمارے رسولؐ بھی تم میں سے کسی کے باپ نہیں اور تم زید کو اپنی رسولؐ نہ کہو۔ وہ تو حسن و حسین کے باپ ہیں۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے **إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ كُلِّ نَفْسٍ مَّا بَلَغَ فِي هَيْبَتِهِ مِثْلَ شَأْنِكُمْ** (اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب میں قرار دی ہے اور میری اولاد صلب علی سے ہے) "الرجح المطالب" آیت آیت کا کوئی تفسیر میں آپؐ نے **مَنْ أَرَادَ حِينَ كُودَا سَاتَهُ لَمْ يَكُنْ ثَابِتًا كَمَا كُنْتُمْ بَيْتُهُمْ**۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امت میں کسی کو کوئی نسبی تعلق رسولؐ سے نہیں سوائے حسینؑ علیہ السلام کے۔ یہی کسی امت کی لطیف بات ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دونوں شاخوں میں جو آخری آدمی ہوتے ہیں ان کا نسبی سلسلہ عورت سے دکھایا ہے۔ حضرت اسمانؑ کے سلسلہ کی آخری کڑی حضرت عیسیٰؑ بھی جو ذریت ابراہیمؑ ہیں ماں کی طرف سے شامل ہوتے یعنی آخری حجت حضرت مریمؑ کے بیٹے ہوتے۔ اس طرح اسماعیلی سلسلہ کے آخری آدمی حضرت فاطمہؑ کی اولاد میں حضرت امام مہدیؑ علیہ السلام ہوتے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیان تو اس بات کا ہر ہاتھ کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے

۲۲۵

کسی کے باپ نہیں۔ اس کے بعد لیکن مَسْئُولٌ اللّٰهُ وَخَاتَمُ النَّبِيِّنَ مَا كَايَافُ تَلَقُّنَ ہے۔ بات یہ ہے کہ رسول کا خاتمہ کیا جا رہا ہے اور لوگ مخالفت میں ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم خدا جو شخص نہیں بنا رہا ہے وہ مومن آدمی نہیں انہذا رسول ہے۔ اور جو کچھ وہ خاتمہ انبیاء ہے۔ اس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں لہذا وہ اپنے سامنے تمام جاہلانہ رسول کو ختم کر کے ہائے گناہگاہ بد میں کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ چنانچہ حضور نے اپنے عہد میں عرب کی تمام جاہلانہ رسول کا خاتمہ کر دیا۔

نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ بجائے خاتم النبیین کے خاتم النبیین پڑھتا ہے جس کے معنی ہونے آپ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ مالا مال یہ صفت خدا کی ہے خدا ختم کرنے والا ہے نہ کہ نبی آخر الزمان۔ آپ تو خاتم ہیں یعنی وہ ذات جن پر نبوت ختم کی گئی ہے۔ یعنی اتمم ہے۔ حضور کی حدیث جو تمام علمائے اسلام نے لکھی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا یا علی اَنْتَ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ هٰذَا دُونَ مَنْ تَقُوْمُ الْاُمَّةُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (اسے علی تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو اہل عرب کی منزلت موسیٰ کے نزدیک تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا)۔

اب ایک اور طریقہ سے سمجھئے۔ تمام انبیاء احکام اخلاق کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے تھے کہ ان کے ساتھ معاشرہ کے مناسبات کا تعلق اور دینی و دنیوی مناسبات کا انحصار اسی تعلیم پر ہے۔ حضور نے فرمایا ہے اِنِّي نَبِيْتُكُمْ لِمَا كُنْتُمْ مَعًا مِنْ الْاَخْلَاقِ (میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تمام اخلاق کو مکمل کروں)۔ معلوم ہوا کہ نبوت انبیاء کی یہ غرض ہے۔ نبوت رسول سے پہلے تک یہ تعلیم پوری ہو چکی تھی۔ اس کی تکمیل کے لیے حضور کو بھیجا گیا۔ جب حضور نے اس کو مکمل کر دیا تو رسالت کے آخری دور میں آیہ اَنْكُرْتُمْ كُنْكُرْتُمْ دیکھو کہ اس کی سند حاصل ہوتی ہے جب دین کامل ہو گیا تو پھر اور کسی نبی کے آنے کی ضرورت کیا باقی رہی بشرطیت محمدی میں چھوٹی چھوٹی چیز کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ رفتار گفتار کھانے پینے کے اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقے۔ مسواک کرنے کا طریقہ، باغیانہ میں جانے اور بالوں میں کنگھی کرنے تک کے آداب جب بتائے گئے تو اب کیا چیز باقی رہ گئی جس کے بیان کرنے کے لیے کسی نبی کو بھیجا جائے۔ خلق یا۔ نبی اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں بنی علی اللہ یعنی خدا کا سایہ ہوتا ہے۔ پھر سایہ کا سایہ کیسیا؟ نبی نے اپنے بعد اپنی شریعت کی تبلیغ اور دین الہی کی ترویج کے لیے اپنے قائم مقام بارہ مقرر کر دیئے ہیں جو سب معصوم ہوتے۔ ان کے ہوتے کسی مرزا یا شیخ کی تشہیم کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ایک جماعتی نظام کو الہی نظام سے کیا تعلق؟

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ذِكُرُوْا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَسَبِّحُوْهُ بَكۡرَةً وَّاٰخِرًا ﴿۳۲﴾ وَصَبِّحُوْا لِلّٰهِ مِمَّا رَزَقَكُمُوْا ۗ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۳﴾

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ، وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۳۱﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّوَعَدَ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۳۲﴾ يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شٰهَدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنٰذِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَبَشِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تُطِيعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاذْهَبُوْا عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلٰى اللّٰهِ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳۶﴾

لے ایمان والو، اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔ وہ وہ ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے ملائکہ بھی تاکر تمہیں تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ ایمان داروں پر بڑا مہربان ہے جس دن اس کے حضور میں حاضر ہوں گے اس دن ان کی مدارات اس کی طرف سے ہر قسم کی سلامتی ہوگی اور خدا نے ان کے لیے بہت اچھا بدلہ (جنت میں) تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی تم نے تم کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف اسی کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ اور (اے رسول) مومنوں کو بشارت دو کہ ان کے لیے خدا کی طرف سے بڑی مہربانی اور بخشش ہے اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنا اور ان کی ایذا رسانی کا خیال چھوڑ دو اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ کی حمایت تمہارے لیے کافی ہے۔

صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہیں۔ جب مومنین درود بھیجیں تو اس کے معنی طلبِ رحمت کے ہیں۔ ملائکہ کا درود مومنین کے لیے طلبِ شہرت ہے اور اللہ کا درود نزولِ رحمت ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ - یہاں رسالت پر نبوت کو مقدم کر کے خطاب کیا ہے۔ سب سے پہلا جو عہدہ آنحضرت کو

بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا تھا وہ عہدہ نبوت تھا۔ جبکہ حضور نے فرمایا ہے کُنْتُ نَبِيًّا وَادَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم اب و گل میں تھے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ آتَيْتَ صُنُورَ سَكَاوِدٍ وَمَا لَمْ يَكُنْ فِي شَأْنِهَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِي وَمَا لَمْ يَكُنْ فِي شَأْنِهَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِي وَمَا لَمْ يَكُنْ فِي شَأْنِهَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِي

اِنَّا آذَنَّاكَ - نبوت رسالت سے پہلے ہوتی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ لے ہا لے نبی کہ جس کی نبوت سے پہلے ہے تم کو رسول بنا کر ان اوصاف کے ساتھ بھیجتے ہیں۔

شاهد ۱۔ تم گواہ ہو ہماری توحید کے۔ اور ہماری طرف سے لوگوں پر بھی گواہ ہو جیسا کہ سورہ نزل میں ہے اِنَّا آذَنَّاكُمْ رُسُلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا آذَنَّا لِي فِرْعَوْنَ رُسُلًا (ہم نے تمہاری طرف ایک نبی کو بھیجا جو تم پر گواہ ہو گا جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا)۔ یعنی تم ہماری وحدانیت کے بھی گواہ ہو اور لوگوں کے اعمال کے بھی۔

مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا - یعنی تم ان لوگوں کو جو اعمال نیک کرنے والے ہیں بہشت کی خوشخبری دینے والے ہو اور بد اعمالوں کو ہمارے عذاب سے ڈرانے والے بھی۔

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ - اور خدا کے حکم سے خدا کی طرف لوگوں کو بلانے والے بھی ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں کی ن ترانی کا جو کہتے تھے کہ معاذ اللہ حضور سے نہیں۔ حضور کی دعوت بعیرت کے ساتھ تھی یعنی یوں ہی اندھا دھند لوگوں کو اسلام میں داخل نہیں کرتے تھے بلکہ بعیرت کی روشنی میں مسلمان بناتے تھے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى تَصَدُّقٍ أَنَا وَنَبِيٌّ مُبْتَغِيٌّ (۱۱۰:۸) میں لوگوں کو خدا کی طرف عقل کی روشنی میں بلاتا ہوں، میں بھی اور جو میرا اتباع کریں وہ بھی)۔ اس سے یہ امر واضح ہوا کہ اسلام فطری اور عقلی دین ہے جیسا کہ حدیث میں ہے كُلُّ مَا حَكَوْهُ بِهِ الْعُقُلُ حَكَوْهُ بِهِ الشُّرُوحُ - یعنی جو عقل عقل ہے وہی حکم شرع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں عقل انسان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے شریعت بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ چنانچہ نابالغ انسان جس کی عقل پختہ نہیں اور ممنون سے تکلیف شریعی ساتھ ہوتی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہما - یعنی ہم نے تم کو روشن چراغ بنایا۔ تمام روشنیوں میں چراغ ایک ایسی روشنی ہے جو امیر و غریب سب کے گھروں کو روشن کرتا ہے جو کہ حضور کی رسالت کا تلقین امیر و غریب سب کے کیساں ہے اس لیے سراج منیر آپ کی شان میں فرمایا گیا ہے۔

اب خود بھیجئے ایک رسول کے لیے یعنی صفات درکار ہوتی ہیں اور اس کی عظمت و ولایت کا پتہ دیتی ہیں وہ سب ان چند الفاظ میں بیان کر دی گئیں۔ کسی نبی کی تعریف اس شان سے نہیں کی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ

قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَةٍ تَعْتَدُ وَنَهَا

فَمَتَّعُوهُنَّ وَسَرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۱﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحَلَّلْنَا

لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ بِمِثْنِكَ مِمَّا آفَاءَ

اللَّهِ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ

خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ زَوَاجًا مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبْتَ نَفْسَهَا

لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ

الْمُؤْمِنِينَ ۚ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۰﴾

رُجِي مِنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتَوَوَّى إِلَيْكَ مِنْ تَشَاءُ ۚ وَمِنْ ابْتِغَايَتِ

مِقْنٍ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَأَ عَيْنَهُنَّ

وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلَّهُنَّ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي

قُلُوبِكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ﴿۲۱﴾

لے ایمان والو، اگر تم مؤمنہ عورتوں سے (بغیر مہر مقرر کیے) نکاح کر لو، اس کے بعد ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو پھر تم کو ان پر کوئی حق نہیں کہ ان سے عدہ پورا کرو۔ ان کو کچھ اچھے یا بڑے سے (میزان شائستہ سے) نصبت کر دو۔ لے نبی ہم نے تمہارے واسطے تمہاری

ان بی بیوں کو حلال کر دیا ہے جن کو تم ہرے چکے ہو اور تمہاری ان لونڈیوں کو بھی جو خدا نے (بغیر لٹے بھڑے) مال غنیمت میں عطا کی ہیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری چھوٹی بیٹیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور تمہاری خالائوں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ ہجرت کر کے آئی ہیں (حلال کر دیں) اور ہر وہ ایماندار عورت بھی (حلال کر دی) جو اپنے کو بغیر مہر نبی کو سے لے کر نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ لے رسول یہ حکم خاص تمہارے ہی لیے ہے مومنین کے لیے نہیں اور ہم نے جو (مہر) قیمت) عام مومنین پر ان کی بی بیوں اور ان کی لونڈیوں کے بارے میں مقرر کر دیا ہے ہم خوب جانتے ہیں (اور تمہاری رعایت اس لیے ہے) کہ تم کو بی بیوں کی طرف سے کوئی نہ ہو اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ ان میں سے جس کو جب چاہو الگ کر دو، جس کو (جب تک) چاہو رکھو اور جن عورتوں کو تم نے الگ کر دیا تھا اگر پھر ان کے خواہاں ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں یہ (اختیار جو تم کو دیا گیا ہے) ضرور اس لیے ہے کہ تمہاری بی بیوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور آرزو نہ خاطر نہ ہوں اور جو کچھ تم انہیں سے دو سب کی سب اس پر راضی رہیں اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خدا اُسے خوب جانتا ہے اور خدا تو بڑا واقف کار بردبار ہے۔

ان آیات میں نکاح کے متعلق چند مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے عقد کرے اور وہ اس کو پسند نہ آئے پس اگر نکاح سے قبل وہ اس کو طلاق دے دے تو ایسی صورت میں عہدت پر عہدت لازم نہیں بلکہ بعد طلاق جس سے چاہے عقد کر سکتی ہے۔ لیکن اس صورت میں لازم ہے کہ مرد اس عورت کو کچھ دے یا جو شادی کا جوڑا وغیرہ اُسے دے یا تھا وہاں نہ لے اور اسے عزت و آبرو کے ساتھ رخصت کر دے اور اس کے متعلق دوسروں سے کوئی عیب اس کا بیان نہ کرے تاکہ دوسرے لوگ اس سے عقد کر سکیں۔ آگے چل کر ان عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے نکاح کرنا حضورؐ کے لیے جائز تھا۔ حضورؐ نے جناب خدا کے بعد جناب سودہ سے نکاح کیا۔ قبل ہجرت مائتہ سے رخصت ان کی لے لے میں ہوئی تھی۔ اس عورت حضرت محمدؐ سے بھر سب میں حضرت آمنہؓ سے نکاح کیا اور ان سب کے بعد آئیے۔ منافقین یہ اعتراض کرتے تھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عام مسلمانوں کو تو بیک وقت چار بی بیوں رکھنے کی اجازت ہو اور حضورؐ کو تو بی بیوں رکھنے کی اجازت دی گئی۔ چونکہ نبی کے ہر مسلمان کی اتنی ہی اجازت پر فرما ہے لہذا اس بنا پر امت کے ہر فرد کو تو بی بیوں رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی یہ خصوصیات ہیں۔ امت کو ان میں کوئی دخل نہ تھا۔ ان خصوصیات کا عطا کرنے والا خدا تھا اور اسے اختیار ہے کہ اپنے نبی کے لیے کچھ ایسے احکام مخصوص کرے جن کا تعلق اور لوں

سے نہ ہر شے نماز تہجد حضرتؐ پر واجب تھی امت کے لیے فعل تھی۔ صدقہ آپؐ پر اور آپؐ کے اہلیت پر حرام تھا۔ امت کے لیے ایسا تھا۔ حقیر بہرہ آپؐ پر حلال تھا امت کے لیے نہ تھا۔ آپؐ کے وصال یا طلاق دینے کے بعد امت کے کسی فرد کے لیے حلال نہ تھا کہ آپؐ کی کسی بی بی سے نکاح کر سکے۔ پس نبی کے تمام معاملات میں امت کا مساوی ہونا لازمی نہیں۔ دور امت پر ہے کہ حضورؐ کو زنی بیاں رکھنے کی اجازت کیوں دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ (نمودہ بالشر) آپؐ کی خواہش نفسانی زیادہ تھی۔

اصح کا جواب چند طریقہ سے ہے:

۱۔ حضرت کی پہلی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی جبکہ آپؐ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ یہ شباب کا زمانہ تھا اس وقت سے لے کر ۵۳ سال کی عمر تک آپؐ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ اگر سرکارِ رسالتؐ کو ہوس رانی مضمود ہو تو یہ زمانہ چند شادیاں کرنے کے لیے زیادہ موزوں تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد آپؐ نے حضرت سوزہؓ سے عقد کیا جو ایک کنوینڈ خاتون تھیں۔ ان کے بعد حضرت عائشہؓ سے عقد کیا۔ جو خواہن آپؐ کی زوجیت میں آئیں وہ سب سن رسیدہ اور بیڑہ تھیں ایک عیش پرست انسان ایسی عورتوں سے عقد کرنا پسند نہیں کر سکتا۔

۲۔ آپؐ کے دشمن کا تعلق جس طرح مردوں سے تھا اسی طرح عورتوں سے بھی تھا اور قبائل عرب میں مختلف تہذیبیں پائی جاتی تھیں لہذا ضرورت تھی کہ مختلف قبائل کی عورتوں سے عقد کر کے ان کے ذریعہ سے اسلامی تہذیب پھیلائی جائے۔ مختلف قبائل کی عورتیں حضورؐ کی ازواجِ محترمت سے نودہ حمل حاصل کریں۔

۳۔ مختلف قبائل عرب کی عورتیں سے رشتہ کرنے میں ایک خاص فائدہ یہ تھا کہ قبائل کی کرکشی کا سدباب کر کے ان کا بھمدردی حاصل کی جائے۔

۴۔ مسلمانوں کو چار بی بیوں رکھنے کی اجازت اس صورت میں دی گئی ہے جبکہ وہ چاروں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لے سکیں۔ ورنہ پھر ایک ہی کی اجازت ہے۔ لوگ چار بی بیوں کو لیتے تھے لیکن ان کے درمیان انصاف نہیں ہو سکتا تھے اور یہ ہند پریش کرتے تھے کہ انصاف ممکن ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملاً دکھا یا تھا کہ آدمی اگر چاہے چار چار کیا تو بی بیوں کے درمیان بھی انصاف کر سکتا ہے۔

۵۔ تعداد ازواج کے ساتھ امت کو یہ سن بھی دیا گیا ہے کہ باوجود بی بیوں کی کثرت کے آپؐ دینی اور دنیوی امور کے انجام دینے میں کسی وقت بے خبر نہیں ہوتے۔ بہادھی فرماتے تھے معاشرہ کی درستی پر بھی نظر تھی، مسلمانوں کی فلاح و بہبود بھی پیش نظر تھی۔ اور دینی کی طرف توجہ دلائی بھی مضمود تھا۔ آپؐ کی یہی وہ خصوصیات تھیں جنہوں نے لوگوں کو اسلام کی طرف اس طرح کھینچا جیسے متعاطیس سونے کو کھینچتا ہے۔

اس کے بعد ان رشتہ داروں کی ایک فہرست بیان کی گئی ہے جن کی لوگوں سے عقد کرنا جائز ہے۔ بہنوں اور بی بیوں میں یہ دستور تھا کہ سات پشت تک رشتہ داری کے تعلقات مانع عقد رہتے تھے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ خاندان کے اندر کوئی رشتہ ہمہی نہیں سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے کسی تعلقات منقطع ہوتے گئے۔ اور کسی کو کسی سے بھمدردی باقی نہ رہی۔ اسلام نے اس کو اپنڈیکہ ایچوں کو چھوڑ کر بی بیوں سے ناہم کر دیا ہے۔

نکاح کی ایک اور صورت بھی رسول سے مخصوص کی گئی وہ یہ کہ اگر کوئی عورت بغیر ہجر کے اپنے نفس کو رسول کی زوجیت میں دینا چاہے اور رسول بھی اس سے عقد کرنا چاہے تو کر لیں۔ اس کو نکاح ہجر کہتے ہیں۔ اس کا واقعہ یہ ہے:

ماہ رمضان ۳۱ میں تیلہ بنی اسد کی ایک عورت جس کا نام ام شریک بنت حار تھا، نفیس بوڑھا بیٹے اور قسم کی زینت سے آراستہ ہو کر جبکہ حضورؐ حضرت حفصہؓ کے گھر میں تھے آپ کے پاس آکر کھنے لگی، میں ایک کنواری عورت ہوں کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا اگر آپ مجھے متبول فرمائیں تو میں اپنے نفس کو بخشتی ہوں۔ حضرت نے اُسے دُعا دی اور فرمایا اے انصار کی ہیں، خدا تجھے جزائے خیر دے۔ تہلکے مردوں نے میری نصرت کی اور عورتوں نے زینت کی۔ میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا جو خدا کا حکم ہوگا وہ میرے پاس پہنچے گا۔ حضرت حفصہؓ نے کہا اے عورت تو کس قدر بے حیا اور دلیر ہے کہ مردوں پر گری پڑتی ہے۔ حضرت نے اُن سے فرمایا، یہ تجھ سے بہتر ہے کہ اُس نے خدا کے رسولؐ کی طرف زینت کی ہے اور تو ہے کہ اُس سے نصرت کرتی ہے اور حضرت نے اس عورت سے فرمایا کہ اس نصرت کی وجہ سے خدا نے بہشت کو تیرے اوپر واجب کیا۔ غرض یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے اسے قبول فرمایا۔ وہ بے جا رہی چند ماہ زندہ رہ کر راجحی جنت ہوئی۔

زیادہ ازواج کی اجازت حضورؐ کو یوں بھی دی گئی کہ حضرت ازواج کی طرف سے منگول نہ ہوں۔ اگر ان میں سے بعض نا فرمانی پر کربانہیں تو دیگر ازواج سے حضرت کی دستگیری باقی رہے اور حضرت کو یہ اختیار دیا گیا کہ جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں رکھیں اور جس کو الگ کر دیا ہے اُن کو پھر اپنے تصرف میں لے سکتے ہیں تاکہ وہ خوش ہوں اور نبیوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ جو کچھ رسولؐ حکم دیں اس پر امتزاس نہ کریں بلکہ بخوشی اُسے مان لیں۔

لَا يَجِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ
 أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
 رَاقِبًا ﴿۵۶﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ
 لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَبِظِينَ إِنَّهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا
 طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى
 النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ

۵۶

مَتَا فَسَلُوا مِنْ وَّرَائِهِ حَبَابٌ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ
 وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا زَوَاجَهُ مِنْ
 بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿۵۷﴾

اب ان (فونہ بیوں) کے بعد اور نبی بیان تمہارے لیے حلال نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر ان کے بدلے اور کسی کو کر لو چاہے اُن کا حسن تم کو کیسا ہی بھلا کیوں نہ معلوم ہو مگر تمہاری لڑکیاں (اس کے بعد بھی تمہارے لیے جائز ہیں) اور خدا تو ہر چیز کا نگہبان ہے۔ اے ایمان والو، تم لوگ پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر جب تم کو کھانے کے لیے (اندر آنے کی) اجازت دی جائے مگر اس کے بچنے کا انتظار (نبی کے گھر میں بیٹھ کر) نہ کرو۔ جب تم کو بلایا جائے تو ٹھیک وقت پر جاؤ اور جب کھانے کو (فورا اپنی اپنی جگہ) چلے جایا کرو اور بانوں میں نہ لگ جایا کرو کیونکہ اس سے پیغمبر کو اذیت ہوتی ہے۔ وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور تم سے چلے جانے کو نہیں کہتے) اور خدا تو ٹھیک بات کہنے میں نہیں شرمانا اور جب پیغمبر کی بی بیوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کے لیے بڑی صفائی کی بات ہے۔ تمہارے واسطے یہ جائز نہیں کہ رسولؐ کو کسی طرح کی اذیت دو اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اس کے بعد کبھی اس کی بی بیوں سے نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک ایک بڑا گناہ ہے

رسولؐ کے لیے یہ حکم تھا کہ جو نبی بیان آپ کے تصرف میں ہیں اور مشرت کے ساتھ دینی فلاح پر نظر کر کے اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں ان ہی کو رہنے دیں۔ یہ جائز نہیں کہ انہیں طلاق سے کران کی جگہ دوسری بی بیوں کو لایا جائے کیونکہ اس میں ہذا کی صورتیں پیدا ہو جائیں گی۔ ان نو کے علاوہ جو کیزن ہیں ان سے تصرف کر سکتے ہو لیکن ان کو خدا بھی تنوڑی ہی ہوتی چاہیے ورنہ منافقین میاخی کا اوزام باید کریں گے۔

بعض مسلمان ایسے بے تکلف تھے کہ رسولؐ کے گھر میں بے تماشا بغیر اجازت لیے گھس جاتے تھے یہ کسی قدر بدترین کی بات تھی۔ خدا نے حکم دیا کہ جب گھر کے اندر جانا چاہو چاہے کسی بی بی کے کمرے دار ہی کیوں نہ ہو پہلے دروازہ پر کھڑے ہو کر اجازت حاصل کرو۔ اگر وہ بلائیں تو اندر جاؤ ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔

بد و عرب تہذیب و شائستگی سے کوسوں دور مسلمان تو ہو گئے تھے مگر جو پرانی عادات تھیں ان پر عمل کیے چلے

جاتے تھے۔ اس پر بار بار ان کو کڑا جاتا تھا اور ان کو اسلامی تہذیب کے درس دیئے جاتے تھے۔ ایک بار کافرانہ طور پر جب حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا تو بہت سے لوگوں کو دعوت دہی دی۔ جب سب لوگ کھا کر چلے گئے تو وہ یمن آدمی آپس میں باتیں کرنے لگے اور کہے ہی چلے جا رہے تھے۔ حضرت اس انتظار میں تھے کہ یہ لوگ اٹھیں لیکن تہذیب و عبادت زدہ تھی تمہاری سے کہیں کہ اس قسم لوگ باہر ہاؤ۔ جب بہت دیر ہو گئی تو آپ بیٹھے ہوئے ازدواج کے گھروں کا رخ چلے گئے وہاں سے واپس ہوئے تو یہی ان لوگوں کو یہ دستور باتیں کرتے یا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح جب کسی کو کوئی چیز ازدواج رسول سے مانگی ہوئی تھی تو گھر کے اندر جا کر مانگنا تھا۔ حکم ہوا کہ دروازہ کے باہر مانگو۔ اس میں نہ کوئی چیز ازدواج کے لیے ہے نہ مسلمانوں کے لیے۔

ایک بار حضور حضرت عائشہ کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ آگئے۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے کھانے کے لیے کہا تو بیٹھ گئے۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ کی انگلی حضرت عائشہ کی انگلی سے لگ گئی تو حضورؐ کو آگوار ہوا۔ اسی وقت آیت حجاب نازل ہوئی۔ (تفسیر درمشورہ سید علی جلد ۵)

بعض بدتمیز ایمان سے عاری لوگ کہا کرتے تھے کہ حضورؐ کے وصال کے بعد ہم حضرت عائشہؓ کو اپنی زوجیت میں لے لیں گے۔ خدا نے یہ حکم بھیجا کہ رسولؐ کی کسی بیوی سے ان کے وصال کے بعد کوئی شخص نکاح نہیں کر سکتا۔ خدا کے نزدیک یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

دنوبی بادشاہوں کے حملات کے بھی کچھ آدمی ہونے ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والے سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ ان کے حملات کے دروازہ پر پہرہ دار بیٹھے ہوتے ہیں اور کسی کی کیا مجال کہ ڈیڑھی کے اندر ایک قدم تو بے اجازت رکھے یا شاہی بیگمات کی طرف آنکھ اٹھا کر تو دیکھ لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ دین و دنیا تھے وہ اگرچہ عائشانہ صلوٰۃ میں تو نہ رہتے تھے نہ کوئی دربان یا چوکیدار دروازہ پر بیٹھا ہوتا تھا بلکہ وہ عام لوگوں کی سی سادہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن نبوت کا ادب و لحاظ رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری تھا ورنہ تو وہی نبوت تھی۔ اس لیے کچھ قواعد میں سے کئے تاکہ عام آدمیوں سے بدتمیز کو امتیاز حاصل ہو۔ ان میں سے چند ان آیات میں مذکور ہیں۔

- ۱۔ جو چیز مانگی ہو باہر سے آواز دے کر مانگو۔
- ۲۔ بے اجازت رسولؐ کے گھر میں داخل نہ ہو۔
- ۳۔ جب رسولؐ کھانے پر بلائیں تو کھانے کے بعد فوراً وہاں سے چل دو۔
- ۴۔ حضورؐ کی کسی بیوی کے چاہے کتنے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ مگر اس کے بدن کو مس نہ کرو۔
- ۵۔ کسی بیوی سے بے تکلفانہ بات نہ کرو۔
- ۶۔ حضورؐ سے زیادہ دیر بات چیت میں نہ لگے رہو۔
- ۷۔ ان کے وصال کے بعد ان کی کسی بیوی سے نکاح کا ارادہ بھول کر بھی نہ کرو۔

اِنْ تَبَدُّوا شَيْئًا اَوْ تَخَفُوهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيَّكُمْ فِيْ اَبَائِكُمْ وَلَا اَبْنَائِكُمْ وَلَا اِخْوَانِكُمْ وَلَا اَبْنَاءِ اِخْوَانِكُمْ وَلَا اَبْنَاءِ اَخْوَاتِكُمْ وَلَا نِسَاءِكُمْ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ اَلَّ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿۲۵﴾

تم کسی چیز کو ظاہر کر دو یا چھپاؤ اللہ ہر چیز سے بخوبی آگاہ ہے عورتوں کو نہ اپنے باپ داداؤں کے سامنے ہونے میں گناہ ہے نہ اپنے بیٹوں کے نہ اپنے بھائیوں کے نہ اپنے بھتیجوں کے نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی قسم کی عورتوں سے اور نہ اپنی لونڈیوں کے سامنے ہونے میں گناہ ہے (اے پیغمبر کی بیوی) تم خدا سے ڈرتی رہو اس میں شک نہیں کہ (جو اعمال تم بحالاتی ہو) خدا ہر چیز سے آگاہ ہے۔

اس سلسلہ میں وہ تمام رشتہ دار آجاتے ہیں جن سے نکاح حرام ہے۔ خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔ چچا اور ماموں کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہیں یا پھر اس لیے ذکر نہیں کیا گیا کہ جب بیٹے اور بھائی سے پردہ نہ پڑتا تو ان کے باپ سے تو بدتر اولیٰ نہ ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعْنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۲۶﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اَكْتَسَبُوْا فَقَدْ اِحْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۲۷﴾ یٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لَا زَواجَکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ بَدُنِیْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ جَلَابِیْطِھِمْ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰی

ع

الْمَدِيْنَةَ لِنُغْرِيْنِكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۱۰ تَلْعُوْنَ مِنْ
اَيْنَمَا فَتَقَمُّوْا اِخْذُوْا وَقْتِيْلًا ۝۱۱۱ سُنَّهٗ اللّٰهُ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلُ وَاَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۱۱۲

(مے رسول) منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (کفر کا) مرض ہے اور جو لوگ مدینہ میں بڑی خبریں
اُڑا کر تے ہیں اگر یہ لوگ (اپنی شرارتوں سے) باز نہ آئیں گے تو تم تم کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ
تمہارے پڑوس میں چند روز کے سوا ٹھہرنے نہ پائیں گے۔ یہ لعنت کے واسطے جہاں کہیں ہتھے پڑھے پڑھے
گئے اور پھر بڑی طرح قتل کیے گئے۔ جو لوگ پہلے گزر گئے ان کے بار میں خدا کی یہی عادت جاری رہی ہے
اور یہ کہ خدا کی عادت میں تم گزر تبدیلی نہ پاؤ گے۔

منافقین اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح اسلام کی ترقی کو روک دیں اور مسلمانوں کو سب کا روٹو عالم کا مخالف بنا
دیں۔ مسلمانوں کی شرارتوں کے ایک شرارت یہ بھی تھی کہ جب کوئی لشکر مدینہ سے باہر جاتا تو یہ جھوٹی خبریں اُڑا کر شروع
کر دیتے تاکہ جو لوگ مدینہ میں ہیں وہ مخالفت ہو جائیں اور جو مجاہد اپنے ہاں بچوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں ان کے اہل و عیال ایک
اضطراری صورت پیدا ہو جائے اور وہ مسلمان ہو کر پہنچنے لگیں۔ کبھی یہ خبر اُڑاتے کہ فلاں فلاں شخص مارے گئے۔ کبھی یہ
مشہور کرتے کہ دشمن کی فوج بے پناہ ہے اور کبھی کہتے منافقین مدینہ پر حملہ ہونے والا ہے۔ خدا مسلمانوں کی تسکین کے
لیے فرما رہا ہے کہ یہ مسلمان لوگ ہیں یہ تمہارے ساتھ زیادہ نہیں رہ سکیں گے۔ ان کا بڑا حشر ہو گا، پڑوسے جاؤں گے، مارے
جاؤں گے۔ پہلے نالوں میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور ہم ان لوگوں کو ذلیل و خوار کرتے رہے ہیں۔ خدا کی سنت یہی تھی اب
بھی ویسا ہی ہو گا۔ یہ بک کر جانا نہیں سکتے۔ یہ شہر پر اطمینان رکھنا ہے کہ مسلمان کہتے تھے لیکن ان کے دلوں میں کفر سا
بڑا تھا اور دشمن کی آڑ میں شکار کھیلتے تھے۔ مسلمانوں کو بہاتے رہتے تھے۔

يَسْأَلُ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۗ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝۱۱۱ اِنَّ اللّٰهَ لَمَنَّ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝۱۱۲
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۗ لَا يَجِدُوْنَ وِلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۱۱۳ يَوْمَ تَقْلُبُ وُجُوْهُهُمْ

فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ لِيْلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلًا ۝۱۱۱ وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا
اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبْرَاءَنَا فَاغْلُوْنَا السَّبِيْلًا ۝۱۱۲ رَبَّنَا اِنْتُمْ اَضْعَفِيْنَ مِنَ
الْعَذَابِ وَالْعَنُومُ لَعْنَا كَبِيْرًا ۝۱۱۳ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَاكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝۱۱۴

(مے رسول) لوگ تم سے قیامت کے بار میں پوچھا کرتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ اس کا علم خدا کے
پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو جائے تو کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے
جہنم کو تیار کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں نہ کسی کو اپنا سرپرست پائیں گے اور نہ کوئی
مددگار۔ اس دن ان کے منہ جہنم کی طرف پھیر دئیے جائیں گے تب وہ کہیں گے کاش ہم نے اللہ
کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی اور یہ بھی کہیں گے، ہم نے تمہارے پڑوسوں
اپنے سرداروں اور اپنے بزرگوں کا کہنا مانا تو انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ تمہارے پڑوسوں اور
لوگوں پر دوسرا عذاب نازل کر اور ان لوگوں پر بڑی سے بڑی لعنت کر۔ تمہارے ایمان والو! تم لوگ
ان جیسے نہ ہو جانا جہنم نے مولیٰ کو اذیت دی تو خدا نے ان کی ہمتوں سے مولیٰ کو بری کر دیا اور
مولیٰ خدا کے نزدیک ایک وجیہ شخص تھے۔

کفار ہشکین اور منافقین اکثر حضرت سے ازراہ تسبیح سوال کرتے تھے کہ ہاں صاحب تو قیامت تک آئے گی
کوئی دن اس کا مقدر تو کیجئے۔ یوں خالی دھمکی سے کیا فائدہ۔ ان کا یہ مقصد نہیں تھا کہ قیامت کا وقت معلوم کر کے لوگوں
کی طرف مائل ہوں بلکہ حضور سے مذاق کرنا تھا۔ خدا نے فرمایا، تم کہو کہ اس کا علم تو خدا کے پاس ہے لیکن اگر
میں کہوں کہ وہ قریب ہے تو تم کیا نیکسا اعمال کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے (بہرگز نہیں) پھر تمہیں اس سے کیا بحث ہے
جب آئی ہوگی آجائے گی۔

مگر یہ سمجھ لو کہ جو لوگ قیامت سے انکار کرنے والے ہیں ان کا شکار جہنم ہو گا جہاں وہ ہمیشہ اس حال میں
رہیں گے کہ کوئی ان کا بچانے والا نہ ہو گا۔

دنیا میں وہ بھی سزاؤں اور ایاموں کے بہکانے میں ساری عمر بسر کرتے رہے قیامت میں پیش خدا اُس پر
خمس کرتے نظر آئیں گے لیکن اس ندامت سے ہو گا کیا۔ اب چہاٹے کیا بوت ہے جب پہنچاں چاک نہیں کھیت۔

آخر آیت میں حضرت موسیٰ کے متعلق جس اذیت کا ذکر کیا گیا ہے وہ قادی کا اتہام دیا تھا۔ اس نے ایک عورت کو بہت سی دولت دے کر اس پر آمادہ کیا تھا کہ جب موسیٰ بھری مجلس میں ہوں زنا پر دغا کر دے ہوں، کہہ دیا آپ نے مجھ سے دیکھا ہے۔ لیکن وہ ایسا کر دکھی اور قادیوں کی اس مکاری کا اظہار کر دیا جو موسیٰ کو بدنام کرنے کے لیے اس نے سوچی تھی۔ خدا نے موسیٰ کو اس الزام سے بری کر دیا۔

مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم ہمارے رسول کو ہرگز ایسی اذیت نہ دینا۔ غالباً یہ اشارہ ہے منافقوں کی اسی طعنہ زنی پر جو زینب بنت جحش سے عقد کے بعد انہوں نے شروع کر رکھی تھی۔ اول یہ کہ اپنے لیے پاک بیٹے کی طلاق سے نکاح کر لیا۔ دوسرے ذیہ کو طلاق دینے پر مجبور کیا۔ تیسرے آنحضرتؐ زینبؓ پر عاشق تھے۔ یہ واقعہ پہلے گور چکا ہے تفصیل وہاں دیکھئے۔

جن لوگوں نے انبیا پر جھوٹے الزام لگائے وہ خود ذلیل ہوئے اور اللہ نے انبیا کو ان الزاموں سے بری ثابت کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝۴۰ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝۴۱ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۗ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝۴۲ لَيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۴۳

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور درست بات بولا کرو تو خدا تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی وہ اپنی مراد کو اچھی طرح

پہنچ گیا۔ بے شک ہم نے (روزِ اول) اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو پیش کی انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اس کو اٹھا لیا اس لیے کہ وہ (اپنے حق میں) ظالم اور نادان ہے۔ (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو (ان کے کیسے کی) سزا دے گا اور ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کی (تقصیر امانت کی) توبہ قبول فرمائے گا اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کے متعلق چند سوالات پر غور کرنا ہے:

۱- وہ کیا امانت تھی جس کو خدا نے آسمان و زمین اور پہاڑوں کو پیش کیا۔ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ امانت سے مراد نیابت الہیہ ہے۔ یہ عقیدہ چند شرائط کے ساتھ کسی کے سپرد کرنا تھا۔ اپنی تمام کمالات کو اس شخص کے سپرد کرنا تھا جو اس امانت کا امین ہوگا۔ اس کو افعال میں مختار بنایا جائے گا۔ وقتاً فوقتاً اس کا امتحان بھی لیا جاتا رہے گا۔ افعال بد کی سزا دیے گی اور افعال نیک کی جزا۔ ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو اور ذرہ بھر بدی کی ہوگی تو، سب کا حساب لیا جائے گا۔ غور کیجئے کتنی سخت ذمہ داریاں اس امین پر عاید ہوتی ہیں۔ یہ ذمہ داریاں بتا رہی ہیں کہ اُسے چھوٹک چھوٹک کر قدم رکھنا ہوگا۔ راہِ اعتدال پر قائم رہنا ہے کہ دوسرے نافرمانی اس کو جہنم کا راستہ بنایا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

یہ امانت روزِ ازل پیش کی گئی اور وہیں اس کا منہ بند کیا گیا۔

۲- آسمان و زمین اور پہاڑوں پر اس امانت کو کیوں پیش کیا گیا جبکہ خلافتِ نبوی کے فرائض انجام دینے کی ان میں اہمیت نہ تھی۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ آسمان سے مراد اہل آسمان یعنی فرشتے اور زمین سے مراد اہل زمین یعنی انسان و دیگر مخلوق ہے اور اہل جبال سے مراد قوم حق ہے جن کو خدا نے پہاڑوں پر آباد کیا ہے۔ چونکہ یہ سب ذی عقل ذی شعور ہیں۔ لہذا تمام جماعت کے لیے ان تینوں گروہوں کے سامنے امانت الہیہ کو پیش کیا گیا۔

۳- مذکورہ بالا شرائط پر نظر رکھتے ہوئے اہل آسمان و اہل جبال نے کانون پر ہاتھ رکھ کر انکار کر دیا اور وہ ڈر گئے۔ کہ ایسے ہال سے ہانک اور تواریک دھارے زیادہ تیز دانت پر کون چلے گا۔ ہماری توبہ ہے ہمارے بس کا یہ روگ نہیں۔ آزادی سے اچھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ تاج اپنے سر پر رکھ کر کون بے شمار عیبتوں میں اپنے کو پھانسیے۔

اب حضرت انسان کی سنتے اس امانت کے اندر حکومت کی چمک دیکھ کر رال ٹپک گئی اور جھٹکا قرار کر لیا کہ اس بار کو اٹھا لوں گا۔ ایسا کیوں کیا اس لیے کہ قوتِ شہری کی بنا پر جبال تھا اور قوتِ شہری کی بنا پر ظالم نے فوراً ہاتھ ڈال دیا اور یہ امانت کا تاج اپنے سر پر رکھ لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کام کو اس کے سوا اور کو بھی نہیں سکتا تھا۔ ظالم اور جبال ضرور تھا لیکن اس کے ساتھ عقل کا تاج بھی تھا۔ ان سرکش قوتوں کا لگاؤ دینا بھی جانتا تھا۔ گرے پر آئے تو جودالوں سے ہتر ہو جائے۔ انہوں نے پر آئے تو قوتِ شہریوں سے اُدھارنا ہائے۔ نیک و بد دونوں راستوں کو سمجھنے والا بھی ہے، صاحبِ اختیار بھی ہے۔ جس

راستہ کو چاہے اختیار کر لے۔ جو لوگ خود دشمن سے کام نہیں لیتے ان کی تو بلا جانے۔ رہے نمازی حیات پر سوچ سمجھ کر چلنے والے تو وہ جانتے ہیں کہ انسان کیسے خطرناک موز پر کھڑا کیا گیا ہے۔ اس کے ایک طرف بد بولوں کا انبار ہے اور دوسری طرف خوش بولوں کا ذخیرہ۔ اس کو بیچ میں کھڑا کر دیا گیا ہے اور اختیار دیا گیا ہے کہ ان میں سے جس طرف کی جو چیز پسند ہو اٹھتا ہرانا زندگی کی آخری منزل تک پہنچ جائے۔ اس کا دامن دل دونوں طرف کھینچ رہا ہے۔ اب اپنے اختیار کو صحیح طریقہ سے صرف کرنا اس کی صلاح کا باعث ہوگا ورنہ ذرا سی ٹھوک میں جہنم رسید۔

بعض مفسرین نے کھانا سے کائنات سے مراد معرفت الہی ہے یہ انسان کے سوا کسی دوسری مخلوق کو اس مقام تک نہیں پہنچا سکتی جس سے بالاتر کوئی مقام معرفت نہیں۔ انسان سے کوئی حیوان ہے اس کا معرفت سے کوئی تعلق نہیں اس لیے وہ مکلف نہیں۔ اس کے اندر شوق معرفت کا بھی قہر ملتا ہے۔ انسان سے بالاتر ملائکہ ہیں ان کی معرفت مقرر ہے جو جس مقام پر ہے قیامت تک اسی جگہ ہے گا جو قیام میں ہے وہ قیام ہی میں ہے گا جو رکوع میں ہے وہ رکوع ہی میں ہے گا جو سجدہ میں ہے وہ سجدہ ہی میں رہے گا۔ معرفت میں کوئی ترقی اس کے لیے نہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں انسان ہے، جو اگر شوق معرفت نہیں رکھتا تو جبرائیل سے جانتا ہے اور مکلف ہونے کے باوجود وہ تلاوت تکلیف اپنی گردن سے نکال دیتا ہے۔ اور اگر شوق معرفت ہے تو ترقی کرتا کرتا کائنات کی فیکشن کی دولت پالیتا ہے اور فرشتے اس کی منزل معرفت کو سمجھ رہے جاتے ہیں۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ یہاں تک مفسرین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ نوح انسان سے من حیث الانسان متعلق ہے۔ لیکن امانت یا خلافت الہیہ کا تعلق تو انبیاء و مرسلین سے ہوتا ہے اور آیت میں نظم و جہول کا لفظ ہے۔ انبیاء میں یہ عیب ہوتے نہیں پھر امانت کا تعلق ان سے کیسے ہوگا۔

مخلوق جہولہ کا لفظ نوح انسانی کی فطرت و جبلت کی بنا پر کہا گیا ہے یعنی قوت غضبی اور شہوی کے لحاظ سے اور یہ دونوں قوتیں ہر نبی و رسول میں ہوتی ہیں۔ اگر یہ دونوں قوتیں نہ ہوں تو وہ حکومت الہیہ کے فرائض انجام دے ہی نہیں سکتا۔ پھر ان کو جو روح نبوتی دی جاتی ہے اس سے وہ ان قوتوں پر اس طرح کنٹرول کرتے ہیں کہ ان کا ایک قدم جاوہ امتداد سے نہیں ہٹتا۔ وہ ان دونوں قوتوں سے کام لیتے ہیں مگر بہت سوچ سمجھ کر۔ اگر ان میں قوت غضبی نہ ہوتی تو کفار و مشرکین سے جنگ نہ کر سکتے اور اگر شہوی نہ ہوتی تو ان کے اولاد نہ ہوتی اور کھانے پینے کی طرف رغبت نہ ہوتی بہر حال آیت میں الا ففسان سے مراد تمام انسان نہیں بلکہ انسانی طبیعت کی بنا پر وہ انسان مراد ہوگا جو انتخاب الہی میں آچکا ہوگا۔ عام انسانوں میں تو فاسق و فاجر ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ امانت و خلافت الہیہ کے امین کیسے بن سکتے ہیں۔

سورة سبا مکتبہ ۵۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهٗ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ، وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱ یَعْلَمُ مَا یَلِیْجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَرْجِعُ فِیْهَا، وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاتِنَا السَّاعَةُ، قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاتِیْتِكُمْ لَا عَلِیْمُ الْغَیْبِ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرَ ۝۳ اَلَا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۴ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۝۵ اُوْلٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝۶

حمد صرف اسی اللہ کے لیے ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور آخرت میں حمد اسی کے لیے ہے اور وہ صاحب حکمت اور دائف کار ہے۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اُسے بھی جانتا ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اُسے بھی اور جو آسمان سے برستا ہے اُسے بھی اور جو چیز اس پر چڑھتی ہے (بجارات، فرشتے وغیرہ) اُسے بھی جانتا ہے اور وہ بڑا رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ کافر لوگ کہتے ہیں ہم پر تو قیامت آئے گی ہی نہیں۔ لے رسول تم کہدو قسم ہے اپنے رب کی وہ تم پر ضرور آئے گی۔ وہ غیب کا عالم ہے۔ آسمانوں میں یا زمین میں کوئی چیز ذرہ برابر بھی اُس

پچھی ہوئی نہیں کوئی چیز ذرہ سے بھی چھوٹی ہو یا بڑی وہ روشن کتاب کے اندر رکھی ہوئی ہے تاکہ جو لوگ ایمان والے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کیے ہیں ان کو اجر دے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بخشش ہے اور اچھا ذوق ہے۔

جو کڑا لوگ چھپ کر گناہ کرتے ہیں اور اس پر غور ہوتے ہیں کہ میں کسی نے دیکھا نہیں اس آیت سے ان کو بے حسرت حاصل کرنی چاہیے۔ ایک گناہ بندوں سے تو چھپ سکتا ہے لیکن وہ خدا سے کیسے چھپ سکتا ہے۔ اگر ایک بال بھی کسی کا چرایا ہے اور کسی نے دیکھا نہیں تو خدا لے اس کو دیکھ لیا ہے اور روز قیامت نامہ اعمال میں وہ بھی درج ہوگا اور اس کا حساب بھی دینا ہوگا۔

وَالَّذِينَ سَعَوْا لِئِنَّمَا مَعْجِزِينَ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْحِ الْعِصْمِ ۝
 وَيُرِي الَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ لَا
 وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ
 نَدُّكُمْ عَلَى رَجُلٍ يُنْبِتُكُمْ إِذَا مَرَفْتُمْ كُلَّ مُمْرِقٍ لَّاتُكْمُ لَيْفَ
 خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ
 لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تحقیق کی کوشش کی ہے ان ہی کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہوگی۔ اے رسول جن لوگوں کو ہماری بارگاہ سے علم عطا کیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور سزاوارِ حمد و ثنا غالب علیہ کی راہ دکھاتا ہے۔ کفار (انراہ مسخر باہم) کہتے ہیں کہ ہر تو ہم تمہیں ایسا آدمی (محمد) بنا دیں جو تم سے بیان کرے گا کہ جب تم (مکرر) ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم لوگ ایک نئے جنم میں آؤ گے کیا اس شخص (محمد)

نہ خدا پر جھوٹ طوفان باندھا ہے یا اسے جنوں ہو گیا ہے (نہ محمد مجھوتا ہے نہ اسے جنوں ہے) بلکہ وہ خود جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

عہد رسالت میں بہت سے لوگ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح کسی آیت کے مضمون کو جھوٹا ثابت کر دیں مگر یہ تو ان کے بس کی بات نہ تھی۔ اپنی کوششوں میں ناکام رہتے تھے۔ جن لوگوں کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا تھا وہ کہتے تھے جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ایسے لوگ جن کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا ہے یا تو انبیاء ہوتے ہیں یا اہلبیت طاہرین۔ ان کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ کسی وقت ان کے دل میں احکام الہی کے متعلق کبھی کوئی شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے جن کو دنیا والوں سے علم حاصل ہوتا ہے ان کے دلوں میں چھوٹے بڑے بہت سے شبہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ساتویں آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ کافر لوگ حضرت رسول خدا کو ٹھانڈے میں تو کامیاب نہ ہوتے تھے، کیونکہ مشرکین نے آنحضرت کو صادق اور امین تسلیم کر چکے تھے۔ البتہ قیامت کے سلسلے میں ان کو مذاق الہی کے ساتھ ملنا تھا۔ آپس میں کہتے تھے شخص کہتا ہے کہ جب ہم مکرر گلے نہ جاتیں گے، ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو قیامت میں ہمیں پھر ایک نیا جنم دے کر اٹھایا جائے گا۔ جھلا یہ بھی کوئی عقل میں آنے والی بات ہے۔ پس یا تو شخص اللہ پر اقرار پر دازی کرتا ہے یا اسے جنوں ہو گیا ہے۔ غرض اس طرح حضرت کی بات اکھاڑنا چاہتے تھے لیکن کس کی طاقت تھی کہ خدا کی ہدایت کا دروازہ بند کر سکتا۔

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 إِن تَنشَأُ غَسْفٌ بِهِمُ الْأَرْضِ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ
 إِن فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝

کیا ان لوگوں نے زمین و آسمان میں جو کچھ ان کے آگے پیچھے ہے کبھی غور سے نہیں دیکھا اگر ہم چاہیں تو زمین میں ان کو دھنسا دیں یا آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی ان پر گرا دیں۔ پھر خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہر بندے کے لیے اس میں خدا کی نشانیاں ہیں۔

نافرمان بندے کبھی اس پر غور نہیں کرتے کہ خدا باوجود ان کی نافرمانی کے ان کو مہلت دے رہا ہے اگر وہ جانتا تو

کونے سے۔ اُس نے کہا، اے نبی اللہ! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں صرف آپ ہی ذکر خدا کرتے ہیں۔ اس تالاب میں ہزار ہا مخلوق خدا یاد خدا میں مصروف ہے۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔ یہ سن کر حضرت داؤدؑ سجدہ میں گر گئے اور عرض کی کہ اے میرے رب! وہ کس کی طاقت ہے کہ تیری حمد کر سکے۔

۴۔ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے۔ خدا نے ان کے لیے ہوا کو مستتر کر دیا تھا۔ ہوا آپ کے بسا لوگو وقت صبح ایک ماہ تک اُڑا کر لے جاتی تھی اور ایک ماہ کی راہ شام کو۔

اس بارہ میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ایک ماہ کی راہ لیجانی سے کیا مراد ہے۔ سورہ نمل میں اس کے مستعمل ہم کچھ لکھ آئے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت اتنی وسیع تھی کہ ہوا آپ کے بسا لوگو اپنی بوری رفتار کے مطابق ایک ماہ میں جتنی مسافت طے کرتی ہے وہ صبح سے شام تک طے کر لیتی ہے۔ ہوا کی رفتار تیز ہوتی ہے اس سے ان کی وسعت سلطنت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اتنی ہی مسافت وہ شام کو طے کرتی تھی۔

بعض نے لکھا ہے کہ ایک تیز رفتار سے تیز رفتار سواری ایک مہینہ میں یہاں تک پہنچ سکتی ہے وہاں تک ہوا وقت صبح بسا سلیمانؑ کو لے جاتی تھی اور ایسی طرح شام کو۔ یعنی صبح کو اپنی سلطنت کے مشرقی حصہ کو دیکھتے تھے اور شام کو مغرب تک۔ اس سے مراد نہیں کہ آپ ہر روز ہی ایسا کرتے تھے بلکہ جب آپ کا ارادہ ہوتا تب یہ صورت اختیار کرتے۔

۵۔ ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ نکالا۔ اس کے دو منی مفسرین نے لکھے ہیں۔ بعض کے نزدیک کچھ ہونے تانبے کا ایک چشمہ چھوٹا۔ بعض کے نزدیک آپ کی سلطنت میں بکثرت تانبہ پایا جاتا تھا جس کو چھلا کر ٹیڑھی ٹیڑھی بنا جاتی تھیں۔

۶۔ اس تانبے سے جنات ان کے لیے بڑے بڑے ظروف بناتے تھے۔ ایک ایک دیگ اتنی بڑی ہوتی تھی کہ ایک ہزار آدمیوں کے لیے اس میں سالن پاک سکے۔ چو کہ آپ کا لشکر روایتی سوکوس تک پہنچا ہوا تھا۔ ۲۵ کوس تک آدمی تھے ۲۵ کوس تک۔ جتنے ۲۵ کوس تک پرندے اور ۲۵ کوس تک چوپائے۔ لہذا ۲۵ کوس تک پھیلے ہوئے آدمیوں کے لیے کھانا اتنی ہی بڑی دیگوں میں پکنا چاہیے تھا۔

۷۔ خدا نے جنات کو حضرت سلیمانؑ کا تابع بنا دیا تھا۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ جنات سے کیا مراد ہے بعض نے لکھا ہے کہ قوی بیکل کرشرا و غفتر و انسان مراد ہیں جو کسی کے قابو میں نہیں آتے تھے لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ اگر جتنے عیال سے کوئی قوم نہیں ہے تو خدا نے ان کو قوی انسان سے الگ کر کے کیوں بیان کیا ہے۔ جنات کی خلقت آگ سے کیوں بیان کی ہے وہ انسانوں میں شامل ہوتے تو ان کی خلقت عام انسانوں کی طرح مٹی سے ہوتی چاہیے تھی۔ الغرض جن جنات کو جناب سلیمانؑ کی تسخیر میں دیا تھا وہ ضرور نوع انسانی سے الگ نوع تھی۔ سورہ جن کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں سے الگ ایک مخلوق ہے۔

۸۔ جنات سے جو کام حضرت سلیمانؑ لیتے تھے ان میں بڑی بڑی مسجدیں بنوانا بھی شامل تھا اور انبیاء کے مجسے بھی ان کی یاد دلانے کے لیے بنواتے تھے۔

تعمیل کے سنی ہیں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے تصاویر مراد لی ہے۔ بعض نے مجسے کہا جاتا ہے کہ جب وہ لوگوں پر سبزی بنانا اسلام میں ناجائز نہیں تو حضرت سلیمانؑ ہی ہو کر ایسا نہیں کرتے تھے۔ پس پہلے قویہ طے

ہونا چاہیے کہ تمائیل سے مراد تصاویر ہیں یا مجسے۔

سورۃ البیاد (۲۱/۵۷) میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے منبروںے باپ اور اپنی قوم سے کہا مَا هَذِهِ التَّمَائِيلُ السَّخِيَّةُ اَلَّتِي اَنْتُمْ لَهَا عَزِيْزُونَ (یہ کیسی سورتیاں ہیں جنہیں تم گھبرے بیٹھے ہو)۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمناں مجسے کو کہتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کا انبیاء کے مجسے ہونا اس لیے نہ تھا کہ ان کی پرستش کی جاسکے بلکہ بڑے تذکر اور یادگار تھا۔ مقام ابراہیمؑ جس پر حضرت ابراہیمؑ کے قدم کا نشان ہے آج تک بطور تذکرہ خانہ کعبہ میں موجود ہے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھنا ارکان حج میں شامل ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت ہوا کی کوئی صورت سلطنتی ہو لیکن بعد میں دیکھتے ہوئے کہ لوگ ان سورتوں کو پڑھتے ہیں ان کا بنا ہوا عوام مسترار دیا گیا ہو۔

۹۔ بڑے بڑے پالے ضرور ان کے برابر اس لیے بنواتے تھے کہ موت کے وقت ان میں سالن رکھ کر کھلایا جائے اور بڑی دیگیں جو زمین میں گڑھی رہتی تھیں اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر بنوائی جاتی تھیں۔

۱۰۔ یہ روایت صحیح نہیں لگتی کہ حضرت سلیمانؑ کے تخت پر چھ ہزار سونے چاندی کی کرسیاں رکھی جاتی تھیں۔ جن پر ان کے درباری بیٹھتے تھے۔ ایک آرائشی دربار بادشاہان دنیا کو تو زبیب دینا ہے لیکن انبیاء کے درباروں کا اس طرح سلایا جانا قریب عقل نہیں۔ وہ تو خرافات دنیا سے لوگوں کا دل ہٹانے آتے تھے نہ کہ اس لیے کہ لوگوں کی عیالی لگا ہی سونے چاندی کی کرسیوں پر بیٹھیں اور انہیں عیش پرستی کی طرف راغب کریں۔ اگر دنیاوی شان و شوکت اللہ کے پیاروں کو زیا ہوتی تو امیر المؤمنین حضرت علیؑ مسجد کے منگے خریش پر جو کی شوخی روٹی دکھا رہے ہوتے۔

۱۱۔ یہ روایت بھی غلط ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی تین سو بی بیاتھیں اور ان کے لیے تین سو محل تھے۔ ایک ہی ماگھر کیا تو ان کی بی بیوں کی چھاؤنی بن گیا۔ ایک سو دو خدا نے اتنی بی بیوں کی اجازت کیسے دے دی۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلِمُ عَلَى مَوْتِهِ الْاِدَابَةُ الْاَرْضِ تَاكُلُ مِنْسَاتِهِ ۗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ اَنْ لَّوْكَافُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبِ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿۱۱﴾

جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کیا تو وہ مر گئے مگر کوڑھی کے سہاگے کھڑے رہے اور جنات کو کسی نے اُن کے مرے کا پتہ نہ بتایا مگر زمین کی دیگ نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھا رہی تھی پھر جب کھوکھلا ہو کر ٹوٹ گیا اور سلیمان کی لاش گری تب جنات نے جانا۔ اگر وہ غیب دان ہوتے تو (اس) ذلیل کو پہلے

(کام کرنے کی) مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔ (فوراً الگ ہو جاتے۔)

حضرت سلیمان جنات کو برابر کام میں لگاتے رہتے تھے اور جو سرکشی کرتا تھا اسے زنجیروں میں جکڑ کر وہاں میں ڈال دیتے تھے۔ بیت المقدس کی مسجد بھی انہی سے بنوائی۔ اس کی ابتداء حضرت داؤد نے کی تھی لیکن جب قد آدم اس کی دیواریں بلند ہو گئیں اور ان کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی تو حکم خدا ہوا کہ اب اس کی تعمیر بند کر دو۔ چنانچہ اسی سال ان کا انتقال ہو گیا اور حضرت سلیمان ۱۳ سال کی عمر میں ان کے جانشین ہوئے۔ آپ نے قیمتی پتھر لگو کر اسے مزین کیا۔ جنات النمر اس کے جواہرات اٹھا کر عراق لے گیا اور خدا کا گھر تباہ و برباد کر گیا۔ جو عمارت اب ہے یہ بعد کی بنوائی ہوئی ہے۔ مسجد بیت المقدس انہی زنجیر تھی کہ حضرت سلیمان نے ارکان سلطنت سے فرمایا خدا نے مجھے اتنی بڑی سلطنت عطا فرمائی لیکن میں ایک دن آرام سے نہ بیٹھا۔ آج فلاں محل میں جاتا ہوں میرے پاس کوئی نہ آئے۔ عرض آپ محل کے بالائے پر گئے۔ اطراف ہو انب کا نظارہ کر رہے تھے اور عمارت پر سہارا ٹھیکے کھڑے تھے کہ کھالت غلامی حالت میں آپ کی روح قبض ہوئی اور آپ اسی طرح کھڑے تھے۔ جنات اس خیال سے کہ آپ زندہ ہیں اور کھڑے کھڑے دیکھ رہے ہیں، اپنے اپنے کام میں مشغول تھے۔ جب ایک رات گزر گئی اور مسجد بھی مکمل ہو گئی تب دیکھ لے آپ کے عصا کو کھاکھوکھا کر دیا اور آپ کی لاش گزری۔ جنات کو جب پتہ چلا تو وہ اسی وقت تعمیر سے آزاد ہو کر چلتے بنے۔ جنات کے منتہن لوگوں کا یہ خیال اس وقت بھی تھا اور اب بھی ہے کہ یہ لوگ غیب میں انہوں نے دیکھا ہے۔ اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ انہیں غیب کا علم نہیں ہوتا۔ اور حضرت سلیمان کی موت کا علم ہوتے ہی وہ بھاگ کھڑے ہوتے اور مسجد بیت المقدس کی تعمیر کو ناتمام چھوڑ دیتے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ جِئْتَنِ مِنْ بَيْنِ يَمِينٍ وَشِمَالِهِ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ بَلَدَهُ طَيِّبَةٌ وَرَبِّ غَفُورٍ ۝۱۵ فاعرضوا فارسلنا عليهم سيل العرم وبلد لهم بحتية هم جلتين ذواته اكل خمط وائل وشح من سدر قليل ۝۱۶ ذلك جزينهم بما كفروا وهل تجزي امة الكفور ۝۱۷ وجعلنا بينهم وبين القرى التي بركنافيهما قرى ظاهرة وقدرنا فيها السيرة سير وافيها

لَيْلٍ وَاَيَّامًا مَمِينًا ۝۱۸ فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ اسْفَارِنَا وَظَلَمُوا انفسهم فجعلناهم احاديث ومزقناهم كل ممزق ان في ذلك لايت لكل صبار شكور ۝۱۹

سبا والوں کے لیے ان کے مساکن میں ہماری (قدرت کی) نشانی تھی۔ داہنے بائیں دو (ہر سے بھرے) باغ تھے (ہمارا حکم تھا) اپنے رب کے رزق کو کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔ (دنیا میں) پاک صاف شہر دو ہے اور (آخرت میں) خدا جیسا بنجنے والا (جننت میں گھر کے گا) پس انہوں نے (بے پیروں کے کہنے سے) منہ پھیر لیا (جس کی سزا میں) ہم نے بڑے زور کا سیلاب بھیجا اور ہم نے ان کے دلوں باغوں کو ایسے دو باغوں میں تبدیل کر دیا جن کے پھل کروے تھے اور ان میں جھاڑے درخت تھے اور ٹھوس سی بیڑیاں تھیں یہ ہم نے ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم تو بڑے ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔ اور ہم نے اہل سبا اور شام کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، چند بستیاں (سبأ) تھیں جو باہم نمایاں تھیں اور ہم نے ان میں آمد و رفت کی راہ مقرر کی تھی کہ رات اور دن میں جب چاہو امن کے ساتھ چلو پھرو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ پروردگارا (قریب کے سفر میں لطف نہیں) تو ہمارے سفروں میں دوری پیدا کرنے اور ان لوگوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا تو ہم نے بھی ان کو (تباہ کر کے) افسانے بنا دیا اور (ان کی جمیالیں اڑا کے) تفرقہ پتر کر دیا۔ اس میں بے شک ہر صبر و شکر کرنے والے کے لیے بڑی عبرتیں ہیں۔

یہ سبأ وہی ہے جہاں طیس کی حکومت تھی۔ یمن سے شام کے بستیوں کا ایک سلسلہ چلا گیا تھا۔ شہر سبا کی علاقہ تھا نہایت سرسبز و شاداب و پہاڑوں کے درمیان واقع تھا۔ شہر کے دونوں طرف ایسے گنجان باغ تھے کہ سافر وہاں ذری مسافت نکاس میں چلا جاتا تھا۔ ایک دریا سے پانی لیتے تھے اور اس کا مضبوط بند بندھا ہوا تھا۔ یہ بند بیک وقت بند نہ ہو کر پانی نہ نکلتا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد ان لوگوں نے بے پیروں کو جھٹلا کر شروع کیا اور خدا کے احکام کا منہ نہ کھلا کر اڑانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس دریا کا بند ٹوٹ گیا اور سخت سیلاب آیا کہ تمام امانات تباہ ہو گئے اور باغوں کی جا جھکی درخت آگ آئے۔ ان لوگوں کی بیخوشی کے لیے سفروں کے راستے بن جائیں۔ یا تو اس بنا پر ہونے کہ ہمارا گنجان آبادی کی وجہ سے غلہ کی قلت ہوئی ہوگی یا آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے دور دور رہنا چاہتے ہوں گے۔ عرض سبأ آئے کے بعد جب ان

کی بستیاں تباہ ہوئیں تو وہ لوگ متفرق ہو کر دور دور جا بیسے اور جو آلام ان کو کیمائی میں حاصل تھا وہ ختم ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جب خدا کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا تو اسے ایسی ہی تباہی و بربادی کا سامنا ہوتا ہے۔ زوالِ نعمت کے بعد پچھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ اِبْلَاسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ الْاَفْرِيقَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾
وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِيُغْلِبَ مِنْ يَوْمٍ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِ شَرِّ ۚ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾

شیطان نے اپنے خیال کو جو ان کے باز میں کیا تھا سچ کر دکھایا۔ ان لوگوں نے اس کی پیروی کی مگر ایمانداروں کا ایک گروہ نہ بھٹکا اور شیطان کا ان لوگوں پر کچھ قابو تو تھا نہیں مگر یہ (مطلب تھا) کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور ان کو جو اس کے باز میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جان لیں اور تیرا رب ہر شے کا نگران ہے۔

پانچ سو سال قبل مسیح شہر سبامیں دو قسم کے لوگ بستے تھے۔ ایک جو خدا پرست تھے اور بت پرستی کو بوجھتے تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جن پر شیطان نے قابو پا کر ان کو گمراہ کر دیا تھا۔ اور خدا ڈرتا ہے، شیطان جبراً کسی کو گمراہ کرتا نہیں۔ اس کا کام تو یہ ہے کہ ان کے دلوں میں دوسو ڈال دے یا اپنے جیلوں چائنٹوں میں سے ایسے لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دے جو ان کو مسیح عقیدے سے شادیں۔ اس کے ایسا کرنے کے بعد خدا فرماتا ہے، ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ کون کون ہے اور کون کون شک میں پڑا ہوا ہے۔

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ لَآ يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شَرِيْكَ ۚ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظٰهِرٍ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اِذِنَ لَهُ ۚ حَتّٰى اِذَا فُرِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا اِذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۚ فَتَالُوْا الْحَقِّ

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۱﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقْكُمْ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ قُلْ اللّٰهُ ۗ وَاِنَّا وَاٰتَاكُمْ لَعَلَّ هُدًى اَوْ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

(اے رسول) تم ان سے کہدو کہ جن لوگوں کو تم خدا کے سوا معبود سمجھتے ہو انہیں پکارو تو ان معلوم ہو جائے گا کہ وہ ذرہ برابر نہ تو آسمانوں میں اختیار رکھتے ہیں نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے اور خدا کی بارگاہ میں کسی کی شفاعت فائدہ دے گی مگر جس کو خدا چاہے عطا فرمائے (اس کے دربار کی ہیبت) یہاں تک ہے کہ جب شفاعت کا ذکر ہو گا تو گھبرا جائیں گے۔ جب گھبراہٹ دور ہوگی تو وہ سفارش کرنے والوں سے پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا وہ کہیں گے ٹھیک جواب دیا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔ اے رسول ان سے کہو کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون روزی دیتا ہے (وہ کیا کہیں گے) تم کہدو خدا دیتا ہے۔ ہم اور تم دونوں میں سے ایک تو ضرور راہِ راست پر ہے دوسرا کھلی گمراہی میں پڑا ہے۔

مگر کینے حضرت کے پاس اگر کتر کچ بھشیاں کیا کرتے تھے اور اپنے بتوں کی تشریفوں کے بل باندھا کرتے تھے۔ خدا کہتا ہے اے رسول، ذرا تم ان سے یہ تو پوچھو کہ ان کے معبودوں کی زمین یا آسمان میں کہیں ذرہ برابر بھی ملکیت ہے۔ پھر یہ عبادت میں خدا کے شریک کیے ہو گئے اور نہ یہ مدد دینے والوں میں سے ہیں۔ جب تک خدا اجازت دے گا کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ وہاں ہیبت کا یہ عالم ہو گا کہ لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ یہ لوگ جو بت پرستی کر رہے ہیں ان سے پوچھو کہ آج تمہیں رزق کون دے رہا ہے۔ آسمان سے میٹھ کون برساتا ہے اور نہ ہی سے غلہ کون اگا رہا ہے۔

اے رسول، تم ان سے کہو کہ میں تم سے متولیات کہتا ہوں تو تم سے اس کا جواب تک نہیں بن پڑتا تو بتاؤ کہ ہم دونوں میں کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ ہے۔ دونوں تو حق پر ہو نہیں سکتے نہ باطل پر۔ ضرور ایک حق پر ہو گا، ایک باطل پر، میری بات کا تو مستعمل جواب دو ورنہ یہ مانو کہ تم باطل پر ہو۔ ضمیر آڑے ہونے سے منصف حاصل نہیں ہوتا۔

قُلْ لَا تَسْئَلُوْنَ عَمَّا اَجْرُنَا وَلَا تَسْئَلُوْنَ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۗ وَهُوَ الْفَتٰحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ

أَرْوَى الَّذِينَ أَحَقَّتْ لَهُمْ شُرَكَاءُ كَلَاءٌ بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۴﴾
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا يَحْسَبُنَا كَثْرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾

ان سے کہہ دو نہ ہمارے گناہوں کی تم سے پوچھ گچھ ہوگی نہ تمہارے گناہوں کی تم سے۔ اے رسول ان سے یہ بھی کہہ دو کہ قیامت کے دن ہمارا پروردگار سب کو اکٹھا کرے گا پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے کا اور وہ تو بڑا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا واقف کار ہے۔ اے رسول تم کہہ دو کہ جن کو تم (خدا کا شریک بنا کر) خدا کے ساتھ ملاتے ہو انہیں مجھے بھی تو دکھا دو۔ (ہرگز کوئی اس کا شریک نہیں) بلکہ وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے رسول ہم نے تم کو دنیا کے لوگوں کے لیے بشارت مینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تمام نسبتیاد میں جن کی تعداد بروایت ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے کوئی ایک ہی ایسا نہیں جس کو تمام لوگوں پر بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہو۔ آپ سے پہلے جتنے انبیاء و مرسلین آئے ان کا حلقہ تبلیغ و ہدایت محدود تھا صرف س کار رسالت ہی ایسے رسول ہیں جن کی امت میں قیامت تک کے تمام لوگ شامل ہیں۔ خواہ وہ کسی خطہ زمین پر کسی ملک میں بستے ہوں کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ کالے ہوں یا گورے۔ آپ کی ہدایت کسی نہ کسی طرح سے ان تک پہنچ چکی ہے اور جہاں نہیں پہنچی وہاں پہنچ کر رہے گی۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۶﴾ قُلْ لَكُمْ مَبِيعَاتٌ يَوْمَ
لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ
نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَكُلِّمْنَا بِهِ نَبِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَقُلْ لَهُمْ رَبُّهُمْ
مَوْفُوقُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ الْقَوْلُ يَقُولُ

الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِّلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا وَالْوَالِدَاتُ لَكُنَّ أُمَّؤُمِينَ ﴿۲۱﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بناؤ (قیامت) کا دن کب کئے گا۔ تم ان سے کہہ دو کہ تم لوگوں کے لیے ایک خاص دن مقرر ہے جسے ایک گھڑی نہ تم پیچھے ہٹا سکو گے و آگے بڑھا سکو گے۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن پر ہم گز ایمان نہ لائیں گے اور نہ اس کتاب پر جو اس سے پہلے آچکی ہے۔ اے رسول، کاش تم ان ظالموں کو دیکھتے جب وہ اپنے رب کی بارگاہ میں (ذلیل و خوار) کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے۔ کمزور زبردستوں سے کہیں گے اگر تم ہمیں نہ بھاتے تو ہم ایمان والے ہوتے۔

یہ سوال بار بار لوگ کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی۔ مسلمانوں سے کہتے تھے اگر تم سچے ہو تو اس کا دن اور وقت بتاؤ۔ خدا نے ان کو بتایا نہیں بلکہ یہ کہہ دیا کہ وہ آئے گی ضرور۔ پھر ایک منٹ آگے ہو گا نہ پیچھے، ٹھیک وقت پر آجائے گی۔ بالآخر انہیں وقت بتا بھی دیا جاتا تو چونکہ ان کو یقین نہ تھا لہذا سولے مذاق اڑانے کے اور کیا کرتے۔ کفار نے یہودیوں سے پوچھا، تمہاری تورات میں قیامت کے متعلق کیا لکھا ہے۔ انہوں نے کہا تمہارا کابینا تو سچا ہے قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ ہماری کتاب میں تو محمد کی تعریف بھی لکھی ہے۔ یہ سن کر ابو جہل نے جھٹلا کر کہا تو ہم تمہاری کتاب کو کب مانتے ہیں، دونوں چھوٹی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آگے ان کمزوروں کی گفتگو کا ذکر ہے جن کو ان کی قوم کے سرداروں نے بھرا یا تھا۔ وہ کہیں گے یہ مصیبت ہمارے اوپر تمہاری وجہ سے نازل ہوئی۔ اگر تم نہ بھراتے تو آج قیامت کے دن ہم خدا کے سامنے مومن بن کر آتے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا انْحَنُّ صَدَدٌ نُّكْمٌ عَنِ الْهُدَى
بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِلَّذِينَ
اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرَ الْيَلِيلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَ
نَجْعَلَ لَهُ إِندَادًا وَأَسْرًا وَالتَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا

الْأَغْلَافِۚ أَعْنَاقَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾

زبردست کمزوروں سے کہیں گے کیا تھا ہے پاس ہدایت آنے کے بعد ہم نے تم کو ہدایت قبول کرنے سے روکا تھا۔ بلکہ تم خود ہی مجرم بنے۔ کمزور زبردستوں سے کہیں گے بلکہ ہتھاری رات دن کی فریب دہی نے ہم کو گمراہ کیا۔ تم ہم کو خدا کے زمانے اور اس کا شریک بنانے کے لیے برابر حکم دیتے رہے (تو ہم دیکھا ہی کرتے رہے) جب یہ لوگ غلاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے اور جو لوگ کافر تھے ہم ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ جو کارستانیاں یہ لوگ دنیا میں کراتے ہیں اس کے مطابق تو ان کو سزا ضرور دی جائے گی۔

جب قوم کے کمزور صاحبان ماہ و اقدار پر الزام لگائیں گے کہ تم نے ہمیں لے جا کر کافر بنا دیا تو وہ جواب میں کہیں گے، احمق تو ہم نے کیا تھا سگے پر پھری رکھی تھی کہ کافر بن جاؤ۔ اگر تم مومن بنا چاہتے تو ہم بجز تمہارا دل پیر کر اس میں کفر کو نہیں بھر سکتے تھے۔ تم نے ہماری مخالفت کیوں نہ کی۔ تم زیادہ تھے ہم کم۔ اگر تم ہمارا گھیراؤ گوتے اگر تم ہم سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے تو تمہاری کثرت پر ہماری قلت کیسے غالب آجاتی۔ ہم لوگوں سے جو فائدے تم کو پہنچتے تھے تم ان کے لالچ میں آگے اور جیسا ہم کہتے گئے تم کرتے گئے پھر ہم پر الزام کیوں لگاتے ہو۔ جب تمہارے پاس پیغمبر آئے تو تم نے انہیں کیوں جھٹلایا، تم نے ان کو کیوں ستایا۔ تم ہمارے تابع فغان محض ہماری دولت کے لالچ میں بنے رہے۔ اب یہاں کیا منزلے کر آتے ہو۔ جو ہم پر پڑے گی ہم جکتیں گے جو تم پر پڑے تم جکتو۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿۳۵﴾ قُلْ إِن رَّبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِن أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُفَرِّبُكُمْ عِندَنَا

زُلْفَىٰ ۖ أَلَمْ يَأْمُرْ أَمِنٌ وَعَمِلَ صَالِحًا ۖ فَلَوْلَا لِيكَ لَهْمُ جَزَاءِ الضَّعِيفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ﴿۳۵﴾

ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے بڑے لوگ کہنے لگے جو احکام دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم ان کو نہیں مانتے اور یہ بھی کہنے لگے کہ ہم تو (ایمانداروں سے) مال و اولاد میں کہیں زیادہ ہیں اور ہم پر آخرت میں عذاب نہیں کیا جائے گا۔ لے رسول کہہ دو بے شک میرا رب جس کا رزق چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے کم کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ اور تمہارے اموال و اولاد کی یہ ہستی نہیں کہ تم کو تمہارے نزدیک مقرب بنا دیں مگر (ہاں) جس نے ایمان مستعمل کیا اور اعمال صالحہ بجالایا۔ ان لوگوں کے لیے تو ان کی کارگزاریوں کی دوسری جزا ہے اور وہ بہشت کے چھروں میں آرام سے رہیں گے۔

کسی بستی میں سے پہلے پیغمبروں کے مقابل کرکشی دکھانے والے مالدار لوگ ہوتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مال دولت کے غرور میں پیغمبر کی اطاعت مستعمل کرنا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ دوسرے ان کے دماغوں میں بیخبط سلایا ہوا ہوتا ہے کہ اگر ہم خدا کو پیار سے دہوتے تو ہمیں مالدار کیوں بنانا۔ ہماری مال و اولاد میں زیادتی اس کا ثبوت ہے کہ قیامت میں ہم پر کوئی عذاب نہ ہوگا۔ ان کے جواب میں خدا فرماتا ہے کہ کسی کا رزق بڑھانا یا گھٹانا خدا کی مصلحت پر موقوف تھا۔ اگر مال و اولاد کی زیادتی خدا کی محبت کا ثبوت ہوتی تو مشرک و بت پرست تو صیقل مانگتے پھرتے اور خدا کے نیک بندے سیدھے ساہوکار بننے نظر آتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جو لوگ ایماندار و عمل صالح کرنے والے ہیں وہ فاقوں میں گزارتے ہیں اور بد اعمال بڑے اکڑے پھرتے ہیں۔ خدا کی محبت کا سمیاری مال و اولاد کی زیادتی نہیں بلکہ اعمال صالحہ ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ بد اعمال کو اس نے فارغ البال کیوں بنایا ہے تو ان پر محبت تمام کرنے کے لیے کہ ہم نے تم کو سب کچھ دیا مگر اس پر تم نے ہم کو نہ پہچانا۔ لہذا قیامت میں اس کی سزا جلتی ہوگی۔ مال و دولت کی زیادتی خدا سے قربت کو دلانے والی نہ ہوگی۔ ہاں اگر ان کے ذریعے سے تم اپنے ایمان پر قائم رہے ہو اور اعمال صالحہ بجالائے ہو تو ضرور تم خدا کے مقرب بندوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور وہاں نہیں اپنے اعمال صالحہ کا اچھا خاصہ بدلہ لے گا۔

وَالَّذِينَ يَبْعُونَ فِي أَسْتِنَامٍ عِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿۳۸﴾

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَكِ الْهَؤُلَاءِ آيَاتِكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مَنْ دُونِهِمْ جَبَلٌ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾

جو لوگ ہماری آیات کو بے اثر بنانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں وہ جہنم کی آگ میں جمودک دیتے جائیں گے۔ اے رسول کہہ دو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کسادہ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ جو کچھ بھی تم اس کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ اس کا عوض ہے گا اور وہ سب بہتر رزق دینے والا ہے۔ جس دن وہ سب لوگوں کو اکٹھا کرے گا، پھر ملائکہ سے کہے گا کیا یہی لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے، ہاں الہا، تو میری عیب سے پاک ہے یہ لوگ ہماری نہیں بلکہ جنات (جھوت پریت) کی پرستش کرتے تھے ان میں سے اکثر ان پر ایمان رکھتے تھے۔

دُنیا میں ایسا ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہے کہ لوگ جھوٹوں اور جھٹیلوں سے بہت ڈرتے ہیں بالخصوص عورتیں۔ ان کے عقیدہ میں وہ سڑوں پر اکڑ کھیلتی ہیں۔ خواہوں میں ان کو ڈراتی ہیں۔ بلکہ مجسم ہو کر ان کے سامنے آجاتی ہیں۔ حالانکہ ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں۔ محض وہم و خیال مجھے بنا کر ان کے سامنے لاکھڑا کرتا ہے۔ اس کا تجربہ جب چاہے کر بیٹھے۔ ایک نئے مکان میں آنے والوں سے یہ کہہ دیجئے کہ اس میں جھوت پریت رہتے ہیں بس اسی روز سے اس میں جھوت نظر آنے لگیں گے۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی نظر نہ آتے تھے۔ قوت و اہم کو ایسی چیزیں بنانے میں بڑا دخل ہے۔ کسی مرنے والے کی روح عالم برزخ میں یوں آزاد نہیں چھوڑ دی جاتی کہ وہاں چاہے آزادی کے ساتھ گھومے پھرے اور جو شکل چاہے اختیار کرے۔ دماغ جتنا کمزور ہوگا قوت و اہم اتنی ہی قوی ہوگی۔ البتہ جنات کا وجود ہے۔ ان میں دو قسم کے جن ہوتے ہیں۔ نیک اور بد۔ جو بد ہوتے ہیں وہ لوگوں کو مختلف

مورزیوں میں آکر ساتے ہیں۔ اگر انہی کا نام جھوت، چڑیل اور پری ہے تو ٹھیک ہے۔ قیامت میں مشرکوں سے یہ پوچھا جانا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے اور ان کا یہ جواب دینا کہ ہماری نہیں بلکہ جنات کی پوجا کرتے تھے۔ اس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ جو خوفناک مجسمے لوگوں نے بنا کر ٹھے کیے ہیں، جیسے کالی دیوی، ہما دیو۔ یہ جنوں کی صورتیں دیکھ کر انہوں نے بنائے ہیں۔ مشرکوں کی صورتیں تو وہ دیکھ نہ سکتے تھے۔ پھر ان کی صورتیاں کیسے بناتے۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفَعًا وَلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۳۹﴾ وَإِذَا تَسَلَّى عَلَيْهِمُ الْإِنْتَابَ بَيَّنَّتْ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصِدَّكُمْ عَمَّا كَانُ يَعْبُدُ آبَاؤَكُمْ ۖ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا آفَاكٌ مُفْتَرَىٰ ۗ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ لَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۴۰﴾ وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كِتَابٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿۴۱﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَمَا بَلَّغُوا مَعْشَارًا مَاتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۗ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۴۲﴾

تب خدا فرمائے گا آج تم میں سے کوئی نہ کسی کو فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے نہ نقصان کا اور ہم سرکشوں سے کہیں گے آج اس عذاب کا مزہ چکھو جسے تم دُنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں بیشخص ہم ہی جیسا ہے یہ چاہتا ہے کہ جن چیزوں کو تمہارا باپ دادا پڑھتے تھے ان سے تم کو روک دے اور یہ بھی کہتے تھے کہ قرآن تو نرا جھوٹ ہے۔ اپنے

دل سے گڑبگڑا ہے اور جو لوگ کافر ہیں جب ان کے پاس حق بات آئی تو اس کے پاس کہنے لگے یہ تو میں کھلا ہوا جاؤ وہ اور ہم نے تو ان کو نہ آسمانی کتابیں عطا کی تھیں جنہیں پڑھتے اور نہ تم سے پہلے ان لوگوں کے پاس کوئی پیغمبر ڈالنے والا بھیجا۔ جو لوگ ان سے پہلے گزر گئے انہوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا تھا حالانکہ جتنا ہم نے ان کو دیا تھا اس کے سوا یہ حصہ کو وہ نہیں پہنچے اس پر بھی ان لوگوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا تو تم نے دیکھا میرا عذاب ان پر کیا سخت تھا۔

ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ جب قوموں کے پاس انبیاء آئے تو ان کی بات سننے سے اس لیے انکار کر دیا کہ جب یہ ہم ہی جیسے لوگ ہیں تو خدا نے ان کو اپنا رسول بنا کر کیوں بھیجا۔ یہ ہم سے آخر میں بات میں زیادہ ہیں کہ ہم کو نصیحت کرنے آئے ہیں۔ ان کا منشا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہمارے باپ دادا جن نبیوں کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کی پوجا پاٹ سے روک دیں اور ان کے بتائے ہوئے اس خدا کی عبادت کرنے لگیں جس کو مذہبی دیکھنا نہ بھالا۔ اسی پر سب جھوٹ ہے اور دل سے گمراہی ہوتی ہے جن کو یہ لوگ خدا کی طرف متوجہ کر کے ہمیں ٹھاننا کرتے ہیں۔ کافر لوگ تو صاف کہہ دیتے تھے کہ جو قرآن یہ لٹا ہے وہی وہ کھلا ہوا خدا ہے جس کے ذریعہ سے یہ ہمارے اور حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے، ان کے پاس نہ تو کوئی کتاب لایا گئی ہے جسے پڑھتے۔ نہ لے رسول تم سے پہلے کوئی نبی ان کے پاس ایسا آیا ہے جس نے ان کو یہ بتلایا ہو کہ خدا کے سوا اور چیزوں کا تم پرستش کرتے ہو وہ میرے نہیں ہے۔ پھر یہ بت پرستی کی گندگی انہیں کہاں سے آکر پھیل گئی۔ تو خدا نے ان سے کہا کہ میرے سوا کسی دوسرے کی پرستش کرو اور ان نبیوں نے ہی ان سے کہا کہ ہماری پرستش کرو۔ پھر یہ تعلیم انہوں نے کس سے حاصل کی۔

مگر کے یہ سہکے تو ہیں کیا ان سے پہلے بڑی بڑی طاقت والی قومیں گزر چکی ہیں۔ ان کے پاس دولت زیادہ تھی ان کے قدر بھی بڑے تھے ہوتے تھے۔ اولاد بھی زیادہ تھی، سامان زندگی بھی زیادہ تھا۔ رہنے زمین پر بادشاہت کرتے تھے۔ جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم سے سرکشی کی تو عذاب کا کیسا مزہ بچھا۔ تباہ و برباد ہوئے۔ بھلا ان کے عقائد میں تمہاری تو حقیقت ہی کیا ہے۔ عجب کسے منی خدگی و ناراضی کے ہیں۔ چونکہ خدا کی ناراضی باعث عذاب ہوتی ہے۔ لہذا اس کا تہرہ عذاب کیا گیا۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلِيَ وَفِرَادَىٰ ۖ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا بَصَاصِيكُمْ مِنْ جَنَّةٍ ۚ إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿۳۶﴾

اے رسول ان سے کہو میں تم کو نصیحت کے لیے ایک بات کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم محض خدا کے واسطے ایسا ایک

دو دو اٹھ کھڑے ہو اور اچھی طرح غور کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے رفیق (محمد) کو کسی طرح کا جنون نہیں ہے وہ تو تمہیں ایک سخت گنہگار کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

غلام اس نصیحت کا یہ ہے کہ لے کفار مکہ، تم مجھے مجنون کہتے ہو لیکن تم یہ نہیں بتاتے کہ آخر جنون کی کیا علامت مجھ میں پائی جاتی ہے۔ تم فردا فردا بھی اس پر غور کرو اور کوئی آدمی سر ہونے کے اس امر پر غور کرنے کے لیے بیٹھو کہ آخر میرے اند میں کیا ایسی بات نظر آ رہی ہے کہ مجھے دو اور سمجھ رہے ہو۔ میں کوئی احمق نہیں میں تم ہی میں پلاڑھا ہوں، تم ہی میں ماسا ہوں، تم مجھے ہمیشہ صادق امین کہتے رہے ہو۔ اہم معاملات میں مجھ سے رائے لیتے تھے۔ چہرہ کیا بات میرے اندر ایسی پیدا ہو گئی کہ تم نے مجھے مجنون کہنا شروع کر دیا کیا تم نے کوئی خلاف عقل بات مجھ سے کہی۔ کیا تم نے مجھے کوئی ایسا عمل کرنے دیکھا جس سے میرا جنون ہونا تم پر ثابت ہو سکتا ہے ذرا عقل سے کام لو۔ میں نہ مجنون نہ کم عقل۔ اللہ نے مجھے تمہارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے فائدہ کے لیے کہتا ہوں۔ تمہیں خدا کے عذاب سے بچانا چاہتا ہوں۔

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۚ إِنَّ أَجْرِيَ عَلَى اللَّهِ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۳۷﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلامَ الْغُيُوبِ ﴿۳۸﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِي الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿۳۹﴾ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۚ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿۴۰﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ فِرْعَوْنُ أَقْبَرَتْ وَأَخَذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿۴۱﴾ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ۚ وَإِنَّا لَهُمُ الدَّانِئُونَ ۚ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۴۲﴾ وَقَدْ كَفَرُوا ۚ بِهِ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۴۳﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ ۚ كَمَا فَعَلْنَا بِأَشْيَاعِهِمْ مِنْ قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ ﴿۴۴﴾

لے رسول تم ان سے کہو کہ تبلیغ رسالت کی میں نے تم سے کوئی اجرت مانگی ہو تو وہ تمہا سے ہی فائدہ کے لیے ہوگی میرا اجر تو اللہ کے اوپر ہے اور وہ ہر شے پر گواہ ہے۔ تم یہ بھی کہہ دو کہ میرا رب جس بات کو میرے دل میں آتا ہے وہ غیب کی تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ کہہ دیجئے کہ تم آگیا (تم اتنا تو سمجھو) کہ باطل منبوء نہ شروع میں کوئی چیز پیدا کر سکتا ہے نہ مرنے کے بعد نہ زندہ کر سکتا ہے۔ اگر میں گمراہ ہوں تو اپنے نفس کے لیے اور اگر میں ہدایت یافتہ ہوں تو مطابق اس وحی کے ہوں جو میری طرف کی گئی ہے میرا رب سب سے زیادہ سنے والا قریب ہے۔ کاش تم دیکھتے تیرے وہ گھبرائے ہمتے ہوں گے اور پاس ہی سے وہ گرفتار کر لیے جائیں گے اس وقت کہیں گے ہم اس پر ایمان لے آئے لیکن اب ڈور کھلی ہوئی چیز کہاں آتا آسکتی ہے اس سے پہلے لوگ بھی اس سے منکر ہو چکے تھے اور (دنیا میں ظلم و ستم کے دیکھے بھالے اٹھل کے) ٹھیک بڑی دور سے چلاتے ہے اور اب تو ان کے اور ان کی گفتگوں کے درمیان اس طرح پر وہ ڈال دیا گیا ہے جس طرح ان سے پہلے ان کے ہم رنگ لوگوں کے ساتھ میری برتاؤ کیا جا چکا ہے۔ بے شک وہ لوگ بڑے بے چہرے ہیں پڑے ہوئے تھے۔

کسی رسول کی تبلیغ کا اجر اس کی امت نہیں دے سکتی کیونکہ اس میں ہی کے نفس کو بڑی بڑی اذیتیں اٹھانا پڑتی ہیں خصوصاً حضرت رسول خدا کو تمام انبیاء سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے مَا أُرِيدُ نِي فَتْحِ حِشْرِ مَا أُرِيدُ نِي كُوْنِي فِي مِثْلِ مِيرَةِ اذْبِتْ نِيں دیا گیا پس جب لوگوں نے آپ کو اجر دینے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا میرا اجر تو اللہ پر ہے لیکن میری رسالت کا جو اجر ہے اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا۔ حضور کی رسالت کا جو فائدہ ہے میں نے فرمایا وہ آپ کے ذوی القربی سے محبت ہے قُلْ لَا اسْتَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الصَّوْفَةَ فِي الْقُرْبٰى (سورہ شوریٰ ۲۶۲) ہم نے رسول کہہ دیں تم سے سوا اپنے رشتہ داروں کی محبت کے اور کوئی اجر نہیں چاہتا۔ کفار و مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اگر رسول گمراہی پر ہیں تو اس سے وہ اپنے ہی نفس کو نقصان پہنچائیں گے۔ لیکن کوئی عقلمند ایسا کیوں کر لگا اور اگر وہ صحیح راستہ پر ہیں تو سمجھو کہ وہی ان کو خدا کی طرف سے آتی ہے کیونکہ دنیا کے کسی آدمی سے انہوں نے ہدایت نہیں پائی۔

لے رسول، اس دنیا میں ان کفار و مشرکین کو چھوڑ کر لینے دو۔ وہ وقت آ رہا ہے کہ قیامت میں یہ لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے اور کہیں ان کو فرار کا ہنستا نہ ملا ہوگا۔ بھاگ کر جائیں گے کہاں۔ پھرتے والا ان کو آسانی سے اس طرح پکڑ لے گا گواہ وہ ان کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس وقت وہ کہیں گے ہم رسول پر ایمان لے آئے لیکن اب تو یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا اب وہ ان کے ہاتھ کیسے آسکتا ہے؟ دنیا میں تو یہ کار خیز ہے اور بڑی دور کی باتیں اٹھل پوچھ بیان کرتے ہے۔ گویا یہ قیامت کے متعلق سب کچھ جانتے تھے۔ اب تو ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان وہی عمل کیا جائے گا جو ان سے پہلے ان کے ہم خیال و ہم مشرب لوگوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔

سُوْرَةُ فَاطِرِ مَكِّيَّةٌ (۳۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اَجْنَحَةً مَّثْنٰی وَثَلٰثَ وَرُبْعًا ۙ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱
مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَتِهٖ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۗ وَمَا یُمْسِكُ ۙ فَلَا مُمْرِسَ ۗ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۲
یٰۤاٰیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۗ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرِ اللّٰهِ یَرِزُّكُمْ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَانۢی تُوْفِكُوْنَ ۝۳
وَ اِنْ یُكۡذِبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنۢ مِّنۢ مَّقٰبِلِكَ ۗ وَاِلٰی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴

حمد ہے اُس خدا کے لیے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جس نے دو تین اور چار بازو والے ملائکہ کو اپنا پیغام رسال بنایا اور اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ اپنی رحمت کا دروازہ ہر پکھول سے کوئی اسے بند نہیں کر سکتا اور جو چیز بند کرے اس کے بعد اسے کوئی جاری نہیں کر سکتا۔ وہ بڑا غالب ہے اللہ ہے۔ اے لوگو! اللہ نے جو نعمتیں تمہیں دے رکھی ہیں ان کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق بہم پہنچاتا ہے اس کے سوا کوئی مجبور نہیں اور تم کہاں بیٹھے جانتے ہو۔ اے رسول اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو تم سے پہلے رسول بھی جھٹلاتے چکے ہیں اور تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے۔

اللہ کی بیشمار مخلوق میں ایک گروہ ملائکہ کا بھی ہے۔ ان کی طاقتیں مختلف ہیں جن کو وہ دو تین تین اور چار بازوؤں سے تعبیر کیا گیا ہے ان کے کام بھی مختلف ہیں۔ بعض رسولوں کے پاس خدا کے احکام لے کر آتے تھے۔ بعض نظام عالم سے جو امر متعلق

ہیں اس کو انجام دیتے ہیں۔ بعض موت پرستیوں ہیں۔ یہ سب حکم خدا کے پابند ہیں۔ یہ باعتبار رغبت کوئی ندمت انجام نہیں دے سکتے۔ ان کو نیا میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کو چھوڑ کر اس نادیدہ مخلوق کو اپنا خدا بنا سکتے ہو۔ اور اپنی تمام امتیازیں اپنی سے وابستہ رکھتے ہیں۔ یہ عقل کے اندھے لاکھوں کو خدا کی اولاد بنا لیتے ہیں۔ یہی دیوی اور دیوتا کی شکل میں ان کے پاس آتے ہیں اور ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ ان کے مجھے بنا کر انہوں نے مردوں میں لکھ لیے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کارساز عالم ہی ہیں۔ انہیں سب کچھ انہی سے ملتا ہے۔ ان لوگوں کے عقیدہ بالکل کی تردید میں خدا فرماتا ہے کہ زمینے والا خدا ہے۔ وہ جسے دینا چاہے کوئی اسے روک نہیں سکتا اور جسے نہ دینا چاہے کوئی شے نہیں سکتا۔ دیوی دیوتاؤں کے اندر کوئی قوت نہیں وہ دیکھی کو قوت رکھتے ہیں زمینے کی نہ روکنے کی۔ جو نعمتیں بنائی کو ملتی ہیں سب اسی کی طرف سے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سب کو رزق وہی دیتا ہے۔ وہی آسمان سے مینہ برساتا ہے اور وہی زمین سے غذا اگانا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۗ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۗ إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبًا لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿۲۶﴾

لے لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے کہ تمہیں تمہیں دنیا کی زندگی فریب نہ دے سکے اور (ایسا نہ ہو کہ شیطان) تمہیں خدا کے ارادے میں دھوکا دے۔ بلکہ تمہیں شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے اپنا دشمن بنا سکتے ہو۔ وہ تو اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ لوگ سب کے سب جہنم میں جانے والے بن جائیں۔

شیطان انسان کے پیچھے شروع سے ہی لگا ہوا ہے۔ انسانوں کی گردن چھانسنے کے لیے اس کے پاس مختلف قسم کے مجال ہیں۔ ان کے دل میں یہ دوسرے ڈالتا ہے کہ جو کچھ ہے یہ دنیا ہی ہے یہاں خوب کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ، کوئی پرچھے والا نہیں کہہ سکتا ہے خدا کوئی چور نہیں یہ دنیا تو ہمیشہ سے ایسی ہی ملتی آتی ہے اور ایسی ہی ملتی رہے گی۔ کبھی کہتا ہے، اے نبی! دوسرے سب سے بڑے ہیں۔ اپنا اقتدار ختم کر لے کہ یہ خدا کی نمائندگی بنے پھرتے ہیں۔ غرض سوطر کے فریب میں لاکر انسان کو جہنمی بنا دیتا ہے۔ جو ایمان نہیں وہ بہت جلد اس کے حال میں پھنس جاتے ہیں۔

الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿۲۷﴾

اللَّهُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿۲۷﴾ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَى بَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ كَذَلِكَ النُّشُورُ ﴿۲۸﴾

جو لوگ کافر بن بیٹھے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان والے اور عمل صالح والے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے کیا وہ شخص جس کے بڑے کاموں کو (شیطان نے) اچھا کر دکھایا ہے اور وہ اُسے اچھا سمجھتا ہے (امون کے برابر ہو سکتا ہے) اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزاؤں سے نجات دیتا ہے۔ ایک پہنچا دیتا ہے پس لے رسول کہیں بد بختوں پر افسوس کر کے تمہارا دم نہ نکل جائے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں خدا غیب جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا اور وہ بادلوں کو اڑائے اڑائے پھرتی ہیں ایک ٹرہہ شہر کو سیراب کرتی ہیں پھر اس بانی سے ہم زمین کو مڑوہ ہوا جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔ یہی تو قیامت میں لوگوں کو (قرول سے) اٹھانے جانے کی صورت ہوگی۔

شیطان کی یہ خاص کارستانی ہے کہ وہ لوگوں کے اعمال بد کو ان کی نظر میں اچھا کر دکھاتا ہے اور ان کے دل میں گئی آری بات ڈالتا ہے جس سے وہ اس بدی کو بھی سمجھنے لگتے ہیں۔ مثلاً پورے جہنمی کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ فیصل بہ ہے لیکن شیطان اس سے کہتا ہے کہ دولت سی کے باپ کی جاگیر نہیں کیا یہ انصاف ہے کہ ایک کے گھر میں تو ہزار بار دہ پیہر تجوی میں بیکار پڑتا ہے اور دوسرا شخص رات کی پورے کو ممتحن ہے۔ کیوں نہ اس کی دولت کا ایک حصہ غریب آدمی اپنے تصرف میں لائے۔ پس جو بہ عمل انسانی کی چمک ماری جاتی ہے تو انسان بڑی باتوں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے ایسی صورت میں خدا اپنی توفیق کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔ اس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور جو لوگ ہدی کر کے شرتے ہیں اللہ ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں صحیح راستہ پر لگا دیتا ہے۔ روستے زمین پر جہاں نظام حیات پایا جاتا ہے ہو اس میں بڑا دخل ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ساما کا غارت خراب ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی ہوا بادل بناتی اور ان کو ہر طرف اڑاتی ہے۔ بادلوں سے جب زمین پر مینہ برستا ہے تو سبھی زمین جہاں سبزہ کا نام نہ تھا ایک ایک اہلباشا ہوتی ہے۔ کھیتیں میں پودے جنھوں نے لگتے ہیں پس ہی طریقہ ہو گا قیامت میں مردوں کے زمین سے نکلے گا قدرت نے ایک چھوٹی سی مثال سے کتنے بڑے مسئلہ کو سمجھا دیا۔

ظلم کے ایک اند کو ہاتھ پر رکھ کر دیکھو کیا اس کے اندر کوئی پردہ اچھا ہوا نظر آتا ہے۔ ہر گونہ نہیں۔ زمین میں دانے کے لیے

دو ہاڑو ہوتے ہیں جو سب کھلاتے ہیں۔ وہ منہ کی تہ میں چٹولی پرانی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا خالق وہی اس کو رزق پہنچاتا ہے۔ جب ارنیساں گر جاتا ہے تو اس کی آواز سنتے ہی وہ اپنی چٹولی پر سے حرکت کرتا ہے اور سطح آب پر آکر اپنا منہ کھول دیتا ہے۔ تاکہ اس کی حرکت کا ایک قطرہ اس کے اندر آجائے۔ جیسے ہی وہ قطرہ اس میں گرتا ہے اپنا منہ بند کر کے پھر منہ کی تہ میں چلا جاتا ہے جیسے غلطی نہ ہو اور منہ ہلکا ہونے سے بچتا ہے۔ اس طرح ہر قطرہ صدف میں جا کر رفته رفته موقی بنا شریخ ہو جاتا ہے۔ پھر پانی کا قطرہ بجمہر ہوتا ہے پھر اس میں سختی آجاتی ہے پھر چمک پیدا ہوتی ہے۔ یہ سب کام ایک سال کے اندر ہوتا ہے۔ کسی انسان کی طاقت ہے کہ ایسا موقی بنا سکے۔ انسان بھی موقی بنا تا تو ہے مگر قدرتی موقی اور انسان کے بنائے ہوئے موقی میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے قدرتی موقی کی چمک ہی اور ہوتی ہے اس کی مضبوطی ہی اور ہوتی ہے۔ خدا اور انسان کے بنائے جیسا کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ خدا لے انسان کے لیے اس کی زینت کا سامان بنایا ہے۔

يُولِجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۗ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ لَهُ الْمُلْكُ ۗ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۗ ۱۳ ۚ إِنَّ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُونَ دَعَاءَكُمْ ۗ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۗ ۱۴ ۚ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۗ ۱۵ ۚ إِنْ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ ۱۶ ۚ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۗ ۱۷

اس کی قدرت کا یہ کمال بھی دیکھو کہ رات کو دن سے اور دن کو رات سے ملتا ہے یعنی دن کی روشنی آہستہ آہستہ گھٹتی اور تاریکی بڑھتی جاتی جاتی جیسے طرقات کا آخری قطرہ بننے کی روشنی کو اور رات سے دن کی روشنی کو اور دن کو رات سے ملتا ہے اس نے سورج اور چاند کو تا بعد از بنا دیا ہے کہ ہر ایک اپنے وقت منقرضہ پر چلا کرتا ہے۔ وہی خدا تھا اور رب ہے (تمام عالموں پر) اس کی سلطنت ہے۔ جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ تو جھوٹے کی گھنٹی کی جھلکی پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری دُعا میں سنتے نہیں اور اگر (بفرض مجال) میں بھی تمہاری کوئی دعا قبول نہیں کرتی اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کر بیٹھیں گے اور واقف کار شخص کے سوا کوئی دوسرا تمہیں ان کی پوری حالت نہیں بتا سکتا۔ لوگو! تم اللہ کی طرف محتاج ہو اور وہ غنی اور قابلِ حمد ہے اگر چاہے تو تمہیں یہاں سے لے جائے اور تمہاری بجائے ایک نئی مخلوق لے آئے اور اللہ پر یہ کوئی دشوار امر نہیں۔

جو لوگ بتوں کی پرستش کرتے ہیں وہ اس بات پر کیوں غور نہیں کرتے کہ ان کے اندر کوئی ایسی طاقت ہے جس سے مرعوب ہو کر ان کو اپنا سید تسلیم کر لیا ہے۔ ان کے قبضہ میں جب ایک کتاب بھی نہیں۔ جب وہ کسی کی بات سنتے ہی نہیں، جب وہ کسی کی بات کا جواب بھی نہیں دیتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے سامنے حاضر ہو کر سجدے کیے جاتیں۔ کیا ان کی طرف سے کسی نمانہ میں کچھ ایسے لوگ آئے تھے جو ان کے احکام و لوگوں تک پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔ کیا انہوں نے کوئی کتاب ایسی بھی پڑھی کہ جس میں اپنے رسولوں کو کچھ ہدایت کی ہو۔ اگر یہ کچھ ہی نہیں تو اس خدا کو کیوں نہیں مانتے جس کی قدرت کی بے شمار نشانیوں ان کے ارد گرد چھپی ہوئی ہیں جیسے دن رات جو کہ زمین کی عمومی گردش کے نمونہ بنتے ہیں۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِهْلِمَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا وَكُنَّ أَقْرَبِي ۗ ۱۸ ۚ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ ۗ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۗ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۗ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۗ ۱۸ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۗ ۱۹ ۚ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۗ وَلَا الظُّلُّ وَلَا الْحُرُورُ ۗ ۲۰ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۗ ۲۱ ۚ إِنَّ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۗ ۲۲

یہ باد ہے کہ قیامت میں کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اگر کوئی اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو بلائے گا تو اس کے بوجھ سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا۔ چاہے کوئی کسی کا قرابتداری کیوں نہ ہو تو

صرف اپنی لوگوں کو ڈرا سکتے ہو جو بے دیکھے جہاں اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور باندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ جو شخص اپنے کو پاک صاف رکھتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے پاک رکھتا ہے اور آخر کار سب کو خدا کی طرف ہی بلٹ کر رہا ہے۔ انہما اور آنکھوں والا (کافر و مومن) اندھیرا (کفر) اور احمال (ایمان) اور شام (بہشت) اور دھوپ (دوزخ) کیسے برابر ہو سکتے ہیں اور یہ زندہ (مومنین) اور مردہ (کافر) کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ خدا جسے چاہتا ہے اچھی طرح ٹٹا (سمجھا) دیتا ہے (اے رسول) جو کفار مردوں جیسے قبروں میں ہیں انہیں تم اپنی باتیں نہیں سمجھا سکتے۔ تم تو (عذاب سے) ڈرانے والے ہو۔

مذہب جو لوگ مسلمان بھتے تھے، کفار کہ جہاں ان کو پاتے طرح طرح سے ستاتے تھے۔ ایک چال یہ بھی چلتے تھے کہ ان سے دوستانہ انداز میں یہ بھی کہتے تھے کہ تم ترک اسلام کر کے اپنے سابق دین کی طرف لوٹ آؤ۔ تمہارے جتنے گناہ ہوں گے ان سب کا بار ہم اپنے اوپر لیے لیتے ہیں۔ ان کے اس فریب کا یہ وہ چال کرنے کے لیے خدا فرماتا ہے کہ قیامت میں کوئی کسی گناہ کا بار اپنے اوپر نہ لے گا۔ وہاں پر ہر شخص اپنے گناہ کا خود ذمہ دار ہوگا۔

اے رسول تمہارے عذاب سے ڈرانے کا اثر صرف وہی لوگ لے سکتے ہیں جن کے نفس میں پاکیزگی ہے۔ جو کفر و شرک کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ان پر تمہارے بھانے کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

جہلا کافر اور ایمان والا، شرک کی تادیب میں لپٹا ہوا اور توحید کی نورانی فضا میں رہنے والا، بہشت کا طلبگار اور دوزخ کا مستحق کیسے برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔ تم ان کو تو ٹٹا سکتے ہو جو سننے کی اہلیت رکھتے ہیں اور جن کے غیر مردہ ہو چکے ہیں انہیں تم کیسا تو گے اور وہ تمہاری کیا سنیں گے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿۲۴﴾
وَأَنْ يَكْذِبُوا فَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۲۶﴾

اے رسول ہم نے تم کو حق کے ساتھ بشارت میںے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی امت ایسی نہیں

جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اگر یہ تمہیں جھٹلا ہے ہیں تو ان لوگوں نے جو تم سے پہلے ہو کر گئے ہیں ان رسولوں کو بھی جھٹلایا تھا جو ان کے پاس معجزات صحیفے اور آسمانی کتابیں لے کر آتے تھے۔ پھر تم نے کفر کرنے والوں کو لے ڈالا اور ہمارا عذاب کیسا سخت تھا۔

ہر زمانہ کے لوگ اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلاتے رہے حالانکہ وہ معجزات لے کر بھی آتے تھے۔ صحیفے اور کتابیں بھی پیش کرتے تھے مگر ان کے دلوں پر کفر کی تاریکی ایسی چھانی ہوئی تھی کہ ہدایت کی روشنی کی چمک ان کے دلوں پر پڑتی ہی نہ تھی۔ آخر نتیجہ کیا ہوا ہمیشہ کے لیے اپنے واسطے عذاب خرید لیا۔

الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخَرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا
الْوَانِهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدًا بَيْضًا وَحُمْرًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَعَرَابِيًا
سَوْدًا ﴿۲۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالذَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ
إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿۲۵﴾ إِنَّ
الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ ﴿۲۶﴾ لِيُؤْفِقَهُمْ أُجُورَهُمْ
وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۷﴾ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ
لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۸﴾

کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا اللہ نے آسمان سے پانی برسا لیا۔ پھر ہم نے اس سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کیے

اور پہاڑوں میں لکھائیاں (بکثرت راستے) ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔ کچھ تو سفید بڑا قیچہ لال اور کچھ بالکل کالے ہیں اور آدمیوں، جانوروں اور چوپایوں کی نگشتیں بھی طرح طرح کی ہیں اُس نے پیدا کیے ہیں۔ خدا کا خوف کرنے والے تو علماء ہیں۔ بے شک خدا سب پر غالب اور بخشنے والا ہے بے شک جو لوگ خدا کی کتاب پڑھتے ہیں اور پابندی سے غائر پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس کو چھپا کر اور دکھا کر خدا کی راہ میں بیٹتے ہیں، وہ ایک ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں کبھی گھٹا نہ ہوگا خدا انہیں اُن کی مزدوریاں بھر پور عطا کرے گا اور اپنے فضل و کرم سے کچھ اور بڑھائے گا۔ وہ بڑا بخشنے والا بڑا قادران ہے اور جو کتاب ہم نے تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے وہ بالکل مشکبک ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے آچکی ہیں اُن کی تصدیق کرتی ہے۔ بیشک اللہ اپنے بندوں کے حالات سے خبردار اور واقف کار ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر رہا ہے:

- ۱۔ زمینوں سے مختلف رنگ اور مختلف ذائقے اور مختلف قد و قامت کے پھل پیدا کرتا ہے۔
- ۲۔ پہاڑوں پر مختلف رنگ کے پتھر پیدا کرتا ہے۔
- ۳۔ زمین پر مختلف قسم کے جانور چلتے پھرتے پیدا کرتا ہے۔ ان میں اُس کی قدرت کے ہزار ہا کمالات پوشیدہ ہیں جن کو دیکھ کر عقل و انسانی حیران رہ جاتی ہے۔

۲۸ ویں آیت میں فرمایا ہے، اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں اس کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے تفسیر میں ہے اس سے مراد آنحضرت کی امت کے وہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین ہیں جو قیامت تک کتاب خدا کے سچے وارث اور اس کے مطابق ہادی ہوں گے اور جن کو خدا نے شہداء علی الناس فرمایا ہے۔

لوامع التذکرہ میں ہے کہ علماء سے مراد خدا کی حیثیت اور خلق خدا کے گواہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ اس کی تائید حافظ ابو بکر مردودی نے بھی کی ہے اور صاف لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کی شان میں ہے۔ اب جرحی نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی اسے حضرت علی کے واسطے سن سنا ہے کہ وہ فنی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر آپ کتاب خدا کے عالم نہ ہوتے تو یہ دعویٰ نہ کرتے۔ یوں تو دنیا میں کتاب خدا کے بیشمار عالم ہر زمانہ میں موجود ہے ہیں لیکن کوئی ایک شخص بھی ایسا تو نہیں بتایا جاسکتا جو پوری کتاب کی حقیقت کا عالم ہو اور جو اس کی تشریح و تفسیر کی تمام تفصیلات کو جاننا ہو۔ خدا سے حقیق منسوب ہونے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہر حکم الہی پر پوری طرح عمل کرنے والے ہوں اور جنہوں نے اس الہی کے خلاف کوئی قسم نہ مانا تھا یا ہی نہ ہو۔ ایسے لوگ مصدقین کے سوا دوسرے ہر ہی نہیں سکتے۔

فَمَا أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ ۗ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ۖ إِنَّ اللَّهَ بِذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿۳۱﴾

پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا ہے (ہمارے بندے تین قسم کے ہیں) بعض ان میں سے (افغانی کی وجہ سے) اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، بعض میانہ رو ہیں اور بعض ان میں نیکی کی طرف باذن خدا دوڑ لگانے والے ہیں۔ سب سے بڑا فضل خدا کا یہی ہے۔

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ وراثت سے کیا مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ قرآن کا ایک نسخہ کسی کو تحفے میں پیش سے خسرید کر اپنے گھر میں رکھ لیا اور نہ مراد ہے کہ روزِ اسی کی تلاوت کرتے ہوئے مراد ہے کہ اُسے گلے میں لٹکائے پھرتے ہے، نہ مراد ہے کہ اُسے خوش الحانی سے تلاوت کر کے قاری کہلانے لگے۔ بلکہ وراثت کتاب کا یہ مطلب ہے کہ کتاب خدا سے ایسا مکمل مسلم حاصل ہو کہ ہر مسئلہ کا جواب قرآن سے مل جاسکے۔ اس کے تمام احکام پر پورا پورا عمل ہو۔ ہر گزراہ کو کتاب خدا کی روش سے ہدایت ہو سکے۔ اب میں یہ دیکھنا ہے کہ وراثت کتاب اللہ رسول کے بعد کون ہیں۔ رسول مورت کتاب اللہ تھے۔ پوری کتاب کا علم ان کے سینہ میں تھا لہذا ان کے بعد جو وراثت کتاب ہیں وہ بھی ان ہی جیسا ہوگا یعنی پوری کتاب کا علم اس کے بھی سینہ میں ہونا چاہیے مفسرین نے اس کے تحتین میں بہت کچھ اختلاف کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے وراثت کتاب وہ ہیں جو نماز پڑھتے دعوت رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور حج کرنے میں عام لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ لیکن ایسی وراثت کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ خدا اور رسول کی طرف سے کوئی نص نہیں۔ یہاں ملتی ہونے کا ذکر نہیں بلکہ وراثت کتاب ہونے کا ذکر ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں وراثت کتاب علمائے دین ہیں لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔ جب ان کے درمیان تفریق و تاویل قرآن میں شدید اختلاف ہے تو ان میں سے کس وراثت کتاب قرار دیا جائے۔ اگر سب وراثت کتاب ہیں تو کس کی بات کو فوقیت ہی ملے۔

ایک مشہور کتاب کا بیان بھی سن لیجئے جو بڑے پائے کے عالم سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی میں قسمیں کی ہیں، اول وہ جو ظالم نفسہ ہیں یعنی کتاب خدا کو پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ یہ جرم تو ہے مگر کافر نہیں لہذا کتاب خدا کے وارثوں میں یہ بھی ہیں۔ دوسرے میانہ رو ہیں یعنی کتاب خدا پڑھتے ہیں عمل بھی کرتے ہیں مگر پورا نہیں سمجھتے بعض احکام جھلاتے ہیں بعض نہیں۔ یہ بھی وراثت کتاب ہیں، کیونکہ گنہگار تو وہ ہیں مگر نائی نہیں۔ مومن ہیں کافر نہیں۔ اب رہی تیسری قسم یعنی وہ لوگ جو پوری سادگی سے احکام خدا کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ حقیقی وراثت کتاب اللہ یہی لوگ ہوسکتے ہیں۔ ان عالم صاحب نے کسی کو وراثت کہا ہے، جب بھی کتاب اللہ کے وارث ہیں پھر ان میں انتخاب کیا۔

کچھ نہیں) بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکہ اور فریب دہی کا وعدہ کرتے ہیں۔

بعض مغضوبوں نے یہ برادری ہے کہ اُس نے تمام انسانوں کو اپنا غلیظ بنا کر بھیجا ہے لیکن یہ تو غلطی ہے بھلا کافر و مشرک، غلام کار و بدکار، ظالم اور غارت گروں کے غلیظ کیسے کہے جاسکتے ہیں۔ خدا کا غلیظ تو نبی و امام کے سوا دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ بس صریح معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کا بائیسویں بنایا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی تم کو ان کے بعد پیدا کیا گیا۔ اگر پیدا کرتا تو تم کیا کرتے۔

دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کافر ہو بیٹھے ہیں وہ خدا کا کیا بگاڑتے ہیں اپنا ہی نقصان کر لیتے ہیں۔ کفر میں جتنے دن آگے بڑھتے جاتیں گے گناہوں کا بوجھ ان پر اور زیادہ کدنا چلا جائے گا اور جس قدر گناہ بڑھتے جاتیں گے اتنا ہی خدا کا نقصان ان پر زیادہ ہوتا جائے گا۔

پھر مشرکوں سے پوچھا جا رہا ہے یہ بتاؤ میں جہنم کو تم نے خدا کا شریک بنا کر قابل عبادت سمجھا ہے، انہوں نے زمین میں یا آسمان میں کوئی ایک چیز بھی پیدا کی ہے اگر کی ہو تو دکھا دو۔ اگر ایسا نہیں تو ان کو خدا کا شریک بنا کر تمہاری حماقت ہے۔ کیا خدا نے ان پر کوئی صحیفہ یا کتاب نازل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ خدا کی خدائی میں شریک ہیں۔ جیسا ایسا بھی نہیں پھر یہ کھلی باطل برتی ہے یا نہیں۔ جنت پرستی کے ابطال میں ایسی مضبوط دلیلیں ہیں کہ کوئی مشرک ان کی تردید نہیں کر سکتا۔ جب ان دلائل کو آنحضرتؐ نے پیش کیا تو کئی مشرک کی مجال رہتی کہ ان کے خلاف کہہ سکتا۔ لیکن کچھ چاہا وہاں سے چل جاتے تھے۔ آپؐ میں کہتے تھے بھلا کیسے ممکن ہے کہ جو عمل ہمارے باپ و ادا کرتے چلے آئے ہیں تمہارے کہنے سے ہم اس کو چھوڑ دیں۔ کیا ہمارے سب بزرگ اہم تھے بس ایک عقلمند میں شخص پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے دکھاتا تھا۔

إِنَّ اللَّهَ يُمَسِّكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۲۱﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ ۗ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿۲۲﴾ اسْتَكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرُ السُّجَىٰ ۗ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السُّجَىٰ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۗ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۗ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ

اللَّهُ تَحْوِيلًا ﴿۲۳﴾

بے شک اللہ آسمان و زمین کو اپنی جگہ سے ہٹنے سے روکے ہوئے ہے۔ اگر (بالفرض) یہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو پھر خدا کے سوا کوئی انہیں روک نہیں سکتا وہ بڑا بڑو بار اور جتنے والا ہے۔ یہ لوگ خدا کی بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا (یعنی غیر) آئے گا تو ہر امت سے زیادہ وہ ہدایت کے طلبگار ہوں گے لیکن جب ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تو اس کے آنے سے ان کی مکرشی اور بڑھی۔ بڑی تدبیروں کے ساتھ ان کی حضرت کو اور ترقی ہوتی ہی گئی اور بڑی تدبیر کی بڑائی تو بڑائی کرنے والے ہی پر پڑتی ہے (مسلم ہوتا ہے) یہ لوگ اگلے ہی لوگوں کے بتاؤ کے منتظر ہیں (اچھا یوں ہی ہی) تم خدا کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور نہ خدا کی عادت میں کوئی تغیر دیکھو گے۔

پچھلے دلائل تو حیکے بعد اب ایک اور دلیل پیش کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کون ہے جو آسمان و زمین کو اپنے مقام پر روکے ہوئے ہے۔ لاکھوں برس اس کا غبار کو یوں ہی چلنے ہوئے گور گئے۔ جن قواعد و قانون کے تحت وہ چل رہے ہیں۔ ان کو کوئی بگاڑ نہیں سکتا۔ یہ مشرک جمعہٴ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اب کوئی پیغمبر نہ آئے گا تو ہم اس کا کون ماہیں گے۔ لیکن جب کوئی ہمارا پیغمبر آیا تو یہ پھر اولا گئے اور اسے سنانے کی تدبیر کر کے لگے۔ یہ نہیں سمجھے کہ اس فریب کا وبال پڑے گا اس پر؟ انہی پر تو پڑے گا وہ نچ کر کہاں جاسکتے ہیں۔ جو مشران سے پہلے ان لوگوں کا ہوا وہی ان کا ہو گا۔ خدا کا طریقہ کار بدلنے والا نہیں۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۗ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿۲۳﴾ وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهِا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا جَاءَهُمْ فَأَنَّهُمْ قَانِ اللَّهُ كَانَ بَعْبَادِهِ بَصِيرًا ﴿۲۴﴾

تو کیا ان لوگوں نے زمین پر چل کر نہیں دیکھا کہ ان لوگوں کا انجام نظر کے سامنے آیا جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں

اور جو ان سے وقت میں بھی زیادہ تھے۔ خدا ایسا نہیں کر آسمانوں یا زمین میں سے کوئی چیز اسے ماجر کر سکے۔ وہ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اگر اس پر انہیں دھر پڑے تو پھر زمین پر کوئی ایک چلنے والا باقی رہے گا۔ لیکن خدا نے ایک وقت معین تک انہیں ڈھیل سے رکھی ہے (جو کڑا ہو کر لو) جب ان کا وقت آجائے گا تو (ہستے گا نہیں) خدا بالیقین اپنے بندوں کا حال دیکھ رہا ہے۔ (پس جو جیسا کرے گا ویسا ہی بدلہ پائے گا)۔

جن لوگوں پر خدا ایسا ہی نازل ہو چکا ہے ان کے نشانات رشتے زمین پر ابھی موجود ہیں۔ پس یہ کفار و مشرکین نازل پھر کر انہیں دیکھتے کیوں نہیں تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ خدا سے کس شی کرنے والوں کو خدا کیسی کسی سخت نزا نہیں دیا کرتا ہے کس کی طاقت ہے کہ خدا کو ماجر بنا سکے۔ خدا نے اپنے گناہگار بندوں کو جہالت سے رکھی ہے۔ اگر وہ پکڑنا چاہے تو رشتے زمین پر اس کے مواخذہ سے ایک بھی بڑھ سکے گا۔ جب وہ وقت آجائے گا تو پھر کہاں پناہ لے گی جس نے جیسا کیا ہو گا اس کی سزا پائے بغیر نہ سکے گا۔

سُورَةُ لَيْسٍ مَكِّيَّةٌ ۳۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَيْسٌ ۱ وَالْقُرْآنُ الْحَكِيمُ ۲ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۳ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۴ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۵ لِيُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤَهُمْ فَهُمْ غٰفِلُونَ ۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۷ إِنَّا جَعَلْنَا فِي آعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فَمَهِيَ إِلَى الْأَذْفَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ۸ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۹ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ

لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۱۰ إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۷ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۱۱

یلتس۔ اس پر حکمت قرآن کی قسم (اے رسول) بے شک تم پیغمبروں میں سے اور (دین کے) سیدھے راستہ پر (ثابت قدم) ہو جو پڑے مہربان غالب خدا کا نازل کیا ہوا ہے تاکہ تم ان کو ڈراؤ، جن کے باپ و ادا تم سے پہلے (کسی پیغمبر سے) ڈراتے نہیں گئے اور وہ (دین سے بالکل) بے خبر ہیں اور ان میں سے اکثر پر تو (غدا کی باتیں) بالکل ٹھیک پوری آتیں۔ یہ لوگ تو ایمان لائیں گے نہیں۔ ہم نے ان کی گردنوں میں (بجاری) طوق ڈال دئیے ہیں جو ان کی ٹھڈیوں تک پہنچے ہوئے ہیں کہ وہ گردنیں اٹھائے ہوئے ہیں (سرخجھا نہیں سکتے) ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے پھر اوپر سے ان کو ڈھانک دیا ہے جس سے وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ (اے رسول) ان کے لیے برابر ہے چاہے انہیں ڈراؤ چاہے نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تم تو اس شخص کو ڈرا سکتے ہو جو نصیحت مانے اور بے دیکھے بھالے خدا کا خوف رکھے تو تم ان کو نکالوں کی سمانی اور اچھے اجر کی خوشخبری دے دو۔

تفسیر صافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ لیس اس حضرت علی المرتضیٰ سلم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کفار و مشرکین جو کہ آپ کو جھوٹا مانتے تھے لہذا اس سورہ میں سب سے پہلے حضور کی رسالت کی تصدیق کی گئی اور یہ بھی بتایا گیا کہ آپ جس دین کو پیش فرماتے ہیں وہ صحیح راستہ ہے باقی سب غلط راستے ہیں جو گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ تمہارا یہ خیال ہی غلط ہے کہ قرآن کو آنحضرتؐ نے خود گڑھا لیا ہے بلکہ یہ خلیفہ حکیم خدا کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ ہم نے ایک مقصد خاص کے لیے اپنے رسول کو بھیجا ہے کہ حضرت علیؑ کے بعد سے کوئی رسول نہیں آیا۔ لہذا اس نذر میں کفار و مشرکین کے باپ و ادا کو چند سوال کے اندر صواب خدا سے ڈرایا نہیں گیا۔ پس ان کے باپ و ادا غفلت میں پڑے۔ اور بھلے خدا کے نذر کو نہیں سمجھتے۔ ان کی دیکھا دیکھی یہ لوگ بھی وہی کہتے ہیں۔ لیکن کفر و شرک ان کے اندر ایسا رہا جس کیسے کہ یہ ایمان لانے والے نہیں۔ لیکن لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم نے ان مشرکوں کی گردنوں میں طوق ڈال دئیے ہیں کہ یہ سزاؤ پر کو نہیں اٹھا سکتے۔ ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دو دیواریں بکھری کر دی ہیں جن کی وجہ سے یہ جنت والوں کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اے رسول! تم ان مشرکوں کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ تو ایمان لانے والے ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کو ڈرانے سے کیا فائدہ۔ ان کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ ڈرانے تو ان کے لیے ہی مفید ہو سکتا ہے جو بے دیکھے بھالے خدا سے ڈرنے والے ہوں۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَوَكَّلْنَا لِكُلِّ شَيْءٍ أَحْصِيئَهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿۱۱﴾

ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو عمل انہوں نے کیے ہیں اور دنیا میں جو آثار چھوڑے ہیں وہ سب ہم لکھ لیتے ہیں اور امام مبین میں گیدہ دیا ہے۔

نشانات جو رکھے جاتے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ کوئی شخص ایسی عمارتیں بنوا گیا ہے جن میں عمل غیر ہوتا ہے جیسے مسجد مدرسہ، امام ہاؤس، لائبریری، کونواں وغیرہ جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گی اور ان سے لوگ فائدہ اٹھائیں گے، مرنے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ دوسرے وہ آثار ہیں جن کا تعلق نفوس انسانی سے ہے مثلاً اولاد کی تربیت اور لوگوں کو اچھی تعلیم دینا تو جب تک اس تعلیم کا اثر ہے گا ثواب ملتا ہے گا اور اگر بری تعلیم دی ہے لوگوں کو گمراہ کیا ہے تو مستحق عذاب ہوتا ہے گا۔

امام مبین سے مفسرین نے لوح محفوظ مراد لی ہے۔

علاوہ شیعہ نے لکھا ہے کہ امام مبین سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت آنحضرتؐ کے پاس حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کھڑے تھے۔ دونوں نے پوچھا، امام مبین سے مراد تو ریت ہے؟ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا، کیا انجیل مراد ہے؟ فرمایا، نہیں۔ پھر پوچھا، کیا قرآن ہے؟ فرمایا، نہیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ سامنے سے نمودار ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا، یہ ہیں امام مبین۔ اس کی تائید میں وہ روایت ہے جو بحوالہ الدریک سیوطی نے بیان کی ہے کہ بعد میں جمید ابن جریر اور ابن خاتم نے اس آیت کے ساتھ روایت کی کہ ہر چیز کا ایک پیشوا ہے جو خدا کے نزدیک محفوظ ہے اور وہ علیؑ ہیں۔ (تفسیر مشکوٰۃ ص ۱۰۱)۔ تفسیر صافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امیر علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم وہ امام مبین ہیں۔ میں حق و باطل کو صاف صاف بیان کر دیتا ہوں اور میں نے یہ عہدہ حضرت رسولؐ خدا سے وراثت میں پایا ہے۔ اجماع طبری میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا، لوگو، کوئی علم ایسا نہیں کہ جسے خدا نے مجھے تعلیم نہ فرمایا ہو اور میں نے علم کو دیکھا ہو۔ جو علم مجھ پر نازل ہوا ہے میں نے اس کو امام مبین علیؑ میں احصا کر دیا ہے۔

علامہ ہروی اعلیٰ اللہ تعالیٰ نے "مواہظہ حسنہ" میں بیان فرمایا ہے کہ عربی زبان میں شمار کرنے کے لیے دو لفظ ہیں ایک لفظ عدد ہے دوسرا احصاء۔ عدد زانی شمار کہتے ہیں اور احصاء عملی شمار۔ نصیحت سنی میں لکھی کو کہتے ہیں۔ سب کا مقدمہ تھا کہ جب شمار میں ہونے کا اندیشہ ہوتا تو ٹکروں پر شمار کرتے۔ اس کو احصاء کہتے تھے۔ پس آیت کے معنی یہ ہونے کے علاوہ شمار کا احصاء ہے امام مبین کے اندر کر دیا ہے۔ قرآن میں عملاً احصاء کی چیزیں تھیں۔ لہذا قرآن مراد نہیں بلکہ وہ شخص مراد ہے جس سے اور تعلیم قرآن کی عملی صورتیں باقی رہیں۔ یعنی وہ جتنا کتابہ کرنا سہل و آسان ہے اور کونسا قابل سزا۔ قرآن میں سب سے زیادہ ہے اور امام مبین اس کی عملی تفسیر ہے۔ اگر امام مبین اس کی عملی صورت بتائے والا نہ ہو تو قرآن سے عملی صورت

۳
۲
۱
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کیے لی جائے گی مثلاً قرآن نازل ہوا ہے کہ میں نے یہ نہیں بتایا تھا اس کی عملی صورت کیا ہوگی یہ امام مبین بتائے گا۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۲﴾ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَهُكُم مُّرْسَلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ؕ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿۱۴﴾ قَالُوا رَبَّنَا عَلَّمْنَا إِيَّاكَ مَا كُنَّا نَلْمُهُمْ إِنَّ آيَاتِكَ لَبِظُنًا عَسَىٰ لَنَا لَعْنٌ وَإِلَهُكَ الْعِزَّةُ الْمُبِينُ ﴿۱۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۱۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۱۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۱۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۱۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۰﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۱﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۲﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۳﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۴﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۲۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۰﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۱﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۲﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۳﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۴﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۳۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۰﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۱﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۲﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۳﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۴﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۴۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۰﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۱﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۲﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۳﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۴﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۵۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۰﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۱﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۲﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۳﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۴﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۶۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۰﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۱﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۲﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۳﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۴﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۷۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۰﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۱﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۲﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۳﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۴﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۸۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۰﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۱﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۲﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۳﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۴﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۵﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۶﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۸﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۹۹﴾ قَالُوا إِنَّا نَطَّيَّرْنَا بِكُمْ ؕ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَرَجِمْنَاكُم بِحِجَابِ الْمُقَدَّسِ إِيَّاكُمْ ﴿۱۰۰﴾

لے رسول تم ان سے ایک گول کا تھپتھپان کر دو کہ جب ان ہمارے پیغمبر کے اس طرح کہ جب ہم نے ان کے پاس دو پیغمبر (یوحنا اور یونس) بھیجے تو انہوں نے دونوں کو جھٹلایا۔ تب ہم نے ایک تیسرے پیغمبر سے (موسیٰ) ان کو مدد دی تو ان نبیوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس خدا کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ وہ کہنے لگے تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو، خدا نے کچھ (تم پر) نازل نہیں کیا ہے، تم سب کے سب جھوٹے ہو۔ تب ان پیغمبر نے کہا ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ تم یقیناً اسی کے بھیجے ہوئے ہیں اور (تم مانو یا نہ مانو) ہمارا فرض تو حکم کھانا حکام کا پہنچا دینا ہے وہ کہنے لگے ہم نے تم لوگوں کو بہت منحوس پایا (تمہارے آتے ہی قحط میں مبتلا ہوتے) اگر تم اپنی

بانوں سے باز آؤ گے تو تم تمہیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور تم کو یقیناً ہمارا دردناک عذاب پہنچے گا۔ پیغمبروں نے کہا تمہاری کوئی تمہارے ساتھ ہے کیا جب نصیحت کی جاتی ہے تو تم اُسے فالی بد کہتے ہو۔ تم خود اپنی حد سے بڑھ گئے ہو ایک شخص شہر کے اُس سر سے وڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا اے قوم ان پیغمبروں کا کہا مانو ان لوگوں کا ضرور کہنا مانو جو تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی مزدوری نہیں مانگتے اور وہ لوگ ہدایت یافتہ بھی ہیں۔

یہ آیات ایک فقرہ کے متعلق ہیں جب انظاکر والوں کی گمراہی حد سے بڑھ گئی تو حضرت عیسیٰ نے حضرت یحییٰ اور یونس کو اپنے دین کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھے آدمی حبیب التجار کو دیکھا سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دے کر پوچھا تم لوگ کون ہو اور یہاں کیسے آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم شہر والوں کو خدا کی عبادت کی طرف توجہ کرنے اور توبہ کی ترغیب سے روکنے کے لیے آئے ہیں۔ وہ بولا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ تم خدا کے فرستادہ ہو انہوں نے کہا ہم خدا سے دعا کر کے بیمار کو اچھا کر دیتے ہیں اُس نے کہا میرے لڑکے کو جو عرصہ سے بیمار ہے اور تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے ہیں اگر اچھا کر دو تو جالوں۔ انہوں نے کہا، اُسے لے آؤ۔ وہ دوڑا ہوا گیا اور لے آیا۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو وہ ایمان لے آیا۔ اُس کے بعد ورن پیغمبر شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اس سے بھی اسی قسم کی باتیں ہوئیں۔ اُس نے کہا، اسی تم لوگ شہر میں اس بار میں نظر کروں گا۔ اس کے بعد یہ لوگ اور لوگوں کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔ ایک دن بادشاہ کی سواری جاری تھی کمان بھرتا ہے تجھ کی آواز بلند کی۔ بادشاہ کو کرا معلوم ہوا، اس نے ان دونوں کو بتیاج میں قید کر دیا جب یہ پیغمبر حضرت عیسیٰ کو معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت شمعون کو جو آپ کے صحیفہ تھے ان کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو شہر پناہ کے دروازہ کے پاس انہوں نے کہا تم کون ہو اور کیسے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں اس لیے یہاں آیا ہوں کہ خدا کی عبادت کروں۔ غرض یہ داخل شہر ہو گئے۔ جب بادشاہ کے پاس پہنچے تو اُس نے ان کو اسی بتیاج میں عبادت کرنے کا حکم دیا جہاں سچی و نوسن قید تھے۔ اس کے بعد برابر بادشاہ کے پاس جاتے رہے۔ بادشاہ کو ان سے محبت ہو گئی اور وہ ان سے ملنے کی سعادت میں مشغول رہے۔ ایک دن موقع پکار کہنے لگا ان بتیاجوں میں دو انہی آدمی کون ہیں؟ بادشاہ نے کہا، وہ دونوں ایک نئے دین کا پیغام لے کر آئے تھے اس لیے میں نے ان کو قید کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا، انہیں بلا کر پوچھنا تو چاہیے کہ وہ کہتے کیا ہیں۔ اُن سے پہلے ہی کہہ آئے تھے کہ جب میں بولوں تو تم وہاں میری شناسائی کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بنے رہنا۔ غرض ایک روز دونوں کو بلایا گیا۔ حضرت شمعون نے کہا، آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم بیمار کو اچھا کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم تمہارا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایسے اندھے کو بلایا گیا جس کی آنکھوں کے نشان بھی نہ تھے۔ حضرت شمعون نے کہا اے بیٹا مردو۔ انہوں نے دعا کی تو آنکھوں میں شگاف ہو گیا۔ پھر سچی کے دو ڈھیلے ان میں رکھے تو وہ سیاہے ہو گئے۔ حضرت شمعون نے پوچھا تمہارے خدا میں اور کیا قدرت ہے؟ وہ بولے، مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ فرمایا، بادشاہ کے بیٹے کو جسے تم نے مردہ ہو گیا ہے زندہ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا ضرور غرض وہ دونوں اس کی قبر پر گئے اور دعا کی وہ زندہ ہو کر قبر سے نکل آیا اور کہنے لگا، میں فلاں فلاں صورت لوگوں کی دعا سے زندہ ہوا ہوں۔ پھر اُس نے دونوں کو چھان بھی لیا۔ ترقیہ وہ دونوں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جانے لگے اور فرماتے، بادشاہ

ایمان لے آیا مگر اور لوگوں نے ان کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور اپنے کفر پر جمے رہے اور ان حضرات کو تانا شروع کر دیا تو حبیب التجار نے امر شاکش کی۔ اس پر ان لوگوں نے اُسے تانا مارا کہ وہ بے جا رہی جنت ہوا۔

اس وقت میں یہ بتایا گیا ہے کہ طوق ہدایت ذرا سادہ مل جانے میں کس طرح بات بگڑ جاتی ہے۔ اگر حضرت یحییٰ اور یونس اس تکرار کے تحت ایشاد ادا سے بچنے نہ ہوتے اور ان کو قید نہ کرتے حضرت شمعون نے جن تدریس سے کام لیا تو مقصد ہدایت پورا ہو گیا۔ یہ بتیاج ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے ان کو قید کر دیا۔ اول آں فرعون جس نے موسیٰ کی تصدیق کی دوسرے حبیب التجار جس نے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی۔ ان تینوں میں حضرت علی کی تصدیق کام تر سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے اول عمر سے آخر عمر تک تصدیق کی۔

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۶﴾ مَا أَخَذَ
 مِنْ دُونِهِ إِلَهَةٌ إِنْ يُرَدُّنَ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ
 شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ﴿۲۷﴾ إِنْ أَرَادْتُمْ أَنْ تُضِلُّوا مُبِينٌ ﴿۲۸﴾ إِنْ أَمِنْتُ بِرَبِّكُمْ
 فَاسْمِعُونِ ﴿۲۹﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾
 بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿۳۱﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ
 مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ﴿۳۲﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا
 صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خُمُودٌ ﴿۳۳﴾ يُحْسِرُ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ
 مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۳۴﴾

اور مجھے کیا (خط) ہوا ہے کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اُس کی عبادت نہ کروں۔ حالانکہ تم سب اسی کی طرف
 لوٹ کر جاؤ گے کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسروں کو سبوتاؤں۔ اگر خدا مجھے کوئی تکلیف پہنچا یا چاہے تو نہ تو اُن کی
 سزا میں سے کچھ کام لے سکتی اور نہ یہ لوگ مجھے (اس صید سے) چھڑا ہی سکیں گے (اگر ایسا کروں) تو اس وقت میں صبحی
 گمراہی میں ہوں گا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا تو میری بات سنو اور ان لوگوں نے اسے سنا کر ڈالا
 (تب اسے) خدا کا حکم ہوا کہ جنت میں جا (اُس وقت ہی اُسے قوم کا نبیال آیا تو کہا) کاش میری قوم جان لیتی کہ میرے
 خدا نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت دار لوگوں میں شامل کیا۔ ہم نے اس کے مرنے کے بعد اس کی قوم پر (تاہی
 کے لیے) نہ تو کوئی آسمان سے شکر اتارا اور نہ ہم (اتنی ہی بات کے لیے شکر) اتارنے والے تھے وہ تو صرف
 چنگھاڑتی تھی جس کے بعد وہ (پہنچ سہری کی طرح) خاموش ہو کر رہ گئے۔ اُسے افسوس ان لوگوں کے حال پر کہ
 جب اُن کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کے ساتھ سخریاں ضرور کیا۔

ہر ایک اپنے اپنے فلک میں پھیر لگا ہے ہیں اور ان کے لیے (میری قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا پھر کشتی کی مثل ان کے لیے اور وہ چیزیں (کشتیاں) پیدا کر دیں جن پر یہ لوگ سوار ہوا کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان سب کو ڈبو دیں، پھر کوئی ان کا فریاد نہ کرے اور نہ وہ چھٹکارا ہی پاسکتے ہیں۔ مگر ہماری ہر باتی سے وقت خاص تک چینی کرنے کے لیے ایسا ہوتا ہے۔

بعض مفسرین نے پہلی آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے تمام انسانوں کے جوڑے تین چیزوں سے پیدا کیے یعنی اس چیز سے جو زمین سے اگتی ہے جیسے گھاس پات پھل پھلاری اور ترقاری۔ ان چیزوں سے انسان کا مادی جسم بنتا ہے۔ دوسری چیز نفس ہے اور تیسری چیز وہ ہے جس کو لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ روح ہے۔ انسان کے لیے تین ہی عالم ہیں، عالم مادی، جہاں موت کے بعد جسم رہتا ہے۔ یہیں سے پیدا ہوتا ہے یہیں چھوٹ جاتا ہے۔ دوسرا عالم برزخ ہے۔ نفس انسانی چونکہ برزخی مادہ سے بنتا ہے لہذا اس کے بعد میں روح کے عالم برزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ تیسرا عالم حیات یعنی آخری عالم روح ہے وہاں کی ہر لذت روح کو کیف بخشتی ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ جسم و نفس بھی ہوں گے لیکن کیفیت اسی کو مائل ہوگا۔ ان تین میں سے ہر ایک کی ایک خفا ہے۔ دنیاوی جسم کی غذا مادی چیزیں ہیں، نفس کی غذا تقویٰ ہے اور روح کی غذا معرفت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرماتا ہے ان میں سے پہلی چیز ہے کہ زود مادہ بنائے۔ ان کے اجسام کی ساخت میں فرق پیدا کیا۔ ان کی شکل و طہا ہر انسان کے نگاہ ان کے حالات و خصائل میں اختلاف پیدا کیا۔ ہر جسم پر نفس و روح کے تصرفات پیدا ہیں۔ ارادہ میں فرق سمجھتے ہیں فرق حمیت و غیرت میں فرق۔ گویا ایک ایک بیکر کو لاکھ لاکھ طریقے سے سمایا ہے۔

دوسری نشانی رات میں سے دن کو نکالنا ہے اور رات کو دن میں سے۔ تاکہ کبھی دن بڑا ہو کبھی رات۔ اور اس طرح ہمارے گرمی کے موسم آتے جاتے رہیں۔ دن کی روشنی کے بعد اس طرح رات کی تاریکی رفتہ رفتہ چھائی چلی جاتی ہے۔

تیسری نشانی سورج کا قدرت کے مقرر کیے ہوئے اندازہ کے مطابق ہر روز چلتے رہنا۔ کیا مجال کہ منٹ اور سینڈ کا فرق تو ہو جاتے۔ جس راستہ سے جانا معین کر دیا ہے اسی راستہ سے جاتا ہے۔

چوتھی نشانی ہاتھ ہے۔ یہ سورج کی طرح ایک حالت پر نہیں رہتا۔ گھٹا بڑھتا رہتا ہے۔ سورج کی روشنی تیز ہوتی ہے، اس کی ٹھنڈی۔ چہینے کے آخر میں کجھور کی روشنی ہوتی ہے، اس کی طرح پتلا اور حمیدہ ہو جاتا ہے۔ یہی طریقہ اس کے لیے معین کر دیا گیا ہے کہ وہ طاقت اس کے خلاف کر کے نہیں دکھا سکتی۔

کیوں کہ جب بات ہے کہ ایک سال میں ایک سورج کے قائم مقام بارہ جگہ ہوتے ہیں۔ نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ پھر سب کی صورتیں اول سے آخر تک ایک ہی رہتی ہیں۔ تین دن کا اس کی روشنی کم رہتی ہے۔ چوتھی نشانی میں اگر روشنی بڑھ جاتی ہے پودوں منزل پر پوری طرح روشن ہو جاتا ہے۔ آخر میں جا کر تین دن غائب ہوتا ہے۔ پہلی کو پھر رجعت کرتا ہے۔ عبادت کے اوقات کا تقین چاند ہی سے متعلق کر دیا گیا ہے۔ عید ہو، بقر عید ہو، رمضان ہو، نماز ہو، زکوٰۃ ہو، خمس ہو، حج ہو سب چاند ہی کے حساب سے ہوتے ہیں۔ جسے چاند کی معرفت نہیں اس کی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شخص کو چاند کی تار پھانسی میں علم نہیں اور وہ حج کے کام کے خلاف حج کرنے کو اس کا حج باطل ہوگا۔ اسی طرح دیگر عبادات کا حال ہے۔

پانچویں نشانی یہ ہے کہ اس نے نوح کی بھری ہوئی کشتی کو ڈوبنے سے بچایا جو پانی کی اتنی بلندی پر جا رہی تھی کہ بہاؤ بھی اس کی کہلوں میں چھب گئے تھے پھر کشتی کے علاوہ اور بھی بہت سی سواریاں فوٹنے عطا فرمائی ہیں جن پر لوگ سوار ہو کر ادھر ادھر آتے جاتے ہیں اور اپنی ریزی مائل کرتے ہیں۔ جیسے بڑے بڑے جہاز۔ آئیر۔ اگر خدا چاہے تو ان سب کو ڈبو دے اور پھر ڈوبنے والوں کی فریاد کو کوئی سننے والا نہ ہوگا اور کوئی ڈوبنے سے بچائے والا۔ مگر اس نے دنیا کی زندگی کے چند دن آرام سے بسر کرنے کے لیے چھوٹے دیئے ہیں اگر وہ قدرت کی ان تمام نشانیوں کو دیکھ کر بھی انسان اس کو نہ پہچانے تو پھر اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کہاں ہوگا۔

وَإِذْ أَقِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۳۶﴾

وَمَا تَأْتِيكُمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّكُمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۳۷﴾

وَإِذْ أَقِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا رَزَقَكُمْ اللَّهُ لَاقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَلَّذِينَ

آمَنُوا الظُّعُمُ مَنْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ أَطَعَمَهُمْ إِنَّ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ

مُتَّبِعِينَ ﴿۳۸﴾

جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ (اس عذاب سے) ڈرو، جو تمہارے پیچھے بھی ہے اور تمہارے سامنے بھی۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے (تو پروا نہیں کرتے) اور ان کے لب کی نشانیں ہیں سے، جب کوئی نشانی آتی ہے تو فوراً اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق تمہیں اللہ نے دیا ہے اس میں سے کچھ راہ خدا میں بھی دو تو کافروں کا ایمان والوں سے کہتے ہیں کیا ہم ان لوگوں کو کھلائیں (جنہیں تمہارے خیال کے مطابق خود خدا کھلاتا ہے۔ تم لوگ بس صریحی مگر ای میں پڑے ہوئے ہو۔

خدا اپنی توحید اور بنی نوح انسان پر اپنے اسمائے بتانے کے بعد فرماتا ہے کہ جب ان کافروں کو اس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے جو ان کے آگے پیچھے لگا رہتا ہے تو اس کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے اور ہم اپنی قدرت کی کسی نشانی کی طرف جب متوجہ کرتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، سمجھنے کی کوشش کرتے ہی نہیں۔ جو رزق ان کو اللہ نے دیا ہے اگر اس میں سے کچھ راہِ خدا میں خرچ کرنے کو کہا جاتا ہے تو عزیب و ممنون سے کہتے ہیں ہم سے کیوں مانگتے ہو، تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ سب کو خدا ہی رزق دیتا ہے پھر اس سے کیوں نہیں مانگتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر و شرک نے ان کے روحانی فضا ال

بھی ان سے چھین لیے۔ انسانی افتراق کا تقاضا یہ تھا کہ اگر کسی محتاج کو مجھو کہہ کر اس کی مدد کرے۔ مگر وہ تو ایسے سنگدل بن گئے ہیں کہ کسی مصیبت زدہ پر رسم کھانا ہانتے ہی نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۳۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۰﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَاذْهَبَ الَّذِينَ الِاجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿۴۱﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا إِنَّ هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۴۲﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۴۳﴾

(اور مسلمانوں سے اذراہ سخن) کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو ذرا یہ تو بناؤ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ (اے رسول) یہ لوگ ایک سخت چنگھاڑ (صوت) کے منتظر ہیں، انہیں ایسے وقت لے ڈالے گا جب یہ لوگ باہم جھگڑ رہے ہوں گے اور پھر یہ لوگ ذرہ و صیت ہی کر لے جائیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ کر ہی آسکیں گے۔ اور جب دوبارہ صور پھول کا جائے گا تو اس وقت یہ سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی بارگاہ کی طرف چل پڑے ہوں گے اور کہیں گے ہائے یہ ہیں کس نے قبروں سے اٹھا کر لیا کیا (اُن سے کہا جائے گا) یہ وہی (قیامت کا) دن ہے جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے بھی سچ کہا تھا (قیامت تو) بس ایک سخت چنگھاڑ ہوگی پھر یہ سب کے سب (ایک ایک) ہمارے حضور میں حاضر کیے جائیں گے۔

گھارو مشرکین مسلمانوں سے ہمیشہ قیامت کے منتظر پھیٹھاڑ کرتے تھے۔ جب انہیں قیامت سے ڈرایا جاتا تھا تو اذراہ سخن کہتے کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ وہ آئے گی کب؟ خدا فرما رہا ہے، مگر تو مت اجاب کہے گی تو یہ ایک

تفسیر القرآن

آپ سے گی نہیں تو سانس لینے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ ایک صحیح نبی سب کا قہقہہ مٹا دیتا ہے۔ دوسرا صور پھلکے ہی تم سب قبروں سے نکل پڑو گے، تب پتہ چلے گا کہ جس قیامت کا اعلان کرتے ہیں وہ آج کا دن ہے۔ بتاؤ اس وقت کیا ہو گے۔ خدا کی گرفت سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔

فَالْيَوْمَ لَا تَنْظِلُهُمْ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۴﴾ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ ﴿۴۵﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ مُتَكِونَ ﴿۴۶﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ ﴿۴۷﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ ﴿۴۸﴾ وَأَمَّا زَوْجَا الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۴۹﴾

آج (روز قیامت) کسی نفس پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا اور جو کچھ تم عمل کر چکے ہو اسی کا بدلہ تم کو دیا جائے گا۔ آج جنت والے ایک ایک (دوپٹے) مشغلہ میں جی بہلا رہے ہیں۔ وہ اور ان کی بی بیوں درختوں کے سایہ میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کے لیے میوے ہیں اور جس چیز کو ان کا دل چاہے گا وہ حاضر ہوگی۔ مہربان پروردگار کی طرف سے سلام کا پیغام آئے گا۔ لے گئے گا رو با تم ان سے الگ ہو جاؤ۔

جو لوگ دنیا میں ہمیشہ نیکیاں کرتے رہے ہوں گے اور جن کے اعمال نامہ پر غلط کاریوں کے دہشتے نہیں ہوں گے انہیں زیادہ دیر روکا نہ جائے گا اور وہ جلد جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ اور ان کے گنہگار ساتھی جو ان کے ساتھ کھڑے ہونگے ان کو ان سے جدا کر دیا جائے گا۔ دنیا میں جو تعلقات ان کے درمیان تھے آج وہ سب قطع ہو جائیں گے۔ گنہگار جنت میں جانے والوں کو حسرت سے دیکھتے رہ جائیں گے۔

الْمَاعَهْدِ الْيَوْمِ لِبَنِي آدَمَ إِنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۱﴾ وَإِنْ أَعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿۱۲﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ

وقف غفران ۱۲

تَوَعَدُونَ ﴿۳۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۴﴾ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ
 افْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيَهُمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۳۵﴾
 وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلٰى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَلَا يَبْصُرُونَ ﴿۳۶﴾
 وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مَشْيًا وَلَا لِيَرْجِعُونَ ﴿۳۷﴾
 وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۗ اَفَلَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾

اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو اور تمہارا اکل و دشمن ہے اور یہ
 کو میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ اس (شیطان) نے تم میں بہت سوں کو گمراہ کر چھوڑا تو کیا تم اتنا
 بھی نہیں سمجھتے تھے۔ یہ وہی جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو اب چونکہ تم کفر کرتے تھے لہذا اب تم
 جہنم میں چلے جاؤ۔ آج ہم ان کے مونہوں پر پتھر لگا دیں گے اور جو کارستانیاں وہ دُنیا میں کیا کرتے تھے
 ان کے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔ اگر تم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو ٹونڈ دیں تو
 یہ لوگ راہ کو پڑے چکر لگا کے ڈھونڈتے پھریں گے مگر کہاں دیکھ پائیں گے اور اگر تم چاہیں تو جہاں یہ ہیں
 ان کی صورتیں بدل کر (پتھر، مٹی کی) بنا دیں۔ پھر نہ تو ان کو آگے جانے کا قابو ہے نہ گانہ گھر کو لوٹ سکیں پھر
 ہم جس کو زیادہ عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو ہم الٹ دیتے ہیں۔ تو کیا یہ اتنی سمجھ بھی نہیں رکھتے۔

خدا اپنے بندوں کو روزِ اُکث کا عہد یاد دل رہا ہے۔ جب ہم نے کہا تھا اَللّٰهُمَّ بَرِّئْنَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (اور ہمارے) تو کیا
 تم سب نے جلی (ہاں) نہیں کہا تھا، یعنی ہماری ربوبیت کا اقرار نہیں کیا تھا؟ کیا ہم نے تم کو یہ نہیں بتا دیا تھا کہ شیطان کی
 عبادت نہ کرو نہ میری عبادت کرنا۔ یہی تمہارے لیے سیدھا راستہ ہے۔ گو تم دُنیا میں جا کر اپنا یہ عہد بھول گئے اور بجائے
 میرے شیطان کی پوجا کرنے لگے۔ ہم اسے پیڑوں نے تمہیں بار بار تو کا مگر تم نہ مانے۔ تمہیں کتنا عذاب جہنم سے ڈرایا مگر تمہارے
 کان پر چونکے رہے۔ تو اب جہنم کی آگ کا مزہ چکھو۔

آج ہم تمہاری جھوٹی زبان سے تمہارے اعمال کی گواہی دلوانا نہیں چاہتے بلکہ تمہاری گواہیوں کی زبان سے تمہارا
 گنہگار ہونا ثابت کرتے ہیں۔ دیکھو یہ تمہارے ہاتھ آج بول رہے ہیں اور تمہارے ہیں کہ تم نے ان سے کیا کیا بدکاریاں کی تھیں۔

یہ تمہارے پاؤں بول رہے ہیں کہ تم ان سے کہاں کہاں گناہ کرنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ یہ ہمارے ہاوسوں تھے
 جو تمہارے ایک ایک کام کو دیکھتے رہتے تھے۔ کیا تم انہیں جھٹلا سکتے ہو، ہم یہ بھی کر سکتے تھے کہ جب تم گناہ کرنے
 کے لیے چلتے تو تمہاری آنکھوں پر پردہ ڈال دیتے اور تم اندر سے بن کر راستہ ٹھوٹے پھرتے۔ اگر ہم چاہتے تو تمہاری
 ساخت بگاڑ کر رکھ دیتے تو تم نہ آگے بڑھ سکتے تھے نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ کیا تم نے اس پر نظر کی کہ تم جب بچے
 تھے تو کتنے کمزور تھے نہ بول سکتے تھے نہ چل پھر سکتے تھے۔ پھر تم کو جوان بنایا۔ پھر تمہیں زیادہ عرشے کر دوارہ پہلی حالت
 کی طرف لوٹا دیا۔ تم پھر بچوں کی طرح بن گئے۔ نہ بولنے کی طاقت ہی نہ چلنے پھرنے کی۔ تمہاری عقل و صحت ہو گئی تمہارے
 جذبات مر گئے۔ تم ایک منصف گوشت بن کر رہ گئے۔ ہم سب کچھ کر سکتے تھے مگر تمہیں ہمت دیتے تھے کہ شہید
 سمجھا جاؤ۔ اور ہمیں اپنا خدا سمجھ کر عبادت کرنے لگو مگر تم ایسے کہاں تھے کہ ان باتوں پر غور کرتے۔ ہتھوڑی شیطان
 کے حال میں چھپے ہے۔ پس اب تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں۔ اب اپنے اعمال بد کی سزا تمہیں بھگتنا ہوگی۔ جہنم
 کے سوا اب کس میں تمہارا ٹھکانہ نہیں۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْآنٌ
 مُّبِينٌ ﴿۳۹﴾ لِيُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۴۰﴾
 اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ
 لَهَا مَلِكُونَ ﴿۴۱﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا
 يَأْكُلُونَ ﴿۴۲﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۗ اَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۴۳﴾
 وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِلٰهَةً لَّعَلَّهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۴۴﴾ لَا
 يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُذُءٌ مُّحْضَرُونَ ﴿۴۵﴾ فَلَا
 يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۴۶﴾

ہم نے اس (پہنمبر) کو نہ شعر کی تعلیم دی ہے اور نہ شاعری اس کی شان کے لائق ہے۔

یہ (کتاب) تو بڑی نصیحت ہے اور صاف صاف قرآن ہے تاکہ جو زندہ دل ہوں ان کو عذاب سے ڈلایا جائے اور کافروں پر (عذاب کا) قول ثابت ہو جائے۔ (اور حجرت باقی نہ ہے) کیا ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ہم نے ان کے فائدے کے لیے جو پائے اس چیز سے پیدا کیے جسے ہماری قدرت نے بنایا تو یہ لوگ (غواہ مخواہ) مالک بن بیٹھے۔ پھر ہم نے جو پاؤں کو ان کا طبع بنایا۔ ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں بعض کو کھاتے ہیں اور جو پایوں میں ان کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور پینے کی چیز ہے (دودھ)۔ تو کیا یہ لوگ اس پر بھی شکر نہیں کرتے۔ اور انہوں نے خدا کو چھوڑ کر (فرضی) معبود بنالیے ہیں تاکہ ان سے انہیں کچھ مدد ملے حالانکہ وہ ان کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے۔ اور یہ کفار ان معبودوں کے لشکر ہیں اور قیامت میں ان سب کی حاضری لی جائے گی۔ اے رسول، تم ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہو، جو کچھ یہ لوگ چھپا کر کرتے ہیں اور جو حکم کھلا کرتے ہیں ہم سب جانتے ہیں۔

کفار حضور کے ردو عالم پر الزام لگاتے تھے کہ آپ شاعر ہیں اور قرآن میں جو کچھ ہے سب شاعری ہے آخرت کے متعلق سب باتیں شاعرانہ تخیلات ہیں جن کا تحقیق سے کوئی تعلق نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو شعر کہنے کی تعلیم ہی نہیں دی وہ شعر کہتے ہی نہیں اور نہ شاعری ان کو زیب دیتی ہے۔ اگر حضور شکر کہتے ہوتے تب تو یہ الزام کسی حد تک ٹھیک ہوتا لیکن جب انہوں نے عمر بھر شعر کہا ہی نہیں تو پھر یہ الزام کیسا؟ مگر ان شاعری نہیں ہے بلکہ یہ تو سرنا یا نصیحت ہے۔ ہم نے اس کو اس لیے نازل کیا ہے کہ جن لوگوں کے ضمیر مردہ نہیں ہوتے جن کی عقلوں پر پردہ نہیں پڑا ہمارا رسول ان کو عذاب آخرت سے ڈرائے۔ کیا غضب کی بات ہے کہ یہ لوگ خدا کے ان احسانات کو بالکل بھولے ہوتے ہیں ان کو ہزار ہا فائدے پہنچے ہیں۔ کیا یہ جو پائے جن کے یہ مالک بنے بیٹھے ہیں انہوں نے خود بنائے ہیں۔ ان کو تو ہم نے اپنی قدرت کا ملہ سے بنایا ہے اور ہم نے ہی ان کو ان لوگوں کا نابعدار بنا دیا ہے، ورنہ یہ ان پر قابو حاصل نہ کرنے کی صورت میں کیسے فائدہ اٹھاتے۔ وہ ان پر سواری بھی کرتے ہیں ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں، ان کا دودھ بھی پیتے ہیں۔ کیا ان سب منافق کے پیش نظر ان کو خدا کا شکر گزار نہ ہونا چاہیے اور جیسے خدا کی عبادت کرنے کے انہوں نے اور بہت سے فرضی معبود بنالیے۔ تاکہ وہ بوقت مصیبت ان کی مدد کریں وہ کیا ان کی مدد کر سکتے ہیں، ان میں کوئی طاقت ہی نہیں۔ ابھی تو یہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں۔ پتہ تو اس وقت چلے گا جب ان کے معبود اور یہ سب بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا جائے گا۔ ہم ان کی سب کا لوازموں کو خوب جانتے ہیں۔ چاہے چھپ کر کریں یا ظاہر نظر آئے۔

أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانَ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝

کیا انسان نے اس پر بھی غور نہیں کیا کہ ہم نے اس کو لطف (طیسی حقیقہ چیز) سے پیدا کیا۔ پھر وہ ہمارا ہی ٹکڑا کھلا دشمن بن بیٹھا اور ہماری نسبت باتیں بنانے لگا اور اپنی خلقت کو بھول گیا۔ کہنے لگا، ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ اے رسول (ان سے) کہ دو، وہی انہیں زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا تھا۔ اور وہ ہر چیز کی پیدائش سے خوب واقف ہے۔

ابن عربی نے ایک روز ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لیے اسخرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت قریش کے بڑے بڑے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے ہڈی کو چوم کر کہے تو میں انہیں اڑا دیا اور گستاخانہ انداز میں کہنے لگا بھلا کون ہے جو ان ریزوں کو جنم کر کے پھر زندہ کرے۔ آپ نے فرمایا، خدا زندہ کرے گا اور تجھے واصل جہنم ہوے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ہر زمانہ کے لوگ انبیاء سے اس بات میں جھگڑا کرتے رہے کہ مرنے کے بعد جب ہر شخص گلے کرکھی ہوتا ہے تو پھر اس کا زندہ ہونا کیسا؟ خدا فرماتا ہے، ان کی جگہ میں یہ بات کیوں نہیں آتی جبکہ وہ آئے دن یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ لطف سے ایک آدمی کا بچہ رحم مادر میں کیسے بن جاتا ہے لطف تو بڑا انداز ایک قطرہ آب تھا۔ اس کو کھانسی کی شکل کس نے دی۔ اس کے اندر خون، گوشت، پوست، ہڈی، احصاب وغیرہ کس نے بنائے۔ جو ابتداء میں ایسا کر سکتا ہے وہ انتہا میں کیوں نہیں کر سکتا۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ

أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ﴿۸۷﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۸۸﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَرَآئِهِ لُجُجٌ ﴿۸۹﴾

خدا وہ ہے جس نے ہرے بھرے درخت سے آگ کو پیدا کیا، جس سے تم پھر اور آگ بجلا لیتے ہو۔ کیا وہ خدا جس نے تمام آسمان اور زمین کو پیدا کیا اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ ان کی مثل اور لوگ پیدا کرے۔ ہاں (وہ قدرت رکھتا ہے) وہ بڑا پیدا کرنے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے۔ پاک پاکیزہ ہے وہ ذات جس کے یہ قدرت میں ہر چیز پر حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔

پچھلی آیت میں برابری نعمات کا سلسلہ چلا آ رہا ہے جو خدا نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں اور اس کی قدرت کی حیرت انگیز نشانیوں میں۔ اس بار طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ اس نمبر سے دوسروں میں کس طرح آگ پیدا کی ہے۔ ہری شاخوں کو دیکھ کر کون کون سا کہتا ہے کہ ان کے اندر آگ کے شعلے چلے پھرتے ہیں۔ گئے ہو گلات ہیں جب یہی ہری شاخیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں تو ان سے شعلے نکل کر سائے بن گئے ہیں آگ لگا دیتا ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہوتی تو ہمیں آگ ڈھونڈنے نہ ہوتی۔ یہی گڑبائیں جلا کر ہم کھانا پکاتے ہیں، تیز گرم کرتے ہیں، جیشیل کو روشن کرتے ہیں۔

پھر یہ بتا رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا نفاذ ہے۔ ایک قوم کے بعد دوسری قوم کے پیدا کرنے پر اسے پوری قدرت ہے۔ آغاز آفرینش سے یہی ہو رہا ہے۔ ایک قوم مرتی ہے اور دوسری قوم اس کی جگہ پر آجاتی ہے۔ اس کے خلق کرنے کی دوسو تیس ہیں اول یہ کہ اسباب و وسائل کے سلسلہ سے چیزوں کو پیدا کرتا ہے۔ مثلاً زن و مرد ہم بستر ہوں، ان کے لطفے عورت کے رحم میں قرار پکڑیں، پھر لطف سے ملتے بنے، ملتے سے صغیر بنے، پھر بڑی بنے، پھر بزرگت پر چلے، پھر روح داخل ہوتی انسان کا پوجے۔ اگر یہ وسائل نہ ہوں تو کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کو عالم خلقی کہتے ہیں۔ دوسرا عالم امری ہے جہاں ان اسباب و وسائل کا تسلسل نہیں۔ صرف اس کا حکم ہوتا ہے فقط کئی کہا اور وہ چیز ہو گئی۔ جیسے حضرت عیسیٰ کا مکمل رحم مادر میں بغیر شہرہ قرار پا گیا۔ یا باذن الہی حضرت عیسیٰ نے سخی کی چڑیا بنا کر ڈالی۔

خدا کے لیے فقط کہنے کہنا محض ہمارے سمجھانے کے لیے ہے ورنہ وہ اس طرح الفاظ مزے سے نہیں نکالتا جیسے ہم نکالتے ہیں۔ صرف اس کا ارادہ عظیم اس شہید کے لیے کافی ہوتا ہے۔ الفاظ کا نکلنا زبان سے تسلسل رکھتا ہے اور زبان بغیر حرکت

کے نہیں ہوتی، اور خدا کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔

عالم ملکوت کی سرشت اس کے بقول ہے۔ اس کے سنی یہ ہیں کہ وہ طاقت ہو کسی چیز میں حرکت پیدا کرتی ہے یا اس کو دانتی ہے یا ان پر حرکت کا اظہار کرتی ہے وہ سب اس کے اختیار میں ہے۔ دوسرے سنی ہیں کہ ہر شے کا نظام حیات اس کے قبضہ میں ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتی۔ اس کائنات میں اس کی بے شمار مخلوق آباد ہے۔ ہر ایک کا نظام حیات مختلف ہے، ایک دوسرے سے فٹا نہیں۔ وہ سب کسی علم و قدرت کے تحت ہو رہا ہے۔ یعنی بلا شہیدہ ایک بہت بڑی شہین ہے۔ جس میں لاکھوں پرزے کام کر رہے ہیں۔ ہر پرزہ کو اس نے اپنی مصلحت کے مطابق کوئی کام سپرد کیا ہے، وہ کبھی اس کام سے غافل نہیں ہوتا۔ ورنہ نظام کائنات مختل ہو جاتے۔ کس کی طاقت ہے کہ اس نظام کو بھونکے۔ جو مخلوق عالم امری کی ہے اس کی خلقت صرف ارادہ کے ہوتے ہی ہو جاتی ہے۔

﴿۳۷﴾ سُورَةُ الصَّفَاتِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۶﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالصَّفَاتِ صَفًا ﴿۱﴾ فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتَّلِيَّتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ إِنَّ
الْهَكْمَ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾
إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ
شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَاِئِكَةِ وَيُقَدِّفُونَ مِّنْ كُلِّ
جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ قَاصِبٌ ﴿۹﴾ إِلَّا مَنْ خَطَفَ
الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِمُوهُمْ أَمْ أَنشَدُكُمْ خَلْقًا
أَمْ مَنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾

(عبادت یا جہاد میں) پربانہ دھنے والوں کی قسم (بُرَائِي سے) ڈاشنے والوں کی قسم (مشرک ان کے) پڑھنے والوں کی قسم، تمہارا مہم جو ایک ہی ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، (سب کا) بھروسہ رکھا ہے اور چاند سورج شام سے کے طلوع (وغروب) کے مقامات کا بھی مالک ہے ہم نے آسمان و زمین کو ستاروں میں کیا اور ہم ہر کس شیطاں سے حفاظت کے لیے بھی پیدا کیا) کہ اسب شیطاں عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے۔ ان کے کھڑ پڑنے کے لیے شہاب پھینکے جاتے ہیں اور ان کے لیے پائدار عذاب ہے مگر جو (شیطان شاذ و نادر فرشتوں کی) کوئی بات ایک لے جگا ہے تو آگ کا دہکتا ہوا تیرا اس کا بیچیا کرتا ہے تو (لے رسول) تم ان سے پوچھو تو کہ ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا ان (مذکورہ) چیزوں کا جن کو ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے تو ان کو نرس اور مٹی سے پیدا کیا ہے۔

تین قسمیں جو بیان کی گئی ہیں بعض نے ان سے مراد فرشتوں کی صفیں لی ہیں۔ صفیں باندھنے سے یہ مراد ہے کہ جو کام نظام کائنات کے سلسلہ میں ان سے متعلق ہیں وہ ان کو صفیں ہانہ کر سجالتے تھے اور ذہنات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ہر کاروں کو ڈالنے اور بیٹھا کرتے ہیں۔ اگرچہ لوگ ان کی آواز سنتے نہیں اور نایاب سے مراد وہ فرشتے ہیں جو درپردہ امر حق کی طرف لوگوں کو پکارتے ہیں۔

رہنما دوق اس لیے کہا گیا ہے کہ سورج ہر روز ایک ہی مطلق سے نہیں نکلتا بلکہ اس کا زاویہ بدلتا رہتا ہے بخاری کے بعد منار ب خود بھی میں آجاتا ہے لہذا اس کو ترک کیا گیا۔

حضرت عیسیٰ کے رعب سے پہلے شیطاں آسمانوں پر جاتے تھے اور فرشتوں کی باتیں سن کر کانہوں سے بیان کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کے رعب کے بعد ان کا آسمان پر آمد اور اس کے اوپر تک جانا ممنوع قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت تمام آسمانوں پر باندھ دیا گیا۔ اگرچہ پھر بھی کوئی بات سن لیتا ہے تو اس کو شہاب ثاقب سے ارا جاتا ہے۔ اس کا حصل بیان سورۃ الجحیم میں دیکھئے۔

آخر میں خدا فرماتا ہے کہ لے رسول، ان کفار و مشرکین سے پوچھو، آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کی بناؤ ستاروں سے آسمانوں کو مزین کرنا زیادہ دشوار ہے یا ان انسانوں کا بنا جوشن اور مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ جب لے جی علیہ السلام مخلوق اس نے بنادی تو قیامت میں دوبارہ ان کو زندہ کر کے دکھانا خدا کے نزدیک کوئی بڑی ہے۔

بَلْ عَجَبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۱۳ وَإِذَا ذُكِرُوا لَا يَدْرِكُونَ ۱۴ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخَرُونَ ۱۵ وَقَالُوا إِنَّ هَذَا أَلْسِحْرٌ مِّبِينٌ ۱۶ ؕ إِذْ آمَنَّا

وَكُنَّا نُرَابًا وَعِظَامًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۱۷ أَو أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۱۸ قُلْ نَعْمَ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۱۹ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۲۰ وَقَالُوا يُؤَيَّلِنَا هَذَا يَوْمَ الدِّينِ ۲۱ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكذِّبُونَ ۲۲

(لے رسول) تم ان کے حال پر تعجب کرتے ہو اور وہ تم سے مسخر اپن کرتے ہیں جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق اڑانے لگتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے (کہتے ہیں) کیا جب ہم سر ہائیں گے اور مٹی اور ہڈی بن جائیں گے تو ہم پھر زندہ ہو کر اٹھیں گے اور ہمارے اگلے باپ دادا بھی (پھر زندہ ہوں گے) لے رسول کہو (ہاں ایسا ہی ہوگا) اور تم ذلیل ہو گے اور وہ قیامت تو ایک لنگار ہوگی پھر تو وہ آنکھیں (بھاڑ بھاڑ کر) دیکھنے لگیں گے اور کہنے لگیں گے ہائے ہائے یہ قیامت کون ہے (جواب ملے گا) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم (دنیا میں) جھٹلاتا کرتے تھے۔

کفار و مشرکین قیامت کے دن سے پر کسی طرح تیار نہ ہوتے تھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا؟ ہر زمانہ میں نسبتاً سے قیامت کے متعلق مختلف قسم کے سوالات ہوتے رہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ بس جو کچھ ہوتا ہے اسی دنیا میں ہو رہے گا۔ قیامت کی باز پرس سے ان کے دل گھبراتے تھے اس لیے وہ اس عقائد کو پاس ہی نہ کرتے تھے لیکن ان کے انکار سے قیامت ٹل تو نہیں سکتی۔ آخر وہ دن آئے گا اور جب وہ بڑھے جائیں گے تب ہائے وائے کریں گے۔

أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۲۳ مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۲۴ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۲۵ مَا لَكُمْ لَا تَنْصَرُونَ ۲۶

۳۰۲

۳۰۳

شام کے لیے ہم اپنے محبوب و چھوڑ بیٹھیں۔ (یہ رسول دیوانہ نہیں) بلکہ حق بات لے کر آیا ہے اور اگلے بیٹھوں کی تصدیق کرتا ہے۔ تم لوگ اگر نہ مانو گے تو دردناک عذاب کا مزہ چکھو گے اور تمہیں کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم دنیا میں کرتے رہے ہو لیکن جو خدا کے مخلص بندے ہیں بہشت ہیں۔

آیت ۲۸ میں قَالُوا نَنْتَ عَيْنَ الْيَحْيَىٰ کے معنی یہ ہیں کہ تم بڑی قوت کے ساتھ ہمارے پاس آتے تھے اور بہاتے تھے۔

آیت ۳۶ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کفار و مشرکین حضور کو ایک یوازہ شام سمجھتے تھے اور یہ پروپیگنڈا کرتے تھے کہ ہم اپنے یوازہ شام کے کہنے سے اپنے محبوبوں کو جن کی ہم عبادت کرتے چلے آئے ہیں کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ اسلام کی طرف آنے میں بڑی رکاوٹ آ یا واجداد کی تعظیم تھی۔ بت پرستی کا دنگان کی طبیعتوں میں اسی طرح روج بس گیا تھا۔ بتوں کی عبادت ترک کرنا وہ اپنے لیے ایک عذاب عظیم سمجھتے تھے۔ اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر ہم نے ان کی عبادت ترک کی تو ضرور کسی جان لیوا مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ کوئی عقیدہ جس قدر پرانا ہو جاتا ہے اسی قدر لوگوں کے دلوں پر اس کا رنگ زیادہ گہرا ہونا جاتا ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿۳۶﴾ فَوَاكِهِ وَهُمْ مَكْرُمُونَ ﴿۳۷﴾ فِي جَنَّتِ
التَّعِيمِ ﴿۳۸﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّتَّعِيلِينَ ﴿۳۹﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ
مَّعِينٍ ﴿۴۰﴾ بَيضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّرْبِينَ ﴿۴۱﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا
يُنزَفُونَ ﴿۴۲﴾ وَعِنْدَهُمْ قُصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿۴۳﴾ كَأَمْثَلِ بَيْضِ
مَكْحُونٍ ﴿۴۴﴾ فَاقْبَلْ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۴۵﴾ قَالَ قَائِلٌ
مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿۴۶﴾ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿۴۷﴾

(ان مخلص بندوں کے لیے) مقررہ روزی ہے (اور وہ ایسی ویسی نہیں) ہر قسم کے مجھے ہوں گے اور وہ بڑی رغبت کے ساتھ جنت کے باغوں میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ان پر صاف

سفید براق شراب کے دو پرل سے بھرے ہوئے گچے پینے والے کو بڑا مزہ دے گی۔ نہ تو اس شراب میں (خمار کی وجہ سے) دروس ہوگا اور نہ اس کے پینے سے متولے ہوں گے اور ان کے سامنے (شراب سے) نیچی نگاہیں کھنے والی بڑی بڑی آنکھوں والی (خوریں) ہوں گی (ان کی گوری گوری رنگتوں میں ہلکی سی سرخی ایسی جھلکتی ہوگی) گویا وہ انڈے ہیں جو چھپائے ہوئے رکھے ہیں۔ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہوں گے۔ ایک کہنے والا کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست تھا وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کیا تم (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں

ہو۔

جنت کے میوے ہماری دنیا کے میووں کی طرح نہ ہوں گے۔ صرف ہمیں سمجھانے کے لیے انار، انگور اور کھجور کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ ورنہ وہاں کے میووں کو میاں کے میووں سے رنگا اور لذت میں کوئی نسبت ہوگی۔ حدیث مبارک میں ہے کہ جنت کی نعمتیں ایسی ہوں گی جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے ان کے اوصاف سنے ہوں گے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کے اوصاف کا خیال گزرا ہوگا۔

وہاں کی شراب بھی یہاں کی شراب نہ ہوگی جو غلا اور پیلوں کو سڑا کر بنائی جاتی ہے اور بدبودار ہوتی ہے۔ پینے والا نشہ میں بے ہوش ہو جاتا ہے اور نامرزا حرکات کرنے لگتا ہے اور جب اس کا نشہ اترتا ہے تو بدن ٹوٹنے لگتا ہے، دوسرا ہونے لگتا ہے۔ جنت کی شراب ایک چیشہ سے نکل کر نہر کی صورت میں آئے گی۔ پینے والوں کے لیے بڑی مزہ دار ہوگی۔ نہ اس میں نشہ ہوگا نہ خمار۔ بلکہ ایک ایسا مسود روحانی ہوگا جس کا بیان لفظوں میں ممکن نہیں۔ اگر جنت کی نعمتیں یہاں جیسی ہوں تو پھر وہ جنت ہی کیا ہوتی۔ شراب پینے والے کو خوبصورت لڑکے جام بہرہ کے دیں گے اور جنتیوں کے گرد چکر لگاتے ہوں گے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ لڑکے کون ہوں گے۔ اکثر کا قول ہے کہ خدا کے محکو کار بندوں کے وہ لڑکے جو ایمان طفلی میں مر گئے ہوں گے انہیں کو خوبصورت بنا کر اس خدمت کے لیے مقرر کیا جائے گا۔ لیکن یہ بات کان کو نہیں لگتی۔ انہما اہلبیت کی تعبیر یہ ہے کہ سعدوں کی طرح یہ لڑکے بھی جنت ہی کی پیداوار ہوں گے۔ خدا نے ان کو اہل جنت کی خدمت کے لیے خلق فرمایا ہے۔ ان کو ٹھکانا کہتے ہیں۔ اہل جنت کی خدمت کے لیے جو عورتیں ہوں گی وہ بڑی حسین اور شرمیلی بڑی خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ ان انڈوں کی طرح جن کو چھپا کر رکھا گیا ہو تاکہ صاف ستھری گرد و غبار سے محفوظ رہیں۔ کنواری ہوں گی کسی مرد نے ان کو چھو ایک نہ ہوگا۔

بعض صحیحین کے متعلق تعبیر صافی میں ہے کہ ان عورتوں کو شہر مرغ کے انڈے سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ انہیں اپنے پرروں میں چھپائے رکھتا ہے۔ اس وجہ سے وہ ہر قسم کی گرد و غبار سے پاک صاف رہے۔ ان انڈوں کے رنگ زردی والی سفید ہوتا ہے۔ اور یہ رنگ جسم کے رنگوں میں سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔

انگے الہیبت الہی دوزخ کے درمیان بات چیت کا ذکر آنا ہے ظاہر ہے کہ جنت و دوزخ کے گھر طے ہوئے تو ہوں گے نہیں کیا ایک آدمی دوسرے سے آسمانی بات کرے۔ ہزار ہا میل کا فاصلہ ہوگا مگر انسان کی آواز اور سانس میں اتنی قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ آپس میں بات چیت کر سکیں گے۔

مَرَادُ امْتِنَا وَكُنَّا ثُرَابًا وَعِظَامًا مَرَاتًا لَمَدِينُونَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ قَوَاهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتُ لَأَتْرِدِينَ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿۵۷﴾ أَمْ أَنْخُنُ بِمِيتَتَيْنِ ﴿۵۸﴾ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدَّبِينَ ﴿۵۹﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ هَذَا أَفْلِعَمَلِ الْعَامِلُونَ ﴿۶۱﴾

(دنیا میں دوزخ میں جانے والا جنت میں جانے والے سے کہا کرتا تھا کیا تم بھی قیامت کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو۔ کیا جہنم مرجائیں گے اور پٹی اور پٹی بن جائیں گے تو (ہمیں زندہ کر کے) پھر ہم سے ہمارے اعمال کا بدلہ لیا جائے گا (یہ کوئی سمجھ میں آنے والی بات ہے)۔ پھر بہشت میں جانے والا اپنے ساتھیوں سے کہے گا تو کیا تم بھی (میرے اس ساتھی کو جو اب جہنم میں ہے) جھانکے کیونگے غرض وہ جھانکے گا تو اس کو بیچ جہنم میں پڑا ہوا دیکھے گا تو اس سے کہے گا کہ خدا کی قسم تو مجھے بھی بنا کرنے والا تھا۔ اگر میرے پروردگار کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی (اس وقت تیرے ساتھ) جہنم میں گرفتار ہوتا۔ (اچھا اب بتاؤ) کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم کو اس پہلی موت کا سامنا پھر نہیں ہے اور نہ ہم پر آخرت میں عذاب ہوگا۔ یہ یقیناً بہت بڑی کامیابی ہے۔ عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنی کامیابی کے لیے اس طرح عمل کریں یعنی قیامت پر یقین رکھتے ہوئے عمل کریں۔

آیت ۵۵، ۵۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی شخص دوزخی سے بات کر کے اب اپنے نفس کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ وہ بھی مر گیا ہے اور میں بھی مر گیا۔ بس اب مجھے موت نہیں اور نہ کوئی عذاب ہے۔ یہی میرے لیے

بڑی کامیابی ہے۔ میں نے حیات و دنیا میں قیامت کا تصور رکھا تھا اور عذاب خدا سے ڈرتا تھا۔ اسی کا یہ بدلہ خدا نے مجھے دیا ہے۔

أَذَلَّكَ خَيْرٌ لَّنَا أَمْ شَجَرَةُ الرَّقُومِ ﴿۶۲﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ﴿۶۳﴾ إِنَّمَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿۶۴﴾ طَلَعَهَا كَأَنَّ رُءُوسَ الشَّيْطَانِ ﴿۶۵﴾ فَإِنَّهُمْ لَا يَكُونُونَ مِنْهَا فَرَاتُونَ ﴿۶۶﴾ نَقَرَانِ لَهُمْ عَلَيْهَا شُوبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴿۶۷﴾ نَقَرَانِ مَرَجِعُهُمْ لِأَلِ الْجَحِيمِ ﴿۶۸﴾ اتَّمَعُوا أَفْوَاهَهُمْ ضَالِّينَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَرِهِمْ يَهْرَعُونَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأُولِينَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنذِرِينَ ﴿۷۲﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذِرِينَ ﴿۷۳﴾ الْإِعْبَادَ لِلَّهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿۷۴﴾

بھلا تمہاری کے لیے یہ سامان (جنت) بہتر ہے یا تمہو ہر کا درخت (جو جہنمیوں کے لیے ہوگا) جسے ہم نے یقیناً ظالموں کی سزا کے لیے بنایا ہے۔ یہ وہ درخت ہے جو جہنم کی تہ میں آگتا ہے اس کے پھل (ایسے بد نما ہیں) گویا سانپ کے پھن ہیں (جسے چھوونے سے ڈر معلوم ہو) یہ جہنمی لوگ یقیناً اس میں سے کھائیں گے اس سے اپنا پیٹ بھریں گے پھر اس کے اوپر سے ان کو غوب کھونٹا ہوا پانی پیبیں وغیرہ ملا کر پینے کو دیا جائے گا (پھر کھائی کر) ان کو جہنم ہی کی طرف لوٹ جانا ہوگا۔ ان لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تھا۔ تو یہ لوگ بھی ان کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ان سے پہلے ان لوگوں میں سے بہت سے گمراہ ہو چکے ہیں حالانکہ ہم نے ان لوگوں کو ڈرانے کے لیے ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے۔ ذرا دیکھو تو جو لوگ ڈرٹے جا چکے تھے ان کا کیسا بُرا انجام ہوا اس لئے ان کے جو خدا کے خاص مخلص بندے تھے۔

خدا کی امت کے منکر جہنم میں درخت کے آگے پر مذاق اڑاتے ہیں کہتے ہیں لیجئے یہ نبی کی بات تھی۔ جہنم کے

بھرتے شعلوں میں ایک ہرا بھسرا درخت تصور کا بھی ہوگا۔ سخت سے سخت گرم ملکوں میں جہاں پانی کا نام و نشان نہیں ہوتا کیا وہاں درخت نہیں آگے۔ سرد ملکوں میں جہاں ہر وقت بلا پڑتا رہتا ہے کیا وہاں درخت پیدا نہیں ہوتے۔ شمل کی پہوٹی پر جہاں برف کا ایک گنبد سا بنا رہتا ہے اور جس سے بچھے وادی میں پانی کی گئی گولبی چادر گرتی ہے اسی گنبد کے چاروں طرف جہاں مٹی کا نام نہیں ہوتا، فربیا پھول کس طرح لہلہاتا ہے۔ آتش باز آتش بازی سے کیسے پھول دار درخت لگاتے ہیں۔ جو آگ ابراہیم پر اُس کے حکم سے سرد پڑ جاتی ہے کیا وہ جہنم میں تصور ہو کے درخت کو جلانے سے نہیں رک سکتی۔ یہ ان ظالموں کے عقل کی آگ آتش ہے جو خدا کو نہیں ملتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دو چیزوں کے عذاب کی ایک انتہائی صورت بیان کی گئی ہے تاکہ وہ خوف زدہ ہوں۔ جس نفلے دُنیا میں بے شمار نعمتیں دے رکھی ہیں ان سے خدا کی معرفت حاصل نہ کرنا اور بھلے اُس کے اُس کی مخلوق کی عبادت نہ کرنا ایک ایسا سخت ترین گناہ ہے جس کی سزا جو بھی دی جائے کم ہے۔

وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿۲۴﴾ وَخَیْنَاهُ وَآهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۲۵﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿۲۶﴾ وَكُرْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۲۷﴾ سَلَّمَ عَلٰی نُوحٍ فِي الْعِلْمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَعْرَفْنَا الْآخِرِيْنَ ﴿۳۱﴾

نوح نے (قوم سے مایوس ہو کر) ہمیں پکارا تھا تو ہم کیا اچھے جواب دینے والے تھے۔ ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو سخت مصیبت سے نجات دی اور ان کو اور ان کی اولاد کو دُنیا میں باقی رکھا اور بعد کو اسے والے لوگوں میں ان کا چرچا باقی رکھا۔ تمام دُنیا میں نوح پر سلام ہی سلام ہے ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ پھر ہم نے باقی لوگوں کو ڈبو دیا۔

حضرت نوح جب اپنی قوم کے ایمان لانے کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو خدا سے ان کے لیے دعا کی۔

خدا نے ان کی دعا قبول کی اور سخت مصیبت سے ان کو نجات دی اور ان کی اولاد سے پھر دُنیا بسائی۔

وَإِنْ مِنْ شَيْعَتِهِ لِابْرَاهِيمَ ﴿۳۲﴾ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۳۳﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ﴿۳۴﴾ أَيْفَاكَ إِلَهَةٌ دُونَ اللَّهِ تَزِيدُكُمْ ﴿۳۵﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۶﴾ فَظَنَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿۳۷﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿۳۹﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهِمْ فَتَعَالَىٰ آلَاؤُهُ ﴿۴۰﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿۴۱﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿۴۲﴾ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ﴿۴۳﴾ قَالَ أَعْبُدُونِ مَا تَنْحِتُونَ ﴿۴۴﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿۴۵﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿۴۶﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿۴۷﴾

بے شک ابراہیم نوح کے پیر تھے وہ اپنے پروردگار کی طرف ایسا دل لیے ہوئے بڑھے جو ہر عیب سے پاک تھا۔ جب انہوں نے اپنے منہ بولے باپ سے اور اس کی قوم سے کہا تم لوگ کس چیز کی پرستش کرتے ہو۔ کیا اللہ کو چھوڑ کر دل سے گڑھے ہوئے مہبودوں کی طرف رجوع کرتے ہو۔ ساری خدائی کے پالنے والے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ پھر عید کے دن ان لوگوں نے عید گاہ چلنے کو کہا (ابراہیم نے ستاروں کی طرف ایک نظر دیکھا پھر کہنے لگے میں عنقریب بیمار پڑنے والا ہوں۔ وہ بیٹھ پھیر کر ابراہیم سے منہ موڑے ہوئے چل دیے۔ اس کے بعد ابراہیم ان کے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے (ان کے مندر میں گئے) اور ان سے کہنے لگے تمہارے سامنے اتنے چڑھاوے

دکھے ہیں) تم کھاتے کیوں نہیں، تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ تم بولتے نہ کہ نہیں۔ پھر اپنے ہاتھ سے اکتے ہوئے ان پر پل پڑے (اور فوڑھوڑھو کر ان کے بڑے بت کے گلے میں کلبھاڑی ڈال دی۔) (جب وہ لوگ لوٹے اور بتوں کا یہ حال دیکھا تو دوڑے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور پوچھ گچھ کرنے لگے) انہوں نے کہا۔ افسوس ہے تمہارے حال پر تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے حالانکہ اللہ ہی تمہارا بھی خالق ہے اور جو کچھ تم بناتے ہو اس کا بھی (یہی کہ وہ آپس میں) کہنے لگے، اس کیلئے (بھٹی جیسی) ایک عمارت بناؤ اور اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ مکاری کرنی چاہی۔ ہم نے (آگ کو ٹھنڈا کر کے) انہیں نیچا دکھا دیا۔

انہ آیت میں کوئی بات اہل توحیح ہیں:

۱۔ لفظ شیعہ، سب سے پہلے ایک نبی کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جسے کہتے ہیں۔ اسلام کے تمام فرقوں میں صرف لفظ شیعہ کو خصوصیت حاصل ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں ہے۔
۲۔ آیت ۸۸۔ جو لوگ سعادت، ابتداء، نورا و خدار بنا سعادت اہدی جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ جہنم ان کا ایک یہ ہے کہ وہ بیمار نہ بنے مگر لینے کو بیمار نظر کیا۔ اس کے نتیجے میں وہ اول یہ کہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ بیمار نہ بنے اور انہوں نے لینے کو بیمار نظر کیا۔ اگر بیمار نہ ہوتے تو خاندان والے ضرور کہتے کہ تم کو چھوٹے ناصے ہو، خواہ خواہ بیمار نہ ہوا ہی کہہ ہے ہو۔ دوسرے بیماری دوطرح کی ہوتی ہے۔ اول جسمانی دوسرے روحانی۔ ایک نبی کے لیے اس سے بڑی دوعمانی بیماری اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی قوم بخت پرست ہو۔ تیسرے ہو سکتا ہے تفتیح کے طور پر ایسا کہہ دیا ہو۔

۳۔ جب دوسرا پرست نہ تھے تو ساروں کی طرف نظر کر کے ایسا کیوں کہا۔ جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو تین تہہ کا ذوق سے جگ کرنا تھی۔ ایک ستارہ پرست، دوسرے بت پرست، تیسرے شخصیت پرست جو نورو کو خدا سمجھتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے جو لوگ عید گاہ لے جانا چاہتے تھے وہ بت پرست ہی تھے اور ستارہ پرست ہی۔ چوں کہ وہ صحت و بیماری کو ستاروں کا کرشمہ جانتے تھے لہذا ان کی نسکین خاطر کے لیے ستاروں کی طرف دیکھ کر ایسا کہا جنانچہ وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔

۴۔ جب بت نہ بولتے تھے نہ کھاتے تھے تو بتوں سے ایسا کیوں کہا۔ جواب یہ ہے کہ جو ایشیائی ایمانیوں میں لے ساختہ یہ لوگ حضرت کی زبان اقدس پر جاری ہو گیا۔ دوسرے یہ سمجھتے ہوئے کہ اگر کوئی آدمی اس پاس لگا کھڑا ہو تو وہ اس کلام کو سن لے اور بتوں کی بے چارگی کا قائل ہو جائے۔

حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کا جو ایشیائی اور بہادری دیکھنے کے قابل ہے۔ دوسرا ہوتا تو اتنا بڑا کام کو سے ڈر جاتا۔ کہیں جھاگ کھڑا ہوتا۔ مگر اچھے دل میں ذرا بھی ہراس پیدا نہ ہوا اور اپنے مقام پر لڑے۔ اور ہدایت

مناسب موقع پر دراز نہ چرکے۔ نہایت دلیرانہ انداز میں کہا، بد بختو! تمہیں شام نہیں آتی کہ جن بتوں کو تم نے اپنے ہاتھ سے لگھا ہے انہی کو اپنا سمجھو مان کر چڑھتے ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کا فتنہ پہلے ہی گزر چکا ہے۔ آخر آیت میں نیچا دکھانے کا یہ مطلب ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ پر آگ ٹھنڈی ہو گئی اور کفار کی تدبیر کارگر نہ ہوئی

وَقَالَ اِنَّيْ ذَا هَبْ اِلَيْ رَبِّي سَيَهْدِيْنِي ۙ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشِّرْهُ بِبَعْلِ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِيْ اِنِّيْ اَرَى فِي الْمَنَامِ اِنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى ۗ قَالَ يَا بَتِ اِفْعَلْ مَا تُؤْمِرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَا اِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّعْيَا ۗ اِنَّكَ كَذٰلِكَ تَجْرٰى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْبَلٰوَا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَوَكَّنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلَّمَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ تَجْرٰى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

جب آذر نے حضرت ابراہیمؑ کو نکال دیا تو انہوں نے فرمایا، اچھا تو میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ مجھے صحیح راستہ پر لگا دے گا (جہاں چاہے گا پہنچا دے گا)۔ (پھر خدا سے دعا کی) پانے والے مجھے ایک نیکو کار شدہ نذر عطا کر۔ پس ہم نے انہیں ایک بڑا بار لٹکے کی (ولادت کی) خوشخبری دی۔ جب (انہیں) اپنے باپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے لگے تو ابراہیمؑ نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا ہے میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا، بابا جان جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اسے بجالائیے۔ آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے ہمیں لگے۔ پس جب دونوں نے یہ ٹھکان لی تو (اپنے

بیٹے کو) ماتھے کے بل لٹایا۔ ہم نے ندادی لے کر ابراہیم تم نے خواب کو سچ کو دکھایا۔ ہم تم سبھی کرنے والوں کو یونہی جڑا دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں یہ بڑی سخت آزمائش تھی۔ ہم نے اس (اسمیل) کا فدیہ ایک ذبح عظیم کو قرار دیا اور ہم نے ان کا چرچا بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم تم سبھی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بارہ روز سے بچ بچھے تو یہ امر آرزو کو بہت شاق ہوا۔ اس نے سختی کے ساتھ حضرت ابراہیم سے کہا جب تم ہلکے دین پر نہیں ہوتو یہاں سے نکل جاؤ، ہم تم کو یہاں دیکھنا نہیں چاہتے۔ حضرت ابراہیم نے کہا یہ بات ہے تو میرا چارہ ہوں۔ میرا اللہ جہاں مجھے لے جائے گا میں آج بھی جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت تک صاحب اولاد نہ تھے لہذا اپنی بی بی اور اپنے بچھلے کو ساتھ لے کر وہاں سے چل دیئے۔ جس وقت حضرت ابراہیم نے فرزند کے لیے دعا کی آپت کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ چنانچہ بڑا بیتے جب حضرت اسمیل پیدا ہوئے تو آپ کی عمر ۸۶ سال کی ہو چکی تھی اور جب حضرت اسمعیل پیدا ہوئے تو آپ کی عمر سو برس کی تھی۔ نبی کی خواب بھی بمنزلہ وحی ہوتی ہے اس لیے جو خواب حضرت ابراہیم نے دیکھا تھا وہ سچا تھا۔ اس لیے اس کی دلیل میں آپ نے تأخیر نہ کی۔ حضرت اسمیل کی صفت قرآن میں غلامِ حلیم بیان کی گئی ہے۔ لہذا جب حضرت ابراہیم نے خواب بیان کیا تو وہ گھبراتے نہیں، جذبات میں کوئی ہرجمان پیدا نہ ہوا۔ بلکہ باطمینان قلب یہ جواب دیا کہ میں راضی ہوں جو حکم دیا گیا ہے اس کو بجالائیے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا نے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا تو بغیر ذبح واقع ہونے خدا نے یہ کیوں فرمایا کہ تم نے خواب کی تصدیق کر دی ہے۔ یہ تصدیق تو ذبح کے بعد ہوتی۔ اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ بیٹے کو ذبح کر دیا ہے یعنی ذبح کا فعل اتمام کو پہنچتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی فعل کے مقدمات کو اتمام سے لینا گویا اس فعل کا کر لینا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آغا غلام کے لیے کہ تم فلاں مقام پر جا کر دشمنوں سے لڑو۔ یہاں تک کہ تم قتل ہو گئے جاؤ۔ وہ غلام یہ حکم سن کر یہ طبیعت خاطر بدن پر ہتھیار سماتا ہے اور جانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد آغا کسی وجہ سے اسے روک لیتا ہے اور کہتا ہے شہ باش! مجھے یقین ہو گیا کہ تم وفادار غلام ہو۔ حضرت ابراہیم نے ذبح کرنے کے تمام مقدمات پورے کر لیے تھے۔ چھری اور زہی گھر سے لے کر گئے تھے۔ بیٹے کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے تھے۔ چھری لگے پر رکھ دی تھی۔ اب ذبح میں بات کیا باقی رہ گئی۔ پس جہاں تک مقدمات ذبح کا تعلق تھا حضرت ابراہیم نے پورے کر دیئے۔ اب یہ مصلحت الہی تھی کہ حضرت اسمیل کو ذبح سے بچالیا گیا۔

ذبح کے لیے آگ اس لیے لٹا ہوا تھا کہ وقت ذبح بیٹے کا چہرہ نظر نہ آئے بلکہ بڑا بیتے آنکھوں پر چڑھی ہانڈہ لی تھی تاکہ بیٹے کے خون کی دھار لکھنے نہ دیکھیں۔

اس کے بعد خدا نے فرمایا، یہ بڑی سخت آزمائش تھی۔

سوال یہ ہے کہ یہ آزمائش کس مقصد کے لیے تھی۔ سب سے وجہ اپنے جلیل القدر پیغمبر کا ایسا سخت امتحان لیا گیا۔ ایک

ایکے ہاتھ سے اس کے جوان بیٹے کو ذبح کرنا، عظمت انسانی کو ذبح کرنا تھا۔ کوئی مفتر اس پر روشنی نہیں ڈالتا۔ پھر ذبح عظیم سے مراد ایک نیکو قربانی لینا اور بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔ کہاں ایک نبی معصوم کی قربانی کہاں ایک نیکو۔ اگر یہ قربانی قیامت تک بھی ہوتی ہے تب بھی ایک نبی کے خون کے ایک قطرہ کا فدیہ نہیں ہو سکتا۔ مفرد اس کی تہ میں کوئی ماں ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں ستارہ پرست قوم نے ہزاروں کا ایک میل کی مانند بنایا تھا اور اس میں اس کی صورتی رچی تھی جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ سب سے بڑا مندر ستارہ زحل کا تھا۔ اس زمانہ میں لوگ زحل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے لوگوں کی قربانی پیش کیا کرتے تھے۔ کسی بچے کے پیدا ہونے کے بعد ماں باپ مندر میں لیتے تھے کہ ہم اس کو زحل کے سامنے ذبح کریں گے۔ چنانچہ جب لوگ اس بارہ برس کا ہو جاتا تو اس کو نبی بنا کر قربانی کے لیے وہاں لے جاتے۔ وہاں مندر میں ایک تیز خیز زحل کی صورتی کی گردن میں لٹکا ہوا اور ایک سنگ مرمی لمبی پٹی لپی ہوتی تھی۔ اس پل پر لٹکا کر اس خیز سے ذبح کر لیتے تھے۔ یہ سب بڑی عبادت مانی جاتی تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جس مذہب میں انسان کی قربانی نہیں ہوتی وہ مذہب سچا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب عورت اسلام شیتے تھے تو وہ ان سے یہی کہتے تھے کہ آپ کے مذہب میں چونکہ انسانی قربانی کا حکم نہیں لہذا ہم اسے سچا مذہب تسلیم نہیں کر سکتے۔ پھر چند سمجھانے کے گروہ مانتے ہی نہ تھے۔ اس خواب کے بعد جب حضرت ابراہیم، حضرت اسمیل کو قربانی کے لیے لے چلے اور ان لوگوں کو غریب تو بہت خوش ہوئے کہ اب ابراہیم نے ہمارے مذہب کی صداقت کو قبول کر لیا۔ مقام منی میں جب وہ لوگ بھی جمع ہو گئے۔ جب اسمیل ذبح سے بچ گئے تو حضرت ابراہیم نے ان لوگوں سے کہا، دیکھو اگر خدا کو انسانی قربانی پسند ہوتی تو میرے بیٹے سے بہتر قربانی کس کی ہو سکتی تھی جو کہ سب واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لہذا ان کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اور اسی روز سے انہوں نے انسانی قربانی بند کر دی۔ جو لوگ اس واقعہ سے ایک بہت بڑی رسم بد کا انسداد ہو اور یہ شمار انسانی جانیں بچ گئیں لہذا اس کی یادگار بنانے کے لیے وہ دن عید کا قرار دیا گیا اور اس کی یاد میں جانور کی قربانی رکھ دی گئی۔ (یہ واقعہ کتاب ابن الدبیحین میں جو عربی زبان میں ہے میں نے وزیر اللہ علیہ السلام سید محمد حسن صاحب رجوم و ذریعہ علم ریاست پٹنہ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا۔ افسوس ہے کہ تقسیم ملک کے وقت یہ کتب خانہ تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ کتاب ایک ایرانی عالم کی تصنیف ہے۔)

خدا نے بنا دیا۔ پھر عظیمیہ کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہی الضحیٰ کی قربانی ہے۔ لیکن یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ ایک معصوم نبی زاد کے خون کا بدلہ ایک ذبح کے خون کو کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ یادگار مندر دوسری چیز ہے اور ذبح عظیم دوسری چیز ہے۔ بلکہ وہ واقعہ اتنا عظیم تھا کہ ہر سال اس کی یادگار منائی جاتے اور وہوم سے منائی جاتے۔ لیکن جناب اسمیل کے ذبح میں جو راز مخفی تھا وہ اس قربانی سے کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔ وہاں تو ایک ہم بد کا انسداد مقصود تھا۔ ذبح کی قربانی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ فدیہ اسمیل تو کوئی ایسا ہی ذبح عظیم ہو سکتا ہے جس میں بہت ہی مہم کے انسداد کے پیش نظر بہت ہی قربانیوں کی جائیں۔ یہ ذبح عظیم ہونے والا ذبح کرنا ہے تاریخ اسلام میں اور کوئی واقعہ نظر نہیں آتا۔ مزید کہ زاد میں جو بدعت و صلاحات کا طوفان اٹھا تھا اس کی روک تھام ایک تاریخ انسان قربانی سے ہی ہو سکتی تھی۔ جہاں کہیں جناب اسمیل کو بھیلنے میں انسداد ہو سکتا تھا خدا نے بچالیا۔ اور جہاں بچانے میں نہیں بلکہ ذبح کرنا دیکھنے میں ہی یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا وہاں ذبح عظیم منظور کر لیا گیا۔ جس دوستانہ کی ابتداء اسمیل سے ہوئی تھی اس کی انتہا امام حسین

پر ہوئی۔ دونوں کے اچھے چرچے کی ذمہ داری نہ لانے اپنے اوپر لی ہے۔ اسمیل کے واقف کی یادگار۔ اذی الجبہ اور حسین کے واقف کی یادگار۔ آخر تم ہے۔ وہاں ایک قربانی کی یادگار ایک دن ہے، یہاں بہتر کی قربانی کی یادگار بہتر دن میں۔ بلکہ گھبرا سال۔ نہ کوئی طاقت اسے ٹٹا سکتی ہے نہ بند کر سکتی ہے۔ قیامت تک ان دونوں یادگاروں کا سلسلہ دنیا میں باقی رہے گا۔

وَبَشِّرْهُ بِاسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَبَرَكَاتٍ عَلَیْهِ وَعَلٰٓءِ اسْحٰقَ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مَحْسَنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿۱۱۴﴾

اور ہم نے ابراہیم کو بشارت دی اسحاق نبی کی جو صالحین میں سے تھے اور ابراہیم پر برکت نازل کی اور اسحاق پر اور ان دونوں کی اولاد میں بعض تو سچو کار ہیں اور بعض نافرمان اپنی جانوں پر پھر سچی مسلم کر کے والے۔

حضرت اسمیل کی ولادت سے چودہ برس بعد حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد میں جہاں بکثرت اسمیل پیدا ہوئے وہاں ان سے بھی زیادہ کرشن اور ظالم لوگ ہوئے۔ حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوب تھے۔ انہی کا نام اسمیل (بندہ خدا) ہے۔ انہی کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

وَلَقَدْ مَدَنَّا عَلٰٓى مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿۱۱۳﴾ وَبَجَيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمَا فَاَنْزَلْنٰهُمُ الْغُلَبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمُ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلَّمَ عَلٰٓى مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

ہم نے موسیٰ و ہارون پر بہت سے اسمائت کیے اور ان دونوں اور ان کی قوم کو سخت مصیبت سے بچایا

اور ہم نے ان کی مدد کی تو آخر یہی لوگ غالب رہے اور ہم نے ان دونوں کو ایسی کتاب عطا کی جس کے مطالب بہت واضح ہیں (قدرت) اور دونوں کو سیدھی راہ کی ہدایت کی اور بعد میں آنے والوں میں ان کی ذکر خیر باقی رکھا۔ سلام ہو موسیٰ و ہارون پر۔ ہم نیکی کر کے والوں کو بولیں ہی جزائے خیر جیتتے ہیں۔ وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

موسیٰ اور ہارون پر بڑے بڑے احسان خدا کا یہ تھا کہ ان کو اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دی اور اس ظالم قوم پر ان کو غلبہ عطا فرمایا۔ کتاب تورات جو حضرت موسیٰ کو دی تھی اس میں تمام احکام نہایت واضح طریق سے بیان کیے گئے تھے مگر باوجود اس کے بنی اسرائیل نے ان میں اتنا اختلاف کیا کہ ان کے اکثر فرقے بن گئے۔ کتنا بڑا مرتد ہے ان انبیاء کا جن پر خدا کا سلام ہو۔ اور ان کو خدا اپنے مومن بندوں میں شمار کرے۔

وَ اِنَّا لِيٰسَ لَعَنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ اَتَدْعُوْنَ
بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اِحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهُ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَائِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾
فَكَذَّبُوهُ فَاَتٰهُمْ لَمَحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَكْنَا
عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلَّمَ عَلٰٓى اِلْيَاسَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّا لَوَطَّاءُنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهُ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْذًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا
الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَتٰكُمْ لَتَمْرُوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْحِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِاللَّيْلِ اَفْلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

الیاس بھی رسولوں میں سے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم احسن الخالقین خدا کو چھوڑ کر بعل (نام بت)

کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے باپ دادا کا بھی۔ انہوں نے اس کو چھٹایا۔ یہ لوگ یقیناً (جہنم میں) گرفتار کیے جائیں گے مگر جو اللہ کے مخلص بندے ہیں وہ محفوظ رہیں گے اور ہم نے ان کا ذکر بغیر بعد کے آنے والوں میں باقی رکھا اور سلام ہو الیاس والوں پر۔ اور ہم بیبیوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں وہ نیک اور ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اور لوط بھی بلے شک مرسلین میں سے تھے۔ جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں سب کو نجات دی، مگر ان کی بڑھیا (ہانی بی بی) پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔ پھر ہم نے باقی لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ (اسے اہل مکہ تم بھی ان پر سے کبھی صبح اور کبھی شام کو گزرا کرتے ہو۔ کیا تم انتخابی نہیں سمجھتے۔

حضرت الیاس بن یاسین حضرت ادون کی اولاد سے تھے۔ یہ اور حضرت خضرؑ دونوں پیغمبر زندہ ہیں۔ مگر لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو حضرت الیاسؑ ان کی ہدایت کو بھیج گئے اس وقت کا بادشاہ کافر تھا اور اس کی رعایا بھی بت پرستی کرتی تھی۔ حضرت الیاسؑ نے ہر جگہ بھاگنا مگر اس پر اثر نہ ہوا۔ بادشاہ کی بی بی کو ایک عابد کا باغ پسند آیا۔ اس نے عابد کو قتل کر کے اس باغ پر قبضہ کر لیا۔ اس پر خدا کا غضب نازل ہوا حضرت الیاسؑ نے اسے غضب خدا سے ڈرایا۔ بادشاہ کو ان پر غصہ آیا۔ اور ان کے در پہلے آزار ہو گیا اور گرفتاری کا حکم دیا۔ مگر آپ کی بددعا سے اس کا بچا ہوا۔ وہ اس کے غم میں بہنے لگا۔ حضرت الیاسؑ شہر سے نکل کر ایک پہاڑ پر عبادت میں مشغول ہو گئے بادشاہ نے کچھ لوگوں کو شام کے بتوں کے سامنے ڈھانٹے صحت کے لیے بھیجا تو ان لوگوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا، بادشاہ سے کہو اللہ پر ایمان لائے تو صحت ہوگی۔ جب بادشاہ کو حضرت الیاسؑ کے قیام کی جگہ معلوم ہو گئی، تو اس نے لوگوں کو آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا مگر سب آپ کی بددعا سے مر گئے۔ آخر اس نے اپنے دوزخ کو بھیجا جو ایمان نہ تھا۔ وہ بھی وہیں رہ گیا۔ غرض اس کا بیٹا بھی مر گیا۔ اس کے بددعت لفظ آیا۔ جب کئی سال گذر گئے تو حضرت الیاسؑ پھر شہر میں آئے اور ان سے کہا، تم اپنے بتوں کے سامنے ڈھاکرو۔ اگر پانی برس جائے تو اپنے مذہب پر قائم رہو، ورنہ میں اپنے خدا سے ڈھاکوں۔ اگر پانی برس جائے تو ایمان لے آنا۔ ان لوگوں نے انکار کر لیا۔ بتوں کے سامنے ڈھاکا مگر کیا ہوا۔ پھر حضرت الیاسؑ نے ڈھاکا تو پانی خوب برسا مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے۔ آخر کچھ خدا الیاسؑ ہی کو اپنا خلیفہ بنا کر وہاں سے نکل گئے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ خدا نے ان پر ایک ایسے بادشاہ کو سکھایا جس نے ان کی خوب خبر لی اور بادشاہ اور اس کی بی بی کو قتل کر کے اس باغ میں ڈال دیا۔ جہاں پر بندوں نے ان کا گوشت فوج فوج کھا یا یوں خدا نے بے گناہ عابد کے قتل کی سزا ان کو دی۔

سلام علیٰ آلِ یاسین۔ مفسرین عامر نے اس سے مراد الیاسؑ ہی لی ہے۔ لیکن شیعہ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آلِ یاسین ہے۔ مگر امام زاری، کلینی، اور دوزہ ہسان نے اس سے آلِ محمدؐ مراد لی ہے۔ کیونکہ یاسین آخرت کا نام ہے۔ اور قرآن شیعہ میں سے اہل عامر۔ آخ لیقوب کی قراعت میں بھی آلِ یاسین ہے۔ اس کی مریدہ روایت ہے جسے

ابن ابی حاتم طرانی اور ابن مردودہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آلِ یاسین آلِ محمدؐ ہیں (دیکھو تفسیر و غرور سیوطی، جلد ۵ مطبوعہ مصر مشغول از ماشیہ قرآن ترمیم مولانا فرمان علی صاحب)۔ یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ الیاسؑ والوں میں کیا ایسی خصوصیت تھی کہ ان پر خدا کا سلام ہو۔ الیاسؑ والوں کا کہیں قرآن میں ذکر نہیں۔ ان کی اولاد میں کوئی نبی بھی نہیں ہوا۔ وہاں یہ کہنا کہ ذکر الیاسؑ میں آلِ یاسین کے ذکر سے کیا ربط۔ تو یہ تو جامع القرآن سے پرچھا جائے کہ انہیں ایسا والوں کے نامی محبت کیوں ہے۔ آلِ محمدؐ سے کیوں نہیں۔

وَإِنْ يُونُسَ لِمَنْ الْمُرْسَلِينَ ۱۳۹ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفَلَكِ الْمَشْجُونِ ۱۴۰
فَاَهِمَّ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۱۴۱ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ
مَلِيْمٌ ۱۴۲ فَلَوْلَا اَنَّا كَانَمِنَ الْمُسَيَّبِينَ ۱۴۳ لَلْبَيْتِ فِي بَطْنِهَا اِلَى
يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۱۴۴ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۱۴۵ وَاَنْبَتْنَا
عَلَيْهِ شَجْرَةً مِّنْ يَقْطِطِينَ ۱۴۶ وَاَرْسَلْنَاهُ اِلَى مِائَةِ الْاَلْفِ اَوْ
يَزِيْدُوْنَ ۱۴۷ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنَاهُمْ اِلَى حَيٰۤاتٍ ۱۴۸ فَاسْتَفْتَاهُمُ الرَّبُّكَ
الْبَنَاتِ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۱۴۹ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَهُمْ
شٰهِدُوْنَ ۱۵۰ اَلَا اَنْتُمْ هُمْ مِّنْ اَفْئِكِهِمْ لَيَقُولُوْنَ ۱۵۱ وَاَللّٰهُ لَا وَاٰتَمُّهُمُ
اَلْكٰذِبُوْنَ ۱۵۲ اَصْطَفٰۤى الْبَنَاتِ عَلٰى الْبَنِيْنَ ۱۵۳ مَا لَكُمْ مِّنْ كَيْفٍ
تَعْمَلُوْنَ ۱۵۴ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۱۵۵

اور بے شک یونس نبی مرسلین میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے تو اہل کشتی نے قرعہ ڈالا (جو انہی کے نام نکلا) تو یونس نے زک اٹھائی (دربار میں گر پڑے) اور ان کو ایک مچھلی نکل گئی اور یونس اپنے کو ملامت کر رہے تھے۔ اگر یونس خدا کی تسبیح نہ کرتے تو روز قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ پھر ہم نے ان کو (مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) ایک ٹھکے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار ٹھہرا ہوا ہو گئے تھے۔ ہم نے ان پر (آرام کے لیے) ایک کدو کا درخت آگایا۔ اور اس کے بعد ہم نے ان کو ایک لاکھ اور کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا تو وہ لوگ ان پر ایمان لے آئے تو ہم نے بھی ایک مدت تک انہیں جہنم سے رکھا۔ اے رسول، ان کفار سے پوچھو کہ کیا نیر سے رب کی نیکیاں ہیں اور ان لوگوں کے بیٹے ہیں (کیا واقعی) ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا۔ تو کیا یہ لوگ اس وقت موجود تھے۔ آگاہ ہو یہ لوگ اپنے دل سے گڑبگڑ کر کسی باتیں بناتے ہیں کہ خدا اولاد والا ہے اور یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دی ہے۔ نہیں کیا (خطب) ہو گیا ہے، تم لوگ (بیٹے بیٹھے) کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تم اتنا بھی غور نہیں کرتے۔

حضرت یونس کا ذکر سورۃ انبیاء میں اور سورۃ یونس میں بھی ہے۔ یہ ارض نینوا پر ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے۔ یہ لوگ کافر و مشرک تھے۔ حضرت نے ان کو بت پرستی سے روکنے اور خدا پر ایمان لانے کے متعلق بہت کچھ بھیجا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت یونس نے قوم کو خبر دی کہ تیسرے دن عذاب آجائے گا۔ تیسرا دن آنے سے پہلے ہی بستی سے نکل گئے۔ تیسرے دن جب عذاب اس قوم کے سر پر آگیا اور انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے حضرت یونس کو تلاش کیا۔ وہ نہ ملے۔ آخر اپنے بال بچوں اور جانوروں کو لے کر جنگل میں پہنچے اور روتے پھینتے ایمان کا اظہار کیا اور توبہ کی۔ خدا نے رحم کھا کر عذاب کو ہٹا دیا۔

خدا نے عذاب نازل کر کے کا وعدہ کیا تھا، ان کو ہلاک کرنے کا وعدہ نہ تھا۔ حضرت یونس جو تھے دن اس خیال سے بستی کی طرف آئے کہ وہ سب ہلاک ہو گئے ہوں گے۔ جب ان کو چلتا پھرتا دیکھا تو ان کو اس بات پر غصہ آیا کہ قوم مجھے جھوٹا بنا ہے گی۔ اور توبت کی توہین ہوگی۔ وحی کا انتظار کیے بغیر وہاں سے چل دیے۔ دریا کی رہت سے سفر کرنا چاہا۔ دہانے کنارہ پر پہنچے تو ایک کشتی کھینچے مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔ جس طرح بنا اس پر چڑھ گئے۔ مداح نے کہا کشتی میں وزن زیادہ ہو گیا ہے۔ ڈوبنے کا اندیشہ ہے۔ لہذا ایک آدمی تم میں سے اتر جائے۔ لوگوں نے یہ بھی کہا، ایسا مسلم ہوتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا کا نافرمان کرے یا گناہ ہے۔ الغرض قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس کا نام نکلا۔ کشتی والوں نے انہیں بچو کر دریا میں بھیج دیا۔ فرداً ایک مچھلی نے ان کو نکل لیا۔ تین روز تک اس کے پیٹ میں تسبیح الہی کرتے

ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں ہے۔ اگر تسبیح ذکر کرتے تو وہی مچھلی ان کا مقبرہ بن جاتی اور قیامت تک کے لیے بن جاتی۔ جب تک مچھلی نے ان کو اگلا اور زمین پر آئے تو فوراً قدرت نے کدو کا درخت وہاں آگایا۔ اس کی نیل میں یہ خصوصیت ہے کہ پتہ چوڑا ہوتا ہے دوسرے اس پر کھینچ نہیں بیٹھی۔ جو کہ ان کا بدن مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے نہایت ختم ہو گیا تھا لہذا وہ سوپ برداشت نہیں کر سکتا تھا اور نہ کھینچ بیٹھنے کی تاب ہی لاسکتا تھا۔ اسی لیے قدرت کی طرف سے ایسا انتظام ہوا لہذا انہیں اس بل کو کھتے ہیں جس کا پتہ چوڑا ہوا اور بڑا چھل گئے۔ جیسے کدو، تربوز وغیرہ۔ ممکن ہے تربوز ہوا اور اس کو کھلایا بھی ہو۔

وہاں سے پھر قوم کے پاس آئے اور اس کو ہدایت کرتے رہے۔

آیت ۱۳۷ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیا خدا کو پوری تعداد معلوم نہیں تھی جو رب فرمایا، ایک ہزار یا اس سے زائد لوگ بستے تھے۔ جواب یہ ہے کہ خدا کو ذرا علم تھا۔ مگر عام لوگ جیسا کسی بستی کے متعلق تخمینہ کہا کرتے ہیں کہ ایک ہزار یا کچھ زائد لوگ ہوں گے لہذا عرف عام کی بنا پر ایسا کہا گیا۔

آیہ ۱۳۹ کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ملائکہ کو اللہ کی لڑکیاں کہا کرتے تھے۔ جو کسی غضب کی بات تھی۔ اپنے لیے زور کے پسند کرنے اور لڑکیوں کو زندہ دنگور کر دینے اور خدا کے لیے لڑکیاں تجویز کرنا ان کے نزدیک شکیک تھا۔ خدا رو یافت کرتے تھے جب ملائکہ کو لڑکیاں بنا کر پیدا کیا تھا تو کیا اس وقت یہ لوگ دیکھ رہے تھے۔ درنا انہوں نے کیسے کہہ دیا کہ وہ لڑکیوں کی صورت میں ہیں اور خدا کے لیے لڑکیوں کی بجائے لڑکیوں کو پسند کیا ہے۔ یہ لوگ عقل سے کام لیتے ہی نہیں۔

۱۳۷ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ ۱۳۸ فَاتَّوَابُ بِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳۹ وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسْبًا ۙ ۱۴۰ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْمَحْضُوْرُوْنَ ۙ ۱۴۱ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُصِفُوْنَ ۙ ۱۴۲ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ ۙ ۱۴۳ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۙ ۱۴۴ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰئِدِيْنَ ۙ ۱۴۵ اِلَّا مَنْ هُوَ صٰلِحٌ مُّجِيْمٌ ۙ ۱۴۶ وَمَا مِثْلًا لَّهٗ مَقٰمٌ مَّعْلُوْمٌ ۙ ۱۴۷ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصّٰقُوْنَ ۙ ۱۴۸ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۙ ۱۴۹

کیا تمہارے پاس اس کی کوئی ایسی دلیل ہے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنی کتاب پیش کرو۔ ان لوگوں نے

خدا اور جنات کے درمیان رشتہ ناطق قرار دیا ہے (یہ تو) جنات بخوبی جانتے ہیں کہ وہ لوگ یقیناً قیامت میں بندوں کی طرح (مخشور) حاضر کیے جائیں گے۔ یہ لوگ جو باتیں کیا کرتے ہیں وہ ان سے پاک ہے، مگر خدا کو ناسنے والے بندے ایسا نہیں کہتے۔ غرض تم لوگ خود اور تمہارے مبعوث اس کے خلاف کسی کو بہکا نہیں سکتے۔ مگر اسی کو جو جہنم میں جھوٹا کھلنے والا ہے۔ (فرشتے تو یہ کہتے ہیں) ہم میں سے ہر ایک کو درجہ مقرر ہے۔ ہم تو (اس کی عبادت کے لیے) صف باندھے کھڑے رہتے ہیں اور ہم تو اس کی تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔

اگر تم اپنے اس قول میں صادق ہو کر ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور جنات اور خدا کے درمیان رشتہ ناطق ہے تو کوئی دلیل پیش کرو۔ یا کوئی ایسی کتاب دکھاؤ جس سے تمہارے قول کی تصدیق ہو۔ خدا کا کوئی رشتہ دار نہیں، فرشتے ہوں یا بیٹا۔ سب کے بندے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا جاننے والا ہے۔ وہ تو اس کی عبادت اور تسبیح کرنے والے ہیں پھر ان سے خلی رشتہ داری کا کیا تعلق۔

وَإِن كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٥﴾ لَوْ أَنَّا عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٦﴾ لَكُنَّا عِبَادَ
اللَّهِ الْمُخَاصِينَ ﴿١٦٧﴾ فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٦٨﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ
كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٩﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ﴿١٧٠﴾ وَإِن جُنَدُنَا
لَهُمُ الْغَلْبُونَ ﴿١٧١﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٢﴾ وَابْصُرْهُمْ فَسَوْفَ
يُبْصِرُونَ ﴿١٧٣﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٤﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ
صَبَاحُ الْمُنذَرِينَ ﴿١٧٥﴾ وَقَوْلٌ عَلَيْهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٦﴾ وَابْصُرْ فَسَوْفَ
يُبْصِرُونَ ﴿١٧٧﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٧٨﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى
الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٩﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾

(یہ کفار، اسلام سے قبل) کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کا قصہ کسی کتاب خدا میں ہوتا تو ہم بھی

خدا کے مخلص بندے ضرور ہو جاتے مگر (جب کتاب آتی تو) ان لوگوں نے انکار کیا۔ عنقریب اس کا نتیجہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اپنے خاص بندوں سے ہماری بات سنی ہو چکی ہے کہ ان کی ہماری بارگاہ سے ضرور مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر یقیناً غالب ہے گا۔ لے رسول تم ان سے ایک خاص وقت تک منہ پھیر کر رہو۔ اور انہیں دیکھتے رہو۔ عنقریب یہ اپنا نتیجہ دیکھ لیں گے تو کیا یہ لوگ اپنے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں جب عذاب ان کے صحن میں اتر پڑے گا تو جو لوگ ڈراستے جا چکے ہیں ان کی کیسی بُری صبح ہوگی۔ ان لوگوں سے ایک خاص وقت تک منہ پھیرے رہو اور دیکھتے رہو کہ یہ لوگ عنقریب اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ جو کچھ یہ کہتے ہیں تمہارا پروردگار جو عزت کا مالک ہے ان باتوں سے پاک ہے اور پیغمبروں پر درود و سلام ہو۔ اور محمد کا سزاوار وہ خدا ہے جو تمام عالموں کا رب ہے۔

کفار و مشرکین کا طریقہ رہا ہے کہ جب تک کوئی محنت آئی وہ سینہ پر ہاتھ مار کر کہتے، جب کتاب آئے گی تو ہم ضرور اس کے احکام پر عمل کریں گے اور خدا کے مخلص بندے بن جائیں گے لیکن جب آئی تو صاف انکار کر بیٹھے اور رسولوں کو ستانے لگے۔ ہم نے اپنے رسولوں سے کہا رکھنا کھڑا نہ بیٹھا کہ نہیں تمہاری مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہو ایمان والے تمہارا ساتھ ہوں گے۔ وہ ان پر ضرور غالب آئیں گے۔ یعنی اگر بزور طاقت و قوت ان کو زیر نہ بھی کر سکیں گے تو ان کی اخلاقی برتری ان کو ذلیل کر کے ہے گی۔

لے رسول تم ان سے کچھ نہ کہو ان سے بالکل علیحدہ رہو اور جو کچھ یہ کرتے ہیں کرنے دو۔ عنقریب ان کو پتہ چل جائے گا کہ ان کی سرکشی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ تم سے ہمارے عذاب کے متعلق جلدی کیا کرتے ہیں، انہیں کیا خبر کہ جب ان پر ہمارا عذاب نازل ہوگا تو ان کی صبح جس میں یہ ٹوٹ مار کر بچتے ہیں کیسی بُری صبح بن جائے گی۔ اور اس وقت ان کی کھینکے کچھ نہ بنے گا۔ تم ان کی طرف سے منہ پھیرے رہو پھر جو کچھ ہوگا اسے تم بھی دیکھو گے اور یہ بھی دیکھیں گے۔ یہ لوگ جو خدا کے متعلق افتراء پڑا رہا کرتے ہیں، خدا کی عزت و جلال میں ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ تو ہر عیب سے پاک ہے

سُورَةُ صَٰحِیُّ ۳۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ص وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ ۱۰ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۲
 کَرَّ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَ وَاوَلَاتِ حَیْنٍ مِّنَاصٍ ۳
 وَعَجَبُوْا اَنْ جَاءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سِحْرٌ
 کَذٰبٌ ۴ اَجْعَلِ الْاٰیٰتِ الْهٰا وَاِحْدًا اِنْ هٰذَا اَشْیَءٌ مَّعْجٰبٌ ۵
 وَاَنْطَلَقَ الْمَلٰٓئِکَةُ مِنْهُمْ اَنْ اَمْشُوْا وَاَصْبِرُوْا عَلٰی الْهٰتِکُمْ اِنْ هٰذَا
 اَشْیَءٌ یُّرٰدُ ۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا
 اَخْتِلَاقٌ ۷ اَنْزَلَ عَلَیْهِ الذِّکْرَ مِنْ بَیْنِنَا بَلْ هُمْ فِی شَکٍّ مِّنْ
 ذِکْرِنَا ۸ بَلْ لَمَّا یَدْفَعُوْا عَذَابًا ۹ اَمْ عِنْدَهُمْ خِزٰیْنٌ رَّحْمَةً رَبِّکَ
 الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۱۰ اَمْ لَهُمْ مُّلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاَنْ
 فَلِیَزْتَفُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۱۱ جُنَدٌ مَّا هُنَالکَ مَهْرُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۱۱

صوتے - نصیحت کرنے والے قرآن کی قسم (تم برحق ہو) مگر یہ کفار (خواہ مخواہ) تکبر اور عداوت میں (اندھے ہوئے) ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنے گروہ ہلاک کر دیئے تو (عذاب کے وقت) یہ لوگ پیسین

انہیں گے مگر چھوٹا سا ہے کا وقت ہی نہیں ہے گا اور ان لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان میں بکا
 ڈرانے والا پیغمبر ان کے پاس آیا۔ کافر لوگ کہنے لگے، یہ تو بڑا اچھا اور چھوٹا جادو گر ہے۔ اس نے تمام
 مہمودوں کو (مٹا میٹ کر کے) ایک ہی مہمود قائم کر رکھا ہے یہ تو یقیناً ایک بڑی تعجب خیز بات
 ہے۔ ان میں سے چند سردار مجلس وعظ سے یہ (کہہ کر) چل کھڑے ہوئے کہ یہاں سے چل دو اور اپنے
 مہمودوں کی عبادت پر جمے رہو۔ یقیناً اس میں اس کی کوئی غرض ہے۔ ہم نے تو یہ بات پچھلی میں
 میں بھی نہیں سنی (ہو نہ ہو) یہ ان کی من گڑھت ہے۔ کیا ہم میں بس (محمد اس قابل تھے کہ) اسی پر
 قرآن نازل فرمایا۔ بات یہ ہے کہ ان کو میرے کلام پر شک ہے کہ میرا ہے یا نہیں۔ کہ انہوں نے
 ابھی تک عذاب کے لئے ہی نہیں چکھے (اس وجہ سے یہ شرارت کر رہے ہیں)۔ کیا اے رسول تمہارے
 زبردست فیاض رب کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں یا سارے آسمان اور زمین اور ان دونوں
 کے درمیان کی سلطنت ان ہی کے لیے خاص ہے۔ تب ان کو چاہیے کہ تھے یا سب سے بڑیاں لگا کر آسمان
 پر چڑھ جائیں اور انتقام کریں۔ اے رسول۔ ان پیغمبروں کے ساتھ جھگڑا کرنے والے گروہوں میں سے
 تمہارے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔ جو اس جگہ شکست کھانے والا ہے۔

یہ آیات کفار قریش کے متعلق ہیں جو غرور و تکبر میں پھنکے ہوئے خواہ مخواہ حضرت کے دشمن بن گئے تھے۔ کیا
 انہیں یہ پتہ نہیں کہ ہم نے اس سرکشی کی بنا پر ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ لیکن ان کے سمجھنے سے بھی
 کیا ہوتا ہے، نجات پانے کا وقت تو گزر گیا۔ یہ اس غبط میں مبتلا ہیں کہ انہی میں سے ایک شخص کو جو امیر کبیر بھی نہیں
 پیغمبری لے کیسے گئی، یہ شخص بڑا جھوٹا جادو گر ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم کو بہت سے مہمودوں کی عبادت سے
 روک کر ایک ان دیکھے خلی کی عبادت کی طرف لانا چاہتا ہے۔ جو ان میں قوم کے سردار تھے، کہنے لگے یہاں سے
 چل دو۔ اس کی کوئی بات نہ سنی (جی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے۔ ہم نے اپنے سے پہلے لوگوں سے
 بھی ایسی بات نہیں سنی۔ یہ من گڑھت بات نہیں تو اور کیا ہے۔ ساری قوم میں ایک محمد ہی ایسا شخص نظر آیا جسے
 پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت حمزہ ایمان لے آئے تو قریش میں ہل چل مچ گئی۔ قریش کے ممتاز لیبیڈ
 ابو جہل، عقبہ، شیبہ، ہشام اور عاص ایک روز حضرت (ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے ہمارے سردار
 ہم آپ کے پاس فریاد لے کر آئے ہیں۔ آپ کے بھتیجے محمد نے غضب کیا کہ ہمارے بھتیجوں کو بڑا کہتا ہے اور ان کی
 سخت توہین کرتا ہے۔ ہماری عقلوں کو واہی بنا تا ہے۔ ہمارے غفلتوں کو بوقوف کہتا ہے۔ ہمارے بوقوفوں
 کو اپنے دین میں لے لیتا ہے۔ اس نے ہمارے دین میں تفرقہ ڈال دیا ہے جس کے ہمارے راحت و آرام میں

خلل ڈال دیا ہے۔ آپ ان کو سمجھائیے کہ ان باتوں سے باز آجائیں ورنہ اس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ نے حضرت رسول خدا کو بلایا اور قوم کی شکایت بیان کی۔ حضرت نے آنسو بھر کر فرمایا، چچا جان میں تو ان سے فرار ایک بات میں مدد مانگتا ہوں اور اس کے ساتھ سلطنت عرب تم کو عطا کرتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کہہ دین اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسرے پر آفتاب رکھ دیں تب بھی میں ان کے بتوں کو بڑا کہنے سے باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ میں اس حکم کو جاری کروں۔ باقتل کیا جاؤں۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا، بیٹاشما اہل بیتان سے پنا کام کیے جاؤ۔ میں ہر طرح تمہاری مدد کے لیے تیار ہوں۔ یہ سن کر ابوہریرہ کہنے لگا، اس شخص تو سب خداؤں کو ملیا سیٹھ کو کے ایک ہی خدا کو قائم کر رکھا ہے۔ بھلا اس کی یہ بات کیسے مانی جا سکتی ہے۔

حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ابوہریرہ وغیرہ نے حضرت پر اتنے پتھر مارے، کہ آپ کا بدن مبارک ہر طرف سے زخمی ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ شاکر کو گئے ہوتے تھے، کوٹے تو ان کی کینز نے کہا، ابوہریرہ نے آج آپ کے بھتیجے پر نیک کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت حمزہؓ کو وقفہ آیا، کمان لیے ہوئے ابوہریرہ کی ٹاکش میں چلے۔ وہ اس وقت خائف کعبہ میں تھا۔ آہٹ لے جاتے ہی کمان کو زور سے اس کے سر پر مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ او فرمایا، میں بھی آج سے مسلمان ہوتا ہوں حضرت حمزہؓ چونکہ قریش کے نامور بہادر تھے اس لیے قریش میں ہی پل پل گئی۔ عقبت نے کہا معلوم ہوتا ہے محمد کا کام اب روکنے والا نہیں، کچھ میں نہیں آتا کہ اس کی روک تھام کیسے کی جائے۔

آخر آیات میں بتایا گیا ہے کہ ان کفار نے بت پرستی کا ڈھونڈ اس لیے پرچایا ہے کہ یہ ہماری خدائی پر ایمان لانے ہی نہیں۔ جب تک یہ مذاب کا مزہ دیکھیں گے اپنے ناسر تھاؤں سے تو بر کرنے والے نہیں۔ ان سے پوچھو کہ یہ کس بل بوتے پر اپنی سرکشی کر رہے ہیں۔ کیا ان کے پاس اللہ کی رحمت کے خزانے میں ہونگے ہیں جس پر یہ اکر رہے ہیں۔ یا آسمان وزمین کی سلطنت ان کے حشر میں آگئی ہے جس پر یہ اترا رہے ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی ایسا سالن ہے کہ یہ آسمانوں پر چڑھ کر ہم سے ٹکریں۔ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ جب عذاب آئے گا تو کوئی طاقت ان کے پاس ایسی نہیں کہ اسے روک سکیں۔ ان کو ہوش میں آنا چاہیے اور اپنے سے پہلے لوگوں کے انجام کو دیکھنا چاہیے۔

كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۙ وَثَمُودُ
 وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ، أُولَئِكَ الْأَحْزَابُ ۗ ۱۳ ۙ إِنَّ كُلَّ
 الْإِثْمِ كَذِبَ الرَّسْلِ فَحَقَّ عِقَابُ ۗ ۱۴ ۙ وَمَا يَنْظُرُ هُوَ إِلَّا الصَّيْحَةَ
 وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۗ ۱۵ ۙ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنَ قَبْلَ

بیت

يَوْمَ الْحِسَابِ ۙ ۱۴ ۙ إِصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

ان سے پہلے قوم نوح، عاد اور مخول والے فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور جنم کے کہنے والے (قوم شعیب) یہ سب پیغمبروں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ یہی گروہ ہیں (جو شکست کھا چکے ہیں) ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہمارا عذاب ٹھیک ان پر نازل ہوا۔ یہ کافر لوگ بس ایک ہی شیخ کے منتظر ہیں جو انہیں چشم زدن کی قہمت شے سے لے کر اور یہ لوگ مذاق سے کہتے ہیں کہ پروردگار حساب کے دن (قیامت) جو ہماری قسمت میں لکھا ہے جلدی سے ہمیں شے سے لے کر رسول جو باتیں یہ لوگ کہتے ہیں اس پر صبر کرو۔

فرعون کو میخوں والا اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ جب کسی کو سزا دیتا تھا تو اس کے ہاتھ پاؤں میں یہ میخیں لٹکوا دیتا تھا۔ کفار و مشرکین کو بتایا جا رہے کہ جس عذاب تم جھٹلاتے ہو اس کے آنے میں وقفہ نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک دم سے وہ ایک ہی شیخ کی صورت میں ظاہر ہو کر تم سب کو ہلاک کر دے گا۔ کفار کا یہ کہنا کہ قیامت آنے سے پہلے جو ہمارا حق ہے وہ پہلے ہی مل جائے، ازراہ مذاق تھا۔ یعنی نبی سے کہتے تھے کہ جو سزا روز قیامت میں ملے والی ہے وہ ہمیں پہلی دلوادو۔ ہم اس کا انتظار میں رہنا نہیں چاہتے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ ۗ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۗ ۱۵ ۙ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ
 مَعَهُ ۙ يُسَبِّحُنَا بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۗ ۱۶ ۙ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۗ كُلٌّ لَّهِ
 أَوَّابٌ ۗ ۱۷ ۙ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ ۗ ۱۸ ۙ
 وَهَلْ أَتَاكَ نَبِيُّ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۗ ۱۹ ۙ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ
 دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمِ بَنِي بَعْضِنَا عَلَىٰ بَعْضٍ
 فَأَحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۗ ۲۰ ۙ
 إِنَّ هَذَا أَرْحَىٰ لَنَا تِسْعًا وَتَسْعُونَ نَوْجَةً ۙ وَلِي نَفْجَةً

وَاحِدَةً فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿۳۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجْتِكَ إِلَىٰ فَعَاجِلِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْغُلَطَّاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۖ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا ۖ وَأَنَابَ ﴿۳۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ ﴿۳۵﴾

لے رسول، ہلکے بندے داؤد کو باؤد کو جو بڑے قوت والے اور ہماری طرف بڑی رجوع کرنے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو بھی ان کا تابعدار بنا دیا تھا، جو صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی (یا وہ خدا کے وقت) سمٹ آتے تھے۔ اور ان کے منہاں بردار تھے۔ اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے ان کو حکمت اور مقدمات کی فیصلہ کی نعمت عطا کی لے رسول، کیا تم تک ان دعویٰ داروں کی بھی خبر پہنچی ہے کہ جب وہ حجرہ (عبادت) کی دیوار چھانڈ پڑے اور جب داؤد کے پاس آکھڑے ہوئے تو وہ ان سے ڈر گئے۔ انہوں نے کہا، آپ ڈر گئے لیکن ہم دونوں ایک مقدر کے فریقین ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیجئے۔ اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیے (مقدمہ یہ ہے کہ) یہ میل بھاتی ہے جس کے پاس نانو سے ڈنیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ڈنبی ہے۔ یہ کہتا ہے یہ ڈنبی بھی مجھی گوشے دو اور بات چیت میں مجھ پر سختی کرتا ہے۔ داؤد نے (یعنی معاعلیہ سے پوچھے) کہہ دیا کہ جو تیری ڈنبی مانگ کر اپنی ڈنبیوں میں ملانا چاہتا ہے تو یہ تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکار کی یہی حالت ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم کیا کرتے ہیں مگر جن لوگوں نے ایمان قبول

کیا اور نیک عمل کیے (وہ ایسا نہیں کرتے) اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ (یہ سن کر) دونوں پل دیئے۔ اب داؤد نے سمجھا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا تھا۔ پس وہ اپنے پروردگار سے بخشش کی دعا مانگنے لگے اور سجد میں گر پڑے اور ہماری طرف رجوع کی۔ ہم نے ان کی بیغزشی میں ممانعت کی اور اس میں شک نہیں کہ ہماری بارگاہ میں ان کا تقرب اور اچھا انجام ہے۔

ذَٰلِكَ الَّذِي كَفَرْنَا بِهِ حَقًّا وَمَا يَشْعُرُ ۗ وَجَاءُكَ مِنَ الْبَطْنِ الْمَخْفِيُّ ۗ يَدْعُونَكَ مِنَ الْمَسْجِدِ ۗ وَجَاءُكَ مِنَ الْبَيْتِ الْمَخْفِيِّ ۗ فَاصْبِرْ ۗ وَمَا تَجِدَ إِلَّا شَكْرًا ۗ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۗ إِنَّكَ أَنتَ الْبَصِيرُ ﴿۳۶﴾

آؤا ب کے معنی ہیں خدا کی طرف بڑے رجوع کرنے والے تھے۔ وہ اپنا وقت زیادہ تر تسبیح الہی میں گزارتے تھے تو ان کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ خدا نے ان کو علم عطا فرمایا تھا۔ خصوصاً تقویٰ فیصلہ کرنے کا علم۔ ایک دن جبکہ وہ محراب عبادت میں مشغول تسبیح تھے کہ دو شخص دیوار چھانڈ کر وہاں آئے۔ جناب داؤد ڈر گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بلا اجازت دیوار چھانڈ کر آئے تھے ایک بادشاہ وقت کے پاس اس طرح گستاخانہ انداز میں دوسرا نہیں آسکتا۔ جب انہوں نے اپنا مقصد پیش کیا تو حضرت داؤد نے فیصلہ دیا کہ ان سے فیصلہ کر دیا۔ بہت سے لوگ اس کو داخل گناہ سمجھتے ہیں لیکن خود کیا جائے تو وہ داخل معصیت نہ تھا۔ کیونکہ معاعلیہ کے سامنے یہ بیان تھا۔ اس کا خاکہ موش دہنا اور کوئی جوانی تقریر نہ کرنا اس کی دلیل تھا کہ اس نے میری ڈنبی بھی مانگنا ہے۔ اس بنا پر جب کوئی امر صرف زبان تک محدود ہو تو اس کو سمجھانے تک ہی رکھنے کی ضرورت تھی، کسی حکم کو صادر کرنے کی نہیں۔

وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ ۖ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ ۖ وَخَرَّ رَاكِعًا ۖ وَأَنَابَ ﴿۳۴﴾

بعض مفسرین نے اس آیت کا ہمزہ اور یا کے قبضہ سے جا لگایا ہے۔ اور نوریت سے یہ غلط واقعہ نقل کر دیا۔ کہ اور یا ایک سپاہی تھا اور اس کی بی بی بڑی حسین تھی۔ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ اگر کسی کی بی بی کسی کو پسند آتی تھی تو وہ اس کو اس عورت کے شوہر سے مانگ لیتا تھا۔ حضرت داؤد نے ایک روز اور یا کی بی بی کو دیکھا تو اس کو پسند آیا۔ اور یا مانگا۔ اور یا نے انکار کیا۔ حضرت داؤد خفا موش ہو گئے۔ لیکن اس عورت کا عشق اس مذہب تک پہنچ گیا کہ انہوں نے اور یا کو ایک جنگ پر بھیجا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ اسے ایسے شخص کے مقابل بھیجنا کہ وہ اسے قتل کرے۔ جب اس کے قتل کا حال معلوم ہوا تو آپ نے اس کی بی بی کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ دو فرشتے جو محراب عبادت میں آتے تھے وہ اس واقعہ پر متنبہ کرنے آئے کہ تم بادشاہ ہو۔ تمہارے قبضہ میں بہت سی بی بی ہیں پھر بھی تم ایک شخص کے پاس ایک عورت نہیں دیکھو گے۔ چنانچہ جب حضرت داؤد نے اس امتحان کو سمجھا تو سجدہ میں گر پڑے اور خدا سے مغفرت

کی دُعا مانگی۔ ایک دو نہیں ایسے بہت سے واقعات قربت میں درج ہیں جو یہودیوں نے اپنی طرف سے اٹھا کر دیئے ہیں۔ اور مسلمانوں نے بے تامل اپنی تفسیروں میں درج کر دیئے اور قطعاً اس کا لحاظ نہیں کیا کہ ایسے واقعات سے عصمت انبیاء پر کسی کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ کیا وہ شخص نبوت کے قابل ہو سکتا ہے جو ایک شخص کو اس بنا پر قتل کر دے کہ وہ اس کی بی بی پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ تھا تو پھر داؤدؑ انہیں مرنے کو نماز کے سوا چالیس روز تک مسجد سے سزا دیا اور اتنا دن رستے کر زمین آسمانوں سے تر ہو گئی اور اس پر سبزہ رگ آیا۔ جواب یہ ہے کہ نسبتاً یہی ذرا سی لغزش کو ہی گناہ و کبیرہ سمجھتے تھے۔ عام آدمیوں میں اور انبیاء کے احساسِ عبادت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ دونوں فرشتوں کے واقعہ کو اور ایک واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چونکہ خدا نے ان کو علم و فضل و خطاب عطا فرمایا تھا لہذا یہ امتحان تھا اس کا کہ وہ تقویٰ فیصلہ کرتے وقت کہاں سے اس علم سے کام لیتے ہیں جو ہم نے ان کو دیا ہے۔

اب رہا اوریا کا معاملہ۔ اگر جنگ میں اس کے سامنے جانے کے بعد اس کی دل شکستہ عورت کو نسکین دینے کے لیے حضرت داؤدؑ نے شادی کر لی تھی تو یہ کوئی گناہ نہ تھا بلکہ ایک بیوہ عورت کی دلجوئی کی بنا پر امرِ خیر تھا۔ اس بنا پر جناب علیہ السلام نے اپنے شاہِ سلطنت میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو کوئی حضرت داؤدؑ کا حقہ، قصہ، تنازوں کی طرح بیان کرے گا اس کو ایک سائے سا حقہ دے گا۔ سزا اوریا کا قصہ محض افترا پر بازی اور بہتان ہے۔ بجز اللہ شہید مشرکوں نے اس قصہ کو اپنی تفسیروں میں کہیں جگہ نہیں دی۔

ایک گفتہ صاحبِ تحریر فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کی رسم کے مطابق حضرت داؤدؑ نے اوریا سے اس کی بی بی مانگی تھی، لیکن جب اس نے انکار کر دیا تو خاموش ہو گئے لیکن جب وہ جنگ میں مارا گیا تو اس کی بی بی سے شادی کرنا کوئی گناہ نہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس زمانہ میں ایک شخص کسی دوسرے کی بی بی مانگ سکتا تھا۔ سچو ایک نبی کے لیے کہاں تک زیارت تھا کہ اس رسم بد کی پابندی کرے۔ کسی کو کسی کی بی بی مانگنے کا کیا حق تھا۔ نبی تو رسم پر مٹانے کے لیے آتا ہے نہ کہ رسم بد کو بھالانے کے لیے۔

ایک صاحبِ تحریر فرماتے ہیں کہ دونوں فرشتوں کے مقدمہ کا فیصلہ اس کے ثبوت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اوریا سے اس کی بی بی کو مانگا حضور تھا۔ ورنہ ان کی تنبیہ کے لیے دونوں فرشتے ایک فرضی تفسیر بنا کر کیوں آئے تھے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ خدا کی طرف سے حضرت داؤدؑ کو تقویٰ فیصلہ کرنے کا علم دیا گیا تھا لہذا اس کا امتحان لینا ضروری تھا۔ عیساک عام طور پر قاعدہ کے جیسے کسی افسر کو کوئی خدمت سپرد کی جاتی ہے تو بادشاہ یا اس کا نائبیت چاہتا ہے کہ وہ اس خدمت کو صحیح طور پر انجام دے رہا ہے یا نہیں۔ فصلِ تقویٰ کوئی معمولی بات نہ تھی اس میں ذرا سی جھوک پر ایک شخص کا حق مارا جاتا ہے۔ پس قدرت کی طرف سے جو امتحان لیا گیا، اس کا اوریا کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اوریا سے حضرت داؤدؑ نے اس کی بیوی مانگی ہوتی تب تو یہ مقدمہ ضرور ان کی تنبیہ کے لیے ہوتا۔ لیکن جب ان کا گناہ ہی مبتلا و نقل ثابت نہیں تو یہ سراسر افتد کو اس واقعہ کا شفاستان بنانا ایک نبی کی خدمت توہین ہے اور اس کی عصمت پر ڈاک ڈالنا ہے۔ تو یہ تفسیریں

مذکورہ روایت کا پایا جانا، ہمارے لیے سزا نہیں کیونکہ وہ معروف ہے۔

يٰۤاٰدُوۡدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاٰحِمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ يَّمَسُوْنَ اَيَّوْمَ الْحِسَابِ ۝۴

اے داؤد، ہم نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا دیا پس لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرو۔ اور خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ خواہش کی پیروی تم کو خدا کی راہ سے بھٹکانے کی۔ جو لوگ خدا کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روزِ قیامت کو بھلا بیٹھے ہیں۔

انبیاء میں تین ہی ایسے ہیں جن کی خلافت کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ اول حضرت آدم علیہ السلام دوسرے ارون علیہ السلام اور تیسرے داؤد علیہ السلام۔ حضرت داؤدؑ کی خلافت کا اعلان اس بات کی دلیل ہے کہ جو الزام لوگوں نے حضرت داؤدؑ پر لگایا ہے وہ قطعاً غلط ہے۔ ورنہ اس کے بعد خلیفہ بنانے کا ذکر بھی نہ ہوتا۔ ایک ایسا شخص جو دوسرے کی بی بی پر خلافِ شرع تاملن ہوتا ہے خلیفہ بنانے کے قابل نہیں سکتا۔ نیز حضرت داؤدؑ سے یہ بھی کہا جا رہا ہے۔ کہ خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو ورنہ راہِ راست سے ہٹ جاؤ گے اور اس کی سزا سخت عذاب ہے۔ پس اگر حضرت داؤدؑ نے خواہشِ نفس کی پیروی کی ہوتی اور یہ سخت گناہ کرتے تو یہ سزا ان کو ضرور تھی۔ پس معلوم ہوتا کہ ان سے کوئی گناہ چھوٹا یا بڑا سرزد ہوا ہی نہیں۔ اور پھر نبی تو معصوم ہوتا ہے۔

ایک گفتہ صاحبِ تحریر فرماتے ہیں، قصور تو ضرور ہوا، لیکن ان کے مرنے اور فریاد کرنے سے بخش دیا گیا۔ واہ سبحان اللہ! اگر انبیاء علیہم السلام ایسے ہی قصور وار ہوتے ہیں تو پھر ان میں اور عام لوگوں میں فرق ہی کیا ہوا۔ عجیب بات یہ ہے کہ گناہ جھٹلنے کے بعد خلافت بھی ان کو شے دی۔

ایک اور گفتہ صاحبِ تحریر فرماتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو گناہ بخش دینے کے بعد خلافت ملی تھی ایسے ہی حضرت داؤدؑ کو ملی۔ ان تنبیہ سیرل سے ثابت ہے ہوا کہ مسلمان انبیاء کو معصوم دیکھنا چاہتے ہی نہیں۔ بھلا یہ بتائیے کہاں آدم کا قصور اور کہاں حضرت داؤدؑ کا قصور۔ آدمؑ سے جو کچھ ہوا اس کا اثر صرف ان کی ذات تک تھا لیکن حضرت داؤدؑ سے جو ہوا تو صرف ایک ایسے شخص پر جو ان کی رعایا تھا۔ یہ تو دوسرے پر کھانا غلط تھا۔ داؤدؑ خدا کی طرف سے بادشاہ

۳۸: ص

ہو کہ اگر ایسا ظلم کر سکتے تھے تو پھر دنیا کا ہر بادشاہ بڑے بڑے ظلم کے بعد اپنی بخشش کا جواز پیش کر سکتا تھا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ﴿۲۳۲﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۳۳﴾ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۲۳۴﴾

ہم نے آسمان و زمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا خیال ہے۔ جو کافر ہو بیٹھے ہیں تو جو لوگ دوزخ کے منکر ہیں ان پر افسوس ہے۔ تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کرنے والے ہیں ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے، جو گروئے زمین پر فساد کرنے والے ہیں۔ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر بنا دیں۔ (اے رسول) قرآن جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے وہ برکت والا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور عقل مند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

آسمان اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان مخلوق الہی بانی جاتی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی خدا نے بیکار پیدا نہیں کی۔ بلکہ اس کا ایک ایک جزء کارخانہ عالم کی مشین کا ایک گارڈ پڑھ ہے اور ساری مشین جس کو اشارہ ہزار عالم کہا جاتا ہے نظام حیات انسانی کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ ہم اپنے نیک بندوں اور فسادی لوگوں کو بھلا ایک حالت میں کیسے رکھ سکتے ہیں۔ اگر بدکاروں کو ہم جہنم رسیدہ کر دیں تو پھر نیک و بد سب برابر ہی نہ ہو جائیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ ہم نے قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ اس کی آیات کو لوگ غور سے پڑھیں اور جو عقل مند ہیں نصیحت حاصل کریں۔

وَهَبْنَا لِذَاوُدَ سُلَيْمَانَ ۖ دَعَا الْعَبْدُ أَنَّهُ آوَابٌ ﴿۲۳۵﴾ اِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِيْنَتِ الْجَيَادِ ﴿۲۳۶﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ۖ حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۲۳۷﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿۲۳۸﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ ۖ وَالْقَيْنَةَ عَلَىٰ كُرْسِيِّهَا جَدًّا ثُمَّ آتَاهَا ﴿۲۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا ۚ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۲۴۰﴾

ہم نے داؤد کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا کیا (سلیمان) کیا اچھے بندے تھے۔ بے شک وہ ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ایک دفعہ تیسرے پہر کو اسیل گھوڑے ان کے سامنے لائے گئے (وہ دیکھنے میں ایسے اُچھے کہ نوازل میں دیر ہو گئی جب یاد آیا تو) کہنے لگے، میں نے خدا کی یاد پر مال کی الفت کو ترجیح دی یہاں تک کہ آفتاب مغرب کے پردہ میں چھپ گیا تو کہنے لگے، اچھا ان گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ۔ جب آئے تو ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور کہنے لگے میرے پروردگار مجھے بخش دے۔ اور ہم نے سلیمان کا امتحان لیا اور ان کے تخت پر ایک بے جان وحش لاکر گرا دیا پھر سلیمان نے میری طرف رجوع کی اور کہا، پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کے واسطے شایان نہ ہو بے شک تو بڑا بخشش والا ہے۔

۱۔ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم نے اپنے مترجمہ قرآن پر حضرت سلیمان کے متعلق حسب ذیل ملاحظہ فرمائیے: "حضرت سلیمان اگرچہ ایک عظیم الشان بادشاہ تھے مگر ساتھ ہی نبی بھی تھے۔ دمشق اور یمن کے کفار پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اس کی تیاری میں عمدہ عمدہ گھوڑے اپنے سامنے طلب کیے جو کسی نے تحفہ بھیجے تھے۔ آپ ان کے دیکھنے میں ایسے منہمک ہوئے کہ آخر وقت جو دعائیں باذنِ آفتاب پڑھتے تھے ترک ہو گئے اور آفتاب غروب ہو گیا۔ اس کا آپ کو ایسا صدمہ ہوا کہ باوجودیکہ یہ بھی امرِ شریعہ تھا کہ جہاد کے لیے گھوڑے چنے جانے تھے مگر چونکہ اپنے

ذاتی شوق کی چیز تھی اس وجہ سے ان تہائی وفاق کے ترک ہوجانے کے کفارہ میں آپ نے ان گھوڑوں کی راو خدا میں قربانی کر دی اور ان کا گوشت فقراء اور مسکین میں تقسیم کر دیا۔

اس بیان پر ہر سال پیدا ہوتا ہے وہ ہے کہ اگر مستحبات ترک ہو گئے تھے تو خدا سے استغفار کرنا چاہیے تھا نہ کہ ان گھوڑوں کی شاخیں اور گردنیں کاٹ ڈالنا، جن کی جہاد کے لیے ضرورت تھی۔ واجب عبادت تو ترک نہ ہوتی تھی بلکہ مستحب وفاق ترک ہوتے تھے۔ ان کے لیے استغفار کیا جاسکتا تھا

تفسیر صافی میں جو مال من کا میحضرت الفقیہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن شام کے وقت حضرت سلیمان کے سامنے گھوڑے پیش ہوئے تھے اور وہ ان کے دیکھنے میں مشغول تھے کہ سوچ غروب ہو گیا انہوں نے کہا کہ اسے فرشتہ، ہلکے واسطے سوچ کو لوٹا دو کہ ہم ٹھیک وقت پر نماز ادا کر لیں۔ پناہ سوچ لوٹا دیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں بیٹوں اور گردن پر سح کر لیا اور اپنے اصحاب کو جن کی نماز ہوتی تھی ایسا کرنے کا حکم دیا کیونکہ نماز کے لیے ان کا وضو بھی تھا جب نماز سے فارغ ہوئے تو سوچ ڈوب گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں کی شاخیں اور گردنیں نہیں کاٹی گئی تھیں بلکہ حضرت سلیمان نے اپنی شاخوں اور گردن کا سح کیا تھا۔ غالباً اس زمانہ میں عجم کا یہی طریقہ ہو گا جس کو راوی نے وضو سے تعبیر کیا ہے۔

ایک مفسر نے لکھا ہے کہ جہاں تک الفاظ قرآن سے سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان کے سامنے گھوڑے لاتے گئے تو فرمایا، یہ مال مجھے اپنی بڑائی یا اپنے نفس کی خاطر محبوب نہیں بلکہ ان چیزوں سے دلچسپی کو میں اپنے رب کا کلمہ بند کر کے لیے پسند کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے گھوڑوں کی دوڑ کوائی۔ یہاں تک کہ وہ لگا ہوں سے اوپر ہو گئے اس کے بعد انہوں نے گھوڑوں کو دو آپس بٹایا اور ازراہ شفقت ان کی شاخوں اور گردن پر ہاتھ پھیرے گئے۔ اس آیت سے سوچ بیٹھنے کا تعلق ہے نہ گھوڑوں کے کاٹنے کا۔ حضرت سلیمان کے وفاق ترک ہونے کا۔

ہم نے آخر کی تفسیر مولانا مودودی صاحب کی تفسیر تفسیر القرآن سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ بات قابل غور ہے کہ گھوڑوں کو اتنا دوڑانا کہ وہ ان کی نظر سے غائب ہو جائیں۔ پھر ان کی واپسی پر ان کی شاخوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا غیر معمولی باتیں نہیں جن کا ذکر خاص طور سے قرآن میں کیا گیا ہو۔ عام طور پر گھوڑوں کی طاقت چاہنے کے لیے ان کو دوڑایا جاتا ہے اور یہاں سے ان کی شاخوں پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے۔ یہ امر صرف حضرت سلیمان ہی سے مخصوص نہیں تھا بلکہ یہ معمولی باتوں کو قرآن میں بیان نہیں کرتا۔ ہاں سوچ کا چھپ جانا ضرور غیر معمولی چیز ہے۔ اور اس زمانہ کی شریعت کے وضو یا تیمم کا بیان بھی ایک غیر معمولی بات کا اکتشاف ہے کیونکہ اسلام میں وضو یا تیمم کا یہ طریقہ نہ تھا۔

وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهِ سِتْرًا (ہم نے اس کے تخت پر ایک جسد کو ڈال دیا)۔

مولانا فرزان علی صاحب مرحوم نے حسب ذیل حاشیہ لکھا ہے :

حضرت سلیمان کے لشکر میں آدمی بھی اگر ہوتے مگر جنات زیادہ کام کرتے تھے۔ آپ کو ان کی دہلوی کرنا پڑتی تھی اور جنات بخیرے بہت کرتے تھے۔ ایک بار ان کے بے جانہ زبرد آپ نے فرمایا۔ میری ستر ہی بیان

ہیں۔ میں سب کے پاس جاؤں تو ستر بیٹھ پیدا ہوں گے۔ مگر اس وقت انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ نومبر کی اتنی بات جو مشران بتوت سے گری ہوئی ہوتی ہے خدا کو ناگوار کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سب بی بیوں کے پاس گئے مگر صرف ایک بی بی کے لٹکا پیدا ہوا اور وہ مجھ مردہ۔ لوگوں نے اس کو آپ کے تخت پر لگا کر ڈال دیا کہ بیٹھے یہ وارث تاج و تخت ہے۔ اب آپ کو انشاء اللہ نہ بچنے کا خیال آیا۔ باگلو ہادی میں توبہ و گریہ و زاری میں مشغول ہوئے تو اس سے درگزر فرمائی۔

قرآن میں یہ واقعہ اہم ترین واقعات میں سے ہے جس کی تفسیر میں مفسرین کا بے حد اختلاف ہے۔ حضرت سلیمان کی بی بیوں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ مگر سب سے زیادہ لکھی ہیں۔ یہاں سوال تو یہ ہے کہ ایسا نبی جس کی تشریف بخت آفتاب کے آگے آتی ہے کی گئی ہے یعنی بڑی عبادت کرنے والا، بڑی بوج کر لے والا۔ اس نے اتنی کوشش کی بی بیوں کی بچاؤ کی بی بیوں بنائی۔ اس کے علاوہ آپ کے اس زمانے سے کہیں اگر سب بی بیوں کے پاس جاؤں تو ستر بیٹھ پیدا ہوں گے، سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک ان کی صحبت سے کنارہ کش تھے پھر ان کو اپنی زوجیت میں لینے سے کیا فائدہ تھا۔ تیسرے یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ کو لاد لیتے۔ بلکہ روا ہیں سے مؤرخین نے آپ کی تین اولادیں لکھی ہیں۔ پھر انشاء اللہ نہ کہنے پر ان کو اتنی سخت سزا کیوں دی گئی کہ متطوع نسل بنا دیا گیا۔ ایسے سوالات اکثر لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کے دل میں یہ تو اہش تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہو۔ اور آئے والی حکومت انہی کی نسل میں ہے۔ اس چیز کو اللہ نے ان کے حق میں فقہ قرار دیا اور ان کا ولی عہد ایسا نالائق و جہل بن گیا تھا جس کے بچپن صاف بتا دیتے تھے کہ وہ داؤد اور سلیمان کی سلطنت چار دن نہ سنبھال سکے گا۔ ان کی کوشش پر ایک جسد لاکر ڈالے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جس بیٹے کو وہ چاہتی تھی پر بٹھا نہ پاتے تھے وہ نااہل تھا تو انہوں نے اپنی اس خواہش کو ترک کیا اور اللہ سے معافی مانگ کر درخواست کی کہ بس یہ بادشاہی مجھی پر ختم ہو جائے۔ پناہ چاہی انہوں نے مرے وقت کسی کے لیے کوئی وصیت نہیں کی۔

ایک مفسر لکھتے ہیں حضرت سلیمان کے اگرچہ سو بی بیوں تھیں مگر ایک بی بی کو وہ سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ جو بچہ اس بی بی سے پیدا ہو گا اس کو اپنا جانشین بناؤں گا۔ لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ جب اس بی بی کا بچہ پیدا ہوا تو وہ مردہ تھا۔ جو لوگ اس بی بی سے عداوت رکھتے تھے انہوں نے اس مردہ بچہ کو اٹھا کر تخت پر لٹکا ڈالا۔ اور ازراہ فضل حضرت سلیمان سے کہا، بیٹھے یہ ہے آپ کا وارث تخت۔

حضرت سلیمان کے بعد آپ کی سلطنت کئی حقوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان کی یہ دعا پائی جاتی ہے۔ خداوند! مجھے ایسی حکومت دے جسے کہ میرے بعد پھر کسی کو نہ ملے۔

بظاہر اس سے خود غرضی ثابت ہوتی ہے۔ ایک نبی کو ایسا نہ ہونا چاہیے۔ اس کے کوئی جواب نہیں۔ اول وہ چاہتے تھے کہ آپ کے بدگوار و مشرکین کو جو حکومتیں ملیں وہ میری حکومت سے زیادہ نہ ہوں تاکہ انہیں طنزاً یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ تو نبی نہیں حاصل اول سے زیادہ ہماری حکومت ہی ہے۔ دوسرے آپ کی حکومت انسانوں اور جنات پر تھی۔ اور جنات نے آپ کو بے حد پریشان کیا تھا لہذا آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا اس پر جنم

میں پسے۔

تیسرے آپ کے قبضہ میں انسان، حق، بیور، چرند اور ہوا پر سب مخلوق تھی۔ لہذا آپ چاہتے تھے کہ اس حکومت کی خصوصیت صرف آپ ہی پر منحصر ہو اور دنیا میں باقی قیامت میری حکومت کی خصوصیت کا چرچا رہے ہر شخص اپنی فضیلت کا خواہاں ہوتا ہے۔

چوتھی بات ایسی حکومت کے متعلق آپ کو یاد دیشنا کہ اگر میرے سوا کسی اور کو بیٹے کی تو ممکن ہے وہ اس کا بوجھ نہ اٹھا سکے اور اپنی طاقت کے بل پر دنیا میں فتنہ و فساد کا سیلاب لے آئے۔

پانچویں بات، حکومتیں دو قسم کی ہوتی ہیں، جو جبر و تشدد سے عامل کی جاتی ہیں اور ان میں ہر قسم کی بدکاریوں کو راہ ملتی ہے۔ دوسرے خدا کی دی ہوئی حکومتیں، جن میں غلط کاریوں کی کوئی طرح روک تھام کی جاتی تھی۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ ایسی سلطنت جو مجھے ملی ہے کسی دوسرے ظالم و غاصب کو نہ مل جائے جو کسی سلطنت سے بھولے کر اُسے تباہ و برباد کر دے۔ اور مخلوق خدا کی تباہی کا باعث ہو۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيمَ تَجَرِيًا بِأَمْرِهِ رِخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝۳۳ وَالشَّيَاطِينَ
كُلَّ بَنَاءٍ وَعُقَاصٍ ۝۳۴ وَالْأَخْرَبِينَ مُقْرَبِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝۳۵ هَذَا
عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۶ وَإِن لَّهِ عِنْدَنَا
لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَا يَبْ ۝۳۷ وَأَذْكُرُ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي
مَسْنِي الشَّيْطَانَ يَنْصِبُ وَعَذَابٍ ۝۳۸ أُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا
مُغْتَسِلًا بَارِدًا وَشَرَابًا ۝۳۹ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً
مِّنَّا وَذِكْرًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝۴۰ وَخَذْبِ بِيَدِكَ ضِغْتًا فَاصْرَبْ بِهِ
وَلَا تَحْنَثْ ۝۴۱ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝۴۲

ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے ان کے حکم کے مطابق وہ جیسی جگہ چاہتی تھی

اور وہ (اس طرح) جتنے شیاطین (دیوب) عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے تھے سب کو تابع کر دیا (اور اس کے علاوہ) دوسرے دیوبوں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے (لے لیا) یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ پس (لے لوگوں کو لے کر) احسان کرو یا (سب) اپنے ہی پاس رکھو اور اس میں شک نہیں کہ سلیمان کی ہماری بارگاہ میں قرب منزلت اور عمدہ جگہ ہے اور (لے رسول) ہمارے خاص بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کے فریاد کی، مجھ کو شیطان نے بہت اذیت و تکلیف پہنچا رکھی ہے تو تم نے کہا اپنے پاؤں سے زمین ٹھکرا دو (ادھر ادھر چھوڑ کر نکلا، تو تم نے کہا) لے ایوب تمہارے نہانے اور پینے کے لیے یہ ٹھنڈا پانی حاضر ہے اور ہم نے ان کے لڑکے والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور خاص اپنی مہربانی سے عطا کیے ان کو عقلمندوں کے لیے نصیحت و عبرت قرار دیا۔ ہم نے کہا تم اپنے ہاتھوں میں سینکڑوں کا مٹھا لو اور اس سے اپنی بی بی کو مارو تاکہ اپنی قسم میں جھوٹے نہ بنو۔ ہم نے ایوب کو صابر پایا۔ وہ اچھے بندے تھے اور ہماری بارگاہ میں ٹھیکنے والے۔

سورہ اسباب میں بھی حضرت سلیمان کے متعلق تسخیر ہوا کا ذکر ہے لیکن وہاں حاصق یعنی تیز آنہ کی یاد دہانی کا ذکر ہے یہاں ہم ہوا کی تسخیر کا ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہوا اپنی اصل حالت میں تیز تھی لیکن جب حضرت سلیمان کا بحری بیڑا تجارت کے لیے چلتا تھا تو ہوا ان کی خواہش کے مطابق بھی اور جیسی چلنے لگتی تھی۔

شیاطین سے مراد جنات ہیں۔ یہ دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو حضرت سلیمان کے فرماں بردار تھے۔ یہ سمارتیں بناتے تھے اور سمندروں میں غوطہ لگا کر دریائی ذخائر نکال کر لاتے تھے۔ دوسرے وہ سرکش جنات تھے جو تھیلے حکم نہیں کرتے تھے ان کو زنجیروں میں جکڑ کر دریا میں ڈال دیا جاتا تھا۔

حضرت سلیمان کی اگرچہ بہت بڑی سلطنت تھی۔ وسعت ملکی کے علاوہ ہوا اور جن وغیرہ کو بھی ان کی تسخیر میں شے دیا گیا تھا۔ خدا ان سے فرماتا ہے، یہ سب ہمارے نزدیک تھے جن کی بڑی چیز نہیں ہے چاہو تو وہ ہمیں کوئی امتزاج نہ ہوگا اور چاہو تو اپنے پاس ہی رہنے دو ہم اس کے متعلق کوئی حساب تم سے نہیں لیں گے۔

اس کے بعد جناب حضرت ایوب کا قصہ بیان کیا جاتا ہے۔

جناب ایوب کو خدا نے بڑی دولت دی تھی۔ اولاد سے بھی مگر بھرا ہوا تھا۔ ہر وقت یاد الہی میں بسر کرتے تھے۔ قدرت کو ان کا امتحان منظور ہوا کہ آیا یہ تنگدستی اور بیماری میں بھی اسی طرح ہیں یا دیکریں گے یا نہیں۔ چپ چاپ امتحان میں آگئے۔ ساری مالک تباہی میں آگئیں اولاد بھی مر گئی اور خود بھی بیمار ہو گئے مگر جسمانی اللہ، کیا کہنا ان کے صبر و شکر کا کہ ہر حالت میں صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کسی وقت یاد خدا سے غافل نہ رہے۔

آیہ قبلہ میں جو شیطان کے سنانے اور نقصان دینے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے معنی نہیں کہ شیطان ان پر سنا کر دیا کرتا تھا۔ اس لیے شیطان کا سنا تھا نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے یہ روایت گزالی ہے شیطان نے

خدا سے کہا، مجھے ایوب پر مسلط کر دے پھر میں جانوں کہ وہ کیسے صابر و شاکر ہیں۔ پناہ خذنا سے اس کو مستطک کر دیا۔ اور اس نے ان کے تمام املاک تباہ کر دیئے اور گھر کی چھتیں گمرا کر ان کی اولاد کو مار ڈالا۔ اور ان کو ایسا بیمار ڈالا کہ ان کے بدن میں معاذ اللہ کڑھے پڑ گئے۔ اور سستی والوں نے سخنیں بچھ کر، ق سے نکال دیا۔

ایسے لوگوں نے ہمت کو پہچانا ہی نہیں۔ شیطان نے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے منہ سے بندوں پر غلبہ حاصل نہ کروں گا۔ اور یہاں ایک معصوم نبی کو اپنے بچے میں دبا دے ہوئے جو چاہتا ہے کہ رہا ہے۔ اس روایت سے تو خدا پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ایک شخص کو اپنے ایک دوست پر کیریل تسلط کر دیا۔ کیا شیطان ایسا مغرب بالا و ایزدی تھا کہ خدا کو اس کی خاطر ایسی عزت پہنچی کہ اس کو ہر کام کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ سب خرافات ہے۔ مفسرین نے تورات سے لے کر غلط سلطہ جو چاہا لکھ دیا ہے۔ نہ صحیح روایت تلاش کرتے ہیں نہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ جہاں جو روایت دیکھی لکھ دی۔ ایک نبی کا بدن اور اس میں کیشے پڑنا، کھنسنے والوں سے خدا ہی کیسے۔

حضرت ایوب نے ہوشیاریت شیطان کی کی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مجھے شیطان نے بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔ یا میرے اور پریم قسم کے مصائب نازل کر دیئے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ تکالیف و آلام میں میں مبتلا ہوں اس پر مزید ایک تکلیف یہ ہے کہ شیطان مختلف و بولوں میں آکر مجھے بہلانا چاہتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر مجھے ان کی نظر میں منحوس ثابت کرتا ہے۔ مجھے اپنے رب کی رحمت سے بایس بنا لے کر کوشش کرتا ہے تاکہ میں صبر و شکر سے باز رہوں۔ شیطان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی کو بالخصوص خاصان خدا کو بیمار ڈال دے یا ان کی املاک تباہ و برباد کر دے۔ اس کا کام صرف دلوں میں وسوسے پیدا کرنا ہے نہ کہ کوئی عملی کارروائی دکھانا۔

مقام امتحان کو شیطان تسلسل سے کیا واسطہ۔ خدا اپنے خاص خاص بندوں کا امتحان مختلف طریقوں سے لیتا رہتا ہے۔ جناب ایوب کی دولت و ثروت کو دیکھ کر لوگ کہنے لگتے تھے کہ یہ سب عبادت اور شکر اس لیے ہے کہ خدا ان پر اور زیادہ جہر بان ہو۔ ان لوگوں کو یہ دکھایا گیا تھا کہ ایوب ہر حالت میں ہمارے شک گزار بندے ہیں۔ ہر حال میں جب حضرت ایوب نے اپنی پریشان حالی کا ذکر خدا سے کیا اور رحمت الہی کے نزول کی خواہش کی تو خدا نے امتحان کو ختم کر کے وہ سب ان کو پھر عطا فرمادیا جو ان سے لیا گیا تھا۔ زیادہ تکلیف ان کو بیماری کی وجہ سے تھی تو خدا نے ایک چشم پیداکر کے انہیں صحت دیا کہ اس کے پانی میں غسل کرو۔ پناہ خذنا عمل کرتے ہی صحت و سلام ہو گئے۔ سات برس کمال اپنی زندگی تکالیف میں بسر کی لیکن خدا سے شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ آیا۔ ہر موقع پر شکر ہی کرتے رہے۔ آخر آیت میں ایک اور واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

آپ کی نبی نبی نادی تھیں۔ صمیمیت کے اس تمام دور میں آپ کے ساتھ رہیں۔ شوہر کی بیماری کی وجہ سے سخت پریشان تھیں۔ خود ہی محنت مزدوری کر کے جو کچھ ملتا، اسی سے ان کی دوا اور فضلہ کرتیں۔ ایک دن شیطان ایک طبیب کے روپ میں ان سے کہنے لگا کہ میں ایک طبیع عاقل ہوں۔ میں ایوب کا علاج اس طرح کر سکتا ہوں کہ وہ صحت کے بعد صرف ان کا کہہ دیں کہ میں نے تمہاری وجہ سے صحت پائی ہے۔ وہ خوش خوش حضرت ایوب کے پاس آئیں اور شیطان کا قول بیان کیا۔ آپ کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور مجھ بھلا کر اس میں قسم کھانی کہ صحت

کے بعد سوچیاں نہیں ماروں گا۔ مجھے صحت دینے والا خدا ہے، نہ کہ وہ مردود و طیب، خرد و شیطان ہے جو مجھے مذکورہ طرف سے بدین کرنا چاہتا ہے۔ الغرض جب تک کہ ہو گئی تو آپ نے اپنی قسم پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ وہی ہوئی لے ایوب، وہ بے قصور ہیں انہوں نے جو کچھ کیا تھا ہمدردی میں کیا تھا۔ اپنی قسم پوری نہ کرو۔ مگر اس طرح کہ سرسینکوں کا نمٹنا بنا کر ایک بار ہی ان کو مار دو۔ اپنے جس بندہ کو خدا نے صابر اور شاکر کہا ہوا اس کی فضیلت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهٖمَ وَاِسْحٰقَ وَيٰعِقُوبَ اُولٰٓئِہٖمُ الْاٰیٰتِیْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۳۵﴾
 اِنَّا اَخْلَصْنٰہُمْ بِخَالِصٰةٍ ذٰکِرَہٗ الدَّارِ ﴿۳۶﴾ وَاِثْمُ عِنْدَنا لَمِنَ الْمُصْطَفٰیْنَ
 الْاٰخِیَارِ ﴿۳۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْکِفْلِ وَكُلَّ مِّنَ
 الْاٰخِیَارِ ﴿۳۸﴾

(اے رسول) ہمارے بندوں میں ابراہیم و اسحق و یعقوب کا ذکر کرو جو قوت اور بصیرت والے تھے ہم نے ان لوگوں کو ایک خاص صفت آخرت کی یاد سے ممتاز کیا تھا کہ یہ لوگ ہماری بارگاہ میں برگزیدہ اور نیک لوگوں میں سے ہیں۔ اور (اے رسول) اسمعیل و یسع و ذوالکفل کو بھی یاد کرو یہ سب نیک بندوں میں سے ہیں۔

اولی الیدی یعنی ہاتھوں والے۔ اس سے مراد ہے قوت والے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے بدن میں بڑی طاقت تھی اور بلاشبہ اپنے زمانہ کے کسٹم و ہار ب تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کی طرف رجوع کرنے کی بڑی قوت تھی۔ اور نیک کام بھالانے میں چاہے ان پر کیسی ہی مصیبت نازل ہوتی وہ لے سکتے تھے۔ برداشت کر لیتے۔ اور بڑے بصیرت والے تھے یعنی ان کے دل کی آنکھیں کھلی ہوتی تھیں۔ ہر نیک و بد میں باسانی تمیز کر سکتے تھے اور ذکر آخرت سے انہیں بڑی دلچسپی تھی اور اکثر اس کی یاد میں اپنا وقت صرف کرتے تھے۔ یہاں خدا نے الدار کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت ہی اہلی گھر ہے جہاں جانا ہے۔ دنیا میں جو گھر ہے وہ عارضی ہے جیسے کوئی مسافر راستے میں جا ٹھہرے۔ ایسے کا ذکر سورہ انعام میں بھی ہے۔ یہی اسرائیل کے نامور نسبیار میں سے تھے۔ حضرت ایسا نے ان کو اپنا جانشین بنا لیا تھا۔ حضرت ذوالکفل کا ذکر قرآن میں دو جگہ ہے یہی نبی اسرائیل کے انبیاء میں سے تھے۔ اور ذکر الہی میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔ ذوالکفل کے معنی ہیں کفایت کرنے والا۔

حضرت ذوالکفل کے زمانہ میں جو بنی اسرائیل نے پیڑوں کے قتل کا بازار گرم کر رکھا تھا آپ نے سو پیڑوں کی جان بچائی تھی۔ آپ اللہ بڑے عابد تھے کہ دن اور رات کا زیادہ تر وقت آپ عبادت میں گزارتے تھے۔

هَذَا ذِكْرٌ وَإِن لِلْمُتَّقِينَ لِحُسْنِ مَّآبٍ ۙ جَنَّتِ عَدْنٌ مَّفْتَحَةٌ
لَهُمُ الْآبْوَابُ ۙ مُتَّكِنِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ
وَشَرَابٍ ۙ وَعِنْدَهُمْ قِصِرَاتُ الظَّرْفِ أترَابٌ ۙ هَذَا مَا
تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۙ إِنَّ هَذَا رِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ
تَفَادٍ ۙ هَذَا وَإِنَّ لِلظَّالِمِينَ لَشَرَّ مَّآبٍ ۙ جَهَنَّمَ ۙ يَصَلَوْنَهَا
فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۙ هَذَا ۙ فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٍ وَغَسَّاقٍ ۙ وَآخِرُ
مِنْ سُكْلِهِمْ أَزْوَاجٌ ۙ هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَعَكُمْ ۙ لَا مَرَجِبًا
بِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ سَالُوا النَّارَ ۙ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مَّرْحَبٌ
بِكُمْ ۙ أَنْتُمْ قَدْ مَتَمُّوهُ لَنَا ۙ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۙ

یہ ایک نصیحت ہے بے شک پرہیزگاروں کے لیے آخرت میں بھی آرام گاہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے لیے بہشت کے سدا بہار باغات ہیں جن کے دروازے ہر وقت کھلے ہوں گے۔ یہ لوگ وہاں تکبیر لگاتے بیٹھے ہوں گے وہاں کثرت سے میوے اور شراب (ظہور) منگوائیں گے۔ ان کے پاس پچی نظروں والی (شریبلی) بی بیایاں ہوں گی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کے دینے کا وعدہ قیامت کے دن تم سے کیا جاتا ہے۔ یہ ہماری دی ہوئی روزی ہے جو کبھی تمام نہ ہوگی یہ (پرہیزگاروں کا انجام) ہے۔

اور سرکشوں کا تو یقیناً بڑا ٹھکانہ ہے، جہنم میں ان کو جانا پڑے گا وہ کیا بڑا ٹھکانہ ہے۔ یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ اور اسی طرح کی انواع و اقسام کی دوسری چیزیں ہیں تو یہ لوگ پڑے چکھ کریں گے۔ کچھ لوگوں کے بارے میں برے لوگوں سے کہا جائے گا یہ (تہا سے چیلوں کی) فوج بھی تمہارے ساتھ ہے (ٹھوس دی گئی ہے) ان کا بڑا ہویہ بھی دوزخ کے جانے والے ہیں (تو چلیے) کہیں گے (ہم کیوں) تم جہنمی ہو، تمہارا ہی بڑا ہونہم ہی لوگوں نے اس بلا سے ہمارا سامنا کر لیا ہے۔ جہنم بھی کیا بڑی جگہ ہے۔

دنیائیں جن لوگوں نے دوسروں کو گواہ کیا تھا وہاں اپنے پیروؤں سے بات کرنا بھی گوارا نہ کرے پھر اپنے پیروؤں پر الزام لگائیں گے اور میرا اپنے پیروں پر۔ عرض کوئی کسی کو اچھا نہ کہے گا۔

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فِرْدَوْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۙ
وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعْتَدُهُمْ مِنَ الشَّرَارِ ۙ
أَتَخَذْتَهُمْ سِخْرِيًا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْبَصَارُ ۙ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ
تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۙ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۙ وَمَنْ إِلَهٌ إِلَّا
اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۙ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۙ قُلْ هُوَ تَبَوَّأَ عَظِيمٌ ۙ أَنْتُمْ عَنْهُ
مُعْرِضُونَ ۙ مَا كَانَ لِمَنْ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ أَنْ يَخْتَصِمُونَ ۙ
إِنْ يُؤْحَىٰ إِلَىٰ إِلَّا أَنْتُمْ أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۙ

وہ عرض کریں گے اس شخص نے ہمارا اس (بلا) سے سامنا کر دیا تو اس پر ہم سے بڑھ کر جہنم

میں دو گنا عذاب کر (پھر خود ہی کہیں گے ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم جن لوگوں کو (دنیا میں) شہرِ شہناہ کرتے تھے ہم ان کو (یہاں دوزخ میں) نہیں دیکھتے کیا ہم ان سے سزا پان کرتے تھے یا ان کی طرف سے ہماری آنکھیں پلٹ گئی ہیں۔ بے شک جنہیں لوگ یہ جھگڑا بالکل ٹھیک ہے (اے رسول) تم کہہ دو میں تو بس (عذابِ خدا سے) ڈرانے والا ہوں۔ سوائے خدا کے واحد و قہار کے کوئی مہبود قابلِ پرستش نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے سب پر غالب اور بخشنے والا ہے۔ اے رسول، کہہ دو کہ یہ قیامت ایک بہت بڑا واقعہ ہے جس سے تم منہ پھیر رہے ہو۔ عالم بالا کے رہنے والے (فرشتے) جو باہم بحث کرتے تھے اس کی مجھے بھی خبر نہ تھی، میرے پاس تو بس وحی کی تھی ہے کہ میں خدا کے عذاب سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

جنہم میں جا کر وہ لوگ کہیں گے جن کو یہ کہا گیا تھا کہ پروردگار ان بہکانے والوں کو دو گنا عذاب کر اور وہ یہ بھی کہیں گے کہ دنیا میں جن لوگوں کو ہم بیکار اور شہرِ شہناہ کرتے تھے دوزخ میں وہ ہیں کہیں نظر نہیں آتے۔ یہ استفسار خدا کے ان نیک بندوں سے متعلق ہو گا جن کو وہ دنیا میں بُرا سمجھتے تھے۔ کیا ہم ان سے سزا پان کیا کرتے تھے یا ہماری آنکھیں ان کی طرف سے پھرتی ہیں۔ جنہیں لوگ یہ جھگڑا ہوتا ہے گا۔ اے رسول، تم ان کفار و مشرکین کو سمجھاؤ اور کہو، خدا کے واحد و یکتا کے سوا کوئی اور مہبود نہیں۔ جو کچھ تمہیں آسمانوں اور زمین کے اندر نظر آ رہا ہے ان سب کا پالنے والا خدا ہی ہے۔ بس اپنی بخت پرستی سے بلاؤ ورنہ قیامت میں تمہارا بھت بُرا سمجھو گا۔ قیامت کو مہسولی چیز نہ سمجھو۔ بہت بڑا واقعہ ہے بڑی اہم چیز ہے جس کی بات سنتے ہی تم منہ پھیر لیتے ہو۔

مادہ علی کے سائنس دان فرشتوں کے درمیان جو آدم کے بارے میں جھگڑا ہوا تھا، میں خود وہاں موجود نہیں تھا۔ مجھے تو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وحی کے ذریعے سے ہوا۔ یاد رکھو، میں تو حکمِ مُلکاً تم کو عذابِ خدا سے ڈرانے والا بن کر آیا ہوں۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۴۱ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ ۝۴۲

اَلَمْ نَجْعَلْہُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۴۱ اَلَا اِبْلِیْسُ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝۴۲
 قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیْ ۙ اَسْتَكْبَرْتَ
 اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ۝۴۳ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہٗ ۙ خَلَقْتَنِیْ مِنْ تَرَابٍ وَّ
 خَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ ۝۴۴ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْہَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝۴۵ وَاِنَّ
 عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلَیْ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۴۶

جب تمہارے رب نے ملائکہ سے کہا میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اُسے ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اپنی روح (روحِ نبوتی) اس میں پھونک دوں تو تم سجدہ میں گر پڑنا۔ سب ملائکہ نے آدم کو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ اکر گیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ پس خدا نے کہا اے ابلیس، جس کو میں نے اپنی قدرت کے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اُسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ تو نے تکبر سے کام لیا ہے یا تو عالین میں سے بن بیٹھا ہے اُس نے کہا (میں کیوں سجدہ کروں) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (اور آگ مٹی سے بہتر ہے) خدا نے فرمایا، تو یہاں سے نکل جا تو یقیناً مردود ہے اور تیرے اوپر قیامت تک لعنت کی چھٹکارا ہے گی۔

آدم کا واقعہ پہلے بھی کئی سورتوں میں بیان ہو چکا ہے۔ ان آیات میں چند باتیں قابلِ ذکر ہیں:
 ۱۔ لفظ بشر کا اطلاق کھلی ہوئی جلد کی مخلوق پر ہوتا ہے اور مخلوق میں صرف آدمی ہی ایسی مخلوق ہے جس کے ہلن پر اولیٰ یا بال باہر نہیں۔ آدم کی تعریف منطوق میں یہ ہے:
 بادی البشر (کھلی جلد والا) سولیس الاظفار (چوڑے کھلے ناخن والا) ضحاک بالطنع (ہنسنے کی طبیعت رکھنے والا)
 لفق رکھنے والا۔ یہ چاروں باتیں من حیث المجموع خدا کی کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتیں۔
 ۲۔ آدم کے سوا کسی مخلوق کے متعلق خدا نے یہ نہیں فرمایا، کہ میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے (قدرت سے) پیدا کیا ہے۔ یعنی اور مخلوق کی خلقت میں فرشتوں سے کام لیا گیا ہے مگر صرف ایک مخلوق ایسی ہے جسے میں نے خود بنایا ہے یعنی اپنی قوتِ رست کے ہاتھوں سے خود تیار کیا ہے۔ اس بنا پر اشرافِ مخلوقات کہلانا ہے۔

۳- یہ عالیجن کون تھے جن کے متعلق شیطان سے پوچھا گیا کہ کیا تو مالین میں سے ہو گیا ہے۔ بظاہر اس وقت وہ ہی گروہ تھے۔ فرشتے اور شیطان۔ یہ تیسری فرع کو نسی تھی۔ سورہ بقرہ میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے۔ یہ عالیجنے سوائے محمد و آل محمد کے دوسرا گروہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہی لوگ حسب حدیث رسولؐ خلقت آدم سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور زیر پرورش ان کا نور جلوہ نما تھا۔ ملائکہ اور انیس سب ان کو پہچانتے تھے۔

۴- سب سے پہلے قیاس کرنے والا انیس تھا۔ اُس نے جو قیاس کیا وہ غلط تھا۔ آگ کو مٹی پر فضیلت حاصل نہیں۔ مٹی کی جو خصوصیات ہیں وہ آگ کو حاصل نہیں۔ آگ جلانے والی ہے مٹی جلانے والی ہے۔ آگ خائن ہے اور مٹی امین ہے۔

۵- جہاں سے انیس کو نکلنے کے لیے کہا گیا وہ وہی مقام تھا جہاں آدمؑ اس وقت موجود تھے۔ جنت میں داخل ہونے سے پہلے۔

۶- قیامت تک بنی آدم، خدا اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ یعنی اس سے بیزار رہیں گے۔

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۸۰﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُوبِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿۸۴﴾ لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّن تَبَعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿۸۸﴾

(جب شیطان رحمت الہی سے مایوس ہو گیا) تو اُس نے کہا، اے میرے رب مجھے قیامت تک

(زندہ رہنے کی) مہلت دے۔ خدا نے فرمایا، تجھے ایک وقت معلوم تک مہلت دی گئی۔ اُس نے کہا، پس تیری عزت کی قسم، میں سب کو ہکا بول گا سوائے تیرے اُن مخلص بندوں کے جو تیرے خالص فرمانبردار ہوں گے۔ خدا نے فرمایا، حق بات کہہ دیتا ہوں اور میں تو حق ہی کہا کرتا ہوں میں تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والے جو بھی ہوں گے ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ (اے رسول) تم (لوگوں سے) کہہ دو، نہ تو میں تجھ سے اجر رسالت مانگتا ہوں اور نہ میں بناوٹی باتیں کرنے والا ہوں۔ پر تو اُن تو بس سارے جہان کے لیے نصیحت ہے اور کچھ دن بعد تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

کفار کو یہ سننا با جا رہا ہے کہ جس طرح شیطان نے آدم سے حد کر کے اپنا ستیا ناس کر لیا اور ہمیشہ کے لیے عذاب الہی میں مبتلا ہو گیا اسی طرح تمہارا حشر بھی ہو گا۔ تم ہمارے رسولؐ سے عداوت کر کے ایک دن پونجی جہنم کا ایندھن بنو گے۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو یہ سب شیطان کے انعام سے کر رہے ہو۔ پس جب ہمارے عذاب سے تمہارا گروہ نکال نہ بچا تو تم کیا بچو گے۔ اور اے رسولؐ، تم یہ بھی ان کے کان میں ڈال دو کہ میں تیرے رسالت کی تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میں جو کچھ کر رہا ہوں بے عرضی سے کر رہا ہوں۔ اور یہ قرآن میرا من گھڑت نہیں اور نہ یہ کوئی فتنہ کہانی کی کتاب ہے۔ میں جو کچھ کہ رہا ہوں، یہ قرآن تمام عالموں کے لیے نصیحت ہے۔ کچھ مدت بعد تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ تم نے مجھ سے عداوت کر کے کیا پایا۔

شیطان کو وقت معلوم تک کیوں مہلت دی گئی۔ اس کے لیے جلد اول سورہ بقرہ میں ملاحظہ فرمادیں۔

سُورَةُ الزَّمْرِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۹﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝۱ اِنَّا اَنْزَلْنَا لِيْلِكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّيْنَ ۝۲ اَللّٰهُ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاۡءَ مَا تَعْبُدُوْهُمُ اِلَّا لِيُقْرَبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِى مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۴ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفّٰرٌ ۝۵ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۝۶ سُبْحٰنَهُ ۝۷ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۸

اس کتاب کا نازل کرنا اس خدا کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔ (لے رسول) ہم نے قرآن کو تم پر بالکل ٹھیک نازل کیا ہے پس تم خالص اُس کے بندہ بن کر عبادت کرو اور عبادت تو خالص خدا ہی کے لیے ہے۔ جن لوگوں نے خدا کے سوا اوروں کو اپنا سر پرست بنا رکھا ہے (کہتے ہیں) ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ لوگ خدا کی بارگاہ میں ہمارا تقرب بڑھائیں گے۔ جس بات میں یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں خدا اس کا قیامت میں فیصلہ کر دے گا۔ بے شک خدا جھوٹے ناشکرے کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ اگر خدا کسی کو اپنا بیٹا بنا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا منتخب کر لیتا۔ مگر وہ تو اس سے پاک و پاکیزہ

ہے اور اکیلا زبردست ہے۔

اس سورہ کا آغاز چند باتوں کے سمجھانے سے کیا گیا ہے :
 ۱۔ جو لوگ کہتے تھے کہ قرآن محمدؐ کے خود بنا لیا ہے۔ ان کے اس باطل خیال کی تردید میں کہا جا رہا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔ لے رسول، تمہاری بنائی ہوئی نہیں ہے۔
 ۲۔ لے رسول، تم اپنے دل سے اس کی عبادت کرتے رہو۔ جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا کر عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت باطل ہے۔ عبادت صرف خدا ہی کے لیے ہے۔ کیونکہ جس کو بھی عبادت میں شریک کیا جائے گا وہ خدا کی مخلوق ہی میں سے کوئی ہوگا۔ پس ایک مخلوق اور ایک خالق کیسے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ خالق تو ہم خدا کو ہی مانتے رہے ہیں۔ بتوں کو خدا کا سر پہنچنے کا ذریعہ جانتے ہیں۔ جو کہ خدا کی ذات بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور ہم اس حد تک نہیں پہنچ سکتے، لہذا ہم نے ان بتوں کو اس تک پہنچنے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے بنایا ہے اور اسی لیے ان کی عبادت کرتے ہیں لیکن وہ لوگ کیا ذریعہ تقرب بن سکتے ہیں جو اول تو بے جان ہیں دوسرے خود محتاج امداد ہیں تیسرے ان کو ذریعہ بنانے میں خود ان لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک دوسرے سے نکلنے والوں ہزاروں کو بے سوچے سمجھے ذریعہ بنا رکھا ہے اور یہ خود آپس میں سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک گروہ جس کو ذریعہ تقرب سمجھتا ہے دوسرا اس سے انکار کرتا ہے اور کسی اور کو ذریعہ سمجھتا ہے۔ دوسرا گروہ ان دونوں کو باطل پر سمجھتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ انہی کے عقیدہ کی بنا پر ان میں سے کوئی بھی سچا ذریعہ تقرب نہیں۔ خدا اس جھگڑے کو قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا۔ یعنی جب اس کے سوا کسی کی حکومت ہوگی کسی کا وہاں زور چلے گا۔ اس وقت ان کی سمجھ میں آئے گا کہ خدا کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تھا۔ فرشتے ہوں یا جن۔ کوئی دیوی مویا دیوتا، خود وہاں اس بات کا اقرار کریں گے کہ یہ ہماری عبادت غلط کرتے تھے۔ کیونکہ ہم تو خود خدا سے واحد و قہار کو اپنا مہبود مانتے تھے۔

جو لوگ عزیر یا مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ سراسر باطل پرست ہیں۔ اگر خدا کو بیٹا بنا ہوتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا خود بنا لیتا۔ تم اس کے لیے کسی کو بیٹا بنانے والے کون ہو۔ خدا ایسے تعلقات سے بے نیاز ہے اس کی ذات پاک ان آلائشوں سے پاک ہے۔ وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، وہ سب سے زیادہ زبردست ہے کسی کی اس پر حکومت نہیں۔ کسی کا اس پر زور نہیں چلتا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُوْرُ اللَّيْلَ عَلَ النَّهَارِ وَيَكُوْرُ

النَّهَارَ عَلَى الْيَلِيلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيبَةً ۚ أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ لِبَالِكُمْ مِنْ الثَّمَرَاتِ ۚ إِنَّكُمْ إِذْ أَنْزَلْنَاهُ لَكُمُ الْغُلُقُوتَ تَلَوْنَهَا وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَنَّاءَ ۚ إِنَّهَا لَمِنْ أَنْعَامِنَا وَمِنْ لَدُنِّي مُزَكَّاةٌ ۚ وَمَا كُنَّا وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيبَةً ۚ أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ لِبَالِكُمْ مِنْ الثَّمَرَاتِ ۚ إِنَّكُمْ إِذْ أَنْزَلْنَاهُ لَكُمُ الْغُلُقُوتَ تَلَوْنَهَا وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَنَّاءَ ۚ إِنَّهَا لَمِنْ أَنْعَامِنَا وَمِنْ لَدُنِّي مُزَكَّاةٌ ۚ وَمَا كُنَّا وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾

اُس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طریقہ سے پیدا کیا ہے۔ وہی رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹا ہے۔ اُس نے سورج اور چاند کو سخر کیا ہے۔ سب کے سب اپنے وقت مقررہ تک چلتے رہیں گے۔ آگاہ ہو کہ وہ غالب اور بخشنے والا ہے۔ اُس نے تم کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا ہے اور اُس کی (باقی مٹی سے) اس کی بی بی (سوا) کو پیدا کیا۔ اور اس نے تمہارے جو پاؤں سے آٹھ نرم مادہ پیدا کئے اور اُس نے تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک قسم کی خلقت کے بعد دوسری قسم کی خلقت سے تہرے تہرے اندھیروں کے اندر (پیٹ، رحم اور جھلی) پیدا کیا ہے، وہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہت ہے۔ اس کے

سوا کوئی مبدوء نہیں پس تم کہاں بیٹھے جا رہے ہو۔ اگر تم ان سب باتوں سے انکار کرو (اور اسے خدا مانو تو) خدا تم سے بالکل بے پروا ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں کفر اور ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔ (قیامت میں) کوئی تمہاری کسی کے (گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہاری رجوع اپنے رب کی طرف ہوگی۔ پس وہ تمہیں بنا دیگا کہ (دنیا میں) تم کیا کیا (بھلائی یا جرائی) کیا کرتے تھے۔ وہی سب کے دلوں کے حال جاننے والا ہے

یہاں سے خدا اپنے ان احسانات کا بیان کرنا ہے جو اُس نے انسانوں پر کیے ہیں اور جن سے اس کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱- دن کے بیدرات اور رات کے بعد دن کا آنا، بتاتا ہے کہ وہ کس قدر صاحب قدرت اور خراج مطلق ہے۔ کیا خدا کے سوا کسی کی طاقت ہے کہ یہ کام کر سکے۔ دن اس لیے ہے کہ تم اس میں کام کر سکو اپنی روزی ٹھوڑی۔ اور رات اس لیے ہے کہ جب کام کاج کرتے کرتے تنک جاؤ تو آرام کے ساتھ اس میں سو جاؤ۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو نظام حیات انسانی برتلا نہیں رہ سکتا تھا۔

۲- چاند سورج کے لیے اس نے ایک ضابطہ طلوع و غروب اور قاعدہ رفتار پیدا کر دیا ہے۔ وہ اس کے پوری طرح یا بند ہیں۔ کیا مجال کہ ذرا خلاف ورزی کر سکیں۔ کائنات کا سارا نظام ان کے دم سے وابستہ ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو زمین پر کوئی چیز زندہ نہ رہ سکتی تھی۔

۳- ایک آدمی (آدم) سے اس نے کتنے آدمی پیدا کر دیئے کہ ہر زمانہ میں ہر خطہ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں۔ مرتے جاتے ہیں اور پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اگر سب زندہ نہ ہوتے تو نہ تو ان کو اس زمین پر قدم رکھنے کی جگہ ملتی نہ غذا کا ایک اندھکے کو ملتا۔ کیا اچھا قانون ہے کہ باری باری لوگوں کو بسانا چلا جاتا ہے۔

۴- آدم کی باقی مٹی سے ان کی بی بی کو پیدا کیا تاکہ دونوں مؤسس تمہاری بھی ہوں اور ان سے سلسلہ نسل بھی چلے۔

۵- تمہاریے مختلف قسم کے جو پائے پیدا کیے یعنی آٹھ کارآمد مٹیوں۔ جو ہر وقت تمہاری خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ یعنی اونٹ، زروادہ، گائے، زروادہ، بھیڑ، زروادہ، بکری، زروادہ۔ ان سے بیشمار قسم کے فائدے تم کو حاصل ہوتے ہیں اور ان کی ہر چیز تمہارے کام میں آتی ہے۔

۶- ذرا اس پر غور کرو کہ اس قادر مطلق نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے کیسے پیدا کیا ہے اور تمہاری خلقت لے کر کیا رنگ بدلے ہیں۔ لطفہ پدی کو کس عجیب طریقہ سے تمہاری ماؤں کے رحم میں جگہ دی۔ پھر لطفہ کو لطفہ یعنی خون کا لٹھرا بنا دیا پھر لطفہ کو تبدیل کر کے گوشت کا لٹھرا بنا دیا۔ پھر اس کو ہڈی کی صورت

میں لایا، پھر ہڈی پر گوشت چڑھایا۔ پھر آدمی کی صورت بنا کر اس میں روح پھونکی اور سب کا تین تین اندر پر دووں کے اندر ہوتے رہے۔ ایک پیٹ کا پردہ، دوسرے رحم کا پردہ اور تیسرے وہ جمل جس میں بچہ رہتا ہے۔ کیا یہ ان کی قدرت کاملہ کی بہترین نشانی نہیں۔ پس جب وہ ایسا ہے تو تم اس کو اپنا سمجھو دماننے سے کیوں انکار کرتے ہو وہ حقیقتاً تمہارا رب ہے اور حکومت اس کی حکومت ہے۔ اس کے سوا کوئی مہبود نہیں پھر تم کہاں بیٹھے جا رہے ہو۔ کہ اسے چھوڑ کر معلوم کہ کس کی عبادت کرنے پر عمل بیٹھے ہو۔ تم سوچتے کیوں نہیں اولوالفضل کے متعلق۔ مروی ہے کہ جب کوئی تکلیف پہنچی تو خدا کو یاد کرتا اور اس کی تصدیق کرتا۔ جب نجات پا جاتا تو حضرت کو یاد دلا کرتا۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تم کفرانِ نعمت کرو گے تو خدا کا کیا بگاڑو گے۔ اس کی ذات تو ہر شے سے بے نیاز ہے تمہارے شکر کی عجاہ نہیں۔ مگر ہاں، یہ بات ہے کہ وہ اپنے بندوں سے کفرانِ نعمت کو پسند نہیں کرتا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ تم رات دن اس کی نعمتوں کو سہپ سہپ کرتے رہو۔ عیش و آرام کے منہ سے اتاؤ۔ پھر بھی اس کا اقرار کرو کہ یہ سب چیزیں تمہیں خدا نے دی ہیں۔ خدا تو یہی بات پسند کرتا ہے کہ تم اس کے شکر گزار بندے بن کر رہو تاکہ تمہاری نعمتوں میں اور زیادتی فرمائے۔

اور دیکھو، کان دھر کر سن لو، قیامت میں جب خدا کے حضور حاضر ہو گے تو وہاں کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ جو لوگ اس عقیدہ پر چلے ہیں کہ سب کی گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے اور قیامت میں ہم بے غرضتے سیدھے جنت میں چلے جائیں گے وہ سخت دھوکہ میں ہیں۔ وہاں کوئی کسی کا نہ ہو گا یا جو مشرک مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم سلام کو ترک کر کے اپنے سابق دین کی طرف پلٹ آؤ تمہارے تمام گناہ ہم اپنے سر لے لیں گے، کھلا دھوکہ ہے۔ کوئی کسی کا گناہ وہاں اپنے اوپر نہیں لے سکے گا۔ اور بے عمل کیسے وہ خود اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہو گا۔ جب دنیا میں کوئی کسی کا بوجھ اپنے سر لینے پر تیار نہیں ہوتا تو خدا نے عادل کی سزا میں یہ چھوٹی ہمدردی کیا کام لے گی۔

یہ بھی یاد رکھو کہ کہیں ان تمہیں خدا کے سامنے جانا ہے۔ اس وقت وہ تمہارے اعمال کے امیر پتھر کھول کر دکھائے گا۔ بھلا علام اللہ یوب سے تمہاری کوئی بات چھپ کر رہ سکتی ہے۔ وہاں تو ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہو گا۔ وہ تو تمہارے دل کی چھٹی ہوئی باتوں تک کو ظاہر کر کے دکھائے گا۔ ذرا ہوش میں آؤ۔ اور سوچو بوجھ سے کام لو۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ

أَنْدَادًا لِّیَضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۗ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۗ ۸ أَمِنْ هُوَ قَائِلٌ أَنَا ۗ أَلَيْلٌ سَاجِدًا ۗ أَوْ قَائِمًا ۗ يَحْذَرُ الْآخِرَةَ ۗ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ ۹ قُلْ لِيَعْبُدِ الَّذِينَ آمَنُوا أَمْثَلُوا رَبَّكُمْ ۗ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۗ ۱۰

(آدمی کی حالت یہ ہے) جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے گڑبگڑا کر دعا کرنے لگتا ہے اور جب خدا اپنی طرف سے اسے نعمت عطا فرماتا ہے تو پہلے جس کام کے لیے دعا کی تھی اسے بھلا دیتا ہے اور خدا کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے اور لوگوں کو بھی بہکائے (اسے رسول) تم ان سے کہہ دو کہ اپنے کفر کی حالت میں کچھ دن میں کرو، آخر تو تمہیں جہنم میں جانا ہی ہے۔ کیا جو شخص رات میں بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو کیا وہ ناشکرے کافر کے برابر ہو سکتا ہے۔ کیا جو لوگ جاننے والے ہیں اور جو لوگ نہیں جانتے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو بس عقلمند لوگ ہی مانتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ اے میرے ایماندار بندو، تم اپنے رب سے ڈرتے رہو کیونکہ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی، ان ہی کے لیے آخرت میں بھلائی ہے۔ اور خدا کی زمین تو کشادہ ہے (مگر جہاں عبادت نہ کر سکو اسے چھوڑ دو) صبر کرنے والوں ہی کو تو ان کا بھر پور بے حساب بدلہ دیا جائے گا۔

انسان کو اس کی ایک عادت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جب کوئی مصیبت سر پر آکھڑی ہوتی ہے تو بہت روج قلبی گواہی دے گا کہ خدا سے دعائیں مانگنے لگتا ہے لیکن جہاں وہ بلا سے پہنچی اُسے بھول جاتا ہے اور اس کے جو شرک بیک بنا کر کے ہیں ان کے آگے سجدہ ریزی کرنے لگتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے یہی میرے کارساز ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کا ضمیر حق فواز ہے۔ جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ اپنے مجبور حقیقی کو یاد کرتا ہے۔ اس کی آواز غلط نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ بدھا کوہنے والوں کا ساتھ ان کا ضمیر نہیں دیتا۔ وہ برابر پیشانی کو تارتا ہے۔ کہ جو بڑے کیا یہ فعل بد ہے۔ زبان لکھ بارانکار کیسے مگر ضمیر کی آواز وہی رہے گی جو سنی برحق ہوگی۔ پس مصیبت کے وقت جو آواز بصورت دعا نکلتی ہے وہی آواز ہوتی ہے۔ لیکن جب بلا لگ جاتی ہے تو پھر جذبات ہد اس کے ضمیر پر چھا جاتے ہیں اور وہ بھول جاتا ہے کہ جس کو پکارا تھا وہ کون تھا۔

کفار و مشرکین کو خدا نے مہلت دے رکھی ہے کہ زندگی کے چند دن آرام سے بسر کر لیں۔ اس کے بعد تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہے ہی۔ جہلا ایسے لوگوں کا ان لوگوں سے کیا مقابلہ جو رات دن یا دالہ میں بسر کرتے ہیں۔ جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ ہمیں ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے۔ وہ ان جاہلوں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جن کے دل کفر و شرک کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

آخر میں مسلمانوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم کسی ایسی سرزمین پر آباد ہو گے جو جہاں تم آزادی سے عبادتِ خدا نہیں کر سکتے تو تم کو چاہیے کہ جس وقت موقع ملے وہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ خدا کی زمین تنگ نہیں۔ ہر جگہ کھال یکساں نہیں۔ وطن کی محبت میں اپنی کموکاری کے ترک پر کیوں آمادہ ہونے ہو۔ جہاں پر جاؤ گے اور عبادتِ خدا کرو گے خدا کی رحمت تمہارے ساتھ ہے گی۔ مکہ میں جو مسلمانوں کو مشرکین نے زیادہ ستایا تو حکم ہوا کہ اس سرزمین کو چھوڑ دو اور ہجرت کر کے ہرینہ چلے جاؤ۔ تاکہ اس آئے دن کی مصیبت سے تم کو نجات مل جائے۔ خدا کا یہ دواعی حکم ہے ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لیے۔

جن لوگوں نے سکھ سے ہجرت نہیں کی تھی اور وہیں مصیبتیں چھیٹے رہے، خدا کی نظر میں نامقبول ہوتے مسلمانوں کو ان سے میل جول ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۗ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۗ قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۗ فَاعْبُدُوا

مَا شَعْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنْ الْخَيْرِ لِنَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَآهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ لَّهُمْ مَنْ فَوْقَهُمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَحْتَهُمْ ظُلَلٌ ۗ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۗ يُعْبَادِ فَاتَّقُونَ ۝

(اے رسول! تم لوگوں سے) کہد، مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں پُر خلوص دل سے اللہ کی عبادت کروں اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں خدا کا سب سے پہلا فرمانبردار بندہ بنوں۔ (اے رسول) کہدو کہ اپنے رب کی نافرمانی کی صورت میں میں قیامت کے دن کے سخت عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہد، میں تو پُر خلوص دل سے بس اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ تم لوگ اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو (میرا ان سے کوئی تعلق نہیں) تم کہد، گھاسٹے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو اور اپنے لڑکے بالوں کو قیامت کے (سحاب کتاب کے) معاملہ میں خسارہ میں ڈالا۔ آگاہ ہو، سب سے بڑا اور کھلا گھانا یہی ہے۔ ان کے اوپر بھی آگ ہی کے اوڑھنے ہوں گے اور نیچے بھی آگ ہی کے بھجولے۔ یہ وہ عذاب ہے جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جس اسی کی عبادت کروں کسی اور کو اس میں شامل نہ کروں اور سب سے پہلا اس کا فرمانبردار بندہ بنوں تو میں ویسا ہی ہوں اور چاہتا ہوں کہ دوسروں کو بھی ویسا ہی بناؤں۔ ایسا نہیں ہے کہ میں دوسروں کو حکم دیتا ہوں اور خود ویسا نہ ہوں۔ میں سب سے پہلے اپنی طرف ایک نمونہ عمل تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم نے اپنے اور اپنے لڑکے بالوں کو بڑے گھاسٹے میں ڈال دیا۔ لڑکے بالوں کو اس لیے کہ تمہاری بد اعمالی دیکھ کر وہ بھی ویسا ہی کریں گے۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَا بُورَاءُ إِلَى اللَّهِ لَهُمْ

الْبَشَرِ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادَ ۚ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ
أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ وَوَلَّيْنَاكَ هُمْ أَوْلُوا الْأَلْبَابِ ۗ ۱۸
أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۖ أَلَا يَأْتِيهِ أَفْئُتٌ مِّنْ فَوقِهَا عُرْفٌ مِّنَ النَّارِ ۗ ۱۹
لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَمْ تُغْرِبْ مِنْ فَوْقِهِمَا غُرْفٌ مَّيْبُتَةٌ ۗ لَا تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۗ وَعَدَّ اللَّهُ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ۗ ۲۰

اور جو لوگ بتوں کے پوجنے سے بچے رہے اور انہوں نے خدا کی طرف رجوع کی ان کے لیے جنت کی خوش خبری ہے پس میرے ان بندوں کو خوشخبری سے دو جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں اور ان میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی ہدایت خدا نے کی ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں (اے رسول) جس شخص پر عذاب کا وعدہ پورا ہو چکا ہو تو کیا تم اس شخص کو بچا سکتے ہو تو ہاں، جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لیے اُدبچے اور نچے عمل اور بالاخانوں پر ہالانے ہیں جن کے نیچے نہیں جاری ہیں۔ یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا کبھی وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

یعنی جن لوگوں نے سرکش شیطان کی عبادت سے گریز کی اور اللہ کی طرف رجوع کی تو ایسے لوگوں کے لیے جنت کی بشارت ہے اور ایسے ہی لوگ ہیں جن کو خدا نے راہ راست تک پہنچا دیا۔ جس پر عذاب کا وعدہ پورا ہو چکا اس کا مصداق ابلیس ملعون ہے۔ اسے عذاب الہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ رہے جنتی لوگ تو ان کے لیے بڑے شاندار عمل ہوں گے جن کے نیچے نہیں جاتی ہوں گی۔ دوزخیوں اور جنتیوں کے متعلق جو خدا کا وعدہ ہے وہ پورا ہو کر ہے گا۔

الْعَرْتَرَانِ ۗ أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ

يُخْرِجُ بِهِ زُرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ثُمَّ يَمِيزُ فَنُزُلُهُ مِصْفَرًا ثُمَّ
يَجْعَلُهُ حُطًا مَّاءٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ ۲۱
شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۗ قَوْلٌ لِّلَّذِي
قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۖ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۗ ۲۲
اللَّهُ نَزَلَ أَحْسَنَ
الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِي ۖ تَشْعُرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۗ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ
هُدًى لِّلَّذِينَ يَهْتَدُونَ بِهِ ۚ وَمَنْ يَشَاءْ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَآلَهُ
مِنْ هَادٍ ۗ ۲۳

کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ خدا نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کو زمین میں چشتے بنا کر جاری کیا جو اس کے ذریعہ سے رنگ برنگ کے پھلے اگاتا ہے پھر (پکنے کے بعد) پودے سونکھ جاتے ہیں تو تم کو وہ زرد دکھائی دیتے ہیں۔ پھر خدا انہیں پورے پورے (بھوسا) کر دیتا ہے اس میں بے شک عقلمندوں کے لیے بڑی نصیحت و عبرت ہے جس کے سینہ کو خدا نے (قبول) اسلام کے لیے کشادہ کر دیا تو وہ اپنے پروردگار (کی ہدایت) کی روشنی پر (چلتا) ہے۔ (وہ گمراہوں کے برابر کیسے ہو سکتا ہے)۔ افسوس تو ان لوگوں پر ہے جن کے دل خدا کی یاد سے (غافل ہو کر) سخت ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ صرف کئی گراہی میں پڑے ہیں۔ خدا نے بہت اچھا کھلا (قرآن) نازل فرمایا جس کی آیتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور ایک بات کئی کئی بار دہرائی گئی ہے، جس کے سننے سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے

ڈرتے ہیں۔ ان کے جسم نرم ہو جاتے ہیں اور ان کے دل خدا کی یاد کی طرف باطمینان متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ خدا کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے کرتا ہے اور جسے چاہے گمراہی میں چھوڑ دے پھر اس کا کوئی ہادی نہیں۔

خدا کی قدرت کا کمال دیکھو کہ وہ آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں ذخیرہ کرتا ہے پھر زمین سے پینے پھونٹتے ہیں۔ بلکہ ہزاروں فرٹ اونچے پیازوں پر بھی پینے پھونٹ رہے ہیں۔ بسوٹے اس کی قدرت کاملہ کے کون ہے جو زمین سے نکال کر اتنی بندی کس اس پانی کو لے جاتا ہے۔ پھر زمین پر اس پانی سے کھیت اگتے ہیں لہذا پتے ہیں پھر سوکھ کر زرد پڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ پور پور ہو کر جس بن جاتا ہے ہاں دانہ ان سے پیدا ہو جاتا ہے غنہ کے دانے مختلف رنگ کے ہوتے ہیں، کوئی سبز جیسے مونگ کوئی پیلا جیسے گیہوں کوئی زرد جیسے جوار کوئی کالا جیسے ماش۔ غور کرو زمین ایک، پانی ایک، ہوا ایک، فضا ایک لیکن جو غذا اگتا ہے اپنا اپنا رنگ روپ لے کر نکلتا ہے، دوسرے پہچان لیا جاتا ہے کہ یہ پودا فلاں غذا کا ہے۔

جو شخص سلام لاتا ہے خدا اس کے سینہ کو اعمال خیر بجالانے کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور سبطی ہدایت کی روشنی میں چلا تا ہے۔ بر خلاف اس کے جو کفر پر جمے رہتے ہیں ان کے دل سیاہ و سخت ہو جاتے ہیں اور ان میں ذکر الہی کی گنجائش نہیں رہتی اور وہ مکمل گمراہی میں پڑے اپنی زندگی تباہ کرتے ہیں۔

قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اس کے معنائیں اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ۲۳ سال مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا ہے لیکن کیا ممکن کہ کہیں کوئی اختلافی صورت پائی جائے۔ یا کوئی آیت دوسرے کے متضاد ہو۔ حالانکہ دوسرا کوئی اگر اتنی دراز مدت میں تھوڑا تھوڑا لکھتا تو ایک جگہ ہو لکھتا دوسری جگہ اس کے خلاف لکھ دیتا، تحریر کا رنگ بدل جاتا۔ اور تحریر میں تبدیلی پیدا ہو جاتی۔ مگر یہاں اول سے آخر تک ایک ہی رنگ ہے اور یہ دعویٰ ہے کہ تم سے کم سے کم ایک سورۃ تو ایسی بناؤ اس سے معلوم ہوتا کہ شروع سے آخر تک ۲۳ سال کے اندر ایک ہی اعجازی شان ہے۔ ایک مضمون کئی کئی بار بیان ہوا ہے لیکن اپنے موقع و محل کے لحاظ سے کہیں بے جوڑ نہیں کہیں بے ربط نہیں۔

اگر انگریزی کا یہ عالم ہے کہ ہزار بار پڑھو طبیعت نہیں آتی، دل نہیں گھبراتا۔ ہر بار عذاب کی آیات کو پڑھ کر بدن پر رونے لگتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سخت دلوں میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ نیلا لٹ نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ خدا کے ذکر کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ یہ ہیں خدا کی ہدایت کے واضح نشانات!

إِن يَتَّبِعِي بوجهه سوء العذاب يوم القيمة، وقيل للظلمين

ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۷﴾ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَّهَمُوا
العذابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۳۸﴾ فَاِذَا قَامَ اللهُ الْخِزْيُ فِي
الحَيوةِ الدُّنْيَا وَلِعَذَابِ الْآخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ ﴿۴۰﴾ قَدْ اَنَّا عَرَبِيًّا غَيْرِ ذِي عَوْجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۴۱﴾
ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا
لِرَجُلٍ هَلْ يَتَّبِعُونَ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُونَ ﴿۴۲﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اِنَّكَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكَ تَخْتَصِمُونَ ﴿۴۴﴾

تو کیا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے دن عذاب کی سپر بنائے گا (اس کی بد حالی کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے) (نہیں) ظالموں سے کہا جائے گا کہ تم (دُنیا میں) جو کچھ کیا کرتے تھے اب اس کا عذاب دیکھو جو لوگ ان سے پہلے گور چکے ہیں جب انہوں نے پیغمبروں کو ٹھٹھلا یا تو ان پر سر یکا یک اس طرح عذاب آپڑا کہ انہیں خبر ہی نہ ہوئی تو خدا نے اس دنیا ہی میں عذاب کی لذت چکھا دی اور اگر وہ سمجھیں تو آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بڑا ہے۔ ہم نے تو اس قرآن کے اندر لوگوں کو سمجھانے کے واسطے ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ہم نے قرآن کو صاف و سلیس عربی زبان میں نازل کیا ہے جس میں ذرا بھی کجی نہیں

یعنی پیچیدہ منہیں تاکہ لوگ سمجھ کر خدا سے ڈریں۔ خدا نے ایک مثال بیان کی ہے۔ ایک شخص (غلام) ہے جس کے کئی جھگڑاوساخھی ہیں۔ اور ایک غلام ہے کہ پورا ایک شخص کا ہے تو کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے (ہرگز نہیں) الحمد للہ، مگر ان میں سے اکثر اتنا بھی نہیں جانتے۔ (اے رسول) تم بھی تو مرنے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں پھر تم لوگ قیامت کے دن اپنے پروردگار کی بارگاہ میں باہم جھگڑو گے۔

آیت ۲۴ میں مذکور سپرنانے کا ذکر ہے۔ آدمی پر جب مار پڑتی ہے تو وہاں تک ممکن ہوتا ہے منہ کو بچائے رہتا ہے اور اعضاء کپٹنے دیتا ہے۔ لیکن دوزخ میں تو اس کے ہاتھ پاؤں جڑے ہوئے ہوں گے لہذا جو ضرب پڑے گی، منہ ہی پر پڑے گی۔

کفار سے جب نزول عذاب کو کہا جاتا تھا تو وہ سمجھتے تھے یہ صرف دھمکی ہے لیکن عذاب ان پر اس طرح لیا گیا کہ ان پر اگر ان کو خبر بھی نہ ہوتی۔ پس اے رسول، ان کافروں کو آگاہ کر دو۔ ایسے ہی تم بھی کسی روز لیا گیا عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ جیسے وہ لوگ ذیلیاں ذلیل ہوئے تھے ایسے ہی تم بھی ہو گے اور اس کے بعد عذاب آخرت تو اس سے کہیں بڑا ہے۔

تم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے مشرکوں کو صاف عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ جب تمہیں اس کے سمجھانے کے لیے کسی ترجمان کی ضرورت نہیں۔ تمہاری مادری زبان ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس کے معانی و مطالب پر غور نہیں کرتے۔ کوئی مفسر ان ایچ بیچ سے نہیں بیان کیا گیا کہ سمجھ میں نہ آئے۔

آیت نمبر ۲۵ میں شرک و توحید کی ایک بڑی واضح مثال دی گئی ہے۔ ایک غلام کے آقا کئی لوگ ہیں جو بد مزاج اور جھگڑا لو ہیں۔ وہ جس کی اطاعت نہیں کرتا وہی اسے مانتا ہے تو ایسے غلام کی جان کیسی ضیق میں ہوگی۔ سب کیسے راضی کرے گا۔ دوسرا غلام ایک ہی شخص کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے کو ہر طرح خوش رکھ سکتا ہے۔ مثلاً پہلے غلام کا ایک آقا بدھرازم رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ غلام بدھرازم کے مطابق عبادت کرے۔ دوسرا ہندو ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہندوؤں کی سی عبادت کرے۔ تیسرا یہودی ہے۔ چوتھا نصرانی ہے۔ وہ اپنے اپنے طریقہ پر اسے رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ غلام ہر دین کے مطابق عمل کر سکے۔ کفار و مشرکین کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم کئی کئی جنوں کو اپنا مہبود بناتے ہوئے ہو۔ اگر یہ سب تم سے ایک ہی طریقہ عبادت چاہتے ہیں تو پھر ان سب کی ضرورت کیا ہے۔ کسی ایک کا دامن پکڑ لو۔ اور اگر ان کا طریقہ عمل جدا جدا ہے تو تمہاری جان جھگڑے میں پڑ جائے گی۔ مثلاً ایک دیوتا کے سامنے ہتیا کرنا عین عبادت ہے

دوسرے کے نزدیک چور ہنیا کرنا باپ ہے۔ بناؤ دونوں کو کیسے خوش رکھ سکو گے۔ اور اگر ایک ہی خدا کے ماننے والے ہو تو یہ وقت پیش نہ آئے گی۔ یہ توحید انسانی معاشرہ کی جان ہے۔ ایک خدا کا ماننا آپس میں اختلافی صورت پیدا نہ کر سکے گا۔

اِنَّكُمْ مَعِيَتْجٌ وَاِنَّكُمْ لَمَعَمَّيْتُونَ سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدا کے سوا سب کو موت ہے۔ خواہ کوئی نبی ہو یا رسول۔ جب سب کو مرنا ہے اور ایک دن خدا کے سامنے ہونا ہے تو ہر ایک کے سامنے اس کا انجام آجائے گا۔

مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۗ
الَّذِينَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝۳۲ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ
بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝۳۳ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ ۖ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذَٰلِكَ
جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝۳۴ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَ
يَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۳۵ أَلَيْسَ اللَّهُ
بِكَافٍ عَبْدَهُ ۗ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۗ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ
فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ
اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷

اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ بولے اور حیب سچی بات اس کے پاس آئے
تو اسے جھٹلا دے۔ کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے۔ اور جو شخص سچائی کو لایا (رسول) اور
جس نے اس کی تصدیق کی اور یہی پرہیزگار لوگ ہیں۔ یہ لوگ جو چاہیں گے ان کے لیے خدا کے
پاس وہی چیز ہے۔ نیکی کرنے والوں کا تو یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان کی بُرائیوں کو جو انہوں نے
کی ہیں بدل دے اور جو اچھے کام وہ کر چکے تھے اس کا ثواب عطا فرمائے۔ کیا خدا اپنے بندوں
کی مدد کے لیے کافی نہیں ہے۔ اے رسول، لوگ تمہیں خدا کے سوا دوسرے معبودوں سے ڈراتے
ہیں۔ جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں اور جس کو اللہ ہدایت
کرسے اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں۔ کیا خدا زبردست اور بدلہ لینے والا نہیں۔

اب یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے متعلق جھوٹ بولا اور اس کے لیے بیٹیاں اور بیٹے بنا کر رکھے اور جب رسول نے فتنے اٹھائے تو ان کے سامنے پیش کیا تو اس کو جھٹلایا۔ ان کی رسالت کی تکذیب بھی کی۔ تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کہاں ہوگا۔ متقی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس خبر کی تصدیق کی جو رسول خدا کی طرف سے کر کے تھے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالصَّدَقَاتِ وَقَدَّحُوا فِي رِيحِهِمْ - اگرچہ اکثر مفسرین نے جساءہ بالصدق سے مراد توحید یا قرآن کو لیا ہے تو اس کو جھٹلانے والا مستکر توحید ہوگا۔ لیکن حضرات اہلسنت کے ایک زبردست عالم حافظ ابن مردودہ نے لکھا ہے کہ جو شخص رسالت کا کلمے کے بارہ میں جھٹلائے وہ مراد ہے۔ پس صدق سے حضرت عتی کے بارہ میں حضرت رسول خدا کا فرمان مراد ہوا۔

علاوہ بریں سب سے پہلے میں نے ماجمار عبد النبی کی تصدیق کی وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدیق تین ہیں، مومن آلِ فرعون جس نے حضرت موسیٰ کی تصدیق کی۔ حبیب بنہار جس نے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی۔ اور علی بن ابی طالب جنہوں نے حضرت رسول خدا کی تصدیق کی۔ اسی لیے حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ لَا يَقْبَلُونَ عِدِّي حَتَّى يَأْتِيَ كَذِبِي مُتَغَيِّرًا - (میں سب سے بڑا صدیق کرنے والا ہوں میرے بعد ایسا نہیں کہے گا مگر جھوٹا مفسر ہی۔)

اس کے بعد کہا گیا ہے کہ ان کے رکھے پاس جو کچھ ہے اس میں سے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کو دیا جائے گا۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ جنت میں جو چاہیں گے دیا جائے گا بلکہ عند ربہم کہا گیا ہے یعنی ان کے رکھے پاس جو ہے۔ تو ان کے سب کے پاس کیا نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ عظمت ہے وہ شخص جو رسول اللہ کا مصدقِ اول ہے۔ یعنی علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ پس اس کے بعد اگر علی کو قسمیں اللہ والجنہ کا ہلٹے تو کیا قابلِ ہزار ہے۔ مگر لیکن حضرت رسول خدا کو یہ کہہ کر ڈرا کر تے تھے کہ تم ہمارے بتوں کو بڑا کہہ کر اچھا نہیں کرتے۔ یہ بڑی بڑی بات ہے۔ یہ بڑی ہستیاں ہیں۔ کس کی طاقت ہے کہ ان کا مقابلہ کر سکے۔ اگر تم نے ان کو بڑا کہنا نہ چھوڑا تو ایک دن یہ نہیں بٹے پھیں گے۔ وہ ظالم یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ کی قوت کیا ہے۔ بتوں میں کوئی طاقت نہیں۔

غلابے گری میں چھوڑے گا پھر اسے کوئی طاقت نہیں نبھال سکتی اور جسے راہِ راست پر لگانے کا پھر کوئی وہاں سے ہٹا نہیں سکتا۔ وہ وقت آ رہا ہے کہ خدا تم سے اس سرکشی کا بدلہ لے کرے گا۔

وَلَيْنِ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْبْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَيَّ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۴۰﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّٰ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِ ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۴۱﴾

(اے رسول) اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیے تو کہہ دیں گے، اللہ نے، تم ان سے کہو، ذرا اس پر تو غور کرو، اگر اللہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ لوگ (بت) نقصان کو دُور کر سکتے ہیں۔ اور اگر خدا مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ لوگ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں۔ اے رسول، تم کہہ دو کہ خدا میرے لیے کافی ہے۔ اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ اے قوم، تم اپنی جگہ پر جو عمل چاہو کیے جاؤ، میں اپنی جگہ جو کچھ کر رہا ہوں۔ عنقریب تمہیں (اپنے عمل کا نتیجہ) معلوم ہو جائے گا کہ کس پر آفت آتی ہے جو دنیا میں اُسے رسوا کرے گی اور آخرت میں اس پر دائمی عذاب بھی نازل ہوگا ہم نے تم پر تکرار سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے پس جو ہدایت پائے گا تو اپنے ہی لیے پائے گا اور جو گمراہ ہوا تو گمراہی کا وبال اُسی پر ہوگا اور تم کچھ ان کے ذمہ دار تو نہیں ہو۔

پہلی آیت کے متعلق سوال یہ ہے کہ اگر کفار و مشرکین اللہ کو مانتے تھے اور خالقِ ارض و سماءات جانتے تھے تو پھر ان کو مشرک کیوں کہا جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ وہ خدا کو مانتے تو تھے لیکن جن صفات کے ساتھ مانتے تھے خدا کی ذات ان سے منتر و مبترا ہے۔ دوسرے وہ بتوں کو خدا کا شریک بھی سمجھتے تھے۔ ان کے عقیدہ میں خدا تک پہنچانے کا ذریعہ محبت تھے۔

خدا فرماتا ہے، اے رسول! تم ان سے یہ پوچھو کہ تم جن کو اپنا مبدؤ سمجھتے ہو کیا ان میں یہ طاقت ہے کہ اگر خدا کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو یہ روک دیں یا فتنہ پہنچانا چاہے تو اُسے نہ پہنچائے دیں۔ پس جب خدا

۳۶۳

کی بارگاہ میں ان کا کوئی دخل ہی نہیں تو پھر تم نے انہیں لینا مسمود کیسے بنا لیا۔

پھر رسولؐ سے کہا جا رہا ہے کہ تم ان سے کہو میں تو اپنا کام کیے جا رہا ہوں اس سے کتنا نہیں۔ تمہارا جو بیچہ ہے کس کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ مجھے کالوسلین سے روک سکتے ہو۔ نہیں بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ کون ذلیل ہوا اور کس کے سر پر غلبہ اُکھڑا ہوا۔ تم اگر ہدایت یافتہ بنو گے تو تمہارا ہی فائدہ ہوگا اور اگر گمراہی میں پڑے رہو گے تو اس کا وبال تمہارے ہی سر پر لگے گا۔ رسولؐ کا کام صیغہ راستہ کا دکھانا ہے۔ اس پر سنسراں مقصود تک پہنچانے کی ذمہ داری نہیں۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ
الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي
ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۶﴾ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ
قُلُوبًا لَّئِنْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ
جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۸﴾ وَإِذَا ذَكَرَ
اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذَكَرَ
الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۳۹﴾

خدا ہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کے نفس (اپنی طرف) بھیج بٹاتا ہے اور جو لوگ نہیں
مرے ان کے (نفس) خواب میں بھیج لیے جلتیں پس جن کے بارہ میں خدا موت کا حکم سے
چکا ہے ان کے نفس کو روک رکھتا ہے اور باقی (سونے والوں کے نفسوں) کو پیر ایک وقت تک
کے لیے بھیج دیتا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے فترت کی بہت نشانیاں ہیں
کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے سفارشی بنا رکھے ہیں۔ اے رسولؐ تم کہہ دو کہ جو بیٹے لوگ

نہ کچھ اختیار رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہو جتھے ہوں پھر بھی ان کو سفارشی بناؤ گے۔ تم کہہ دو کہ
ساری سفارشات تو خدا کے لیے خاص ہے۔ سارے آسمانوں اور زمین کی حکومت تو بس اسی کے لیے
ہے۔ اور پھر لوگوں کو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ
آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منتشر ہو جاتے ہیں اور جب خدا کے سوا اور مسمودوں
کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔

نفس انسانی جو عقل و تہمت کی جہتی ہے سوتے وقت بدن سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام
سوساں منسل ہو جاتے ہیں اور مثل مردوں کے بن جاتا ہے پس جن کو ابھی نہیں مرنا ہے ان کے نفس کو واپس بھیج دیا جاتا
ہے اور نیند کے بعد وہ جاگ اُٹھتے ہیں اور چکھو کوڑے آئی لڑن اور نفس کو واپس نہیں بھیجا جاتا۔ ایک شخص کچھ خدا کے
اختیار میں ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کی زندگی کا وقت کب پورا ہو جائے گا۔ ایک شخص بولتا چلتا دنیا سے
اٹھایا جاتا ہے اور سر ایک کو وقت میں تک زندہ رکھا جاتا ہے۔ نہ تو کوئی موت کا وقت جانتا ہے اور نہ کوئی آنے
والی موت کو روک سکتا ہے۔ کیا یہ خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے نہیں ہے۔

جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ان کے چھوٹے مسمود سفارش کر کے انہیں سچا لیں گے وہ دھوکہ ہیں اور رسولؐ
کی سفارش تو فریضہ ہے وہ تو اپنے بچا لے رہی قادر نہ ہوں گے سفارشوں کا قبول کرنا یا نہ کرنا تو خدا کے اختیار میں ہے
آسمان اور زمین سب اسی کے ہیں۔ اسی کے قبضہ اختیار میں ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ کسی کی طاقت
نہیں کہ اپنے کو اس کے سامنے حاضر ہونے سے روک سکے۔

ان مشرکوں کی حالت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے خدا کی صفات بیان کی جاتی ہیں تو عاقلس باختہ ہو جاتے ہیں
انہیں سننا گوارا نہیں کرتے۔ اہل جب ان کے بتوں کی تعریف کی جاتی ہے تو غصی سے پھوٹے نہیں سہاتے۔ مادہ پرستی
ان پر غالب ہے وہ کسی ایسی ذات کو مسمود ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے جو انہیں نظر نہیں آتا اور جس کے صفات انسانی
صفات سے بالکل الگ تھلاک ہوں۔ رہے بت پرستوں کو ان کے مجھے ان کے سامنے ہونے ہیں لہذا ان کو مسمود بنانے پر
بخوشی راضی ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر ان تمام کو فرض کر لیتے ہیں جو ایک معتدرا عملی کے لیے ہونی چاہئیں۔ فترت ان
جا سب ان کو بتا چلا آ رہا ہے کہ ان بتوں کے اندر کوئی قدرت نہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ
بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۳۹﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَا فِتْنَةٌ لَهُ مِنْ سُوْرِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَبَدَّ اللَّهُ مَنْ مَالَهُ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿۳۶﴾ وَبَدَّ اللَّهُ مَوَسِيَاتٍ مَّا كَسَبُوا
وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا يَكْتَسِبُونَ ﴿۳۷﴾ فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ
دَعَا نَادِرًا إِذَا أَخْوَلَهُ نِعْمَتُهُ مَتَا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ لِيْفْتِنَهُ
وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾

(اے رسول کریم) اے خدائے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے، اے ظاہر باطن کے جاننے والے
جس باتوں میں تیرے بندے آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں تو ہی ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اگر ان لوگوں
کے پاس رہنے زمین کی ساری کائنات ہو بلکہ اس کے ساتھ اتنی ہی اور بھی ہو اور وہ قیامت کے دن
سخت عذاب کا بدلہ دینا چاہیں تو ان کے سامنے خدا کی طرف سے وہ بات پیش آئے گی جس کا
انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا اور جو بدکرداریاں انہوں نے کی ہیں وہ سب ان کے سامنے کھل جائیں گی
اور جس عذاب کے متعلق یہ لوگ قہقہے لگاتے تھے وہ انہیں لے ڈالے گا۔ انسان کو جب کوئی بُرائی چھو
جاتی ہے تو ہم سے دعائیں مانگنے لگتا ہے اور جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے
ہیں تو کہنے لگتا ہے یہ تو صرف میرے علم کے زور سے مجھے ملی ہے۔ مگر یہ تو ایک آزمائش ہے جسے
ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

آیت ہجرہ کا مطلب یہ ہے کہ روئے زمین پر جس لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی ہے وہ عذاب الہی سے
بچ نہیں سکتے۔ چاہے وہ یہ تمام دنیا بکلی ایسی ایک اور دنیا بدل میں سے کر لے کہ عذاب سے بچا جائے تو بھی نہیں
بچا سکتے۔ وہاں ان کے سامنے کروڑوں کے اثر پتھر کھول کر رکھ دیئے جائیں گے اور وہ عذاب انہیں گھیر لے گا جس کا
وہ مذاق اڑاتے تھے۔

انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہیں پکائے لگتا ہے اور جب ہم اس کو
اپنی کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو میری شہن تدبیر کا نتیجہ ہے، خدا کا اس میں کیا دخل۔ وہ سمجھتا نہیں کہ یہ

ایک طرح کی آزمائش ہے کہ جب ہم نعمتیں دیتے ہیں تو وہ ہمارا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور جب کسی مصیبت
میں مبتلا ہوتا ہے تو ہم سے کو لگتا ہے یا نہیں۔ ہم سے منکر یا کرتا ہے یا نہیں۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۳۹﴾
فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ
مَا كَسَبُوا وَوَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۴۰﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾
قُلْ يُعْبَادُوا الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۴۲﴾ وَأَنْبِئُوا
الَّذِينَ كَفَرُوا وَأَسْلَمُوا لَهُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ
لَا تُنصَرُونَ ﴿۴۳﴾

جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی ویسی ہی باتیں کیا کرتے تھے (جب عذاب آیا) تو ان کی کارسائیاں
کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں۔ غرض انہیں اپنے بُرے اعمال کے نتیجے بھگتنے پڑیں گے اور یہ لوگ نہیں
عاجز نہیں کر سکتے۔ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ جس کا رزق چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے جس کا چاہتا
ہے گھٹا دیتا ہے۔ اس میں ایسا نمار لوگوں کے لیے قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اے رسول کہو، اے
میرے ایسا نمار بند و جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں اللہ کی رحمت سے مایوس
نہ ہوں۔ اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑا بخشنے والا اور رسم کرنے والا ہے۔ تم اپنے
رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماؤ بن جاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب نازل ہو

اور پھر تمہاری مدد نہ کی جا سکے۔

ان مشرکین کو سے پہلے ہی جو کفار و مشرکین گزر چکے ہیں وہ بھی خدا کے متعلق ایسی ہی ہو گئی کہ اس کی سزا کرتے تھے یہی یہ کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس کی سزا یہی کہ جو عذاب آنا تھا وہ ان پر آ ہی گیا۔ کیا یہ احمق خدا کے عاجز بنانے کی فکر میں تھے۔ ان کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ روزی کو شادہ کرنا اور کم کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ قحط کا عذاب لاتا ہے تو کون روک سکتا ہے اور اگر کھیتوں میں خوب فلت پیدا ہو تو کس کی یہ طاقت ہے کہ زمین کی اس پیداوار کو کم کر دے۔ جو لوگ ایماندار ہیں مگر جن کو بے گناہ کر جاتے ہیں تو ان کی تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کی رحمت اور بخشش سے یابوس نہ ہوں، اس سے قریب دست بردار کرو۔ دل کو اسی سے لٹائے رکھو۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری پر کربا نہ دو۔ وہ ایسا غفور و رحیم ہے کہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمْ
الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۵۸﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ لِحِصْرَتِي
عَلَى مَا فَرَّقْتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لِمِنَ السَّخِرِينَ ﴿۵۹﴾ أَوْ
تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۶۰﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ
تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةٌ فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۶۱﴾

اور جو اچھی باتیں تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوتی ہیں ان پر چلو۔ اس سے پہلے کہ تم پر
بیکارگی عذاب نازل ہوا اور تمہیں خبر ہی نہ ہو (کہیں ایسا نہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ کہنے لگے
ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے تقرب خدا حاصل کرنے میں کی اور میں تو ان باتوں پر
ہنسنا ہی رہا یا یہ کہنے لگے کہ اگر خدا میری ہدایت کرتا تو میں ضرور پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا جب
عذاب آتا دیکھے تو کہنے لگے کاش مجھے دنیا میں پھر جانے لے تو میں سچو کاروں میں سے ہوجاؤں۔

جذب اللہ۔ حضرت علی علیہ السلام کا لقب ہے بر سبب خدا سے انتہائی قربت کے مطلب یہ ہے کہ

منافقین حضرت سے کہیں گے کاش ہم نے اہل بیت کی پیروی میں کوتاہی نہ کی ہوتی اور حضرت علی کی فضیلت کا مذاق نہ
اڑایا ہوتا۔ لیکن قیامت کے روز ایسی باتیں کر لے سے کیا فائدہ ہوگا۔ تو یہ استغفار کرنے اور نیک عمل کر کے دکھانے کا
وقت گزر چکا ہوگا۔

بعض مفسرین نے جذب اللہ کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ کتاب خدا کے بہترین پہلو سے درگزر نہ کرنا۔
لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ کتاب خدا میں تو کوئی پہلو بھی ناقص نہیں۔ پھر بہترین و کمترین کا کیا سوال۔ یہ سب
مخوشیوں حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کو مثال کے لیے ہیں۔
حقیقی معنی جذب اللہ کے ہیں "اللہ کا پہلو"۔ جیسا کہ بے اللہ و عین اللہ محتاج تاملی ہیں۔ اسی طرح پہلو سے
مراد انتہائی قربت ہی ہو سکتی ہے اور رسول کے بعد سب سے زیادہ قربت صرف حضرت علی کو حاصل تھی۔

بَلَىٰ قَدْ جَاءَ تَاكِ اٰیَتِي فَكَذَّبَتْ بِهَا وَاَسْتَكْبَرَتْ وَكُنْتَ مِنَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا عَلٰى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمُ
مُّسْوَدَةٌ اَلْاَيْسُ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوٰى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اَتَقَوْا بِمَنْ اٰتَمَّ رَمْلًا مِّمَّسْمُ السَّوْءِ وَلَا هُمْ يُجْزَوْنَ ﴿۶۱﴾ اللّٰهُ خَالِقُ
كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيْلٌ ﴿۶۲﴾

ہاں، تیرے پاس میری نشانیاں آئیں تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔
اور جن لوگوں نے خدا پر جھوٹے مہناناں باندھے قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ ان کے چہرے
سیاہ ہوں گے۔ کیا ان کا کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے اور جو لوگ پرہیزگار ہیں انہیں ان کی
کامیابی (اور سعادت) کے سبب نجات دے گا اور انہیں کوئی تکلیف چھوٹے گی ہی نہیں اور
نورہ رنجیدہ ہوں گے۔ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ

هُمُ الْخَيْرُونَ ﴿۳۳﴾ قُلْ أَغْيَبُ اللَّهُ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿۳۴﴾
 وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ
 لَيَجْبُطَنَّ عَمَلُكَ وَلتَكُونَنَّ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۳۵﴾ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَ
 كُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۳۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ
 جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٍ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَ
 وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي
 السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ
 فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿۳۸﴾ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَ
 وُضِعَ الْكِتَابُ وَجَاءَتْ السَّيِّئَاتُ عَلَى النَّبِيِّنَّ وَالشُّهَدَاءُ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
 بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۳۹﴾

خدا کے پاس آسمان و زمین کی گنجیاں ہیں جن لوگوں نے آیات خدا سے انکار کیا وہ گھٹائے ہیں
 ہے۔ اے رسول! کہہ دو اے جاہلو! تم مجھ سے کیا یہ چاہتے ہو کہ میں خدا کے سوا کسی اور کی عبادت
 کروں۔ اے رسول تمہاری طرف اور تم سے پہلے جو رسول گزر چکے ہیں ان کی طرف یہ وحی کی جا
 چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں
 میں سے ہو جاؤ گے۔ پس اللہ کی عبادت کرو اور خدا کے شکر گزار بننے رہو۔ ان لوگوں نے یہی
 کہ خدا کی قدر کرنی چاہیے تھی کچھ بھی نہ کی اور روز قیامت یہ ساری زمین گویا اس کی مٹی میں ہو گئی

اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں پلٹے ہوئے ہوں گے۔ اور جسے یہ لوگ خدا کا شریک
 بناتے ہیں خدا اس سے پاک و پاکیزہ ہے اور جب یہ صور پھونکا جائے گا تو جو بھی مخلوق آسمانوں
 اور زمین پر ہے یہ کوش ہو کر گر پڑے گی (میر جائے گی) مگر جسے اللہ چاہے گا بچ جائے گا پھر
 دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے اور زمین اپنے رب کے
 ٹورے جگمگاٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب سب کے سامنے رکھ دی جائے گی اور وہ پیغمبر اور گواہ
 حاضر کیے جائیں گے اور انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا

آیت نمبر ۲۳۔ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کی گنجیاں خدا کے پاس ہیں ہر ایک ارضی و سماوی
 شے پر اس کو پورا پورا اختیار ہے۔ ہر شے کا بنانے والا اور رکھنے والا وہی ہے۔
 خدا نے کسی شخص کو شرک کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ شرک کا کوئی عمل صالح قابل پذیرائی نہیں ہوگا۔
 ایسے شخص نے جو اعمال خیر کیے ہوں گے وہ قابل جزا قرار نہ پائیں گے۔
 لوگوں نے خدا کی عظمت و جلالت کو سمجھا ہی نہیں، درہندہ لوگ جوتوں جیسی ناکارہ چیزوں کو خدا کے وعدہ
 لاشریک کے مقابل لاکر کیوں رکھتے۔

زمین و آسمان پر پوری حکومت رکھنے کو مٹی میں رکھنے سے تعبیر کیا گیا جس طرح کسی چھوٹی سی چیز کو انسان
 بزرگی و عظمت مٹی میں داب لیتا ہے ایسے ہی یہ سب آسمان و زمین و مد قیامت اس کی مٹی میں دبی ہوئے ہونگے
 جیسے کوئی مٹی کپڑے کو ہاتھ پر لپیٹ لیتا ہے اسی طرح یہ سب ان کی قدرت کے ہاتھ پر پلٹے ہوئے ہوں گے۔
 مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں تمہاری نگاہوں میں بڑی ہی چوڑی نظر آتی ہیں اس کے سامنے ان کی کیا حقیقت ہے۔
 امدادیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صورتیں مرتبہ چھوٹا کھائے گا۔ پہلی بار سب بہشت زدہ ہو کر یہ کوش ہو جائیں گے
 دوسری بار سب مر جائیں گے تیسری بار پھر زندہ ہوں گے۔ ایک روایت میں قتادہ سے مروی ہے کہ پہلے دو صورتوں
 کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوگا۔

کتابت مٹنے لگی جانے سے مراد ہے کہ شخص کا نام اعمال اس کی گردن میں ڈالا جائے گا اور ہر ایک عمل کے
 متعلق گواہ طلب کیے جائیں گے ان میں فرشتے بھی ہوں گے انبیاء بھی ہوں گے اور ہر شخص کے اپنے اعضاء بھی گواہی دیتے
 ہوں گے۔ اس وقت کوئی بات کیسے چھوٹ سکے گی جب ایسا ہے تو انسان کو چاہیے کہ اپنی زندگی میں ہر قدم
 پوری احتیاط سے اٹھائے۔

وَوَفَّيْتُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۴۰﴾ وَسَيَقُ

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ فَتَحْتَابُوا أَبْوَابَهَا
وَقَالَ لَهُمْ خُزْنُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ
رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا ابْلُوا إِلَيْنَا ۚ وَلَٰكِن
حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۴۱﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خَالِدِينَ فِيهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۴۲﴾

جس شخص نے جیسا کیا ہوگا اس کو اس کا پورا بدلہ مل جائے گا اور جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں خدا اس کو
خوب واقف ہے اور جو لوگ کافر تھے ان کے غول کے غول جہنم کی طرف ہرگز نہیں گئے یہاں تک
کہ جب جہنم کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے، اس کے پہرہ دار
کہیں گے کیا تم میں سے کسی کے پاس ایسے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیات کو تمہارے
سامنے تلاوت کرتے اور اس دن کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے۔ وہ کہیں گے وہ آئے تو تھے
لیکن (ہم نے ان کی بات مانی نہیں) کافروں کے عذاب کی بات ثابت ہو کر رہی۔ ان سے کہا جا سکا
جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ یہیں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ سسرکشی کرنے والوں کے لیے
کیا بُری جگہ ہے۔

جب کسی کے متعلق یہ طے کر لیا جائے گا کہ اس کو جہنم میں جانا ہے تو فرشتگان عذاب اسے کشائیں
جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ یہ تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ اول مشرک دوسرے کافر تیسرے منافق۔ یہ وہ لوگ
ہوں گے جنہوں نے آل رسول کے حق کو نہیں پہچانا اور طرح طرح سے انہیں سنایا اور ان کے حقوق کو منسوب
کیا وہ لوگ عذاب جہنم سے بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ جن حضرات سے ان کی ہدایت وابستہ تھی انہوں نے ان کی ہدایت
چھوڑ کر اس طرح دوسروں کا دامن پکڑ لیا جیسے مشرکوں اور کافروں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کو اپنا مبود
بنالیا تھا۔

وَسَيُقَالُ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَىٰ الْجَنَّةِ زُمَرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا
جَاءَهُمْ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خُزْنُهَا سَلِّمُوا
عَلَيْكُمْ ۖ طِبَّتُمْ فَأَدْخَلُوهَا خَالِدِينَ ﴿۴۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ
لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ ۚ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُوا مِن
الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۴۴﴾ وَ
تَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۵﴾

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے تھے وہ جنت کی طرف بلائے جائیں گے۔ جب
اس کے پاس پہنچیں گے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان کے پاس ان
ان سے کہیں گے، سلام علیکم! اچھے رہے پس وہ جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو
جائیں گے۔ وہ (مومن لوگ) کہیں گے حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔
اور اس زمین کا مالک بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ پس اچھے کام کرنے والوں کا
کیا اچھا بدلہ ہے اور (اے رسول) تم ملائکہ کو دیکھو گے کہ وہ عرش کے گرد گھوم رہے ہوں گے
اور اپنے رب کی تسبیح کر رہے ہوں گے۔ اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر
دیا جائے گا اور ہر طرف سے یہی صدا بلند ہوگی الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ كِيْتَر ۶۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَحْمٍ ۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۲ غٰفِرِ
 الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۳ لَا
 اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۴ مَا يُجَادِلُ فِيْ آيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ
 كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۵ كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ
 نُوحٍ وَالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرِسُوْلِهِمْ
 لِيَاخُذُوْهُ وَجَدُوْا بِالْبٰطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاخَذْتُهُمْ
 فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۶ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
 اَنْهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۷ الَّذِيْنَ يَجْلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسْمِعُوْنَ
 بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُوْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا
 وَسِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا
 سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۸

ح۔ میم، یہ کتاب سب پر غالب اور سب کو بچھ جانسنے والے خدا کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

۱۲
 وَفِي الْمَعَارِفِ وَالْمَلِكِ

جو گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا صاحب فضل و کرم ہے۔ اس کے سوا کوئی مبود نہیں اور اسی کی طرف بازگشت ہے۔ آیات خدا کے بار میں یہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو کافر ہیں۔ پس (اے رسول) ان لوگوں کا شہر شہر گھومنا (مال حاصل کرنا) نہیں دھوکہ میں نہ ڈالے۔ ان سے پہلے قوم نوح نے اور ان کے بعد امتوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ ہر امت نے اپنے رسول کے بار میں یہ ارادہ کر لیا تھا کہ انہیں گرفتار کر کے (قتل کر ڈالیں) اور بیہودہ باتوں کی آڑ پکڑ کر لڑنے لگیں۔ تاکہ اس کے بعد حق بات کو اٹھا کر پھینکیں تو میں نے انہیں گرفتار کیا پھر دیکھا ان پر کیسا سخت عذاب آیا۔ اسی طرح تمہارے پروردگار کا عذاب کا حکم ان کافروں پر پورا ہو چکا ہے۔ یہ لوگ یقیناً جہنمی ہیں۔ جو فرشتے عرش کو اٹھانے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد تعینات ہیں سب اپنے پروردگار کی عظیم کائنات سے کٹتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کی بخشش کے لیے دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہلکے پروردگار، تیری رحمت اور نیر اعلم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے سچے دل سے توبہ کر لی ہے اور تیرے دکستہ پر چلے ہیں ان کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔

آیت نبرہ میں آیات خدا میں جھگڑا کرنے سے یا تو یہ ملادے کہ یہ کافر لوگ انہیں کلام خدا مانتے نہیں اور اگر آیات سے مراد طیلیں ہیں تو ان کو غلط ثابت کرنے کی جو کوشش کرتے ہیں اور ان پر خواہ مخواہ کی کج بھجی کر کے ان کو توڑنا چاہتے ہیں۔ اے رسول، تم سے پہلے نوح اور دیگر پیغمبروں کی جو امتیں تھیں انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ اول تو انبیاء کو جھٹلایا پھر ان کے قتل پر آمادہ ہوئے پھر جو حق بات تھی اس پر اہل باطل کو غالب کرنا چاہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے انہیں دھوکھا اور سخت عذاب سے ان کو لپیٹ میں لے لیا۔ یہ تو جہنمی تھی، اس لیے اسی بات کو کہتے تھے۔ انہوں نے خدا کے عظمت و جلال کو سمجھا ہی نہیں۔ ان کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ جو عظیم المرتبت فرشتے عرش کو اٹھانے ہوئے ہیں اور جو اس کے پاس رہتے ہیں وہ ہر وقت اس کی حمد کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ہر طرح اس کے فرماں بردار ہیں اور اہل ایمان کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

جو ایمان والے عہد رسالت میں مشرکین کے ظلم و ستم سے سخت تنگ دل ہوئے تھے ان کی تسلی کے لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بدعت اگر تمہارا مرتبہ نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں۔ ہم تو اس مرتبہ پر فائز ہیں کہ سب سے بلند مرتبہ والے فرشتے جو ممالان عرش میں وہ تمہارے لیے خدا سے دعا مانگتے مانگتے ہیں اور تم کو عذاب جہنم سے بچانے کی درخواست کرتے ہیں۔ پس اس چند ذرہ تکلیف سے تم دل شکستہ نہ ہو۔ آخرت میں تمہیں اس کا بڑا اجر ملے گا یہ دنیا کیلئے اور اس کا میٹھ و آرام کیا۔

ہمیشہ کا آرام تو مرنے کے بعد نہیں ملنے والا ہے۔ (سورہ اور کیا کہتے ہیں، اہل آیات میں پڑھو)۔

رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ
 آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۸﴾
 وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ
 هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ
 أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿۱۰﴾
 قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحَدِيَّتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا
 فَهَلْ إِلَى الْخُرُوجِ مِنْ سَبِيلٍ ﴿۱۱﴾ ذَلِكُمْ بَأْسُهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ
 كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكَ بِهِ تَوَمَّنُوا ۗ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿۱۲﴾
 هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا
 يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
 وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۱۴﴾

اے ہمارے پروردگار انہیں جنت عدن کے ان باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ
 کیا تھا اور ان کے آباؤ و ازواج و اولاد میں جو تیرے نیک بندے تھے ان کو بھی۔ بے شک تو
 سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ ان کو ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ رکھ اور جن کو تو نے اس دن کے

عذاب سے بچا لیا اس پر بڑا رحم کیا اور ان کے لیے یہ بڑی کامیابی ہے۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے
 ان سے پکار کر کہہ دیا جائے کہ تمنا تم آج اپنی جان سے بیزار ہو اس سے بڑھ کر خدا تم سے بیزار ہے۔
 جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو کفر کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے، اے ہمارے پروردگار
 تو ہمیں دوبارہ مار چکا اور دوبارہ زندہ کر چکا تو اب ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا یہاں سے
 نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ یہ اس لیے ہے کہ جب خدائے وحدہ لا شریک کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار
 کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے تو آج اس خدا کی حکومت ہے
 جو غالب اور بزرگ ہے۔ وہ وہی تو ہے جو تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے
 آسمان سے روزی نکالتا ہے اور نصیحت کو بس وہی حاصل کرے گا جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے
 پس تم لوگ خدا کو سچے دل سے پکارو اگرچہ کفار بڑا نہیں۔

یعنی فرشتے نہ صرف نیک بندوں کے لیے دعائے مغفرت کریں گے بلکہ ان کے آباؤ اجداد اور اولاد والاد
 کے لیے بھی۔ اللہ اللہ خدا کے نیک بندوں کو کیا مرتبہ حاصل ہے۔

آیت نمبر ۱۱ میں جو دو مرتبہ مرے اور دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے بارہ میں غمخیزان کا اختلاف ہے۔
 قتادہ ضحاک اور ابن عباس کا خیال ہے کہ پہلی موت لطف کی حالت ہے اور دوسری موت زندگانہ دنیا کے بعد کی ہے۔
 اور پہلی بار زندہ کرنا حکمِ مادر میں زندہ کرنا ہے اور دوسری دفعہ قیامت میں زندہ کرنا ہے۔ اور سنی وغیرہ کا خیال ہے
 کہ پہلی موت دنیا کی اور دوسری قیامت کے قبل کی ہے اور پہلی زندگی قبر میں سوال و جواب کی اور دوسری قیامت میں
 ہوگی۔ جہاں کا خیال ہے کہ پہلی زندگی دنیا میں اور دوسری قبر میں۔ اور پہلی موت دنیا میں اور دوسری قبر میں۔ لیکن ان
 میں سے کوئی بھی فتویٰ قبول نہیں۔ کیونکہ لطف کی حالت کو کوئی مانا کہہ سکتا ہے اور نہ پیدائش کو زندہ کرنا۔ اس طرح
 قبر کی قیامت زندگی کو کوئی زندگی کہہ سکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی مانا کہہ سکتا ہے اور نہ پیدائش کو زندہ کرنا۔ اس طرح
 سولے کے بعد جاگ اٹھنے کو زندہ ہونا کہا جاتا ہے۔ صحیح خیال یہ ہے کہ پہلی موت ہے زندگی کے بعد کی موت دوسری
 موت ہے رحمت کے بعد کی۔ اور پہلی مرتبہ زندہ ہونا رحمت کا زندہ کرنا اور دوسری دفعہ زندہ کرنے سے قیامت میں
 زندہ کرنا ہے۔ (منقول از ترجمہ قرآن مولانا سید علی صاحب رحمہ اللہ)۔

کفار و مشرکین جو کچھ قیامت میں مرنے اور زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے اس لیے اس کے منکر تھے۔
 بہر حال قرآن میں دوبارہ زندہ ہونے اور دوبارہ مرنے کا ذکر ہے۔ ان کو اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا ہوگا اور چاہیں گے کہ
 دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے لیکن یہ ممکن نہ ہوگا۔ یہ سزا ان کو خدا کی خدائی سے انکار کرنے کی بنا پر ملے گی۔
 دنیا میں وہ کہتے تھے اس بات پر توڑ دیکھا کہ اس مرتبے کے بعد پھر نہیں زندہ ہو کر خدا کے سامنے جاتا ہے۔ اب تو تم نے
 دوزخ یا زندہ ہونا اور دوزخ یا زندہ ہونا دیکھ لیا۔ پس جب قیامت میں زندہ ہو کر تم خدا کے سامنے آؤ گے تو جس عذاب کا

وعدہ کیا تھا وہ بھی پورا ہو کر رہے گا۔

رَفِيعَ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ
 مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝۱۵ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ لَا يَخْفَىٰ عَلَ
 اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۝۱۶ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝۱۷ الْيَوْمَ
 تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ
 الْحِسَابِ ۝۱۸ وَأَنْذَرَهُمْ يَوْمَ الْأَرْزَاقِ إِذْ يَقُولُ لَدَى الْحَنَاجِرِ
 كُذِّبْتُمْ هٰذَا مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حِمِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ ۝۱۹ يُعَلِّمُ
 خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِ الصُّدُورُ ۝۲۰ وَاللَّهُ يُقْضَىٰ بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ
 يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ
 الْبَصِيرُ ۝۲۱

وہ بڑا عالی مرتبہ ہے۔ عرش والا ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے صاحب وحی بنا
 دیتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن سے ڈر لے۔ جس دن وہ قبروں سے نکل پڑیں گے ان کی کوئی
 بات اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ اس روز زندہ ہوگی (بتاؤ) آج کس کی حکومت ہے بہر خود ہی فرمائیے
 اُس خدا کی ہے جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے۔ آج ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا ہوگا
 اُس کا بدلہ ملے گا۔ آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے
 ان لوگوں کو اُس نے والے دن سے ڈراؤ جو جب لوگوں کے دل گھٹ گھٹ کے (خوف کے واسطے)

منہ کو آجائیں گے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی شفاعت کرنے والا جس کی اطاعت کی
 جائے۔ خدا ذر ذرہ نگاہوں کو بھی جانتا ہے اور جو دلوں میں چھپا ہوا ہے اسے بھی۔ اور اللہ ٹھیک
 ٹھیک حکم دیتا ہے۔ جو لوگ خدا کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے اور بیشک
 اللہ سب سے اچھانسنے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یلسق الروح سے مراد روح بنتی ہے۔ اس روح خاص کو جو آرائے کمالات ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے
 عطا کرتا ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں فرمائے۔ نبی یا رسول کو جو کچھ مقرر ہے کوئی شخص بطور کتاب
 پیدا نہیں کر سکتا۔ نبی کے فرائض میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو عذابِ آخرت سے ڈرائے اور زندگی کے ایسے طریقے بتائے
 جو عذابِ آخرت سے بچانے والے ہوں لیکن ایسا جب ہی ہو سکتا ہے جب وہ ان چیزوں سے بچے جس سے وہ دوسروں
 کو بچانا چاہتا ہے۔

عشر میں جب وہ سب لوگ جو آدم سے لے کر وقتِ قیامت تک پیدا ہوئے ہوں گے حاضر ہوں گے۔
 اس وقت قدرت کی آواز ملے گی۔ بتاؤ آج کس کی خدا کی ہے۔ تم دنیا میں بڑی بڑی حکومتیں کر کے آئے ہو۔ اپنے برابر
 کسی کو سمجھتے ہی نہ تھے۔ اب بتاؤ تمہاری وہ حکومتیں کہاں گئیں۔ وہاں کس کی مجال ہوگی کہ زبان کھول سکے۔ ہر طرف سناٹا
 چھایا ہوا ہوگا۔ اس وقت خدا خود فرمائے گا نشہ الواحد القہار۔ آج اُس خدا کی حکومت ہے جو ایک ہے
 اور جو تمام طاقتوں کو زیر کرنے والا ہے۔ دنیا میں جو کچھ کسی نے کیا ہوگا خواہ چھوٹا سا کام ہو یا بڑا۔ سب حساب لیا جائیگا
 اور ہر ایک عمل کے مطابق اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

کسی نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے پوچھا کہ خدا اتنی کثیر مخلوق کا حساب اتنی جلد کیسے کرے گا۔ فرمایا اس طرح
 جیسے ایک وقت میں سب کو روزی تقسیم کرتا ہے۔

قیامت کا دن مولیٰ وطن نہ ہوگا۔ خدا اُس کی سختی سے ہر بندہ مومن کو بچائے۔ لوگوں کے اضطراب کی یہ صورت
 ہوگی جو کیسے منہ کو کہے ہوں گے۔ کچھ مجھ میں نہ آتا ہوگا کہ کیا کریں۔ وہاں کوئی کسی کا دوست ہوگا نہ کوئی سفارکش
 کرنے والا۔ دنیا کے سارے رشتے تمام تعلقات قطع ہو جائیں گے۔ جن جنوں سے دیوی دیوتاؤں سے بیرون اور مشرکوں
 سے سفارکش کی امید تھی وہ خود بے بسی کے عالم میں کھڑے تھر تھرا رہے ہوں گے۔ ذر ذرہ نگاہوں سے بڑے خیال سے
 اگر کسی کو دیکھا ہوگا یا دل میں کسی بڑے خیال کو بسایا ہوگا وہ سب سناٹے موجود ہوگا۔ بھلا اللہ کے سامنے کون ہی بات
 چھپانے والی ہوگی۔ خدا کے سوا جن جنوں کو دیوی دیوتاؤں کو پوجتے تھے۔ اب وہ کہیں ڈھونڈنے نظر
 نہ آئیں گے اور اگر مل بھی جائیں گے تو صاف انکار کریں گے کہ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم نے کہا ان سے
 کہا تھا کہ خدا کو چھوڑو کہ ہماری عبادت کرو۔ یہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے۔ ہم ان کی کیا مدد کریں۔ جب کہ ہم خود ہی
 محتاج امداد ہیں۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا
 مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَاخَذَهُمُ
 اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ۝۳۱ ذَلِكِ بَأْتَهُمْ
 كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَاخَذَهُمُ اللَّهُ طَارَاتٍ
 قَوْمِي شَدِيدِ الْعِقَابِ ۝۳۲ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَنِ
 مُبِينٍ ۝۳۳ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَابٌ ۝۳۴ فَلَمَّا
 جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
 وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝۳۵

کیا ان (کافروں اور مشرکوں) نے رُٹے زمین پر پل پھر کر نہیں دیکھا تاکہ ان کو پتہ چلنا کہ ان سے پہلے لوگوں کا (جو انہی کی طرح تھے) کیا انجام ہوا۔ وہ تو ان سے زیادہ طاقتور لوگ تھے اور رُٹے زمین پر بڑی بڑی عمارتیں انہوں نے بنا کھڑی کی تھیں۔ اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں لے ڈالا اور خدا کے غضب سے کوئی ان کو بچانے والا نہ تھا۔ یہ سب اس لیے تھا کہ جب کبھی ہمارے رسول ان کے پاس آتے تو انہوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا پس اللہ نے ان کو دھڑکڑا۔ وہ بے شک قوی ہے اور سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ہم نے موسیٰ کو معجزات اور روشن دلائل کے ساتھ فرعون و ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تھا تو انہوں نے کہا، یہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔ جب موسیٰ ہماری طرف سے سچا دین لے کر ان کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے کہ جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے ہیں ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی یہ چالیں گمراہی کے

سوا اور کیا تھیں۔

کفار و مشرک اس خیال میں مست تھے کہ ہماری طاقت چوکر زیادہ ہے اس لیے ہم رسول اسلام کو شکست دے کر رہیں گے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ احمق تو تم ہو جو یہ کیا۔ تم سے پہلے جو قومیں گمراہی میں تھیں وہ دولت و قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھیں۔ جب انہوں نے رسولوں کو بھٹلایا تو دیکھو ان پر کیسے سخت سے سخت عذاب آئے۔ ان کے کھنڈراب بھی سطح ارض پر موجود ہیں۔ انہیں جا کر دیکھو تو تمہیں پتہ چلے گا کہ خدا نے ان لوگوں کو کس طرح تہس نہس کیا تھا فرعون و ہامان و قارون کے قصے نہیں پڑھے۔ انہوں نے سا اہا سال میں اسرائیل پر یہ ظلم کیا کہ ان کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ رکھ کر ان سے نوکریوں کا سارا کام لیتے تھے۔ موسیٰ کی انہوں نے تکذیب کی، ان کو جادوگر بتایا لیکن ان کے شیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے ان سب کو اور ان کے تابعین کو ہلاک کر ڈالا۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذُرُوْنِي اَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ اِنِّي اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝۳۴ وَقَالَ مُوسَىٰ اِنِّيْ
 عَدْتُ لِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۳۵

(اور فرعون نے تو یہاں تک زور باندھے تھے) کہنے لگا مجھے چھوڑ دو کہ موسیٰ کو تو قتل کر ڈالوں (اور میں دیکھوں) اپنے رب کو مدد کے لیے بلا تو لے (بھائیو) مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مبادا تمہارے دین کو الٹ پلٹ کر ڈالے یا ملک میں فتنہ و فساد برپا کر دے۔ موسیٰ نے کہا میں تو اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس متکبر سے جو روز قیامت پر ایمان نہیں لایا۔

فرعون اپنی سلطنت کے غرور میں چھکا ہوا تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا میں موسیٰ کو قتل کیے بغیر چھوڑوں گا پھر دیکھوں گا وہ اپنے رب کی مدد سے میرا کیا لگاڑ لے گا۔ موسیٰ چاہتا ہے کہ ہمارے دین کو ملیا میٹ کر کے ایک نیا دین اس کی جگہ لے آئے۔ یا یہ کہ ملک میں فساد برپا کر کے ہماری سلطنت کو نیاہ کر ڈالے اور خود بادشاہ بنیں۔ موسیٰ نے جب اس کے وہی خیالات سنے تو کہا، مجھے اس کی مخالفت کی کوئی پروا نہیں۔ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں۔ جو کوئی روز قیامت پر ایمان نہیں لایا مجھے اس سے کیا ڈرنا۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا
 أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ
 كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ آلِ سَدْيِ
 يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ لِقَوْمٍ لَكُمْ
 الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَهْرُنِ فِي الْأَرْضِ رَفَعْنَا مِنْكُمْ آلِ اللَّهِ أَنْ
 جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا آرَأَى وَمَا أهدِيكُمْ إِلَّا
 سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

فرعون کے خاندان میں سے ایک شخص (خرزقیل) نے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، لوگوں سے
 کہا، کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے
 رب کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہے (الفرض) اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس
 پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کی تمہیں دھمکی دیتا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر ضرور واقع
 ہو کر رہے گا۔ خدا اس شخص کو ہدایت نہیں کرتا جو حد سے گزرنے والا اور جھوٹا ہو۔ اے لوگو! آج
 بے شک تمہاری بادشاہت ہے اور تمکام میں تمہارا بول بال ہے کل اگر خدا کا عذاب ہم پر آجائے۔
 تو ہماری مدد کون کرے گا۔ میں تو وہی بات سمجھانا ہوں جو میں خود سمجھا ہوں اور وہی راہ دکھانا ہوں
 جس میں بھلائی ہے۔

اس آیت میں مومن آل فرعون کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ شخص جن کا نام خرزقیل تھا فرعون کے پیچھے یا بھلائی تھے۔
 یعنی خاندان فرعون سے تھے۔ پس جن لوگوں نے آل کا ترجمہ قوم کیا ہے اور آل محمد سے مراد قوم محمدی ہے وہ سخت
 گمراہی میں ہیں۔ مشرکین میں کہیں آل یعنی قوم نہیں آیا۔ ہر جگہ خاندان کے خاص لوگ مراد ہیں۔ اگر آل محمد سے مراد

قوم محمد بنو نواس کے یہ سنی ہوتے کہ رُو د میں آیت محمد کا ہر آدمی شریک ہوگا خواہ وہ فاسق و فاجر ہو یا ظالم و منافق
 اس کے بعد رُو د کی کیا اہمیت باقی رہ جائے گی۔

آیۃ اللہ اَضْعَفَتْ اَدْمَ وَنُوْحًا وَاٰلِ اِبْرٰهٖمَ وَاٰلِ عِمْرٰنَ (۳۸۳) میں اگر تمام قوم مراد ہو
 تو یہ سب انتخاب کا لفظ غلط ہوگا۔ اس طرح فَقَدْ تَشٰنَا اِلٰہِ اِبْرٰهٖمَ اَنْکِشِبَ اَلْعَصٰتِ (۳۸۴) میں اگر
 تمام قوم مراد ہو تو گو یا مومن و کافر سب ہی کو خدا نے کتابت حکمت عطا فرمائی تھی۔

لہذا آل فرعون سے مراد اس کے خاندان کا ایک شخص مراد ہے نہ تمام قوم۔

اس مومن برحق کی خدا نے خاص طور سے یہ صفت بیان فرمائی ہے یَسْتَكْتُمُ اٰیْمَانَهُ وہ اپنے ایمان کو چھپائے
 ہوتے تھا یعنی تفسیر کرتا تھا۔ بظاہر مشرکوں پر ایمان لانے والا بنا ہوا تھا مگر باطن مولیٰ پر ایمان لایا ہوا تھا چنانچہ جب
 لوگوں نے پہلی حکایت اور فرعون سے کہا کہ خرزقیل مولیٰ پر ایمان لائے ہوئے ہے اور تیری عقلی کامنکر ہے تو اس نے خرزقیل
 کو بلکہ پوچھا کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے۔ انہوں نے سادہ اور تفسیر کیا۔ لوگو! میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ جو تمہارا خالق
 رب ہے وہی میرا ہے۔ فرعون اس جواب سے خوش ہوا اور خرزقیل کھانے والوں کو سزا دی۔

خرزقیل کا مطلب یہ تھا کہ جو تمہارا خالق اور رب تفسیر ہی ہے (خدا) وہی میرا بھی ہے۔ یہ تفسیر کے الفاظ تھے۔
 فرعون جبکہ کہ وہ میری مخالفت اور ریبیت کا اقرار کر رہا ہے۔

پس جو لوگ تفسیر کو جائز نہیں جانتے وہ خدا اس آیت کو نور سے پڑھ کر اپنی عقلی کی اصلاح کر لیں۔ بات تو بالکل
 صاف ہے اگر اس پر کوئی کوئی نہ مانے اور یہ کہہ چلا جائے کہ شیعوں کے یہاں جھوٹ بولنا جائز ہے تو وہ جانتے اور اس کا
 ایمان۔ عہد رسالت میں تمکام یا سر کا واقعہ بھی اس کا شاہد ہے کہ تفسیر وقت ضرورت جائز ہے۔

حضرت خرزقیل نے جو نصیحت اپنی قوم کو فرمائی بظاہر اس سے یہ نتیجہ نہیں چلتا کہ وہ مولیٰ پر ایمان لائے ہوئے
 ہیں بلکہ ایک مسلم بات کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ شخص (مولیٰ) اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہوں گے تو اس کا وبال ان پر پڑے گا
 اور اگر سچے ہوں گے اور جس عذاب کے نازل ہونے کا وعدہ کرے ہے ہیں وہ نازل ہو گیا تب کیا ہوگا کون ہمیں بچائے گا۔
 آخر کی آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگوں نے فرعون کے سامنے خرزقیل کی باتیں نقل کی ہوں گی تب
 اس نے ان سے ایسا کہا ہوگا کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں تمہاری بھلائی کے لیے کہتا ہوں مولیٰ میری پیروی میں اور خدا
 کو رب ماننے میں تمہارا بھلا ہے۔

فرعون اپنے کو خدا نہیں کہلاتا تھا بلکہ یہ کہتا تھا اَنَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ میں سب سے بہتر تمہارا وازی رسل
 ہوں۔ جو شخص اس کا اقرار نہیں کرتا تھا اسے زمین پر لٹا کر اٹھ پاؤں میں نہیں ٹھکراتا تھا۔ اس لیے اس کو
 فرعون ذوالاوتاد یعنی میخوں والا فرعون کہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت آسیہ کا ہواس کی بی بی تھیں ایمان ان پر ظاہر
 ہو گیا تو اس نے انہیں جو بیٹا کر کے ہلاک کر دیا تھا۔

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ يَقَوْمِ إِيَّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۝
 مِثْلَ ذَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ
 يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ۝ وَيَقَوْمِ إِيَّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝
 يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مَدْيَنَ بِرِئَابِ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ وَمَنْ يُضْلِلِ
 اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ
 فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ
 نَبْعَثَ اللَّهَ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
 مُرْتَابٌ ۝

تو جو شخص (در پردہ ایمان لایا تھا) کہنے لگا مجھے تو تمہاری نسبت بھی اور امتوں کی طرح روز (بد) کا اندیشہ ہے (کہیں) تمہارا وہی حال نہ ہو جو قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد گئے والے لوگوں کا ہوا۔ خدا تو اپنے بندوں پر ظلم کرنا چاہتا ہی نہیں۔ اور اے میری قوم مجھے تو تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے جس دن تم پیٹھ پیٹھ کر جہنم کی طرف چل کھڑے ہو گے اور اللہ کے عذاب سے تمہارا کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کی ہدایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ (اس سے پہلے) یوسف بھی تمہارے پاس معجزات لے کر آئے تھے تو لو لائے تھے تم ان کے بارہ میں برابر شک میں ہی پڑے رہے اور جب انہوں نے وفات پائی تو تم کہنے لگے خدا اسان کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ جو حد سے گزرنے والا اور شک کرنے والا ہوگا، خدا اُسے قبول ہی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

یہ کلام بھی مومن آل مشرکوں ہی کا ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو قوم نوح، عاد و ثمود وغیرہ پر جو عذاب نازل ہوتے تھے ان سے ڈرا ہے اور قیامت کے دن کی حالت بیان کی ہے۔ اس کے بعد جناب پرست کے واقعہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انہوں نے غم سے بچانے کی کیا اچھی تدبیر کی تھی اور ان کی سلطنت کسی عدل و انصاف پر مبنی تھی۔ ان کے اخلاق و عبادت کے بھی تم معترف تھے لیکن اس پر تم نے انہیں ماننے سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہتے تھے اسان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن پھر خدا اپنے رسول بھیجتا رہا اور لوگ انکار کرتے رہے پس ہی پر لایقہم نے اختیار کیا ہے۔ اور اب موسیٰ کی رسالت کے مسکرانے سے ہو۔ مرقبیل چونکہ لقب میں تھے لہذا لوگوں کو عقل ہی بائیں سمجھاتے تو تھے مگر اس طرح کہ موسیٰ کی حیدراری ثابت نہ ہو اور اپنا فرض بھی ادا ہو جائے۔

الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَةِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمُ كِبْرًا مَقْتًا
 عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُنْكَبِرٍ
 جَبَّارٍ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا مَعْزُومُ إِنَّهُ لَبَصَائِغُ الْأَسْبَابِ ۝
 الْأَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَاطَّلَعَ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۚ وَكَذَلِكَ
 زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ ۚ وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ
 إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝

جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل خدا کی آیات کے بارے میں ہو خواہ مخواہ جھگڑا کیا کرتے ہیں وہ خدا کے نزدیک اور ایمان داروں کے نزدیک سخت قابل نفرت ہیں۔ یوں ہی خدا ہر منکبر و مسکرش کے دل پر علامت مقرر کر دیتا ہے۔ اور فرعون نے کہا، اے ہامان! میرے لیے ایک عمل بناوئے تاکہ (اس پر چڑھ کر) راستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی آسمان کے راستوں پر) پھر موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھ تو لوں، میں تو اسے یقیناً جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اس طرح فرعون کی بدکرداریاں اُسے جھلی کر کے دکھائی گئیں اور وہ راہ راست سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر

تو غائب غلہ ہو گئی۔

ابھی تک مومن آل فرعون کے کلام کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ جو لوگ نبی کسی دلیل کے آیات الہی میں جھگڑا کرتے ہیں وہ پسندیدہ لوگ نہیں بلکہ خدا اور خدا کے بندوں کی نظر میں ذلیل و خوار اور تلبلیغ نعت ہیں۔ خدا نے ایسے لوگوں کے دلوں پر عینہ لگا دیا ہے تاکہ فرشتے آسانی سے پہچان سکیں۔

قوم نوح و عاد و ثمود کے قصوں سے درگزر کر کے وہ کہہ رہے ہیں کہ جب حضرت یوسف زندہ تھے تو تم ان کی بتوت کے قائل نہ ہوئے اور معجزات دیکھنے کے بعد بھی تم ان کو دنیا کا معمولی بادشاہ سمجھتے رہے مگر جب وہ جیل بے اور جو انتظامات وہ کر گئے تھے اس کا شیرازہ بھر گیا اور سلطنت میں بد نظمیوں پھیل گئیں تو تمہیں یوسف کی قدر ہوئی اور کچھ واقعات وہ بھی تھے اور کہنے لگے اب ان جیسا کوئی نہ ہوگا۔ لہذا ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ اب ہوش درست کرو اور جس رسول کو تم نے بھیجا ہے اس کی قدر کرو۔ تم صرف کے باشندوں کی طرح نہ بنو۔ موسیٰ کی جب یہ باتیں فرعون کے کان میں پڑیں تو اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ ایک بہت اونچا عمل بناؤ۔ میں اس پر چڑھ کر آسمانوں کے راستے معلوم کروں گا اور پھر ان راستوں سے موسیٰ کے خدا تک پہنچوں گا۔ میں موسیٰ کو چھوٹا جانتا ہوں۔ ایسی ایسی خراب باتیں فرعون کے ذہن میں جم گئی تھیں۔ یہ سب تدبیریں اس کی ہلاکت کا سامان تھا۔

غور کرنا اس بات پر ہے کہ جو شخص اپنے کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا وہ کسی موٹی عقل کا آدمی تھا۔ وہ سمجھا کہ آسمان چھت ہے اور اس میں خدا تک پہنچنے کے راستے ہیں۔ لہذا ایک بہت اونچے عمل پر چڑھ کر میں آسمانی راستوں کے ذریعے موسیٰ کے خدا تک پہنچ جاؤں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرعون کے چڑھنے سے پہلے ہی وہ مینار گر کر زمین پر آ رہا تھا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ تمام قوم فرعون میں صرف ایک شخص مومن تھا۔ اس کو ایسے معاشروں میں رہ کر کیسے مناسب کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ مگر وہ سب کو جھیل گیا اور جتنی باتیں قوم کے لیے مفید ہو سکتی تھیں ان کے بیان کرنے سے ذرا زچو کا اور وہ پیرا پیرا تقریرا اختیار کیا کہ فرعون کو ذرا پتہ نہ چلا کہ یہ موسیٰ پیرا بیان لا چکا ہے۔ فرعون گاہ گاہ ان کے بیانات سن کر جو قوم کے سامنے ہوتے جو کتنا ضرور تھا کیونکہ ان کا بیان عام لوگوں کے بیان سے بالکل جدا گانہ ہوتا تھا۔ ایک روز فرعون نے ٹوکا بھی تو انہوں نے کہا میں اپنی قوم کو شوکاروں کے دستہ پر لے جانا چاہتا ہوں۔ وہ چھپ تو رہا مگر یہ کھٹک دل میں رہی کہ حسب تک موسیٰ کے خدا کا قصہ پاک نہ ہوگا میری خدائی ممرض خاطر میں ہے۔ اس بنا پر ہی اس نے ایک بند مینار بنوانے کا حکم دیا تھا۔

وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا يَتَّبِعُونَ آيَاتِ الرَّسُولِ ۝۳۸

يَتَّبِعُونَ آيَاتِ الرَّسُولِ ۝۳۸ يَتَّبِعُونَ آيَاتِ الرَّسُولِ ۝۳۸

الْقَرَارِ ۝۳۹ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

مَنْ ذَكَرَ أَوْ اُنْتَهَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ

فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۴۰ وَيَقَوْمٌ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجْوَىٰ وَتَدْعُونِي

إِلَى النَّارِ ۝۴۱ تَدْعُونِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ

عِلْمٌ وَإِنَّا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْعَفْوَارِ ۝۴۲

جو شخص (درپردہ) ایمان نہ رکھے (مومن آل فرعون) کہنے لگا، بھائیو میل کر کہنا مانو، میں تمہیں ہدایت کے راستے دکھا دوں گا۔ اے قوم یہ دنیوی زندگی تو صرف چند روز کے فائدہ کی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والا گھر ہے۔ جو بڑا کام کرے گا تو اُسے بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت مگر ایمان نہ ہو تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے جہاں انہیں بے حساب روزی ملے گی۔ اے میری قوم تجھے کیا ہوا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے اس لیے بلاتے ہو کہ میں خدا کے ساتھ کفر کروں اور اُس چیز کو اُس کا شریک بناؤں جس کا مجھے علم ہی نہیں۔ اور میں تو تمہیں غالب اور بخشنے والے خدا کی طرف بلاتا ہوں۔

لَا جَرَمَ أَنْتُمْ تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لِي دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي

الْآخِرَةِ وَأَنْ مَرَدْنَا إِلَى اللَّهِ وَإِنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿۳۱﴾
 فَتَذَكَّرُونَ مَا قَوْلُكُمْ وَأَفْوُضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۲﴾ فَوَقَّهْ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ
 فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿۳۳﴾

بے شک جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکڑے جانے کے قابل ہے اور نہ
 آخرت میں۔ ہم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اس میں شک نہیں کہ عدسے بڑھ
 جانے والے جہنمی ہیں۔ جو میں تم سے کہتا ہوں عنقریب ہی تم سے یاد کرو گے اور میں تو اپنا
 کام خدا ہی کو سونپے دیتا ہوں۔ بے شک خدا بندوں کے حال کو خوب دیکھ رہا ہے تو خدا
 نے اسے ان کی تدبیروں کی بُرائی سے محفوظ رکھا اور فرعونوں کو بُرے عذاب نے ہر طرف
 سے گھیر لیا ہے۔

النَّارِ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا
 آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۳۲﴾ وَإِذْ يَتَحَاوَجُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ
 الضُّعْفَى الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَمَا لَنَا
 مُتَعَلِّقُونَ عَنَّا فَيُصِيبُ مِنَ النَّارِ ﴿۳۳﴾

(اور اب تو قبر میں روزخ کی) آگ پر صبح و شام لاکھڑے کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت
 برپا ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون کے لوگوں کو سخت سے سخت عذاب میں جھونٹا دو۔ یہ لوگ

جب جہنم میں باہم جھگڑا کریں گے تو کم حیثیت والے بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع
 تھے تو کیا اس وقت تم دوزخ کی آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو۔

اُس مذاک ذکر کیا گیا ہے جو فرعون اور اس کے تابعوں کو اور تمام مشرکوں پر فرمایا ہوگا۔ یہ چھوٹا سا عذاب
 ہوگا کہ صبح و شام انہیں جہنم کی آگ کے سامنے کیا جائے گا اور یہ قیامت تک ہوتا ہے گا۔ اس کے بعد قیامت
 میں جیسا جس کسی کا حساب ہوگا ویسی سزا دی جائے گی۔ وہ کمزور لوگ جو امر اور نہی کے دباؤ میں کافر بنے ہیں
 وہ جب جہنم میں دھکیلے جائیں گے تو ان امراء سے کہیں گے ہم تمہاری بدولت اس عذاب میں گرفتار ہوئے تو کیا یہ
 ممکن ہے کہ کچھ عذاب ہمارا ہٹا لو۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ فِيهَا دَاوِلًا لَّئِن لَّمْ يَكْفُرْ بَيْنَ
 الْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَتِهِمْ اَدْعُوا رَبَّكُمْ
 يَخَفُوا عَنَّا يَوْمًا مِنَ الْعَذَابِ ﴿۳۲﴾ قَالُوا أَوْلَوتُكَ تَأْتِيكُمْ رَسُولُكُمْ
 بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَى قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دَعَا الْكٰفِرِينَ إِلَّا
 فِي ضَلٰلٍ ﴿۳۳﴾ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
 وَيَوْمَ يَقُومُ الْاَشْهَادُ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعذِرَتُهُمْ وَ
 لَهُمُ الْعَذَابُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿۳۵﴾

متکبران ان کو جواب دیں گے ہم تو سب ہی دوزخ میں جا رہے ہیں (ہم نہیں کیا بچائیں)
 خدا تو جو فیصلہ کرنا تھا کر چکا۔ جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ جہنم کے دار و خانہ سے کہیں گے آپ
 لوگ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ایسا تو ہمارے عذاب میں تخفیف کرے۔ وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس

تہا لے رسول معجزات لے کر نہیں لائے تھے۔ وہ کہیں گے آئے تو تھے۔ فرشتے کہیں گے تو تم خود کیوں نہ دکھا کرو حالانکہ کافروں کی دُعا تو بس بیکار ہی ہے۔ ہم البتہ مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی، اور ان کی بھی جو دنیا ہی زندگی میں ایمان لائے اور اس میں پرہیجی جب گواہ (پیغمبر) اٹھ کھڑے ہونگے اور اس دن ظالموں کو معذرت کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا کھڑے۔

بڑے لوگ ان پہنچی زیر دستوں کو جواب دیں گے، یہاں تو ہم سب ایک ہی مال میں ہیں۔ خدا تو ہم سب کے متعلق جو فیصلہ کرنا چاہے۔ جمعی لوگ جہنم کے اہل کاروں سے کہیں گے ہمارے رب کے ذرا تمہی دعا کرو کہ اذکر ایک ہی دن عذاب میں تخفیف کر دے۔ وہ کہیں گے کیا تمہا سے پاس خدا کے رسول دلائل لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ کہیں گے کہے تو تھے لیکن تم نے ان کو مانا ہی نہیں تھا۔ فرشتے کہیں گے، پھر تم سے دُعا کرنے کو کہیں کہتے ہو۔ جو کچھ تم نے رسولوں کے ساتھ کیا خدا نے اسی کی وجہ سے تم کو جہنم قرار دیا۔ بات ختم ہو گئی۔ اب تم چاہو تو خود دعا کرو لیکن فائدہ کیا ہو گا کہ کافروں کی دُعا تو سنی ہی نہ ہائے گی۔ تمہاری دُعاؤں کے جواب میں خدا ہی فرمائے گا ہم یا تو اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں یا ان مومنوں کی جو زندگانی دُنیا میں ہم پر ایمان لائے تھے اور اس دن پرہیجی جب گواہ (رسول) حاضر ہوں گے۔ ظالموں کا سخت معذرت کرنا اب کوئی نفع نہیں دے گا اب تو ان کے لیے لعنت ہے اور جہنم جیسا بُرا کھڑے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَنَّا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۗ^{۵۶}
 هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ
 اسْتَغْفِرْ لَذُنُوبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْأُبْحَارِ ۗ إِنَّ
 الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَمُّهُمْ وَإِنْ فِي صُدُورِهِمْ
 الْأَكْبَرُ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ ۗ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
 الْبَصِيرُ ۗ^{۵۷}

ہم نے موسیٰ کو ہدایت کی کتاب (توریت) دی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا۔ یہ

عقلمندوں کے لیے سزا یا ہدایت ہے اور نصیحت۔ تو (اے رسول) تم (ان کی شرارت پر) صبر کرو۔ بے شک خدا کا وعدہ سچا ہے (امت کے گناہوں کی) معافی مانگو اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ صبح و شام تسبیح کرو۔ جو لوگ خدا کی آیات کے بارے میں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو جھگڑا کرتے ہیں ان کے دل میں بُرائی کے سوا کچھ بھی نہیں حالانکہ یہ لوگ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں۔ پس تم خدا سے پناہ مانگتے رہو۔ بے شک وہ بڑا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

آیت نمبر ۵۶ میں حضرت رسول خدا کو گناہوں کے استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حوالہ امت کے گناہوں کی معافی لکھا ہے۔ چونکہ نبی صلیا و مرسلین کے کوئی گناہ صغیر یا کبیرہ کسی زمانہ میں ہی نہیں ہوتا۔ لہذا ان کو حکم استغفار دینا امت کی تعلیم کی غرض سے ہے تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اور بندوں سے عبادت کی شان ظاہر ہو اور جو اس کے خاص بندے ہیں ان سے اور زیادہ ظاہر ہو اور بندگی کی شان ہی ہے کہ ہمیشہ اپنے کو خدا کے سامنے حاضر سمجھ کر سوجھ کاٹے رہے اور گڑگڑانا ہے۔

بندہ یہاں یہ کہ ذکر تصبیح غرضی عذر بردار کا حوالہ آورد
 بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ دشمنوں کے ستانے کی وجہ سے چونکہ حضور بہت تنگ دل ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ جلد کوئی ایسا معجزہ ظاہر ہو کہ یہ مخالفت ٹھنڈی پڑ جائے۔ اگرچہ مطلب کوئی گناہ نہ تھا تاہم حضور کے مقام بند کے گناہ سے اس کو معافی گناہ سمجھا گیا اور استغفار کا حکم دیا گیا۔ حج۔ جن کے ذمے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے
 آیت نمبر ۵۷ کا مطلب یہ ہے کہ ان کفار کے پاس قرآن کو جھٹلانے کی کوئی مستقول دلیل تو ہے نہیں بس خواہ مخواہ کی جھجکی کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں عداوت بھری ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے یہ اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں کسی طرح قرآن کو رسول کا مس کھڑت افسانہ ثابت کر دیں لیکن ان کی کوششیں کسی کامیابی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس اے رسول، تم ان کی مخالفت کا خیال چھوڑ دو اور اپنے خدا سے پناہ مانگتے رہو کہ وہ تمہیں ان ظالموں کے شر سے بچائے رکھے۔ خدا تو تمہاری ہر بات کا سننے والا اور ہر حالت کا دیکھنے والا ہے پھر تمہیں خوف کیسے۔

لَخَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرَ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۗ^{۵۸} وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۗ^{۵۹} إِنَّ السَّاعَةَ

لَا تِيَّةَ لَارِيبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرِ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمْ
ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ
جَهَنَّمَ دَخِرِينَ ﴿۶۰﴾

آسمان و زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے یقیناً بڑا کام ہے لیکن لوگ اتنا بھی نہیں جانتے اندھا اور دیکھنے والا دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں اور نہ اچھے کام کرنے والے مومنین، بدکاری کے برابر ہو سکتے ہیں۔ تم لوگ بہت تم غور کرتے ہو۔ قیامت تو ضرور آنے والی ہے اس میں کسی طرح کا شک ہی نہیں لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ تمہارا پروردگار فرمانے تم مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ جو لوگ تکبر کی وجہ سے ہماری عبادت نہیں کرتے ہیں وہ منقریب ہی ذلیل و خوار ہو کر اہل جہنم ہوں گے۔

جو لوگ مشرک و شرک کے منکر ہیں اور قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا خدا کی قدرت سے باہر سمجھتے ہیں وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس کے نزدیک مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کیا دشوار ہے۔ جو لوگ آقا پرست ہیں غور نہیں کرتے اور اندھے بنے ہوئے ہیں بھلا وہ ان لوگوں کے برابر کیسے ہو جائیں گے جو خدا کی قدرت کے آثار پر غور نہ نظر ڈالا کرتے ہیں۔ جو لوگ قیامت کے خوف سے ایمان لاتے ہوئے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ گنہگاروں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ کم لوگ ایسی باتوں سے عیبت حاصل کرتے ہیں لوگ ایمان لاتے ہیں، قیامت تو بلا شک و ریب ایک دن ضرور آکر ہے گی۔ تمہارے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں ضرور قبول کروں گا۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب اس نے قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو پھر ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔ یہ اعتراض عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ انسان کے دل میں غم و شوق کا ایک ایسا اشتہا ہی سلسلہ ہے جو کسی حالت میں ختم نہیں ہوتا۔ ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو فوراً دوسری اس کی جگہ لیتی ہے۔ وہ ہر دعا میں اپنے مقصد کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اسے اس سے معرض نہیں ہوتی کہ میری اس دعا کے بعد دوسروں کو نفع پہنچے گا یا نقصان۔ ایک بڑھیا آدمی کے ترک جانے کی دعائیں اس لیے مانگ رہی ہے کہ اس کا جھوٹا اڈا جائے گا۔ اس کو اس سے معرض نہیں کہ آدمی کے آنے سے کیا کیا فائدے ہوتے ہیں۔ کائنات کا نظام برقرار رکھنے کے لیے ایسی بہت سی چیزوں کو تسلسل میں لانا قدرت کے پروگرام میں داخل ہونا ہے۔

جنہیں دُنیا کے اکثر لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ پس اگر ہر ایک کی دعا قبول کر لی جائے تو نظام کائنات ابتر ہو جائے۔ ایک شخص دعا کر رہا ہے کہ میت نہ برے، دوسرا دعا کر رہا ہے برے، تیسرا دعا کر رہا ہے کہ برے، چوتھا دعا کر رہا ہے خوب برے۔ اگر ان سب کی دعائیں سب وقت مقبول کر لی جائیں تو فرمائیے یہ نظام عالم کیسے برقرار رہے گا۔ ایک شخص دعا مانگ رہا ہے کہ مجھے دولت مند بنا دے۔ قدرت کے علم میں ہے کہ دولت پانے ہی یہ عیاشی کرنے لگے گا۔ زنا کاری پر آمادہ ہو جائے گا۔ اس صورت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو۔ ایک شخص دعا کر رہا ہے کہ مجھ پر مہار کو شفا دے لیکن اس کی موت کا وقت آچکا ہے۔ اگر اس کی دعا قبول کی جائے تو موت کا اہل وقت ٹالنا پڑے گا۔

بہر حال خدا نے دعا مقبول کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن چند شرطوں سے۔ اول یہ کہ مجھ پر ایمان لاؤ اور سچے دل سے لاؤ۔ صرف زبان سے کہہ دینے کا اعتبار نہیں۔ دوسرے اس کا یقین رکھو کہ میرا کام سبھی برکت و مصلحت ہوتا ہے تیسرے میں تمہاری وہی دعا قبول کرتا ہوں جو تمہارے لیے آئندہ مفید ہو۔ تم اپنے مستقبل کا حال نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔ چوتھے تمہاری دعائیں ایسی نہ ہوں جو کسی مرد مومن کو نقصان پہنچانے والی ہوں۔ پانچویں جو دعا مانگو وہ مجھ سے لوگا کرو مانگو۔ یہ نہیں کہ کسی طور پر یہ کہے جاوے یا اللہ نے فرمے وہ شے ہے۔ چھٹے میں نے اپنے بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے لہذا میں نے اپنے کو سزا سزا بندہ ہونا تو ثابت کریں۔

حضرت مولیٰ عبد السلام سے وقت مناجات خدا نے فرمایا، یٰمُؤْمِنُ صَبِّحْ بِمِنْ قَلْبِكَ الْخَضِرُ عَزَّ وَجَلَّ عِيْنَكَ الدَّمْعُ فَمَنْ آذَعْنِي سَنَجْعَلُكَ فِي رَيْبٍ مَجِيْبًا۔ یعنی (اے مومنی ایک تو اپنے دل کی بوجھ مجھے دو، دوسرے میری محبت میں اپنی آنکھوں کے آنسو، پھر مجھے پکارو میں تمہارے قریب ہوں گا اور تمہاری دعا کا قبول کر لے والا)۔ پس دل کا بوجھ ہونا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونا وقت معاشوری ہے۔ اور وقت عاید و دولت چیزیں دعا کرنے والوں میں کم باقی جاتی ہیں۔

ایک بار بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے فسد کی کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ وہ ہماری مرضی کے مطابق عینہ برسا لکھے۔ جب تم دعا کریں تو برسا لے اور جب کہیں روک دو تو روک دے۔ وہ اپنی مرضی سے برسا لے تو ہماری کھیتیاں بسا اوقات تباہ ہو جاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے بارگاہ باری میں قوم کی یہ خواہش پیش کی۔ خدا نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ بنی اسرائیل بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ جب ان کی خواہش کے مطابق عینہ برسا تو کھیتی خوب لہلہائی اور بکھرتا لخت پیدا ہوا۔ حضرت موسیٰ سے کہا، دیکھا آپ نے کتنا کثیر غلہ پیدا ہوا ہے۔ لیکن بعد میں ہوا یہ کہ گلے لکھا امریکا جب موتی وہاں پہنچا تو حضرت موسیٰ سے کہہ کر فریاد کی اور کہا، خدا سے پوچھئے، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی تو جواب ملا لے موسیٰ، وہ کیا سمجھ سکتے تھے کہ زمین سے فائدہ اٹھانے اور نقصان سے بچنے کے لئے کس وقت بارش کی ضرورت ہوتی ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب طحوت براری خدا کی مصلحت پر متوقف ہے تو ہمیں دعا کا حکم کیوں ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اول تو دعا سے بندگی کی شان کا اظہار مقصود ہے۔ جب بندہ اس سے کوئی چیز مانگتا ہے تو خدا اسے پسند کرتا ہے۔ اگر طلب پورا نہ بھی ہو تو کم از کم خدا سے رجوع کرنے کا ثواب تو اسے مل ہی جائے گا کیونکہ اس بندہ نے فریاد

کا انظار دکھایا۔ خدا نے اسے مجبور تو نہیں۔ وہ جب چاہے حالات کو بدل سکتا ہے اور ازراہ لطف کرم جو مانگے دے سکتا ہے ہمیں کیا خبر کسی کی صحت کیا ہے۔ لہذا مانگنا ہمارا فرض ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ہماری دعا کا مقصد کسی دوسری صورت سے پورا کرے۔ آج ذکر سے کل کرے۔ ہماری دعا اس کی بارگاہ میں محفوظ رہتی ہے۔ کسی مومن کو اپنی بارگاہ سے ناگام نہیں جانے دیتا۔ اس لیے مانگنا ہمارا فرض ہے اور ہماری عہدیت کا نشان ہے۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۶۱﴾ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۗ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ فَآلَيْ تُؤْفَكُونَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَآءَ بِنَآءٍ ۗ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ ۗ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ ۗ ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۗ فَتَبَرَكْ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَلْهُوْا فَاَدْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۗ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے رات کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو پیدا کیا تاکہ تم (دیکھ بھال کر) کام کرو۔ اللہ لوگوں پر فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن بہت سے لوگ اس کے شکر گزار نہیں بنتے۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے جو ہر شے کا خالق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بیکے جا رہے ہو۔ جو لوگ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے تھے وہی اس طرح بھٹک رہے تھے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری

صورتیں بنائیں تو اچھی صورتیں بنائیں اور پاکیزہ چیزوں کا تمہیں رزق دیا۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے پس مبارک ہے وہ اللہ جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس سچے کلمے دل سے اس کو پکارو۔ اور حمد اس اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔

قُلْ اِنِّيْ نُهَيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَبِّيْ ۗ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّ اَنْثَى ۗ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ۗ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ۗ ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا اَشْدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا سَيُوْخًا ۗ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفَّىٰ مِنْ قَبْلٍ ۗ وَ لِيَبْلُغُوْا اَجَلًا مُّسَمًّى ۗ وَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ ۗ فَاِذَا قُضِيَ اَمْرٌ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِنِّيْ يَصْرَفُوْنَ ﴿۶۴﴾

اے رسول کہہ دو کہ جب میرے رب کی طرف سے دلائل آچکے تو مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت کروں جن کو تم پوجتے ہو اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ رب العالمین خدا کا فرمانبردار رہوں۔ وہ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر علقہ سے پھر تمہیں طفل بنا کر اماں کے پیٹ سے نکالا۔ (پھر تمہیں زندہ رکھا) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر تم بوڑھے ہو جاؤ۔ بعض تمہیں سے اس سے پہلے ہی مر جائیں گے (غرض تمہیں اس وقت تک زندہ رکھنا ہے) کہ تم وقت متقرزہ تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم صاحب عقل بنو۔ وہ وہی ہے جو تمہیں زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے جو بے

کسی امر کا کرنا ٹھکان لیتا ہے تو کہتا ہے اس سے ہو جا، پس ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جو آیات خدا کے بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں۔ پس یہ کہاں جھٹکے جا رہے ہیں۔

خدا اپنی مشیت کاملہ کا اظہار کر رہا ہے کہ اس نے انسان کو مٹی سے کیسے بنایا۔ پہلے مٹی کو لطف کی صورت بخشی۔ پھر لطف کو علقہ بنایا۔ پھر ماں کے پیٹ میں ایک بچہ بنا کر اسے ماں کے پیٹ سے نکالا۔ پھر بچہ سے جوان کیا۔ پھر جوان سے بوڑھا بنایا۔ کسی کو بڑھا پلے سے پہلے ہی مار ڈالا۔ نور کو لطف کے ایک قطرہ کو ان من ازل سے گزارا، کیا خدا کے سوا کوئی دوسرا کر سکتا تھا۔ ہر ایک کو زندہ کرنے اور مارنے والا اس کھوسا اور کون ہے وہ تو ایسا قادر مطلق ہے کہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بلسان قدرت کہتا ہے ہو جا، پس وہ چیز بن جاتی ہے۔ تو اس کو کسی مشورہ کی ضرورت نہ کسی سامان کی حاجت نہ کسی مددگار سے تلقین۔ پس اس کا ارادہ ہی سب کچھ ہے۔ لوگو، کیا ایسے خدا سے انکار کرتے ہو اور اس کے سوا دوسروں کو پوجتے ہو جن کی قدرت نہیں

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْمَلُونَ ﴿۳۰﴾
 إِذِ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿۳۱﴾ فِي الْحَمِيمِ
 ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿۳۲﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ آئِن مَّا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾
 مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّعَنُوكُن تَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا
 كَذَلِكَ يَضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿۳۴﴾ ذَلِكَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي
 الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿۳۵﴾

جن لوگوں نے کتاب کو جھٹلایا اور ان چیزوں کو جن کے ساتھ ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا وہ عنقریب جان لیں گے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا (بھاری بھاری) طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی پہلے کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم کی آگ میں جھونک ڈیٹے جائیں گے پھر ان سے

پوچھا جائے گا جنہیں تم خدا کا شریک بناتے تھے وہ اب کہاں ہیں۔ وہ کہیں گے کھوئے گئے وہ ہم سے بلکہ (بچ تو رہے) ہم تو پہلے ہی خدا کے سوا کسی دوسرے کو نہ پکارتے تھے خدا اس طرح کافروں کو بوکھلائے گا۔ یہ اس کی سزا ہے کہ تم دنیا کی ناحق بات پر غور نہیں کرتے اور یہ اس کی سزا ہے کہ تم انرا بیا کرتے تھے۔

ادْخُلُوا ابْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ فَبِأَسْمَٰئِهِ الْمَتَكَرِّرِينَ ﴿۳۶﴾
 فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۗ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اَوْ
 نَتَّوَفِيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۳۷﴾ وَاَلَمْ نَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ
 مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ
 لِرَسُولٍ اَنْ يَّاتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ فَاِذَا جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ قَضٰى
 بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۳۸﴾ اللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ
 الْاَنْعَامَ لِتُرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُونَ ﴿۳۹﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا
 عَلَيْهَا حَاجَتَكُمْ فَاِذَا وُكِرْتُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿۴۰﴾

(ان سے کہا جائے گا) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اسی میں نہیں ہمیشہ رہنا ہو گا۔ تکبر کرنے والوں کا کیا برا ٹھکانہ ہے۔ (اسے رسول ان کی باتوں پر) صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ جس عذاب کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے اس میں سے کچھ تو تمہیں دکھا دیں گے۔ اور اگر اس سے قبل تمہیں دنیا سے اٹھالیں گے تو آخر ان کو لوٹ کرانا تو ہماری ہی طرف ہے۔ ہم نے تم

سے پہلے ہی رسول بھیجے تھے ان میں سے بعض کے حالات تو تم سے بیان کر دیئے اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات تم سے نہیں دہرائے۔ کسی پیغمبر کی یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے اختیار دینیے بغیر کوئی معجزہ دکھاسکے۔ جب خدا کا حکم (عذاب) آپہنچا تو ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا گیا۔ اور اہل باطل ہی اس وقت گھلٹے میں رہیں گے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے۔ جس میں سے کسی پر تم سوار ہوتے ہو اور کسی کو کھلتے ہو اور تمہارے لیے ان سے اور بھی منافع ہیں اور یہ کہ تم ان پر چڑھو کہ اپنے دلی مقصد تک پہنچو اور ان پر نیز کشتیوں پر سوار پھرتے رہو۔

آیت ۷۷۔ یعنی اے رسول، یہ کفار تم سے امتیاز سے پیش کرتے ہیں اور نامقولی دلیوں سے تمہیں زیر کرنا چاہتے ہیں تم صبر سے کام لو۔ ہم یا تو تمہاری زندگی میں ان پر عذاب نازل کر کے دکھائیں گے اور اگر زہلی عذاب سے قبل تم کو ہم نے اٹھایا تو جس جس نے تم سے گستاخی کی ہے وہ اس کی سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یہ بچ کر جا ہی گئے کہاں، کوٹ کر آنا تو ہماری ہی طرف ہے۔

کفار کو صحت سے کہا کرتے تھے آپ کی تصدیق کے لیے تم تو سکن کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ تم تو جب انہیں گے کہ آپ ہمارے کہنے کے مطابق کوئی معجزہ دکھادیں۔ خدا ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ اے رسول، جن رسولوں کا ذکر تم نے قرآن میں کیا ہے باجن کا نہیں کیا ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ اختیار نہ تھا کہ وہ ہماری اجازت کے بغیر کوئی معجزہ دکھاسکے۔ معجزہ دکھانے کی ضرورت کو تم خود سمجھتے ہیں۔ جب ہم مناسب سمجھتے ہیں اپنے نبی کے ذریعہ سے اس کا اظہار کرا دیتے ہیں۔ یہ کوئی تعجب کی چیز نہیں کہ جب تم کہو رسول معجزہ دکھانے لگیں۔ تم میں سے ایک کہے گا کہ میری نشاء کے موافق دکھاؤ، دوسرا کہے گا میری نشاء کے موافق دکھاؤ، تو ہمارا رسول کیا ایسی کا ہو کر رہے۔

اس کے بعد ان جو یا توں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے لوگوں کو بڑے فائدے ہیں بعض سواری کیلئے ہوتے ہیں جیسے اونٹ، گھوڑا، بیل یا بچھڑ۔ بعض کا گوشت کھاتے ہیں جیسے گائے، بھینس، بھیر، بکری۔ اس کے علاوہ ان کی اذان سے ان کی کھال سے ان کی ہڈی سے بھی بہت سے فائدے حاصل کیے جاتے ہیں۔

یہ سواری کے ہاؤر جہاں تم جانا چاہتے ہو پہنچاتے ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو تاؤ تم کیا کرتے۔ اس کے بغیر بیچ تو جلتے مگر تزیں تکلیف کے بعد۔ اسی طرح دریائی سفر کے لیے کشتیاں ہیں جن پر بیچہر تم لیے جے سفر کرتے ہو۔ اگر سواری ہوا میں ان کو پانی کی موجوں پر بہا کر لے جائیں تو تاؤ تم دریائی سفر کیسے طے کرو۔ ہم نے تمہارے لیے ہر طرح کی کشتیاں فراہم کر دی ہیں۔ جب ان تمام چیزوں کو دیکھ کر بھی تمہارے اور ایمان نہیں لاتے اور ہمارے رسول کو سچا نہیں سمجھتے تو جہلا تمہاری نشاء کے مطابق اگر کوئی معجزہ دکھا بھی دیں تو تم اس کو کیا مانو گے۔ جاہلانہ جہش کر کے اس سے بھی انکار

کر دو گے۔ پہلے آپ یا دے کہتے معجزات دکھائے۔ لوگ بمانے برابر انکار ہی کرتے رہے تو جہلا تم کہنے والے ہو

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۖ فَاتَّيْتِ اللَّهُ تَنْكِرُونَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ كَانُوا اَكْثَرٍ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَاَثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَا اَعْنَىٰ عَنْهُمْ مَآ كَانُوا اَيْكِسِبُونَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهٖ يَسْتَمِرُّونَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاوْا بَاسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحَدَّهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمَّ يٰۤاَيُّ يٰۤاَيُّهُمْ اٰمَانَهُمْ لَمَّا رَاوْا بَاسَنَا سُبَّتَ اللّٰهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۗ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

وہ (خدا) جو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اس کی کن کن نشانیاں کو نہ مانو گے۔ کیا تم روستے زمین پر چلے پھرے نہیں کہ یہ دیکھتے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے ان کا انجام آخر کیا ہوا۔ وہ تم سے تعدد میں بھی زیادہ تھے اور قوت میں بھی، اور زمین پر اپنی یادگار نشانیاں چھوڑنے میں بھی کہیں بڑے بڑے تھے تو جو کچھ ان کا کیا کرا یا تھا ان کے کچھ بھی کام نہ آیا۔ جب ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر واضح معجزات لے کر گئے تو جو علم (اپنے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر نازاں ہوتے اور جس عذاب کی یہ لوگ ہنسی اڑاتے تھے اس نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو جب

انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم وحدہ لا شریک خدا پر ایمان لے آئے اور جس چیز کو اس کا شریک بناتے تھے ان کو نہیں مانتے لیکن جب انہوں نے عذاب کو آتے دیکھ لیا تو ان کا ایمان لانا کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا کی عادت ہے جو اپنے بندوں کے بارہ میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ یہی کافر لوگ اس وقت گماتے میں رہیں گے۔

اللہ کی رحمتے زمین پر بے شمار نشانیاں ہیں تو جھلا یہ لوگ کہاں تک ان کا انکار کریں گے۔ یہ لوگ روسے زمین پر سفر کریں نہیں کرتے تاکہ ان کو پہنچل جاتا جو لوگ ان سے کہیں زیادہ قہار ہیں تھے اور طاقت اور مہارت وغیرہ بنانے میں بھی ماہر تھے، اس سرکشی کی بدولت ان کا انجام کیا ہوا۔ کیسے عذاب ان پر آئے کس بری طرح تباہ و برباد ہوئے ان کے ڈھے مکانات اور زخا بستیاں زمین پر اب بھی موجود ہیں۔ ان سے سبق کیوں نہیں حاصل کرتے۔ باوجود اس زور و قوت کے انہوں نے اپنے کو بچا نہ لیا۔

جس زمانہ میں یونانیوں کا فلسفہ بہت ترقی پر تھا۔ اور علمائے یونان کی حکمت و فلسفہ و منطق و اخلاق کی برتری کی مہموم مچی ہوئی تھی وہ اسی بارہویں صدی میں نظر میں نہلاتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولیٰ کے زمانہ میں جب فلسفین سے کہا گیا کہ تم حضرت موسیٰ سے جا کر تحصیل علم کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے کہا، ہم کو اور سے تحصیل علم کی ضرورت ہی نہیں۔ اسی طرح آنحضرت کے زمانہ میں یہودی علماء نے اپنی علمی قابلیت کا ثل چار دکھا تھا اور کہتے تھے ہم ایک مردانی کو اپنے اوپر کیونکر ترجیح دے سکتے ہیں۔ لیکن جب ان شرک قوموں پر عذاب نازل ہوتے تو ان کی ساری حیثیت کو کمری ہو گئی اور او چارہ مسدود ہو گئی۔ کہتے تھے ہم خدا سے وادہ پر ایمان لائے لیکن اب ایمان ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکا۔ یہی طریقہ خدا کا ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے کہ پہلے اپنے انبیاء کے ذریعہ سے ان کو سمجھا تا ہے لیکن جب کسی طرح نہیں مانتے تو اپنا عذاب نازل کرتا ہے اور جب ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو پھر ان کی کوئی فریاد نہیں سنتا۔

سُورَةُ الْحَجِّ وَالْمَكِّيَّةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمْدٌ ۱ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ
 قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۱ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۱ فَأَعْرَضَ
 أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۱ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكْثَرِ
 مَمَاتٍ دَعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ
 حِجَابٌ فَأَعْمَلْنَا عَمَلًا ۱ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى
 إِلَيَّ الْوَحْيُ وَالْهَكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا
 وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۱ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ
 هُمْ كَافِرُونَ ۱

ح۔ میم۔ یٰشٰر ان رحمن ورحیم خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ سمجھ دار لوگوں کے لیے اس کتاب میں تفصیل سے آیات بیان کی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے (نیکیوں کو) خوشخبری دینے والا ہے (بدوں کو) عذاب سے ڈرنے والا ہے۔ ان میں اکثر نے رُوگردانی کی۔ وہ اس کو سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہمارے دل تو اس کے متعلق چڑھے ہیں (اس کی بات دل کو گنتی ہی نہیں) اور ہمارے کانوں میں بہا رہا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان پر وہ پٹا ہوا ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ اے رسول، ان سے کہہ دو میں

اگرچہ صورت میں تم ہی جیسا بشر ہوں لیکن (فرق یہ ہے) میرے اوپر وحی آتی ہے کہ تمہارا مبعوث بس وہی اکیلا خدا ہے تو سیدھے اسی کی طرف متوجہ رہو اور اسی سے استغفار کرو اور مشرکوں کے لیے افسوس ہے کہ وہ خدا کو نہیں مانتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ کلام پھر بغیر اسلام کا تصنیف کر دیا ہے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ یہ بغیر کلام نہیں بلکہ اس خدا کا کلام ہے جو اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اسی لیے اپنی رحمت کی مختلف صورتیں دکھانے کے لیے یہ کلام نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ کوئی پیچیدہ یا مہمل کلام نہیں۔ ہر بات نہایت تفصیل کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے۔ کسی غیر زبان میں نہیں عربی زبان میں ہے جسے تم لوگ سچی طرح سمجھتے ہو۔ پھر اس کا انکار کیا یعنی۔ اس سے مسلم ہونا کہ عقل سے کام لیتے ہی نہیں۔ تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہیں ہم یہ کلام سنتے ہی نہیں۔ اس کے یہی ہیں کہ تم اندازہ تعجب و عناد اس کو قسداً ٹھنٹھا نہیں چاہتے۔ لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوتی۔ تمہارے پاس اس کے کلام انسان ہونے کی کوئی دلیل ہی نہیں عقل و فہم کے خلاف اس میں کوئی ایک جملہ بھی نہیں۔ پھر اس سے انکار کی وجہ تو بتاؤ۔

میں تمہارے ان تعصب کے پردوں کو چاک تو نہیں کر سکتا۔ میں ضرور تم ہی جیسا آدمی ہوں مگر تم میں اور محمد میں یہ فرق ہے کہ محمد پر خدا نے وحی کی ہے پس میں جو کچھ کہتا ہوں وحی کے مطابق کہتا ہوں۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میرا کہنا یہ ہے کہ خدا ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسے سمجھو کہ ایک کے سوا بہت سے معبود کیوں نہیں ہو سکتے۔ تم نے جو بکثرت خدا مان رکھے ہیں اور اصلی خدا کو چھوڑ کر ان کی پوجا پاٹ کرتے ہو تو کیا وہ سب تمہاری مدد کرتے ہیں؟ تم سے بولتے چلتے ہیں؟ تمہاری بات سنتے ہیں؟ تمہارے نفع و نقصان پر بھی ان کا قابو نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ان کو خدا مانتے ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ تم میری حالت کو ملاحظہ فرمائیے تو تمہیں کہتے ہیں کہ تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں لیکن یہ تو سمجھو اگر تم جیسا نہ ہوتا اور کوئی غیر جس تمہاری ہدایت کے لیے آئی تو کیا تم اس سے مانوس ہو جاتے۔ ہاں میں اگر اپنی طرف سے کوئی بات کہوں تو تم نہ مانو۔ لیکن جب خدا کی طرف سے کہتا ہوں اور تمہارے فائدے کی بات کہتا ہوں تو تم کیوں نہیں مانتے تم سے پہلے بھی لوگوں نے انبیاء کی بات کو اسی لیے نہ مانا تھا کہ وہ ان جیسے بشر تھے۔

جو وحی میرے اوپر کی جاتی ہے جو کہ وہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے لہذا اس میں غلطی کا امکان نہیں تم وحی کو ازراہ تعجب جھٹلاتے تو دہشتے ہو لیکن یہ نہیں بتاتے کہ تمہارے جھٹلانے کی وجہ کیا ہے۔ پس تمہیں چاہیے کہ اللہ ہی سے رجوع کرو اور اسی سے پناہ مانگو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جو خدا کو نہیں مانتے۔ زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کا انجام بہت خراب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ قُلْ إِنَّا نَدْعُوا لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ إِندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا رِوَاسِيًا مِّنْ فَوْقِهَا وَبَرَكْنَا فِيهَا وَقَدَّرْنَا فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلنَّاسِ لَيَالٍ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے ان کے لیے وہ اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا ہی نہیں۔ اے رسول یہ کہہ دو اگر تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا، اور تم ہو کہ دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو، وہ تو ہمارے جہان کا سرپرست ہے۔ اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ پیدا کیے اور اس میں ہر نعمت عطا فرمائی اور اس نے ایک مناسب اندازہ پر اس میں سامانِ معیشت کا پزیر و بستر کیا اور چار دن میں یہ سب کچھ کیا اور تمام طلبہ گاروں کے لیے برابر کا بند و بست کیا۔

یہاں کسی کو سوال کرنے کا حق نہیں کہ خدا نے زمین کو دو دن میں کیسے پیدا کیا اور زمین و آسمان کو چھ دن میں کیسے پیدا کیا اور زمین کے سامانِ معیشت کو چار دن میں کیسے پیدا کیا۔ تمام کائنات کا خالق خود ہی جانتا ہے کہ اس نے کس چیز کو کب پیدا کیا اور کتنے دنوں میں پیدا کیا۔ یہ دو دن، چار دن اور چھ دن صرف یہیں تھوڑا سا تصور دلائے کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ جو چیز دو دن میں پیدا ہوئی اس کی صنعت آسان تھی نسبت اس چیز کے جس کو چار دن میں پیدا کیا اور اس سے زیادہ دشوار تھی اس کی مصلحت یہیں پیدا کیا۔ جینت سے یہ ہے کہ عکبری امور پر غور کرنا ہماری تکلیف میں داخل نہیں اور نہ ہماری سمجھ میں آئے والی بات ہے۔ ہم قرآنی ایجادات کے متعلق بھی نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کتنے وقت میں مکمل ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ٹیلی گرام کا سسٹم بیس برس میں مکمل ہوا یا تھا۔ یہ خدا ہی کی قدرت ہے کہ اس نے زمین میں مٹی مخلوق کو دو دن میں مکمل کر دیا۔ اور آسمان کو چھ روز میں۔ اور فلکات کو چار روز میں پیدا کیا۔ وہی جان سکتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے میں کتنے اسباب پیدا کرنے پڑے اور کس کس صنعت سے کام لیا گیا ہو سکتا ہے کہ دن سے مراد کائنات دن (COS MIC DAY) ہو۔

سَوَاءً لِّلنَّاسِ لَيَالٍ ۝ كَامِطِيبِ يَرْسِكُ بَوْرِزِقِ كَادِ سَمْتَرِوَانِ اُسْنِ سَطْرِ اَرْضِ بِرِ كِبِيَا هِجِ اَسْنِ

کھانے والے سب یکساں ہیں۔ ایسے ہو یا غریب، غلام ہو یا آفت، بچہ ہو یا جوان، عورت ہو یا مرد، سب اس میں برابر کے شریک ہیں۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَاِلَى الْاَرْضِ اسْتَبِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَا اتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿۱۱﴾ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا ۗ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ ۗ وَحِفْظًا ۗ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمَنْ خَلْفَهُمْ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ ۗ قَالُوْا الْوَشَاءُ رَبَّنَا نَزَلْ مَلٰٓئِكَةٌ فَاْتَا بَمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا وہ دھواں سورا تھا۔ اس سے اور زمین سے کہا تم دونو آؤ۔ خوشی سے یا کراہت سے۔ انہوں نے کہا، مطیع ہو کر آتے ہیں۔ پس دو دن میں اس دھواں سے سات آسمان بنائے اور پھر آسمان کے نظام کا حکم (کارکنانِ قضا و قدر کے پاس) بھیج دیا اور تم نے آسمان دنیا کو (ستاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا۔ یہ غالب اور واقف کا خدا کے انداز سے ہیں۔ اگر وہ روگردانی کریں تو ان سے کہو۔ میں تم کو ایک بجلی کی چمک سے ڈراتا ہوں جو قوم عاد و ثمود پر گڑ کی تھی۔ جب ان کے پاس آگے سے اور پیچھے سے پینمبر (یہ خبر لے کر) آئے اور کہا، اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ تو انہوں نے

کہا اگر تم ارب چاہتا تو فرشتے ازل کرنا اور جو باتیں تم نے کہ بھیجے گئے ہم انہیں نہیں مانتے۔

انہی آیات کے بارہ میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:

۱۔ قرآن مجید علم ہیئت کی کتاب ہے اور قرآن خوانوں کے لیے بی ضروری ہے کہ وہ ہر بات کو علم ہیئت کے اصول پر جانچیں۔ خداوند عالم مختلف طریقوں سے اپنی صنعتوں کو بیان فرما رہا ہے۔ لہذا اس طرف توجہ کی ضرورت نہیں کہ پہلے آسمان بنا یا زمین۔ اس کو بنانے والا ہی بہتر جانتا ہے۔

۲۔ یہاں بیان یہ ہے کہ آسمان و زمین بننے سے پہلے دھواں ہی دھواں فضا میں تھا جو بخارات کی صورت میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کے تدریج سے جھاگ پیدا ہوتے۔ اس جھاگ کے سرد ہونے پر زمین بنی پھر اور ستارے بننے لگے۔ بیچ البلاغ میں آسمان زمینوں نے بھی یہی بیان فرمایا ہے۔ ہمیں ہر جگہ اس سے مطابق کرنے کی ضرورت نہیں۔ سائنس ہم کی چیز ہے۔ وہ کائنات کی تخلیق کے بعد اس کے آواز سے ہی ہے۔

اب رہا دُخَان اور اَرْض کو بلانا۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لایعقل اور بے جان ہیں۔ ان کو بلانا کیسا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے لیکن خدا جو ان کا خالق ہے وہ ان کو زبان بیان دے سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زبان حال ان سے سوال و جواب ہو یعنی انہوں نے زبان حال اپنی اطاعت کا اقرار کر لیا ہو یعنی جو صورت تو ہم نے دے گا جس حالت پر تو ہمیں لگے گا ہم اس پر لائمی ہیں۔ مضمود پر ہے کہ جو کچھ ہوا تھا سب حکم خدا کے تحت ہو رہا تھا۔ یہ کسی اور کی بنائی ہوئی چیز نہیں ہیں۔ ان چیزوں کے متعلق اس سے تجویزیں پڑنا کہ یہ کیسے بنیں، کون پہلے بنا اور کون بعد میں، کون کتنا بڑا تھا اور کون کتنا چھوٹا، عمومی معاملات میں دخل اندازی ہے جو جاری عقل و فہم سے باہر ہے۔ ہمیں تو صرف اتنا ہی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سب چیزیں خدا کی بنائی ہوئی ہیں اور جو کچھ اس نے بنایا کسی کو اس میں چون و چرا کا حق نہیں۔ اگر کوئی سرمایے کا بھی تو دوسرے کو سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔

۳۔ یہ کہنا بھی بے وقوفی ہے کہ جب یہ چیزیں پیدا ہی نہ ہوئی تھیں تو خدا نے کہا اس سے؟ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ وجود مادی ظہور میں نہ ہو لیکن علم الہی میں تو تھیں۔

۴۔ آسمان کو روشن ستاروں سے زینت بخشی۔ ان سے بنی نوع انسان کو بے شمار فوائد پہنچتے ہیں۔ یہ مسافروں کے لیے سہا بھی ہیں، جہازوں کو سمت بتانے والے بھی ہیں اور آسمان کی زینت کا باعث بھی ہیں۔

۵۔ حفظاً بعض مشرکین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شیطانوں سے حفاظت کا باعث ہیں وہاں ہر شیطان نہیں جاسکتے۔ اگر گن گن لینے اور فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے چلے جاتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتے ہیں اور ان کو وہاں سے کھد پڑا لیتے ہیں۔ بعض مشرکین کا کہنا ہے کہ ان کی شمشیں بہت سے عبادت ارضی و سماوی سے محفوظ رکھتی ہیں۔ بہت سے ضروری مواد کو جلا دیتی ہیں۔

۶۔ یہ خدا کا اندازہ ہے یعنی خدا نے ہر چیز کو ایک مناسب اندازہ سے پیدا کیا ہے اور اسی پر وہ قیامت تک باقی رہیں گی۔

۷۔ صاعقہ ہلاک کرنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ مادہ نمود وغیرہ قوسوں کی ہلاکت کا باعث بجلی کی لڑکائی ہے۔
تمی جو ایک چمکناڑ کی صورت میں ان سب کو مار گئی۔

۸۔ انبیاء و مرسلین کے آگے پیچھے آنے سے یہ مراد ہے کہ فردان کے ملکوں سے بھی آئے اور اس پاس کے دوسرے ملکوں میں بھی۔ اور ان کی ہدایت لوگوں کے ذریعہ سے ان کا کھنچتی رہی۔ اور یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ پے در پے آگے پیچھے رفتہ رفتہ آتے رہے۔

۹۔ باوجود کہ انہیں یاد دہانی کے طور پر ان کو طرح طرح سے بھیجا اور اپنی رسالت کے تین ثبوت یعنی ہجرات دکھائے۔ مگر وہ یہی رٹ لگاتے رہے کہ تم تو ہم جیسے آدمی ہو۔ سچائے تمہارے خدا نے اپنے فرشتے کیوں دیکھے۔ تمہاری باتیں تو ہمارے کانوں کو گنتی ہی نہیں۔ لہذا ہم ان کو نہیں مان سکتے۔

فَمَا عَادَ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ
مُتَقَوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ
قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝۱۵ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا
صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ مَحْسَبَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَحْزَنُ ۖ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ۝۱۶

قوم عاد (کا حال سنو) یہ لوگ خالقِ رمئے زمین سے غرور و تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے (بجلا) ہم سے قوت میں کون زیادہ ہے۔ انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ خدا جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ قوت میں ان سے بے انتہا زیادہ ہے۔ وہ ہماری آیات سے انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے بھی ان کے محسوسات کے دلوں میں تیز آندھی چلا دی تاکہ زندگی دنیا میں وہ رسوا کرنے والے عذاب کا مزہ چکھیں اور عذابِ آخرت تو اس سے کہیں زیادہ رسوا کن ہوگا اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

منجوس دلوں سے یہ مطلب ہے کہ یہ ایام قوم عاد کے لیے بڑے منجوس ثابت ہوئے۔

وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَخَذْنَا مِنْهُمُ
صِيقَةَ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۱۷ وَنَجَّيْنَا
الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝۱۸ وَيَوْمَ يُجْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى
النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝۱۹ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ
سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۲۰ وَ
قَالُوا الْجُلُودُ دُهْمٌ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالَُوا لَا نَنْطِقُ اللَّهُ الَّذِي
أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۲۱
وَمَا كُنْتُمْ تَسْتُرُونَ ۖ أَنْ يُشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ
وَلَا جُلُودُكُمْ ۖ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝۲۲

لیکن ثمود کو ہم نے ہدایت کی مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو زیادہ پسند کیا تو ان کے کرتوتوں کی بدولت ذلت کے عذاب کی بجلی نے انہیں لے ڈالا۔ اور ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان والے تھے اور متقی تھے عذاب سے نجات دے دی۔ اور جن دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف ہنٹکائے جائیں گے اور ترتیب وار کھڑے کیے جائیں گے یہاں تک کہ سب سے سب سے پہلے ان کے پاس جائیں گے تو ان کے کان ان کی آنکھیں، ان کے بدن کی کھال، ان کے خلاف ان کی کارستانیوں کی گواہی دیں گے۔ وہ اپنے اعضاء سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔ وہ کہیں گے جس خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اُس نے ہم کو بھی گواہ کیا اور اس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اور (تمہاری تو یہ حالت تھی کہ تم لوگ

اس خیال سے اپنے گناہوں کی پردہ داری بھی نہ کرتے تھے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور تم تو اس خیال میں تھے کہ خدا کو تمہارے بہت سے کاموں کی خبر ہی نہیں۔

جن اعضاء کو ہم اپنا جتنے ہیں وہ حقیقت وہ خدا کے جاسوس ہیں۔ قیامت میں یہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے کان کہیں گے فلاں فلاں وقت اس نے میرے ذریعہ سے قیمت مٹھی مٹھی۔ اکٹھے کہے گی میرے ذریعہ سے فلاں فلاں وقت حرام چیزوں پر نظر ڈالی تھی۔ بدن کی کھال کہے گی اس نے مجھے نامحرم سے جس کیا تھا۔ میرے اندر حرام شے کھا کر غول دوڑا یا تھا۔ اس وقت انسان تمہارے گناہ کا، تمہیں میرے خلاف گواہی دینے پر کس نے آمادہ کیا سب کہیں گے ہمیں اس وقت آمد دیکھنے تامل کیا ہے جس نے ہر شے کو قوت گویا دی ہے۔ تمہیں کس کی اس کا خیال بھی نہ آیا ہر گناہ کو یہ اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ تم تو اس خط میں مبتلا ہے کہ تمہاری کارستانیوں کا خدا کو بھی علم نہیں۔

وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدَاكُمْ فاصْبَحْتُمْ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاِنْ يَصْبِرُوْا فَالتَّارُ مَشْوٰى لَهُمْ وَاِنْ يَسْتَغِيْبُوْا
فَاَهُمْ مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَيِّضْنَا لَهُمْ قُرٰنًاۙ فَرٰيَسُوْا لَهُمْ مَا
بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَاَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىْ اَمْرِ قَدْ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جِرٰتِهِمْ كَاَنُفُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۳۵﴾

یہ تھا تمہارا گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا، تمہیں لے ڈوبا اور تم گھاٹا پانے والوں میں سے بن گئے۔ یہ لوگ اگر اب صبر بھی کریں (تو کیا ہوتا ہے اب تو) جہنم ہی ان کے قیام کی جگہ ہے اب یہ اگر معذرت کرنا چاہیں گے (تو یہ کریں گے) تو ان کی معذرت قبول نہ کی جائے گی ہم نے (گویا قوی شیطانوں کو) ان کا ہم نشین مقرر کر دیا تھا تو انہوں نے ان کے اگلے پھیلے کام ان کی نگاہوں میں جھلکے کر دکھائے۔ آخر ان کے حق میں بھی فیصلہ ہو کر رہا جو ان سے پہلے کے جنوں اور انسانوں

کے حق میں کیا گیا تھا۔ یقیناً وہ خسارہ پانے والوں میں سے تھے۔

افسوس کفار کے لولہ میں جہنم کے متعلق بدگمانیاں بڑھتی ہی جاتی گئیں تو اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ ہلاکت کے حصول میں نہیں آتے اور انہوں نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا۔ اچھے تو بکرے سے کیا فائدہ، اس کا وقت تو گزر چکا۔ انہیں شیطان کے شوسے ایسے پسندیدہ معلوم ہوئے گویا ہم نے حکم دیا تھا کہ تم شیطان کی باتوں پر عمل کرو۔ اُس نے ان کے پیچھے سے ان کو خوب خوب بہرایا۔ ان کی بد عملیوں کو ان کی نظر میں زینت دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو فیصلہ ان سے پہلے کی سرکش قوموں کے حق میں کیا گیا تھا حق ہوں یا انسان، وہی ان لوگوں کے لیے بھی کیا گیا۔ یعنی یہ کران پر عذاب نازل ہو گیا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالنَّوٰفِیْهِ لَعَلَّكُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَلَنْذِیْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًاۙ اَوْ لَنَجْزِيَنَّهُمْ
اَسْوَا الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۷﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ السَّارِ
لِهِمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِۙ جَزَاۗءٌۢ بِمَا كَانُوْا یٰۤاْتِنَاۙ یُحٰدِثُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور کافر لوگ کہنے لگے کہ اس قرآن کو مت سُنو اور جب پڑھیں تو اس کے سچ میں عمل مچا دیا کرو تاکہ تم غالب آ جاؤ، تو ہم بھی کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے اور ان کی کارستانیوں کی بہت بڑی سزا دوزخ کی آگ ہے۔ خدا کے دشمنوں کا بدلہ یہی ہے اور یہی جگہ ان کے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ یہی سزا ہے ان کے لیے جو ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب بڑے بڑے کفار قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو گئے تو ان کو یہ خوف ہوا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اطراف و جوانب کے صحابی عرب آ کر قرآن کو سن لیں اور ایمان لے آئیں۔ عزمن ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ جب حضرت قرآن مسنانا شروع کریں تو خوب نکل چاہیں، تابان بجائیں اور بیہودہ باتیں کریں۔ یہ آیت انہی کے ہلے میں نازل ہوئی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۙ اِرِنَا الَّذِيْنَ اَضَلَّنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

نَجْعَلُهُمَاتَحْتَ أَقْدَامِنَايَكُونَامِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿۳۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ
 قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَمُوا تَنْزِيلَ عَلَيْهِمُ الْمَلِيكَةَ الْأَتْخَافُوا
 وَلَا تَحْزَنْوْا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۲﴾ نَحْنُ
 أَوْلَىٰ بِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۗ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى
 أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ﴿۳۳﴾ لَوْلَا مَن عَفْوُ رَبِّكُمْ ۖ وَمَنْ
 أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي
 مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۴﴾

اور (قیامت کے دن) جن لوگوں نے کفر اختیار کیا تھا (کہیں گے) اے ہمارے رب، ایک نظر
 ہمیں اُن جنتوں اور انسانوں کو دکھا کے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا (کہ) ہم انہیں اپنے پیروں تلے
 روند ڈالیں اور وہ (خوب ذلیل ہوں۔ بے شک جن لوگوں نے کہا تھا ہمارا رب اللہ ہے اور یہ اس
 پر قائم بھی ہے ان پر ملائکہ یہ کہتے نازل ہوں گے تم کچھ خوف نہ کرو اور سجدہ نہ ہو اور جس بہشت
 کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس میں (خوب) خوشیاں مناؤ۔ دُنیا کی زندگی میں بھی تم تمہارے دست
 تھے اور اب آخرت میں بھی، یہاں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہے جسے تمہارا دل چاہے اور جو چاہیے
 طلب کرو گے وہ حاضر ہوگی۔ یہ خدا نے غفور و رحیم کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے اور اس سے
 بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور اچھے اچھے کام کرے اور کہتے ہیں
 ہم یقیناً خدا کے فرماں بردار بندوں میں سے ہیں۔

جو لوگ اس دنیا میں کفر اختیار کیے ہوئے ہیں یہاں اُن لوگوں کی نظر میں شیطانوں کی بڑی وقعت ہے جو ان کو
 بہلا کر راہِ حق سے ہٹا رہے ہیں۔ وہ ان کے چشم و ابرو کے اشارہ پر اعمال بد کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وہ ان

گمراہ کرنے والوں کے مقابل رسول کی ہدایت کو وقت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ لیکن قیامت میں جب خدا کا سامنا ہوگا اور
 ان کی منہ جرم ان کے گلے میں ڈال دی جائے گی اس وقت ان کی کچھیں اٹنے کا کہانے والوں نے ان کو کیا سخت
 دھوکا لیا رکھا تھا وہی آج ان کا باعث ہوئے کہ ان کو جہنم کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ اس وقت ان کی یہ خواہش ہوگی
 کہ ان گمراہ کر کے والوں کو ان کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ ان کو اپنے پیروں سے پھیل ڈالیں اور ان کو بھی طرح ذلیل
 کریں۔ لیکن ایسا کہنے کا اب وقت کہاں۔ جب دنیا میں یہ اس وقت اپنے جیل بڑے کو نہیں سمجھے۔ جس وقت بہکانے والے
 بہکا رہے تھے تو اس وقت ہدایت کرنے والے ہدایت بھی کر رہے تھے۔ دونوں راستے ان کے سامنے تھے۔ ان کی عقل نے
 سچوں کو نہیں یہ بتایا کہ انہیں رسول کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے۔

برخلاف ان کے جو لوگ ایمان لائے اور سنے دم تک اس پر قائم رہے اور نیک کام کرتے رہے ان کے
 لیے بہشت میں سب کچھ ہوگا جو مانگیں گے ملے گا، جو خواہش ہوگی وہ پوری ہوگی۔

اچھے قول والا اس سے بہتر کون ہوگا جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، نیک عمل کر کے دکھائے اور یہ بتائے
 کہ میں خدا کا فرماں بردار بندہ ہوں۔ آنحضرت نے جن لوگوں کو دعوتِ اسلام دی ان پر قلاً و فہلاً یہ ثابت کر دیا کہ وہ
 جو کچھ کہتے یا کہتے ہیں وہ خدا کے حکم سے کرتے ہیں اور باوجود ہر طرح کے مصائب و برداشت کرنے اور قسم کی سخت
 مخالفت کے، ہمیں ان کا قدم جادو حق سے ہال برابر نہیں ہٹا۔ کفار و مشرکین نے اپنی کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا
 نہیں رکھا۔ لالچی دیکھے، ڈرایا دھمکا یا بھی، اذیت بھی دی، یا بیٹھا کٹ بھی کیا، وطن سے نکالا۔ اگر خدا کی قوت ان کے
 اندر کام نہ کر رہی ہوتی تو ضرور کسی مذہبی موڑ پر کمزوری کا اظہار ہوتا۔ آپ کا یہ استقلال، یہ ثابت قدمی اور صبر و تحمل اس
 کی دلیل ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی، اصل کے سامنے جھکنے والے اور امرِ حق کی تبلیغ سے رُکنے والے نہ تھے۔ وہ خدا
 کے سچے بندے اور رسول ہیں۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۗ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا
 الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۳۵﴾ وَمَا يُلْقِيهَا
 اِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۗ وَمَا يُلْقِيهَا اِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿۳۶﴾ وَاِمَّا
 يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْعًا فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۗ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
 الْعَلِيمُ ﴿۳۷﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْيَلُّ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۗ لَا تَسْجُدُوا

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ
إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۲۱۲﴾ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ
لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۲۱۳﴾

بصلائی اور برائی کبھی برابر نہیں ہو سکتی (سخت کلامی کا) ایسے طریقہ سے جواب دو جو نہایت اچھا
ہو (ایسا کرنے پر تم کو بھیجے گا) جن لوگوں میں اور تم میں دشمنی تھی تو یا وہ تمہارے دوست
بن گئے ہیں۔ یہ بات بس انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور انہی لوگوں کو حاصل
ہوتی ہے جو بڑے نصیبدار ہیں اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے وسوسہ پیدا ہو تو خدا کی پناہ مانگ
لیا کرو۔ وہ سب کی سنتا اور جانتا ہے اور اس کی نشانیوں میں رات اور دن اور آفتاب اور
چاند ہیں تو تم لوگ نہ سوچ کر سجد کرو اور نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجد کرو جس نے ان کو (سوچ چا)
پیدا کیا ہے۔ اگر تم کو خدا کی عبادت کرنی مرغوب ہے۔ پس اگر یہ لوگ سرکشی کریں (تو خدا کو
ان کی کچھ پرواہ نہیں) تمہارے رب کی بارگاہ میں ایسے لوگ ہیں (فرشتے) جو رات دن اس کی
تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اگلتے نہیں۔

مناظرہ کا جو بہترین اصول تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حریف جب کوئی دلیل پیش کیے تو اس کی تردید نہایت
شاتر طریقہ سے کی جائے۔ کسی کو کڑا مذاکھا ہلے گستاخانہ کلام نہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن بھی دوست بن جائے گا۔
اکثر لوگ مناظرہ میں نامناسب بات سُن کر فحش میں اپنے سے باہر ہو جاتے ہیں اور اول قول بکنے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
مناظرہ ممالک کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور عدالت کے شعلے اور زیادہ جھپٹنے لگیں گے۔
آگے چل کر جو یہ فرمایا گیا ہے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے تو خدا سے پناہ مانگو۔ اس میں بظاہر مخاطب رسول ہے ہے
لیکن حقیقتاً ملامت ہے۔ کیونکہ رسول معصوم ہیں ان کے دل میں شیطان وسوسہ کا گزر ہوا ہی نہیں سکتا۔ شیطان پر عہد
کر لیا ہے کہ تیسے مخلص بندوں کو نہیں ہرگاؤں گا باقی سب کو ہرگاؤں گا۔ پس معلوم ہوا کہ مراد امت ہے۔
آگے چل کر ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے جو سورج اور چاند کی بوجہ کرتے ہیں کہ یہ قابلِ پتیش نہیں۔ یہ تو خدا کی مخلوق
ہے۔ حق باری عبادت تو وہ ذات ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم اندراؤ نکرتے اس کی عبادت نہیں کرتے تو خدا کو اس
کی عبادت کرنے والے بہت ہیں جن میں ایسے بھی ہیں جو شب روز اس کی عبادت کرتے ہیں اور کبھی جھٹکتے نہیں مگر فرشتے۔

وَمِن آيَاتِهِ أَنَّا نُنزِلُ الْمَاءَ
فَإِذَا نَزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ
اهْتَرَّتْ وَرَبَّتْ ۚ وَإِنَّا لَآلِئْنَا
أَنَّهَا تَكْفُرُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَلْحَدُونَ
فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۚ
أَفَمَن يُؤْتِي فِي النَّارِ خَيْرًا مِّن
مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
أَعْمَلُوا
مَا شِئْتُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ﴿۲۱۳﴾

اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم جس زمین کو خشک بے گیاہ دیکھتے ہو
جب ہم اس پر پانی برسائیں تو لہلہانے لگتی ہے اور پھول جاتی ہے جس نے مژدہ زمین کو دوبارہ
زندہ کیا وہ مردوں کو بھی جلائے گا۔ بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے۔ جو لوگ ہماری آیات میں یہ پھیر
کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔ جو شخص (قیامت میں) آگ میں ڈالا جائے گا آیا وہ بہتر ہے
یا وہ جو روز قیامت بے خوف و ہراس آئے گا۔ جو تمہارا دل چاہے کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو، خدا
اس کا دیکھنے والا ہے۔

ایک ایسی زمین جو مژدہ پڑی تھی، گھاس کا ایک پتہ تک اس پر کہیں نظر نہ آتا تھا جب اسے اپنی قدرت سے اس پر پانی
برسایا تو پھر کھجور دی زمین کھلنے کے بعد کس طرح جی اٹھی اور اس پر گھاس پات اور پوسے کس طرح لہلہانے لگے۔ پس
جس طرح زمین سے نباتات کو نکالنا ہے اسی طرح قیامت میں زمین سے مردوں کو نکالے گا۔ انا تکلمنا ثبوت دیکھنے
کے بعد اگر قیامت میں مردوں کے زندہ ہونے سے انکار کرو تو ہرٹ دھری نہیں تو اور کیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۚ وَإِنَّ لَهُمْ
لَكِتَابًا عَزِيزًا ﴿۲۱۴﴾
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۚ
تَنْزِيلًا مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿۲۱۵﴾ مَا يَقُولُكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ
لِلرَّسُلِ مِن قَبْلِكَ ۚ وَإِنَّا

رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۱﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا، جن لوگوں نے نصیحت کو جوہان کے پاس آئی نہ مانا (تو اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے) اور بے شک یہ تو ایسی عالی مرتبہ کتاب ہے کہ نہ تو باطل اس کے سامنے آسکتا ہے اور نہ پیچھے۔ یہ تو حکمت والے لائق حمد خدا کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے (اے رسول) تم سے بھی وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے آنے والوں سے کہی گئی تھیں۔ بے شک تمہارا رب بخشنے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی ہے۔

قرآن کی صداقت سے انکار کرنے والوں پر یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ اس کو منسوخ کرنے والی کوئی کتاب موجود ہے نہ اس سے پہلے کوئی ایسی کتاب نازل ہوئی تھی۔ اے رسول، تمہاری ہدایت بھی اسی طبیعت کی ہے جیسی تم سے پہلے رسولوں کی تھی۔ یعنی خدا کی توحید کی طرف لوگوں کو بلانا، قیامت کا اعلان، خدا کی کتاب کی تصدیق، رسول کی رسالت کو ماننا، اس کے علاوہ تم کچھ اور نہیں کہتے۔ پھر یہ لوگ تمہاری رسالت کو کیوں نہیں مانتے اور تمہارے ان کی تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ کس امر نے ان کو شبہ میں ڈال رکھا ہے۔ اگر وہ مان لیں گے تو خدا ان کے پچھلے گناہ معاف کرے گا ورنہ پھر وہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبًا لَقَالُوا الْوَالِدُ الْوَالِدُ فَصَلَّتْ آيَاتُهُ عَاجِبًا
وَعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْوَاهِدُكُمْ وَشِفَاءُ وَالَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ فِي أَذَانِهِمْ وَقُرْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولَٰئِكَ
يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۳۲﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
فَاخْتَلَفَ فِيهِ ۖ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُضِيَ

بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿۳۳﴾ مَنْ عَمِلَ
صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۖ وَمَا رَبُّكَ
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۳۴﴾

اگر ہم اس وقت قرآن کو عربی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہہ بیٹھتے کہ اس کی آیات ہماری زبان میں تفصیل سے کیوں نہ بیان کی گئیں (کیا خوب) قرآن تو جمعی اور مخاطب عربی۔ اے رسول تم ان سے کہہ دو کہ ایمانداروں کے لیے تو یہ قرآن (سزا پانا) ہدایت اور (ہم مرض کی) شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں میں گرجانی ہے اور وہ ان کے لیے نامینائی کا سبب ہے۔ تو گویا گرجانی کی وجہ سے وہ لوگ بڑی دور سے پکارے جاتے ہیں۔

ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات دی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا کلمہ کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور یہ لوگ ایسے شک میں پڑے ہوتے ہیں جس نے انہیں بے چین کر دیا ہے۔ جس نے اچھے اچھے کام کیے تو اپنے فائدہ کے لیے کیے اور جو بڑے کام کرے گا اس کا وبال اس پر ہے اور تمہارا پڑا کار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

گفار کا امتداد یعنی یہ تھا کہ قرآن عربی زبان میں جو صحیحہ کی مادری زبان میں نازل ہوا ہے۔ لہذا ان کے لیے کوئی مشکل بات ہے اگر ایسی کتاب بنا لیں۔ مزہ تو جب تھا کہ کسی تیس زبان میں جیسے فارسی، رومی، یونانی جیسے وہ نہیں جانتے فر فر تقریریں شروع کر دیتے تو ہم جانتے کہ بے شک یہ خدا کی طرف سے ہے کیونکہ یہ تو ان زبانوں سے واقف ہی نہ تھے ضرور یہ اللہ نے ان کو تعلیم دی ہے۔

خدا فرماتا ہے یہ عجیب بات ہے اگر ہم عربی کے سوا کسی اور زبان میں نازل کرتے تو تم لوگ پھر یہ کہتے کہ

فہرست موضوعات

صفحہ نمبر	موضوعات	صفحہ نمبر	موضوعات
۲۷۴	ابن حجر مکی		الف
۲۸۴	ابن خاتم	۱۵۴	آتش پرست
۲۳۷	ابن خزیمہ	۸۹	آثار قیامت
۱۹۷	ابن عامر	۲۲۸، ۳۸۳	آدم
۱۹۷، ۲۰۹	ابن عباس	۳۹۵	آدمی کی پیدائش
۱۹۷	ابن عساکر	۳۵	آدم حضرت ابراہیم کا باپ نہ تھا
۱۹۷، ۲۲۱	ابن مردویہ	۳۷۱	آسمان قیامت میں لپیٹ لیے جائینگے
۲۳۷	ابن مسعود ہدری	۱۶	آسمان میں برج بنائے اور روشن چاند بنایا
۲۳۷	ابوالقاسم	۱۵	آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کئے
۱۵۴، ۲۸۴	ابوبکر	۹، ۳۸۶	آسیر زن فرعون
۸۸	ابوتراب	۷۸	احصاف برنجیا
۱۳، ۲۵۷	ابوجہل	۳۸۳	آل ابراہیم
۱۳۳، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷	ابوسفیان	۳۸۳	آل عمران
۱۱۲، ۱۱۳	ابوطالب	۲۸۷، ۳۸۳، ۳۸۵	آل فرعون
۱۹۸	ابولہب	۳۸۶، ۳۸۳	آل محمد
۵۶	ابولہب کا تمسخر کرنا	۲۱۷، ۲۱۸	آیہ تطہیر
۲۰۵	آئی الحقیقی زرقی بن اخطب	۳۲، ۳۵، ۸۶، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸	ایراہیم
۱۵۴	آئی بن خلف اور عقبہ بن مغیط کی گفتگو	۱۳۸	ایراہیم کو اولاد کی بشارت
	اجر دیکھو جزا	۳۶، ۳۸	ایراہیم کی آذ کے لئے دعا
۱۵۴	آئی بن کعب	۱۳۶	ایراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھا
۲۸۴	استحاج طبرسی	۳۲، ۳۵، ۱۳۳، ۱۳۶	ایراہیم کی بیت پرستوں سے باتیں
۱۹۸، ۲۰۶	آحد جنگ	۳۶، ۳۷	ایراہیم کی دعائیں
۲۰۰	احزاب سورہ	۴۰	ایراہیم کے واقعہ میں عبرت
۳۱۷	احسن النقصین	۲۵، ۱۸۹	ایراہیم کے والد کا نام تارح تھا
۳۱۹	احمد بن حنبل	۶۸	ایراہیم نے حج کے لئے لیکارا

واہ جی واہ! کیا کہنا اس کلام کا جو ایسی زبان میں بھیجا جا رہا ہے جسے ہم سمجھتے ہی نہیں، پیراس کے نازل کرنے سے فائدہ کیا مطلب یہ ہے کہ ان کے دل میں عداوت ہے۔ لہذا ہر صورت میں اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔ چاہتے ہیں۔ بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ یہ اس مسئلہ کے کیا فائدہ حاصل کریں۔ ہمیشہ کے آگے ہیں۔ سچائی ہمیشہ پڑی پڑائے یہ تو ہمیں لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے اور شفا ہے امراض روحانی و جسمانی ہو سکتا ہے جو ایمان لانے والے ہیں۔ رہے ایمان نہ لانے والے تو وہ تو خود بخود بہرے بن بیٹھے ہیں۔ حالانکہ ان کے کان ہیں۔ مگر جب سنا ہی نہ چاہیں اور اندھے بن کر دیکھنا ہی نہ چاہیں تو اس کا کیا علاج۔

اس سے پہلے جب مولیٰ کو کتاب تو ریت دی گئی تھی اس وقت بھی کافروں کا یہی عمل رہا تھا۔ خواہ خواہ کے اعتراض کر کے اختلافی صورتیں پیدا کر دیں۔ اگر ان کے عذاب کے لیے ایک وقت میں نہ کر دیا گیا ہوتا تو ان کے درمیان کبھی کا منبہد کر دیا جاتا۔ یہ تو طرح طرح کے شکوک میں مبتلا ہیں۔ سچ بات تو ان کے کان کو گونگی ہی نہیں بہر حال جو نیک کام کرے گا اس کا فائدہ اسی کی ذات کو پہنچے گا اور جو بد اعمال بن کر رہے گا اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا خدا تو اپنے بندوں میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا، بندے خود اپنے آپ کو ظلم کرتے ہیں اور قیامت میں اس کی سزا بھگتیں گے

ختم شد

۱۷، ۱۱۳، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۴، ۲۳۸	اہلبیت	۵۷، ۲۲۵، ۲۳۸	ارج المطالب
۵۲	ایکے والوں پر عذاب	۲۰۲، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۳۸	ازواج رسول
۵۰	ایکے والوں نے رسولوں کو جھٹلایا	۱۳۵، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸، ۲۲۵	اسحاق
۲۶	ایکینشا	۱۶	اسراء اور نبوتی کی منافعت
۱۷۹	ایورا	۱۷۶	اسفندیار
۱۷۹	ایوب	۱۱۴، ۱۳۶، ۲۲۵	اسلمعیل
۱۷۹	باہور	۱۸، ۱۹، ۵۹، ۱۲۸، ۱۲۹، ۲۲۰، ۲۶۷، ۲۶۸	اعمال صالح
۱۷۹	بارش سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری کے لئے بھیجتے	۳۷۱	اعمال نامہ
۱۲، ۸۱	بازار عکاظ	۵۷	اعجاز التفسیر
۲۲۲	باہور	۴۲، ۳۹، ۸۵، ۱۱۳، ۱۵۷، ۱۶۸، ۲۸۱	انگلوں کا انجام
۱۷۹	بخت النصر	۱۸۲، ۳۸۰، ۳۹۹	الیاس
۲۵۲	بدر جنگ	۲۳۸	آدم القسار
۱۹۸، ۲۰۶	بلقیس سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری کے لئے بھیجتے	۱۱۵	امام مہدی (دیکھو امام آخر الزماں)
۷۶	بلقیس کا ایمان لانا	۸۷، ۲۲۵	امام نبین
۷۶	بلقیس کا تذکرہ	۲۸۳	امانت
۷۰	بلقیس کا سرداروں سے مشورہ	۲۳۳	امتحان آزمائش
۷۲	بلقیس کی عقل کا امتحان	۱۲۸	آدم سلمہ
۷۶	بلقیس کی غلط فہمی	۲۱۸، ۲۳۰	آدم شریک
۷۶	بن حارث	۲۳۲	آہمات المؤمنین
۱۷۶	بنی اسد	۲۰۲	امیر المؤمنین
۲۳۲	بنی اسرائیل کا عقب	۱۹، ۸۷، ۱۵۵	امیر بن قلع
۳۱، ۳۲	بنی اسمعیل	۱۳۲	انجیل
۲۳۷	بنی امیہ	۲۸۳	انسان کی خلقت
۲۳۷	بنی طے	۱۴	انصاف دیکھو عدل
۲۲۲	بنی قریظہ	۲۸۶	انطالیہ
۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۱۴	بنی معین	۱۴۶	اوتو النسیم
۲۲۲	بنی نصر	۲۲۹	اولاد وارثہ

۲۸، ۳۰	جادو گروں کی شعبہ ہاڑی	۲۶	بیت المقدس
۱۱۸، ۲۴۹	جاوات	۷۵، ۲۵۲	بہشت
۲۳، ۱۳۵	جبریل امین	۵، ۱۹، ۳۶، ۱۱۵، ۱۳۸، ۱۷۷، ۱۹۶، ۲۱۷	بہشت
۲۰۵	جبل سفح	۲۳۲، ۲۵۹، ۲۷۸، ۳۷۳، ۳۸۷	پ
۸۹، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۸، ۲۶۷، ۳۰۳	جزا	۲۳۵، ۲۳۶	پہرہ کا حکم
۵	جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے گنہگار خوش نہ ہونگے	۲۳۷	تاہوت سکینہ
۱۱۰	جعفر	۲۳۷	تاہوت سکینہ
۱۷۰	جعفر صادق علیہ السلام	۲۳۹، ۲۷۴	تاہوت سکینہ
۲۳۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۷	جنات	۲۰۰	تارک
۳۶۸	جلال الدین سیوطی (دیکھو سیوطی)	۲۳۷	ترمذی (امام)
۲۶۸	جنب اللہ	۲۱۹، ۲۳۶، ۲۸۴	تفسیر درمنثور
	جنت دیکھو بہشت	۱۹۹، ۲۸۳	تفسیر صافی
۱۵۲	جہاد	۱۹۹، ۲۸۲	تفسیر تہی
۱۶، ۱۱۲	جہالت کی بات کا جواب سلام ہے	۲۳۶	تفسیر کبیر
۱۳، ۱۶، ۳۶، ۴۰، ۱۳۸، ۱۵۲، ۱۹۶، ۲۴۱	جہنم	۲۸۳، ۳۸۵	تقیہ
۲۴۳، ۲۴۸، ۲۶۰، ۲۶۸، ۲۷۸		۳۹۷، ۴۰۶	تکبر
	چونٹی اور حضرت سلیمان کی گفتگو	۱۳۲	تلاوت
۶۷، ۶۸	ح	۲۰۶	تیمین بن مسعود شعبی
۲۷۳	حافظ ابو بکر بن مردویہ	۱۸، ۱۹، ۶۲	توبہ کرنے والوں کو خدا بخش دیتا ہے
۲۳۷	حاکم	۱۰۳، ۱۰۹، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۵۷، ۲۸۴، ۳۱۲	توریت
۳۰۱	حکم مسجد (سورہ)	۵۶	تہجد
۱۱۰، ۱۱۱، ۱۸۶	حشہ	۲۱۹	ثعلبی
۹۸، ۲۸۶، ۲۹۰، ۳۶۲	حسب بنجار	۹، ۱۳۹، ۱۷۶	ثمود
۲۶۹	حدیث قدسی		ثوبیہ دانی جنھوں نے رسول اکرم کو دودھ پلایا
۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۶	حزقیل	۹۵	کانسرہ نہ تھیں
۱۹۸، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۵	حسن و حسین		

س

۵۹	شاعر جو کہتے ہیں کہ تیریں	۱۱	سائے کو پھیلا یا
۲۳۶	شافعی (امام)	۲۳۶	سبا سورہ
۱۹۸ و ۳۰۵	شہیر و شہتر	۲۵۳	سبا والے
۱۸	شکر کی جماعت		سجدہ اور قیام میں رات بسر کرنے
۱۷۱	شہاد	۱۶	والوں کی تحریف
۲۰	شعرا سورہ	۹۰، ۱۲۵، ۲۵۸، ۲۷۳	سزای
۱۵۰	شق القمر	۳۳، ۳۴	سر سید احمد خاں
۶۹، ۷۰	شہر سبا کا واقعہ	۲۶۳	سعد بن عبادہ
۵۶	شیا طین جھوٹے بدکاروں پر نازل ہوتے ہیں	۲۵، ۲۱۳	سعد بن معاذ
۵۵	شیا طین وحی نہیں سنتے	۲۰۵	سلمان فارسیؓ
۷	شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے	۱۷۶، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۰، ۲۵۱	سلیمانؑ
۱۱۳	شعب ابوطالب	۶۳	سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے
۵۰، ۵۱، ۵۲، ۹۹، ۱۳۹	شعیبؑ	۷۱	سلیمان کا خط ملکہ سبا کے نام
۵۰	شعیب نے کہا میں رسالت کا اجر نہیں مانگتا	۶۲	سلیمان کو پزندوں کی بولی سگھائی
۱۱۸	شمعون نبی	۶۳	سلیمان کو علم عطا کیا
۲۸۵ و ۲۸۶، ۲۸۷	شمعون (نبی)	۷۰	سلیمان کو ملکہ سبا کا حال ہندہ نے بتایا
۹۵، ۹۶، ۲۳۶، ۲۸۴	شیعہ	۶۸	سلیمان کی چوٹی سے گفتگو
	ص	۶۷، ۶۸	سلیمان کی دعا
۷۷	صالح اور ان کے کنبے کو قتل کرنے کی سازش	۶۷	سلیمان نے لشکر میں انسان چن اور پزندے شامل تھے
۳۶	صالح کی تبلیغ	۷۶	سلیمان نے بلقیس کا امتحان لیا
۳۵، ۳۶	صالح نے کہا میں تبلیغ کا اجر تم سے نہیں مانگتا	۷۲، ۷۳	سلیمان نے بلقیس کے مخالف واپس کر دیئے
۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰	صبر	۲۳۶	سنن
۲۳۱	صدقہ	۲۳۷	سنن ابوداؤد
۹۸	صدیق	۱۳۹	سورہ
۱۰۲	صفورا زوجہ حضرت موسیٰ	۲۳۰، ۲۳۱	سورہ
۲۳۶، ۲۷۳، ۲۶۰	صواعق محرقة	۲۱۹، ۲۸۳	سیوطی
۸۹	صور		

ط

۸۷	طہ	۲۳۹	طاہرات
۲۳، ۲۶، ۳۰، ۴۲، ۱۰۲	عملتے موسیٰ	۲۰۷	طبری
۳۲۲	عکاظ (بازار)	۲۲۹، ۲۳۱	طلاق
۲۸۴	علامہ ہرودی	۱۰، ۱۰۷	طہور
۸۳	علم غیب	۹، ۳۲، ۱۳۰	طوفان نوح
۱۹، ۲۳، ۳۹، ۱۰۳، ۱۱۹، ۱۵۵، ۱۶۸، ۱۸۹	علیؑ		
۱۹۰، ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸			
۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۴۳، ۲۷۷	ظالم اور آن کا انجام	۹، ۵۹، ۱۰۶، ۱۱۵، ۱۵۱، ۱۷۸، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸،	

۱۳۶، ۱۴۱، ۱۵۹، ۱۶۲، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۸۸، ۱۹۸، ۱۹۸	۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۳۰، ۱۹۶، ۲۰۲، ۲۳۹، ۲۳۹، ۲۳۹
۲۴۵، ۲۵۳، ۳۹۹، ۴۱۲، ۴۱۳	۲۴۱، ۲۴۸، ۳۶۲، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۳، ۳۹۰، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۱
۱۱۰، ۱۱۱، ۱۳۲، ۲۲۴	موسیٰ اور فرعون کا مقابلہ
۱۰	موسیٰ قتل ہونے سے بچ گئے
۹۸،	موسیٰ کا آگ لینے جانا
۶۱، ۱۰۲،	موسیٰ کا عصا اُڑنا ہونگیا
۶۲،	موسیٰ کو توریت عطا کی گئی
۹، ۱۹۶،	موسیٰ کو حکم ہوا کہ دریائے نیل پر عصا مارو
۲۲۹، ۲۳۳، ۲۳۴،	موسیٰ کو رسول بنا دیا اور حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ، ۱۰۵،
۲۳۲،	موسیٰ کو حکم اور حکمت عطا فرمایا
۶۰، ۱۳۲، ۱۵۹، ۱۶۹، ۱۸۲، ۲۱۶،	موسیٰ کو وحی ہوئی کہ راتوں رات چل دو
۲۳۶، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۴۵،	موسیٰ کی پرورش
۱۶۱،	موسیٰ کی خدائے گفتگو
۶۰،	موسیٰ کی دعا
۴۲،	مشریہ (۱) ابراہیم
۴۲،	مومن
۴۲،	مومن سورہ
۴۱،	مومن آل فرعون
۵۹،	میانہ روسی
۱۵۱،	ناپ تول پوری کرو
۲۹،	ناحق قتل کی ممانعت
۴۲،	ناشکری
۱۶، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۰،	ناقہ صالح
۱۲،	نبی امت کے سر دلوں کے باپ ہیں
۱۹۶،	نسانی
۱۲۵،	نشانیوں
۶۱، ۶۴،	واحدی
۶۴،	وادئ تہ
	وادئ طوی
	وادئ نعل

ن

و

۳۳، ۳۴،	وارثہ کتاب
۲۷۶، ۲۷۵،	والدین کے ساتھ نئی کرو
۱۲۹،	وعدائیت
۳۶، ۳۷، ۸۲، ۱۱۷،	وحی
۲۸۲،	وراثت اہل بیت
۱۰،	وزیر الدولہ خاں
۲۸۶، ۲۹۰،	ولید بن عقبہ ابی معیط
۳۴۹،	بارونئ
۲۳، ۲۴، ۶۲، ۶۳، ۱۰۲،	بارونئ کو خدائے موسیٰ کا وزیر بنایا
۶۷، ۱۳۶، ۱۳۸،	ہامان
۷۰،	ہمدان کا بیان
۲۸۵،	ہمدان کی غیر ماضی حضرت سلیمان کی منگی
۱۱۸، ۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۶،	ہمدان ملک سبا کے پاس خط لے گیا
۶۵،	ہود کی تسبیح
۱۶۹، ۲۸۵، ۲۸۷،	
۱۱۰، ۱۳۲، ۲۲۳، ۲۲۴،	

ی

ع

۳۳، ۳۴،	ہوئے کہا میں رسالت کی اُجرت نہیں مانگتا، ۳۳، ۳۴،
۲۸۲،	یسین سورہ
۱۰،	یافث بن نوح
۲۸۶، ۲۹۰،	یکئی
۳۴۹،	ید اللہ
۲۳، ۲۴، ۶۲، ۶۳، ۱۰۲،	ید بقیار
۶۷، ۱۳۶، ۱۳۸،	یعقوب
۷۰،	یین
۲۸۵،	یوحنا
۱۱۸، ۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۶،	یوسف
۶۵،	یوسف کو علم تعبیر خواب سکھایا
۱۶۹، ۲۸۵، ۲۸۷،	یونس
۱۱۰، ۱۳۲، ۲۲۳، ۲۲۴،	یہود